مسئلہ افضلیت کے قطعی، اجماعی اور منکر کے اہلسنت سے خارج ہونے پر ایک نادر تحقیق

زبدۃ التحقیق کا رد بلیغ دلائل و براہین کی روشنی میں

مسئلہ افضلیت کا حقیقی اور تحقیقی جائزہ

سیف التحقیق علی رأس التفسیق

بفیضانِ نظر

شیر بیشۂ اہلسنت پاسبان مسلک رضا ضیغم اسلام

پیر علامہ سید مظفر حسین شاہ قادری رضوی

خلیفہ مجاز بریلی شریف

تصنیف

استاذ العلماء حضرت

علامہ مفتی فدا حسین رضوی زید مجدہ

پروگریسو بکس

فہرست مضامین

مقدمہ

نحمدك یا اللہ ونستعینك یارسول اللہ ﷺ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج بروز ہفتہ مورخہ ۱۴ جون ۲۰۱۴ء حجاز مقدس مدینہ طیبہ کے وقت کے مطابق 07:57 منٹ پر فقیر حقیر جو اس قابل تو نہیں تھا مگر والدین کریمین اور علمائے حقہ اہل سنت وجماعت کی خدمت اور اس گئے گزرے دور میں اپنی استطاعت کے مطابق مسلک حقہ پر استقامت کی بدولت حضور قائد المرسلین، امام الاوّلین والآخرین، خاتم النبیین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی ﷺ اور یار غار و یار مزار، افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور خسر رسول، داماد مولا مرتضی رضی اللہ عنہ، خلیفہ ثانی، فارق حق وباطل سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قدمین شریفین کی جانب بیٹھا ہوا ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ اور شیخین کریمین کی نگاہ عنایت سے اپنی کتاب "سیف التحقیق علی راس التفسیق" کا مقدمہ لکھنے کی جسارت کر رہا ہے جو کہ "زبدۃ التحقیق" کا رد ہے، وہ زبدۃ التحقیق کہ جس میں موصوف نے مسئلہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر شب خون مارنے کی جسارت فرمائی ہے۔ (مزید تفصیل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں)

قارئین کرام! میں نے "زبدۃ التحقیق" کے رد میں کافی عرصے سے کام کیا ہوا تھا جس کے کچھ مضامین تقریباً سال ڈیڑھ سال قبل "مجلہ چار یار مصطفی" میں چھپ چکے ہیں لیکن تاحال یہ مضامین ایک کتابی صورت میں منظر عام پر نہیں لائے جاسکے۔ میں تو سمجھتا ہوں جہاں اس کی اشاعت میں تاخیر کی دیگر وجوہات ہوسکتی ہیں وہاں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ موقع عطا فرمانا تھا کہ میں کتاب کا مقدمہ قدمین شریفین ﷺ اور بارگاہ صدیقیت و فاروقیت رضی اللہ عنہما میں بیٹھ کر لکھوں۔ میں بارگاہ مصطفیٰ ﷺ اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی بارگاہوں میں یہی عرض کروں گا۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

بعثت مصطفی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد نجات دین اسلام پر ہی منحصر ہے:

قارئین کرام! بعثت مصطفی کے بعد بارگاہ الوہیت میں قبولیت کے لیئے صرف دین اسلام کی پیروی ہی تسلیم کی جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه" لہذا یہودیت، نصرانیت، مجوسیت، دہریت کچھ بھی نہیں اور قطعاً رب کی بارگاہ میں قبول نہیں۔ جیسا کہ کچھ لوگ اسلام کے مبلغ کہلوانے کے باوجود مذکورہ فکر اور سوچ کے داعی ہیں اور رام رام، کرشنا وغیرہ ذلک کو بھی اللہ کا ذکر بتاتے ہیں جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا واضح ارشاد قرآن مجید میں موجود ہے: "وذروا الذین یلحدون فی اسمائه سیجزون ما کان یعملون" ترجمہ کنزالایمان: "اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں، وہ جلد اپنا کیا پائیں گے"۔ بنابر ایں جو مبلغ ایسی فکر کی تبلیغ کرے اس کے سائے سے بھی دور رہنا چاہیئے اور اگر اس کے باوجود لوگ ایسے گمراہ، بدمذہب و بددین کو نہ چھوڑیں تو وہ سوچ لیں کہ یہ حکم الٰہی کی کھلی مخالفت ہے۔ اور قرآن کے ساتھ اعلانیہ بغاوت ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ وہ دین اسلام سے خارج ہے۔ برکت المصطفی، سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ "فتاوی رضویہ" میں ناقل ہیں: "ولھذا نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة الاسلام اووقف فیھم او شك (فی کفرھم) اوصحح منھبھم وان اظھر الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل منھب سواہ فھو کافر باظھار ما اظھر من خلاف ذلك" اس لیئے ہم ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو اسلام کے غیر کسی دین والے کی تکفیر نہ کرے یا توقف یا شک کرے (ان کے کفر میں) یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھے اگرچہ ایسا شخص اسلام کا اظہار کرے اور عقیدہ رکھے اور اسلام کے سوا ہر مذہب کے بطلان کا عقیدہ رکھے اس سبب سے کہ وہ اپنے ظاہر کیئے کا خلاف ظاہر کرتا ہے لہذا وہ کافر ہے۔ اسی میں ہے: "اجماع علی کفر من لم یکفر کل من فارق دین المسلمین اووقف فی تکفیرھم او شك مختصراً" اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے والے کی تکفیر

نہ کرنے والے یا ان کی تکفیر میں توقف یا شک کرنے والے کی تکفیر نہ کرنے والے کے کفر پر اجماع ہے مختصراً۔

بزازیہ و در مختار وغیرہما میں ہے: "من شك في كفره وعذابه فقد كفر" جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔

بلکہ شخص مذکور پر لازم اور ضروری ہے کہ اپنے آپ ہی اپنے کفر والحادو زندقہ وارتداد کا فتوی لکھے۔(1)

موجودہ دور میں ایک فتنہ تو یہ ہے جو اہلسنت کے پیسے پر پل رہا ہے اور خدمت یہ کر رہا ہے کہ اہلسنت تو کجا اسلام کا تشخص بھی مٹانے کے درپہ ہے۔

اہل سنت ہی حق ہے:

بہر حال دین اسلام ہی کے حق ہونے کے بعد اگر افراد کی طرف دیکھا جائے چاہے وہ امت اجابت کے ہوں یا امت دعوت کے تو فرمان رسالت ﷺ یہ ہے:

"ستفترق امتي على ثلث وسبعين فرقة، كلهم في النار الا ملة واحدة، قالوا من هم يا رسول الله ﷺ قال رسول الله ﷺ ما انا عليه واصحابي او كما قال عليه الصلوة والسلام رواه ابو داود والترمذي"۔

یعنی امت مصطفی ﷺ نے تہتر فرقوں میں بٹنا ہے ان میں ایک ناجی اور جنتی ہے۔ جسے اہلسنت وجماعت کہا جاتا ہے۔

سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری کے معاصر امام ابو شکور سالمی نے اس روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں۔ "وهي اهل السنته والجماعته"

وضاحت: ملا علی قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"فلا شك ولا ريب انهم هم اهل السنة والجماعة"۔(2)

---

(1) فتاوی رضویہ، ج۱۵، ص۶۳۱، ۶۳۲، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور

(2) مرقاۃ المفاتیح، ج۱، ص۲۵۹

یعنی اس بات میں شک نہیں کہ اہلسنت وجماعت ہی جنتی گروہ ہے۔
امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فرض نخستین بر عقلا تصحیح عقائد است بموجب ازائے صائبہ اہل سنت وجماعۃ شکر اللہ سعیہم کہ فرقہ ناجیہ اند"۔[1]

یعنی ہر ذی عقل پر سب سے پہلے فرض یہ ہے کہ اپنے عقائد اہلسنت وجماعت کے اعتقادات کے موافق رکھے کیونکہ آخرت میں نجات پانے والا گروہ یہ ہی ہے۔

حضرت علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فعلیکم معاشر المو منین با تباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ با ھل السنۃ والجماعۃ فان نصر اللہ وحفظہ وتو فیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ ومقتہ فی مخالفتھم"

یعنی اے ایمان والو! تم پر لازم ہے کہ تم جنتی گروہ جس کا نام اہلسنت وجماعت ہے کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد و حفاظت اور اس کی توفیق اس جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے اور اہل سنت و جماعت کی مخالفت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور مخالفت کرنے والوں کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللھم امتا علی السنۃ والجما عۃ والشوق الی لقائك یاذ الجلال والا کرام"۔[2]

یعنی اے اللہ! ہمیں مسلک اہل سنت وجماعت اور اپنی لقا کے شوق پر موت دے یاذوالجلال والاکرام۔

---

(1) مکتوبات، دفتر اول، ص ۲۶۶
(2) دلائل الخیرات، ص ۲۷

عارف باللہ حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے شیخ مکرم پیر و مرشد روح اللہ روح نے اپنے وصال سے ایک دن پہلے اپنے مریدین و متوسلین کو بلا کر فرمایا سن لو! کہ میرے پاس دنیا کا کوئی مال نہیں ہے کہ میں اس کے متعلق وصیت کروں۔

"ولکنی علی مذهب اهل السنه والجماعه شريعة معرفة وحقيقه فاعرفونی هکذا واشهدوالی بهذا فی الدنيا والاخرة فهذا وصيتی"۔[1]

لیکن شریعت و طریقت و معرفت و حقیقت ہر اعتبار سے میں اہلسنت و جماعت کے مذہب پر ہوں مجھے ایسے ہی پہچانو اور میرے لیئے دنیا و آخرت میں اس بات کو گواہ ہو جاؤ بس یہی میری وصیت ہے۔

حضرت خواجہ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انه لا يفتح على العبد الا اذا كان على عقيدة اهل السنة والجماعة ليس الله ولی علی عقیدة غیرهم ولو كان عليها قبل الفتح لوجب عليه ان يتوب الفتح ويرجع الى عقيدة اهل السنة"۔[2]

یعنی کسی انسان کے لیئے ولایت کا دروازہ نہیں کھل سکتا جب تک وہ اہل سنت کے عقیدے پر نہ ہو اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی ولایت میں قدم رکھنے سے پہلے اہلسنت وجماعت کے خلاف ہو تو ولایت کا دروازہ کھلنے کے بعد اس پر واجب ہو گا کہ وہ اس عقیدہ سے توبہ کرے اور اہل سنت وجماعت کے عقیدے کی طرف لوٹے۔

مخدوم الاولیا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہمارے طریقے کا دارومدار تین باتوں پر ہے۔(۱) اہل سنت جماعت کے عقائد پر ثابت قدم رہنا (۲) دوام آگاہی (۳) عبادت، لہذا اگر کسی

(1) روح البیان، سورۃ النحل، ج۵، ص۱۰۱

(2) الابریز، ص۲۴

شخص کی ان چیزوں میں کسی ایک میں خلل آجائے تو وہ ہمارے طریقے سے خارج ہو جاتا ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

عقیدہ اہل سنت کا ملتزم ہو کر حدیث و فقہ سیکھنا چاہیے۔(1)

اس سے پتہ چلا کہ حق اہل سنت میں دائر ہے، جس کی وضاحت فرمان رسالت اور اکابرین کی تصریحات کی روشنی میں ہو چکی۔ اب اس ناجی جماعت میں وہی شخص شامل ہو گا جو اس کے تمام عقائد اور اصول سے متفق ہو گا جیسا کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے اسی طرح عقائد اہل سنت میں سے کسی ایک عقیدے کا منکر بھی اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ قدمین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھ کر میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں کہ آج جس کا جب جی چاہتا ہے وہی نئی راہ نکال لیتا ہے اور اہل سنت کے چودہ صدیوں سے طے شدہ عقائد و معلومات میں سے جن کو چاہتا ہے مانتا ہے اور جن کو چاہتا ہے انکار کر دیتا ہے۔ (الامان والحفیظ)

ضروری وضاحت:

اس حدیث مبارکہ کے ضمن میں ہم اس بات کی وضاحت بھی۔ ضروری سمجھتے ہیں کہ وہابیہ خبیثہ، رافضیہ اور بد مذاہب امت دعوت میں سے ہیں نہ کہ امت اجابت میں سے، جب کہ مصنف زبدۃ التحقیق نے اس بات پر بھی بڑا زور و خرچ کیا ہے کہ یہ امت اجابت میں سے ہیں۔ پہلے موصوف کی عبارت دیکھیے پھر اہل سنت کا موقف ملاحظہ فرمائیے۔

"یہ ہے وہ بہتر فرقوں والی حدیث جس میں صرف تہتر واں فرقہ جنتی ہو گا، اب دیکھنا یہ ہے کہ امت جو بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور صرف ایک فرقہ جنتی ہو گا باقی بہتر دوزخ میں

(1) حالات مشائخ نقشبندیہ، ص ۲۹۳

جائیں گے کیا یہ امت دعوت ہے یا اجابت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد امت اجابت ہے۔"[1]

بدمذاہب امت اجابت نہیں ہیں:

امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"ہاں بعض مبتدعین مثل وہابیہ و رافضیہ و غیر مقلدین امت اجابت میں سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت میں سے ہیں۔"[2]

اور اگر موصوف کی منطق تسلیم کرلی جائے تو پھر گستاخ رسول بھی امت اجابت میں آجائیں گے تو ایسی تحقیق شیخ التفضیلیہ اور تفضیلیہ کو مبارک ہو۔ اہل سنت کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اس پر مزید یہ کہ موصوف نے زبدۃ التحقیق میں ایسے ایسے گل کھلائے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ لیکن اس کے باوجود دور حاضر میں لوگوں کا یہ مزاج بن چکا ہے کہ یہ نہیں دیکھتے کہ شریعت کا حکم کیا ہے بلکہ یہ دیکھیں گے کہ ہمارے پیر و مرشد کیا کہتے ہیں؟ ہمارے استاذ کیا کہتے ہیں؟ ہماری تحریک کا موقف کیا ہے؟ ہمارا خاندان کس طرف ہے؟ تو ایسے حضرات کے لیئے گزارش یہ ہے کہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کو دل میں نقش کرلیں کہ

"فاعرف الرجال بالحق لا الحق بالرجال"۔[3]

یعنی لوگوں کو حق کے ذریعے پہچانو نہ کہ حق کو لوگوں کے ذریعے۔

کیونکہ جب آپ کے نزدیک حق کا معیار شخصیات ہوں گی تو آپ راہ راست سے پھسلتے چلے جائیں گے۔ اور جب آپ شخصیات کو حق کے معیار پر پرکھیں گے تو صراط مستقیم آپ کے لیئے نور علی نور ہو جائے گا۔ اسکی زندہ جاوید مثال مجدد ملت حاضرہ و سابقہ، مؤید ملت طاہرہ الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ حق کا ساتھ اتنی شدت کے ساتھ

---

(1) زبدۃ التحقیق، ص ۱۳۸

(2) فتاوی رضویہ، ج ۱۴، ص ۲۸۵

(3) تفسیر روح المعانی

دیا کہ آپ حقانیت کا معیار بن گئے۔ آج دنیا آپ کو امام اہل سنت کے نام سے جانتی ہے اور بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ آپ کی حقانیت کو غیروں نے بھی تسلیم کیا چنانچہ امام اہل سنت سیدی اعلی حضرت احمد رضا خان محدث بریلوی رحمہ اللہ کی تائید میں ادریس کاندھلوی کا بیان ہے۔

کوثر نیازی لکھتا ہے: "میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے لیا ہے کبھی کبھی اعلی حضرت احمد رضا خان بریلوی کا ذکر آجاتا تو مولانا ادریس کاندھلوی فرمایا کرتے۔ "مولوی صاحب احمد رضا خان کی بخشش توانہی فتووں کے سبب ہو جائے گی، اللہ تعالی فرمائے گا احمد رضا خان تمھیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تو نے معاف نہ کیا تو اس عمل پر ہم نے تمھاری بخشش کر دی"۔(1)

لیکن یہ اسی وقت ہوتا ہے کہ جب انسان خارجی امور یعنی رشتہ داریاں، تعلقات اور دنیوی حرص سے ماوراہو کر لومۃ لائم کا خوف کیے بغیر حق کو بیان کرے۔

ع: ہوتا ہے یہ کمال بڑی مدتوں کے بعد

امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کی تنبیہ:

موجودہ حالات کے پیش نظر اور اس تناظر میں سیدی اعلی حضرت، امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے چند فرامین عوام اہل سنت اور خصوصا علماو طلبا کے لیئے نقل کر رہاہوں جو استاذی شاگردی ، پیری مریدی ، باپ دادا کا رشتہ تو دیکھتے ہیں لیکن رشتہ ایمان کا پاس نہیں رکھتے۔ ملاحظہ فرمائیں:

سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علما کی یہ حالت ہے کہ رئیسوں سے بڑھ کر آرام طلب ہیں، حمایت مذہب کے نام سے گھبراتے ہیں، جب بندہ خدا اپنی جان اس پر وقف کرے اسے احمق بلکہ مفسد سمجھتے ہیں۔ مداہنت ان کے دلوں میں پیری ہوئی ہے۔ ایام ندوہ میں ہندوستان بھر کا تجربہ ہوا۔ عبارت ندوہ سن کر ضلالت ضلالت کی رٹ لگا دیں۔ اور جب کہیں حضرت

---

(1) امام بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت از کوثر نیازی، ص ۵، مطبوعہ لاہور

لکھ دیجئے، بھائی لکھواؤ نہیں، ہمارے فلاں دوست برا مانیں گے، ہمارے فلاں استاد کو برا لگے گا۔ بہت کو یہ خیال کہ مفت میں اوکھلی میں سر دے کر موصل کون کھائے۔ بدمذہب دشمن ہو جائیں گے، دانتوں پر رکھ لیں گے، گالیاں، پھبتیاں، اخباروں، اشتہاروں میں چھاپیں گے۔ طرح طرح کے بہتان افترا اچھالیں گے۔ اچھی بھلی جان کو کون جھنجال میں ڈالے۔ بعض کو یہ کد کہ حمایت مذہب کی تو صلح کلی نہ رہے گی۔ ہر عزیزی کا جام پلاؤ، قورمے، نذرانے میں فرق آئے گا، یا کم از کم آؤ بھگت عام نہ رہے گی۔(1)

مزید ارشاد فرماتے ہیں: بھائیو علم اس وقت تک نفع دیتا ہے کہ دین کے ساتھ ہو ورنہ پنڈت یا پادری کیا اپنے یہاں کے عالم نہیں، ابلیس کتنا بڑا عالم تھا پھر کیا کوئی مسلمان اس کی تعظیم کرے گا۔ اسے معلم الملکوت کہتے ہیں یعنی فرشتوں کو علم سکھاتا، جب سے اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے منہ موڑا حضور کا نور کہ پیشانی آدم علیہ السلام میں رکھا گیا اسے سجدہ نہ کیا اس وقت سے لعنت ابدی کا طوق اس کے گلے میں پڑا، دیکھو جب سے اس کے شاگردگان رشید اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں، ہر رمضان میں اسے مہینہ بھر زنجیروں میں جکڑتے ہیں، قیامت کے دن کھینچ کے جہنم میں دھکیلیں گے یہاں سے علم کا جواب بھی واضح ہو گیا اور استادی کا بھی۔

بھائیو! کروڑ کروڑ افسوس ہے اس ادعائے مسلمانی پر کہ اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ استاد کی وقعت ہو اللہ و رسول سے بڑھ کر بھائی یا دوست یا دنیا میں کسی کی محبت ہو۔ اے رب! ہمیں سچا ایمان دے صدقہ اپنے حبیب کی سچی عظمت سچی رحمت کا۔ آمین۔(2)

دردمندانہ اپیل:

اہلسنت خدارا مسلک حقہ کے عقائد معمولات پر سختی سے کاربند رہیں اور بال برابر بھی ادھر ادھر سرکنے کی کوشش نہ کیجیے۔ موجودہ دور میں لوگ جس روش پر چل پڑے ہیں کہ ہر ایک

---

(1) فتاوی رضویہ، ج۲۹، ص۵۹۷، ۵۹۸

(2) فتاوی رضویہ، ج۳۰، ص۳۲۶

کی اندھی تقلید، اور شریعت مصطفوی کی دھجیاں اڑانے والے پیروں اور استادوں کی بات کو حرف آخر سمجھنا دلائل اربعہ میں سے کسے کی روشنی میں بھی یہ بات قطعا جائز و درست نہیں ۔خدارا ہوش کیجیے، یہ روش آپ کو راہ راست سے بہت دور لے جائے گی۔

ایسا نہ ہو یہ درد بنے درد لا دوام
ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوہ نہ کر سکو

اہلسنت کی موجودہ صورتحال:

قارئین کرام! مجھے اس بات کا بھی خیال ہے کہ بات زیادہ دور نہ نکل جائے لہذا اختصارا عرض کروں گا کہ موجودہ دور میں اہلسنت وجماعت میں ضلالت و گمراہی کی جو داغ بیل ڈالی جا چکی ہے اور مزید منظم طریقے سے ڈالی جارہی ہے اس کی صورتحال یہ ہے کہ ایک طبقہ وہ ہے جو کہلواتا تو اہل سنت ہی ہے لیکن اس کی رافضیت میں کسی کو شک و شبہ نہیں ان مہربانوں نے اہلسنت پر جو مہربانیاں کیں ہیں اور چودہ سو سال سے طے شدہ اصول کا وہ حال کیا ہے کہ الامان الحفیظ۔چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

کیا یہ ہیں اہل سنت کے ذمہ دار لوگ؟؟؟

ایک صاحب جن کا شمار نامی گرامی شخصیات میں کیا جاتا ہے۔موصوف کی نظریاتی حالت یہ ہے کہ

- پیر دیوبندی ہے جو تبلیغی جماعت کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔
- موصوف کو خلافت ہزارہ کے مشہور و معروف گستاخ صحابہ سے ہے جس کی تعریف موصوف اپنی کتب میں مختلف مقامات پر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔
- صحابہ کرام کے متعلق موصوف کا یہ دل خراش جملہ "سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام صحابہ بدل جانے والے تھے۔
- حضرت ابو سفیان ، حضرت ہندہ، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی گستاخیاں موصوف کا وہ مشہور فعل قبیح ہے جو زبان زد خاص وعام ہے۔

- غیر انبیا کا انبیا کے ساتھ تقابل اور گستاخِ صحابہ کی معاونت و سرپرستی جیسی متعدد خرافات ریکارڈ پر موجود ہے جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

پاکستان کا کوفہ:

موصوف کا ادارہ اس دعوی کے ساتھ راولپنڈی میں موجود ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات دینے والا ہے۔ تو چونکہ راولپنڈی پھر راولپنڈی ہے جس کے بارے میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نے فرمایا تھا کہ راولپنڈی پاکستان کا کوفہ ہے۔ اور فقیر کو اس بات کی صداقت کا یقین اس وقت ہو گیا تھا کہ جب بڑے بڑے لوگوں کا ہم نے دوہرا معیار دیکھا۔ ایک صاحب نے ایک مقام پر فرمایا کہ ہمارا موقف اس مسئلہ میں سکوت ہے اور دوسرے مقام پر جب کسی نے اس موقف کے خلاف دلائل دیئے اور اکابر کا نام لے کر رد کیا تو اس پر پیسے نچھاور کیئے گئے۔ جس سے حقیقت حال کو سمجھنے میں کافی حد تک راہنمائی لی جا سکتی ہے بلکہ اس شہر میں تو لوگوں نے گستاخ تیار کرنے کی فیکٹریاں لگائی ہوئی ہیں۔ آئے دن لوگ ایک سوچی سمجھی سازش اور منصوبہ بندی کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف خبث باطنی اور دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہیں پھر کچھ عرصہ کے بعد رجوع کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔ اور کچھ وقت گزرنے کے بعد پھر قلبی شقاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف عمل سابق کو دہرایا جاتا ہے۔ اور حقیقت شناس آدمی یہ بات کہنے میں حق بجانب ہے کہ یہ سلسلہ جو لا الی نہایہ دکھائی دیتا ہے اصلاح کے نام پر کھلا فساد ہے جس کی روک تھام کے لیئے مؤثر اقدام نہ کیئے گئے تو آئندہ پچاس سال بعد آنے والی نسلیں تباہی کے کس دہانے پر کھڑی ہوں گی؟ اور تاریخ موجودہ دور کے علما کو کسی صورت معاف نہیں کرے گی اور نہ ہی کوئی تاویل کی گنجائش دے گی۔

بدمذاہب کا طریقہ واردات:

اور شاید کہ لوگ ابھی ان معروضات کو تسلیم نہ کریں لیکن حقائق یہی ہیں۔ اہل سنت کے نام پر بڑی منصوبہ بندی کہ ساتھ جو کھیل کھیلا جا رہا ہے بہت خطرناک ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہے اس کھیل کے کھلاڑی بڑے مسجع مقفی اور چھپے ہوئے رستم ہیں البتہ یہ بات بھی ذہن نشین

رکھی جائے کہ ان لوگوں میں یہ مرض بڑا پرانا ہے البتہ ظاہر ہوتے ہوتے وقت لگ جاتا ہے۔
اور یہ ان لوگوں کا وطیرہ ہے جیسا کہ شاہ عبد العزیز فرماتے ہیں۔

"سولھواں دھوکہ یہ ہے کہ ان کے علما نے تقیہ کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آپ کو اہل سنت کے محدثین ظاہر کیا اور علم حدیث کے قابل احترام محدثین اہل سنت سے علم حدیث حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے اور صحیح اسناد یادو حفظ کیں۔ ظاہری زہد و تقوی سے اپنے آپ کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ ان کی اس حالت سے اہل سنت کے طلبائے حدیث نے بھی دھوکہ کھایا اور ان کی شاگردی کو قابل اعتماد سمجھا اور ان سے علم حدیث پڑھا۔ اہل علم میں اعتماد پیدا کرنے کے بعد انھوں نے یہ حرکت شروع کر دی کہ صحیح و حسن حدیث کی روایت کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی گھڑی ہوئی حدیث بھی غلط ملط کر دیں۔ عوام تو کیا خواص تک بھی اس دھوکہ اور فریب کے شکار ہوئے اس لیئے کہ احادیث صحیحہ و موضوعہ میں تمیز کیصورت رواۃ حدیث ہیں۔ اور جب اس چالبازی کیوجہ سے اچھے اور برے راوی مل جل گئے تو اب تمیز کی کوئی صورت نہ رہی۔ لیکن اللہ تعالی کا فضل اہل سنت کے ساتھ شامل تھا اور ان مکاروں کے کید و فریب کا پردہ چاک کرنا منظور تھا۔ (1)

اور اس کی زندہ مثال وہ لوگ ہیں جو امام اہلسنت سیدی اعلی حضرت محدث بریلی کے فتاوی کے مترجم بھی رہے اور گستاخوں کی پشت پناہی بھی کرتے رہے۔ اپنے ادارے میں ریسرچ سکالر کے منصب پر بٹھا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے خلاف کتب لکھواتے رہے اور کچھ ان کی قبروں پر فاتحہ پڑھتے رہے یوں سلسلہ آگے بڑھتا رہا اور ان لوگوں کا طریقہ واردات یہی رہا کہ کچھ عیاں ہو کر سر عام گستاخیاں کرتے ہیں اور کچھ پشت پناہی کے فرائض سر انجام دیتے ہیں۔ فتامل۔

یہ مرض بڑا پرانا ہے:

اور اگر کسی کو یہ گلہ ہو کہ یہ کیا کہہ دیا تو وہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کو بار بار پڑھے اور سوچے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(1) تحفہ اثنا عشریہ، ص ۹۳، عالمی مجلس تحفظ اسلام کراچی

"فی زمانہ بہت سے سنی کہلوانے والے بزرگ بغض معاویہ کی بیماری میں گرفتار ہیں اہل دل حضرات اس حالت پر خون کے آنسو روتے ہیں"(1)

ایک سید کی زبانی سنیئے:

حضرت سید شاہ مظہر میاں پھپھوند شریف انڈیا رقم طراز ہیں:

اہل سنت وجماعت کا چودہ سو سال سے یہ طرۂ امتیاز رہا ہے کہ ان کی عقیدت کی دنیا میں جہاں مولائے کائنات علی المرتضیٰ اور اہل بیت کرام سے محبت کی جلوہ گری ہے تو وہیں نبی کریم ﷺ کے قدموں میں جانیں وار دینے والے صحابہ کرام سے الفت واحترام کی گل افشانیاں بھی ہیں اور انہیں دو جماعتوں کی محبتوں کے درمیان اہل سنت کا قافلہ جادہ حق پر گامزن ہے۔ مگر برا ہو ان بد نصیبوں کا جنہوں نے کبھی آسمان ہدایت کے نجوم صحابہ کرام کی عظمتوں پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک کوشش کی، تو کبھی اہل بیت نبوت سے اپنی قلبی عداوت کے چلتے ان کے تقدس پر حرف گیری کی مذموم حرکت، تاریخ میں جن کی نشاندہی "رافضی" اور "خارجی" کے نام سے کی گئی ہے۔

رافضیت کی بنیاد صحابہ کرام کی تنقیص اور ان کی بارگاہ میں گستاخی پر ہے جبکہ خارجیت کی امارت میں مولائے کائنات اور اہل بیت سے بغض وعداوت کا خمیر شامل ہے۔ زمانہ رسالت کے بعد پیدا ہونے والے ان دونوں گروہوں نے ہر دور میں مسلم معاشرے میں گمراہیت کے بیج بونے کا کام کیا ہے جس کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ جہاں رافضیت وخارجیت نے سادہ لوح عوام کے ذہنوں میں اپنے منحوس اثرات مرتب کر کے انہیں گمراہ کیا، وہیں کچھ اعلیٰ سنی ذہن بھی نظریاتی سطح پر ان جماعتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، جس نے اہل سنت کے شیرازہ کو مزید بکھیر کر رکھ دیا۔

اگر تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ "حب علی" کے نام پر کچھ سنیوں کا رافضیت سے متاثر ہونے کی روایت کوئی نئی نہیں ہے، بلکہ ماضی میں بھی اس طرح کے معاملات رونما ہوتے رہے ہیں جہاں ایک سنی خانقاہ کے بعض افراد رافضیت سے متاثر ہو کر صحابہ کرام کی بار

---

(1) حضرت امیر معاویہ از مفتی احمد یار خان نعیمی، مکتبہ کلیمی کانپور

گاہ میں دریدہ دہنی کے مرتکب ہو کر اپنی عاقبت خراب کر بیٹھے، خود گمراہ ہوئے اور اپنے پیچھے ہزاروں عقیدت کیسوٗ ں کی گمراہیت کا سبب بنے۔۔۔۔۔

ہم یہاں واضح کر دینا چاہتے ہیں کے اہل سنت کے مسلک اور اجماعی موقف سے سر موانحراف نہ کل برداشت تھا اور نہ آج برداشت ہے۔ حضرت مولا علی کی محبت میں انہیں خلافائے ثلاثہ پر فضیلت دینا، یا صحابہ کرام کے آپسی مشاجرات کو بنیاد بنا کر ان پر زبان طعن دراز کرنا اور خاص طور سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں گستاخی کرنا، یا اس کے بر عکس اہل بیت کے تیئں دل میں کینہ رکھنا رافضیت، ناصبیت ، اور خارجیت کہلاتا ہے اور اہل سنت ان تینوں فتنوں سے بری اور بے زار ہیں۔ اور جو لوگ اس قسم کے نظریات رکھتے ہیں ان کا تعلق چاہے جس خانقاہ یا درگاہ سے ہو وہ مسلک اہلسنت سے ہٹے ہوئے ہیں۔

عوام اہل سنت تک ہم یہ پیغام پہنچانا چاہتے ہیں کہ اس وقت قدیم و جدید فتنے تیزی سے پھیل رہے ہیں، جن کا مقصد ایمان و عقیدے میں خرابی پیدا کرنا ہے، لہذا عوام اہلسنت کو چاہیئے کہ ایسے حالات میں وہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے مسلک کو پیش نظر رکھیں، ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رہیں، اور علماء اہل سنت اور معتبر سنی خانقاہوں سے وابسطہ رہیں۔[1]

گستاخ صحابہ سے توفیق توبہ کا سلب ہونا:

اور یہ مرض نہ تو چھپتا ہے اور نہ ہی قابل علاج ہے کیونکہ اللہ تعالی ایسے لوگوں سے توفیق توبہ ہی سلب فرمالیتا ہے جیسا کہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"نظرت فی هذا الامر فوجدت لجميع الناس توبة الامن تناول اصحاب رسول الله ﷺ فان الله عزوجل حجز عنهم التوبه"۔[2]

میں نے اس معاملے میں غور کیا تو میں اس نتیجے میں پہنچا کہ تمام لوگوں کے لیئے توبہ کی توفیق ہے مگر جو شخص حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ

(1) تنقیص صحابہ رضی اللہ عنہم کا علمی تعاقب، ص ۲۵، ۲۳، ۲۲، ورلڈ ویو پبلیشرز

(2) المجالسہ، ص ۳۹۷، ج ۶، دار ابن حزم لبنان

کرام رضی اللہ عنہم پر حرف گیری کرے تو بے شک اللہ تعالی اس سے توبہ کی توفیق سلب کر لیتا ہے۔

امام فضیل بن عیاض کا فرمان:

حدثنا یحیی المختار قال سمعت بشر بن الحارث یقول سمعت الفضیل بن عیاض یقول بلغنی ان اللہ تبارک وتعالی قد حز التوبة عن کل صاحب بدعة وشر اهل البدع المبغضون لاصحاب رسول اللہ ﷺ ثم التفت الی فقال لی اجعل اوثق عملک عند اللہ حبک اصحاب نبیه فانک لو قدمت الموقف بمثل قراب الارض ذنوبا غفرها اللہ لک ولو جئت الموقف وفی قلبک مقیاس ذرة بغضا لهم لما نفعک مع ذلک عمل۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ فضیل بن عیاض سے ناقل ہیں۔وہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالی کسی بدعتی کی توبہ قبول نہیں کرتا اور سب سے بڑی بدعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رکھنا ہے۔امام بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ بات کہہ کر امام فضیل نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ تعالی کے ہاں اپنا پختہ عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کو بنالو، اگر تو قیامت کے دن ریت کے ذرات کے برابر گناہ لے کر آئے گا تو اللہ تعالی تمھیں معاف فرمادے گا لیکن اگر تیرے دل میں ذرہ بھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بغض ہوا تو تیرا کوئی عمل تجھے فائدہ نہیں دے گا۔(1)

(1) المجالسہ، ج۵، ص ۴۱۲، دار ابن حزم لبنان

حضرت بشر حافی کا سب سے مضبوط عمل:

امام بشر حافی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں

"اوثق عملی فی نفسی حب اصحاب محمد"

میرے نزدیک سب سے پختہ عمل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے۔

قارئین کرام! اکابر کی یہ چند تصریحات پیش کرنے کا مقصد موجودہ دور کے تفضیلہ جو کہ صرف تفضیلی ہی نہیں بلکہ تبرائی بھی ہیں کو دعوت فکر دنیا اور اکابر کی تعلیمات کے مطابق سمت قبلہ درست کرنے کے لیئے ہے۔ اس مضمون کو قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے ساتھ سمیٹ رہا ہوں کہ جس کے بعد حجت تمام ہونے میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومن توقيره وبره ﷺ توقير اصحابه وبرهم ومعرفة حقهم والا قتدا بهم وحسن الثنا عليهم والا ستغفار لهم"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور آپ سے حسن سلوک کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی توقیر کیجائے اور ان سے حسن سلوک کا اظہار کیا جائے، ان کے حق کو سمجھا جائے، ان کی اقتدا کیجائے اور ان کی تعریف کیجائے اور ان کے لیئے بخشش کی دعا کیجائے۔

اسی لیئے تو سھل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

"لم يئومن بالرسول من لم يئوقر اصحابه"۔

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی توقیر نہیں کرتا اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے دیا جلا کے سر عام رکھ دیا ہے

خارجیت کے جراثیم:

قارئین کرام! دور حاضر میں اہلسنت و جماعت کے اندر جہاں آپ نے روافض و نیم روافض کی کارستانیاں ملاحظہ فرمائیں وہاں خوارج بھی اپنے جراثیم گھسیڑنے میں آپکو پیچھے نظر نہیں آئیں گے۔ جس کی تصریح حضرت سید مظہر میاں شاہ پھپھوند شریف نے بھی فرمادی ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف ایسے عقیدے کو منسوب کرنا جو اکابر سے منقول نہیں اور اہلسنت کے نام پر یزید کی وکالت، اس کے بارے میں نرم رویہ، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں تقابل اور اہل بیت اطہار کے لیئے استعمال کیے جانے والے انتہائی غیر مناسب الفاظ اور دل خراش الفاظ یہ سب اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ خارجیت بھی ایک منظم طریقے سے اہل سنت میں داخل ہو چکی ہے جس کے آگے مضبوط بند باندھنا ضروری ہے تاکہ فتنہ روافض کی طرح ہلکہ سمجھنے کی صورت میں مشکل صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

کیونکہ جو سنی مرنا چاہتا ہے اور بارگاہ رسالتمآب میں کامل ایمان لیکر جانا چاہتا ہے تو اس کے لیئے ضروری ہے کہ اہل بیت کی محبت پر مرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"الا من مات علی حب آل محمد مات علی السنة والجماعة"

خبردار جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ سنی ہو کر مرا۔(1)

اور جو اہل بیت اطہار سے بغض رکھے اور یہ سوچے کے بخشا جائے گا تو یہ ناممکن ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"فلو ان رجل صفن بین الرکن والمقام فصلی و صام ثم لقی اللہ وھو مبغض لاھل بیت محمد دخل النار"۔(2)

---

(1) تصفیہ ما بین سنی وشیعہ، ص ۶۰ مطبوعہ گولڑہ شریف، تفسیر کبیر زیر آیت قل لا اسئلکم اجرا الا المودۃ فی القربی

(2) مستدرک للحاکم جلد ۴، ص ۱۳۰، دار المعرفۃ بیروت

یعنی ایک شخص اپنی پوری زندگی حجر اسود اور مقام ابرھیم کے درمیان گزار دے اور ساری زندگی نماز پڑھے روزے رکھے اور اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے کہ وہ اہل بیت محمد ﷺ سے بغض رکھتا ہے تو سیدھا جہنم میں جائے گا"۔

اور دوسری حدیث مبارکہ میں ہے:

"عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اھل البیت احد الا ادخلہ اللہ النار"۔[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو کوئی بھی میری اہل بیت سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل فرمائے گا"۔

قارئین کرام ان احادیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم و توقیر ضروری ہے یوں ہی اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت وعقیدت فرض اور ان کا ادب واحترام لازم ہے اس کے بغیر دنیا و آخرت میں کامیابی کی کوئی صورت نہیں کیونکہ اہل بیت سے محبت سنی ہونے کے لیئے شرط ہے۔ جیسا کہ

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ سرہندی بھی مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ، اہلسنت اگر حق پر قائم رہنا چاہتے ہیں اور تسلسل کے ساتھ آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو ایک ہاتھ میں حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کو رکھنا ہو گا اور دوسرے ہاتھ میں رد الرفضہ اور مطلع القمرین کو تاکہ خارجیت اور رافضیت اور اس سے متاثر ڈھول چاٹتے رہیں اور اہل سنت صحابہ واہل بیت کا دامن تھامے ہوئے جادۂ حق پر گامزن رہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

(1) مستدرک للحاکم، جلد ۴، ص ۱۳۱، دار المعرفۃ بیروت

"واخرج البخاری فی تاریخه عن علی۔ ایضا۔ مرفوعا:"لکل شی اساس واساس الاسلام:حب اصحاب رسول اللہ ﷺ وحب اھل بیتة"۔ (1)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کی حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر شے کی کوئی نہ کوئی اساس اور بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور میری اہل بیت رضی اللہ عنہم ہم سے محبت کرنا ہے"۔

اسی نظریہ کو امام اہل سنت نے یوں بیان فرمایا

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

اہل سنت میں باہمی انتشار کی وجہ؟

مسلک حقہ اہل سنت و جماعت میں اختلاف کی نوعیت کو نہ سمجھنے کی بنا پر بھی انتشار و افتراق میں اضافہ ہو رہا ہے یعنی ہر آدمی اپنے من کی بات کر رہا ہے جس مسئلہ پر چاہتا ہے سختی کرتا ہے اور جس مسئلہ پر چاہتا ہے نرمی کرتا ہے۔ جبکہ اہلسنت و جماعت کو چاہیئے (کیونکہ یہ لاوارث نہیں ہیں) چودہ صدیوں سے طے شدہ اصول و فروع اور معمولات اہلسنت کو سامنے رکھیں اور پھر سختی اور نرمی کا کوئی معیار مقرر فرمائیں۔ اگر مسئلہ اصول کا ہے چاہے وہ ضروریات دین میں سے ہے یا ضروریات مذہب اہلسنت میں سے ہے؟ ان میں شدت کی جائے تا کے مزید بگاڑ پیدا نہ ہو اور ہر دو آدمیوں کا لیڈر اتنا جری اور بہادر نہ ہو جائے کہ وہ ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہلسنت کا انکار کرتا پھرے بلکہ بعض ناعاقبت اندیش تو ایسے بھی ہیں جنہوں نے بعض مسائل کہ ضرورت ہونے سے ہے انکار کر دیا ہے، الامان الحفیظ۔ اور ان مسائل پر سختی کرنے کے لیئے ہمارے اکابرین کی تصریحات اور واضح مثالیں موجود ہیں۔

---

(1) اوردہ الحافظ السیوطی رحمہ اللہ فی "الدر المنثور" ۷، ۹، "تاریخ دمشق" ۲۴۱، ۴۳: الاربعون الکتانیۃ فی فضل آل بیت خیر البریۃ ﷺ، ص ۷۱، دار الکتب العلمیۃ

امام اہلسنت کی سختی:

”ایک مرتبہ صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی نے جب آپ سے کہا کہ حضور کی کتابوں میں وہابیوں اور دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہیں، حضور کی کتابوں کو رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب کتابوں میں گالیاں بھری ہیں اس طرح وہ حضور کے دلائل، براہین کو بھی نہیں دیکھتے اور ہدایت سے محروم ہو جاتے ہیں، لہذا حضور نرمی اور خوش بیانی کے ساتھ وہابیوں اور دیوبندیوں کا رد فرمائیں، تو نئی روشنی کے دلدادہ جو اخلاق اور تہذیب والے کہلاتے ہیں وہ بھی آپ کی کتابوں سے مشرف ہو جائیں اور حضور کے لاجواب دلائل دیکھ کر ہدایت پائیں تو حضرت صدر الافاضل کی یہ بات سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا میری تمنا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور احمد رضا کے آقا و مولا ﷺ کی شان میں گستاخی اور توہین کرنے والوں کی گردنیں ہوتیں اور اپنے ہاتھ سے ان گستاخوں کے سر قلم کرتا اور اس طرح گستاخی اور توہین کا سدباب کرتا لیکن تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں اللہ تعالیٰ نے قلم عطا فرمایا ہے تو میں قلم سے ان بے دینوں کا اس لیئے رد کرتا ہوں تاکہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں بدزبانی کرنے والے کو اپنے خلاف شدید رد دیکھ کر مجھ پر غصہ آئے پھر جل بھن کر مجھے گالیاں دینے لگے اور میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی شان میں گالیاں بکنا بھول جائیں اور اس طرح میرے آباؤ اجداد کی عزت و آبرو حضور ﷺ کی عظمت کے لیئے سپر بن جائے۔[1]

فاتح قادیان مجدد زماں پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سختی:

”فرمایا کفار کا مومنین کے ساتھ جنگ کرنا در حقیقت اتنا مضر نہیں جتنا بد اعتقاد لوگوں کی تقریر و تحریر،،،، جو شخص اسلام کا دعوی کرے اور محراب و منبر پر کھڑے ہو کر وعظ نہ صورت میں ناصحانہ آیات واحادیث پڑھ کر بے جا تاویلوں اور حیلہ بازیوں سے اہل اسلام کے

(1) جہان مفتی اعظم ہند، ص ۵۶۱، شبیر برادرز، لاہور

عقیدوں میں خلل پیدا کرے تو ایسے شخص کا ضرر بہت زیادہ ہے کیونکہ اس کی زبان کا ڈھنگ روح اور ایمان کے لیئے خطرناک اژدھا ہے جس سے متاع اسلام برباد ہوتی ہے، صحبت بد کا اثر برے کام کرنے سے بھی برا ہوتا ہے ہم سے تو ایسی فقیری نہیں ہو سکتی کہ عقائد اسلامیہ متواترہ پر ایسے حملوں کے وقت خاموش بیٹھ کر تماشے دیکھا کریں اور ہم ایسے فقر سے ہزار دل بیزار ہیں جو عین مداہنت اور بے غیرتی ہے۔[1]

اکابر کے اس طریقہ مبارکہ کو ملاحظہ فرمانے کے باوجود بھی اگر کوئی ہمیں سختی کا طعنہ دے تو ہم یہی عرض کریں گے کہ

مجھے تو سب ہی کہتے ہیں کہ رکھ نیچے نظر اپنی
انہیں کوئی کیوں نہیں کہتا کہ نہ نکلو تم عیاں ہو کر

لہٰذا اصول میں اختلاف کی صورت میں اپنے اکابر کی اتباع کریں نہ کہ ہر ایک کے لڈو کھاتے ہوئے صلح کلیت کا مجسمہ نظر آئیں

فروعی مسائل میں اختلاف:

لیکن ساتھ ہی وہ مسائل جو فروعی ہیں ان میں اختلاف رائے چودہ صدیوں سے ممکن تھا اور رہے گا اور طے بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ امام اہل سنت فرماتے ہیں: "علما فرماتے ہیں جو مسئلہ امام کے حضور طے نہ ہوا وہ قیامت تک مضطرب رہے گا"۔[2]

لہٰذا فروعی مسائل میں اختلاف ممکن ہے اور اسی کو مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اختلاف امتی رحمة" میری امت میں اختلاف بھی رحمت ہے۔ بنا بر ایں جناب رسالت مآب ﷺ سے یہ خوشخبری مل گئی کہ کوئی اختلاف رحمت بھی ہے تو وہ اصولی تو ہو نہیں سکتا یقیناً فروعی ہی ہے تو فروعات میں اختلاف رحمت ہے جس کی وجہ سے یہاں ان مسائل میں شدت کی ضرورت نہیں، اختلاف کو اختلاف ہی رہنے دیں مخالفت نہ بنائیں اور

(1) ملفوظات مہریہ، ص ۱۱۸، مطبوعہ گولڑہ شریف

(2) فتاوی رضویہ، ج ۱۲، ص ۱۱۲

ان فروعی مسائل کے اختلافات میں کفر و گمراہی کے فتوے سے پرہیز فرمائیں تا کہ اہلسنت کا شیرازہ مزید نہ بکھرے۔

فروعی مسائل میں اکابر کے اختلاف کی خوبصورت مثال:

یونس بن عبد الاعلی امام شافعی کے شاگردوں میں سے تھے، ایک دن درس کے دوران اپنے استاد محمد بن ادریس شافعی سے ایک مسئلہ میں اختلاف ہو گیا حتی کہ درس چھوڑ کر گھر چلے گئے، جب رات ہوئی تو یونس نے دیکھا کہ کوئی دروازہ پر آیا ہے اور کھٹکھٹا رہا ہے تو یونس نے آواز دی کون ہے؟ آنے والے نے کہا: محمد بن ادریس، یونس کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن ادریس نام کے تمام لوگوں کے بارے میں سوچا سوائے شافعی کے، پھر دروازہ کھولا تو حیران رہ گیا کہ امام شافعی میرے دروازے پر کھڑے ہیں۔ انھوں نے مجھے مخاطب کر کے کہا: اے یونس ہمارے درمیان سینکڑوں مسائل میں اتفاق ہے صرف ایک مسئلہ میں اختلاف! اے یونس ہر اختلاف میں جیتنے کی کوشش مت کرو۔ بعض دفعہ دل جیتنا موقف میں جیتنے سے زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ یونس غلطی کو ناپسند کرو غلطی کرنے والے کو نہیں! گناہ سے نفرت کرو گناہ کرنے والے پہ رحم کرو۔ اے یونس بات پر تنقید کرو مگر بات کرنیوالے کا احترام کرو کیونکہ ہمارا کام مرض کو ختم کرنا ہے نہ کے مریض کو ختم کرنا۔ لہذا اہلسنت مسئلہ کی نوعیت کو سمجھیں اور پھر اس کے مطابق رویہ اپنائیں تو سب کا بھلا ہو گا۔

اصل کتاب کا موضوع:

اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں بندہ ناچیز کی یہ کتاب "سیف التحقیق علی راس التفسیق" زبدۃ التحقیق کا رد ہے حقائق اور اصول کی روشنی میں، اور رد میں ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ انصاف کا دامن چھوڑ دیتے ہیں اور اصول کو پس پشت ڈال کر حقائق کو مسنخ کرتے ہوئے کہاں سے کہاں نکل جاتے ہیں۔ لیکن ہم نے موصوف کی طرح نہ تو انصاف کا خون کیا ہے اور نہ ہی حقائق کو مسنخ کیا ہے اور نہ ہی اجماع اور جمہور کو چھوڑ کر اقوال پر بنیاد رکھی ہے۔

کیونکہ ہمارا یہ دعوی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی، اجماعی اور یقینی ہے اور اس کا منکر اہلسنت سے خارج ہے اور اس پر دلائل متوافرہ موجود ہیں۔

- اور اگر ہم اقوال کا سہارہ لیتے تو یہ قول موجود تھا۔۔۔"افضلیت کا منکر کافر ہے" جیسا کہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

"وعقب القول بتفضیل العباس انه مرغوب عنه لیس قائله من اهل السنة بل ولا من اهل الایمان"۔[1]

اور اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تفضیل کا قول ہے جو قابل التفات نہیں۔ اس لیئے کہ اس کا قائل سنی نہیں بلکہ مؤمن ہی نہیں ہے۔

اس قول کے باوجود ہم افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منکر کو کافر نہیں کہتے بلکہ اہلسنت سے خارج قرار دیتے ہیں جیسا کہ پوری امت مسلہ کا نظریہ ہے۔ جسکی تفصیل آپ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

- اسی طرح یہ قول بھی موجود ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منکر پر زانی کی حد جاری کی جائے گی جیسا کہ علامہ محمد ھاشم ٹھٹھوی رقمطراز ہیں:

عن عطیة العوفی قال قال علی رضی اللہ عنہ لو اتیت برجل یفضلنی علی ابی بکر و عمر لعاقبة مثل حد الزانی۔ اخرجه العشاری[2]۔

عطیہ عوفی نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر میرے پاس کسی ایسے شخص کو لایا گیا جو مجھے سیدنا ابو بکر و عمر پر فضیلت دیتا ہو گا تو میں اسے زانی والی سزا دوں گا اس کو عشاری نے روایت کیا ہے۔

---

(1) فتح المغیث، ج۳، ص۱۰۷، مرکز اھل السنہ برکات رضا ھند

(2) الطریقۃ المحمدیہ، ص۲۱۶، پروگیسیو بکس لاہور

لیکن اسکے باوجود ہمارا نظریہ وہی ہے جو اھل سنت کا مجمع علیہ ہے یعنی سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کے افضلیت کے منکر پر مفتری کی حد جاری کی جائے۔ یہ روایت متواتر ہے جسکی تفضیل کتاب میں دیکھیں۔

- اسی طرح یہ قول بھی موجود ہے کہ خلفا اربعہ کی افضلیت ضروریات دین کے قریب ہے جیسا کے شارح شرح عقائد علامہ مصلح الدین بن محمد القطلانی رقمطراز ہیں:

"وان الصحابة افضل الامة بل قد اشتهر ذلك حتى كا ديلحق بالضروريات الدينية وكذا كون هو لاء الا ربعة افاضل الصحابة واكا برهم قد اشتهر فيما بين الصحابة ايضا"۔(1)

بے شک صحابہ تمام امت سے افضل ہیں بلکہ صحابہ کی افضلیت کا مسئلہ اتنا مشہور ہے کہ قریب ہے یہ ضروریات دینیہ کے ساتھ لاحق ہو جائے۔ اسی طرح خلفا اربعہ کا باقی تمام صحابہ سے افضل ہونا اور مقام و مرتبے کے اعتبار سے بڑا ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی مشہور ترین مسئلہ ہے جس کی بنا پر اس درجہ کا ہے کہ ضروریات دینیہ کے ساتھ لاحق ہو جائے۔

مگر اس قول کے کتاب میں بالتصریح موجود ہونے کے باوجود ہم نے مسئلہ افضلیت کو ضروریات مذہب اھلسنت میں شمار کیا ہے نہ کے ضروریات دین میں۔ تا کہ اس نظریہ کی بنیاد کسی قول پر نہ ہو بلکہ سبیل المؤمنین پر عمل بر قرار رہے۔

عقیدہ کی بنیاد اقوال پر درست نہیں:

قارئین کرام! گذشتہ سطور میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ نامی گرامی اکابر کے اقوال ہونے کے باوجود ہم نے ان پر عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی اس لیئے کہ عقیدہ مجمع علیہ مذہب سے ثابت ہوتا

---

(1) المجموعۃ السنیۃ علی شرح العقائد النسفیہ، ص ۵۷۶، الغنی پبلشرز کراچی پاکستان

ہے نہ کہ اقوال سے۔ جبکہ صاحب زبدۃ التحقیق نے مرجوع اور شاذ اقوال سے عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ دھاندلی اور دھوکہ دھی کے سوا کچھ نہیں۔ آیئے ذیل میں ہم امام اھل سنت، سیدی اعلی حضرت، محدث بریلوی کا ایک فرمان پیش کرتے ہیں جس سے صاحب زبدۃ کے افضلیت ابو بکر کے خلاف پیش کردہ تمام اقوال چاہے وہ باسند ہوں یا بے سند کاردہو جائے گا۔ اور امام اہلسنت کے اس فرمان کو دیکھنے کے بعد دنیائے علم وفن کے پاس اس بات کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی جارہ نہیں ہے کے امام اھلسنت علم کا وہ کوہ ہمالیہ ہیں کے بڑے بڑے تیس مار خان کی چار سو صفحات پر لکھی گئی کتاب کارد ایک صدی قبل اپنے ایک قول کے ساتھ فرمایا اسی لیئے تو داغ دہلوی نے کہا تھا:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اور اسی فرمان سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ موصوف کے پیش کردہ اقوال چاہے ان کے ساتھ بیسیوں اور بھی کیوں نہ ملا لیئے جائیں افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے اجماعی اور قطعی ہونے کے لیئے چنداں مضر نہیں۔

امام اھلسنت کا فرمان:

”جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں کتاب، سنت، اجماع، قیاس، عقائد میں چار اصول ہیں کتاب، سنت، سواد اعظم، عقل صحیح۔ تو جو ان میں ایک کے ذریعہ سے کسی مسئلہ عقائد کو جانتا ہے دلیل سے جانتا ہے نہ کے بے دلیل محض تقلیدا اھلسنت ہی سواد اعظم اسلام ہیں، تو ان پر حوالہ دلیل پر حوالہ ہے نہ کے تقلیدا۔ یوں ہی اقوال آئمہ سے استناد اسی معنی پر ہے کہ یہ اھلسنت کا مذہب ہے ولھذا ایک دو، دس بیس علماء کبار ہی سہی اگر جمہور و سواد اعظم کے خلاف لکھیں گے اس وقت ان کے اقوال پر نہ اعتماد جائز نہ استناد“۔(1)

(1) فتاوی رضویہ، ج۲۹، ص۲۱۵۔۲۱۴، رضا فاؤنڈیشن لاہور

لگے ہاتھوں یہ بھی پڑھتے جایئے:

امام اہلسنت کے مذکورہ فرمان کے بعد ایک اور فرمان ملاحظہ فرمایئے جس سے یہ حقیقت بھی آشکار ہو جائے گی کہ صاحب زبدہ کی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابل پیش کردہ روایات کی حقیقت کیا ہے۔

امام اہلسنت محدث بریلی فرماتے ہیں:

اور اس عقیدہ کا خلاف اول تو حدیث صحیح میں ہے ہی نہیں، اور اگر بالفرض کہیں بوئے خلاف پائے بھی تو سمجھ لے کے یہ ہماری فہم کا قصور ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود حضرت مولیٰ و اھل بیت کرام کیوں بلا تقیید انھیں افضل و خیر امت و سردار اولین و آخرین بناتے؟(1)

اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں:

جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث سقام و ضعاف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر تفضیل حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادت شریعت و معاندت سنت ہے۔ ولہذا آئمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا (کما بیناہ فی کتابنا المبارك مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین) بلکہ انصافا اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعا واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے (کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور) اور متواتر اجماع کے مقابل احاد ہر گز نہ سنے جائیں گے۔(2)

علماء اور عوام امام اہل سنت محدث بریلی کے ان دو فرامین کو پلے باندھ لیں تو صاحب زبدہ جیسے سینکڑوں کیا ہزاروں لوگ بھی اہلسنت کو راہ راست سے سر مو بھٹکا نہیں سکتے۔

صاحب زبدۃ التحقیق نے اپنی اس کتاب اسی سالہ تحقیق کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ اور بات وہی ہے کہ کھودا پہاڑ نکلا چوہا اور وہ بھی مرا ہوا۔ کہ موصوف نے اپنی تحقیق میں امام التفضیلیہ شیخ سعید

---

(1) فتاوی رضویہ، ج۲۹، ص۳٦۹، رضا فاؤنڈیشن لاہور

(2) فتاوی رضویہ، ج۵، ص۵۸۲، ۵۸۰، رضا فاؤنڈیشن لاہور

ممدوح کی کتاب "غایۃ التبجیل" کا چربہ پیش کیا اور جو بے بنیاد اعتراض تفضیلی شروع دن سے کرتے آئے ہیں اس میں ایک اعتراض کا بھی اضافہ نہ کرسکے۔ان تمام اعتراضات کے جوابات اکابرین اہلسنت اپنی اپنی کتب میں اپنے اپنے مقام پر دے چکے ہیں۔ ہم صرف ان کو یکجا کر کے وفاداروں میں اپنا نام لکھوانا چاہتے ہیں اور خصوصا الاتقی پر اعتراضات جو کہ حقیقت میں تفضیلہ کے توہمات ہیں کے جوابات امام اہلسنت، قاطع رافضیت محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ "" الزلال الانقی" میں دے چکے ہیں اس کا جواب قیامت تک کوئی تفضیلی نہیں دے سکتا۔ اور صاحب زبدۃ التحقیق تو کسی شمار میں ہی نہیں، نہ ہی صاحب زبدہ کا سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوئی تقابل ہے کیونکہ تقابل دو ہم پلہ میں ہوتا ہے اور جس کا پلہ ہی نہ ہو اس کا محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا تقابل۔۔۔؟ بہرحال حضرت نے جو گل کھلائے اس کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں کیونکہ

کوئی کوئی بڑا دلچسپ باب ہے اس میں
کہیں کہیں سے محبت کی داستان سن لو

- سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ موصوف چار سو صفحات سیاہ کر گئے لیکن اپنا موقف واضح نہ کرسکے کہ وہ کہنا کیا چاہتے ہیں؟
- صاحب زبدۃ کی مولائے کائنات سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے محبت ملاحظہ کیجیے۔

موصوف لکھتے ہیں "جب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو کافر کہنے والوں کو محققین نے کافر نہیں کہا تو اور کسی کے بارے میں مبتدع کہہ کر کافر کہنا کہاں کا انصاف ہے"(1)

یعنی موصوف نے محبت کا حق ادا کر دیا کیونکہ حدیث مبارکہ میں تو یہ ہے کہ ایک عام مسلمان کو بھی کوئی کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو کفر کہنے والے کی طرف لوٹے گا لیکن موصوف اور ان کے ساتھ دیگر محققین جن کی وضاحت حضرت خود ہی فرماسکتے ہیں یہ فرمان جاری کر رہے ہیں کہ مولا علی کو کافر کہنے والا بھی کافر نہیں۔ موصوف کی اس محبت پر ہم صرف اتنا کہیں گے کہ شیخ جی محبت کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں اور یہ بھی آپ کا میدان نہیں ہے کیونکہ

---

(1) زبدۃ التحقیق، ص ۱۶۰

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کنارے سے کبھی اندازہ طوفاں نہیں ہوتا

- قارئین کرام اب ایک جملہ آپ کی نظر اسی زبدۃ سے پیش خدمت ہے کہ جو تحقیق و تدقیق کی اعلیٰ ترین بلندیوں کو چھونے والی ہے صاحب زبدۃ التحقیق امام الجرح والتعدیل رقم طراز ہیں "ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے"(1)۔۔۔ہم تو اسی لیئے کہتے تھے کہ حضرت یہ آپ کہ بس کا روگ نہیں ہے آپ رہنے دیجیئے کیونکہ

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدے میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

- موصوف کی انتہائی دلخراش اور توہین آمیز عبارت ملاحظہ ہو "اس جگہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے افضل کہا گیا، اس سے مراد ساری امت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں (انبیا علیہم الصلوۃ والسلام بداہت عقلی سے مستثنیٰ ہیں)۔ یہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب مرتضیٰ کو سب مخلوق سے اچھا فرمانا ایک حجت قویہ شرعیہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان پر عمل فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے۔ یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی کیونکہ امام سیوطی افضلیت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اندر ایک سخت گیر وکیل ہیں۔ یہاں ان کا یہ لکھنا صاف طور پر سپر انداز ہونا ہے۔(2)

صاحب زبدۃ کی عبارت پر تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے دو سوال

ا۔ مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے عقیدہ کو امت کا مجموعی عقیدہ قرار دینا کیسا ہے؟

---

(1) زبدۃ التحقیق، ص ۶۳

(2) زبدۃ التحقیق، ص ۲۵۷

۲۔ جمیع امت کے مقابلے پر نبی کریم ﷺ کا ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ "اس میں سرکار ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے"

نبی کریم ﷺ کی توہین ہے یا نہیں؟(1)

- موصوف نے زبدۃ التحقیق کے صفحہ نمبر ۲۰۱ پر لکھا ہے کہ در حقیقت افضلیت کے کسی پہلو پر بھی صحابہ کا اجماع ہوا ہی نہیں۔

پھر صفحہ نمبر ۲۲ پر لکھا ہے کہ جس جس نے اجماع کو قطعی شکل دینے کی کوشش کی اللہ تعالی انکو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جبکہ صفحہ نمبر ۲۸ پر لکھا کہ جن جن حضرات نے اجماع کو قطعی قرار دینے کی کوشش کی انہوں نے اسلاف کی خلاف ورزی کی اور ص نمبر ۲۵۷ پر رگ تفضیلیت کو جوش دیتے ہوئے یوں گویا ہوئے کہ "افضلیت علی المرتضی رضی اللہ عنہ جمیع امت کا مجموعی عقیدہ ہے

- ایک مقام پر لکھا کے مسئلہ افضلیت کا کوئی قطعی ثبوت نہیں جبکہ دوسرے مقام پر لکھا کے افضلیت باب عقائد کی چیز ہے جس کے لیئے دلیل قطعی درکار ہے۔
- صفحہ نمبر ۲۰ پر لکھا ہے افضلیت مطلقہ یا فضل کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض متاخرین ہند کی اختراعات ہیں انکا سنیت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

جبکہ اس کے خلاف صفحہ نمبر ۱۷۸ پر لکھا ہے کے فضائل کی بنیادی طور پر دو قسمیں مانی جاتی ہیں ایک فضیلت فضل اختصاصی سے ملتی ہے اور دوسری فضیلت فضل جزی سے ملتی ہے۔

- صفحہ نمبر ۲۱۳ پر لکھا ہے کہ ۲۰ صحابہ کرام حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ساری امت سے افضل سمجھتے تھے، جبکہ صفحہ ۲۱۷ پر لکھا ہے کہ افضلیت صدیق کا واجب ہونا دور حاضر کی بات ہے۔
- صفحہ نمبر ۲۱۰ پر لکھا ہے کے سلف صالحین میں یہ مسئلہ (افضلیت) بدستور اختلافی گزرا ہے جبکہ صرف ۹ صفحات کے فاصلے پر اس کے خلاف یوں لکھا کہ صحابہ کی بھاری تعداد غالب اکثریت افضلیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتی تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ

---

(1) افضلیت صدیق اکبر و فاروق اعظم، ص ۲۰، ۱۹، دار النقی ہند

مسئلہ تفضیل نا قابل نزاع (یعنی اختلافی نہیں) تھا زبدۃ التحقیق صفحہ ۲۱۹۔ اور اس پر مزید موصوف کا صفحہ نمبر ۱۹۹ پر یہ ارشاد کہ ''فقیر کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بحیثیت خلیفہ راشد کے برحق ہے اور اس حیثیت سے آپ افضل الامت ہوئے

- موصوف نے صفحہ نمبر ۲۴ پر لکھا ہے کے اوائل اسلام سے دسویں صدی ہجری کے آخری نصف تک تو یہ مسئلہ اجماعی نہیں تھا جبکہ صفحہ ۲۲۸ پر لکھا ہے کہ امام ابو الحسن اشعری متوفی ۳۳۰ ہجری نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی قرار دی ہے ۔
- صفحہ ۲۶۷ پر لکھا ہے کہ افضلیت کے دعویدار تھوڑے ہیں جبکہ صفحہ ۲۶۹ پر لکھا افضلیت صدیق اکبر پہ اجماع سے مراد اکثر اھل سنت وجماعت ہیں۔
- صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳ پر دلائل جمع کیئے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت علیؓ میں سے کسی کو دوسرے پر افضلیت نہیں دینی چاہیئے جبکہ صفحہ نمبر ۲۳۴ پر لکھا ہے کہ افضلیت کی تعین میں ایک حد تک آزادی تھی۔

علاوہ ازیں زبدۃ التحقیق میں ایسی بے شمار باتیں ہیں جنہیں دیکھ کے بندہ انگشت بدنداں رہ جاتا ہے اور بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ بے شک صاحب زبدۃ کے برادر اصغر نے جو یہ بات فرمائی ہے ''کہ زبدۃ التحقیق'' تحقیق و تدقیق کی اعلیٰ ترین بلندیوں کو چھونے والی کتاب ہے سو فیصد ہے۔۔۔۔۔

سیف التحقیق کی ترتیب:

زبدۃ التحقیق کے رد میں ہماری کتاب ''سیف التحقیق علی راس التفسیق'' جو کہ مسئلہ افضلیت کا حقیقی تحقیقی جائزہ ہے:

مقدمہ اور آٹھ ابواب پر مشتمل ہے:

- باب اول میں زبدۃ التحقیق کے اظہار تشکر کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔
- باب دوم میں مسئلہ افضلیت کی اہمیت کے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔

- باب سوم میں معنی افضلیت اور اس کے متعلق صاحب زبدۃ کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔
- باب چہارم میں توقف دربارۂ افضلیت کی حقیقت کو آشکارہ کیا گیا ہے۔
- باب پنجم میں دلائل و براہین کے ساتھ اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے اور پھر اس باب کی طوالت کی بنا پر اس کو گیارہ فصول میں تقسیم کیا گیا ہے:
  - فصل اول میں افضلیت کی قطعیت نص قطعی سے۔
  - فصل دوم میں الاتقی کی مفصل بحث۔
  - فصل سوم میں احادیث مبارکہ کے مطابق اتقی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔
  - فصل چہارم میں مفسرین کے نزدیک بھی اتقی ابو بکر صدیق ہیں
  - فصل پنجم میں صاحب زبدۃ التحقیق کے الاتقی پر توہمات اور ان کے جوابات
  - فصل ششم میں افضلیت کی قطعیت تواتر معنوی سے۔
  - فصل ہفتم میں افضلیت کی قطعیت کے قائلین کا تذکرہ ہے۔
  - فصل ہشتم میں اجماع اور مسئلہ افضلیت۔
  - فصل نہم میں افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع نصی تام ہے۔
  - فصل دہم میں افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع امت ہے۔
  - فصل یازدہم میں آئمہ اہل بیت اور سادات کرام کے نزدیک انبیاورسل کے بعد سب سے افضل صدیق اکبر ہیں۔
- باب ششم جو کہ دو فصلوں پر مشتمل ہے:
  - فصل اول میں اس مسئلہ پر بحث ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر اہل سنت سے خارج ہے
  - فصل دوم میں اس مسئلہ کی وضاحت ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق کا منکر کافر نہیں گمراہ ہے۔
- باب ہفتم میں مسئلہ افضلیت پر صاحب زبدۃ کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں

- باب ہشتم میں زبدۃ التحقیق میں مذکور احادیث واقوال کی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔

اس کتاب کی تصنیف وترتیب میں جن حضرات نے میرے ساتھ تعاون فرمایا، میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور بارگاہ مصطفی میں بیٹھ کر بارگاہ صدیقیت کے توسل سے حضور ﷺ کی سفارش سے رب تعالی کا بارگاہ میں دعاگو ہوں کہ اللہ ان سب کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور مسلک حقہ اہلسنت وجماعت پر استقامت عطا فرمائے اور دین ودنیا کی بھلائیاں عطا فرماتے ہوئے دنیا و آخرت میں کہیں کمی نہ دے۔ اور اللہ تعالی ان کی تمام نیک دلی حاجات کو پورا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم

نوٹ:

اس مقدمہ کا اکثر حصہ قدمین شریفین میں بیٹھ کر لکھا گیا
جبکہ کچھ عبارات کا اضافہ بعد میں کیا گیا ہے۔

باب اول

زبدۃ التحقیق کے
اظہار تشکر کا سرسری جائزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہار تشکر کا جائزہ

زبدۃ التحقیق کے نام سے موسوم کتاب میں "اظہار تشکر" کے عنوان سے لکھی جانے والی تحریر کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔ اظہار تشکر لکھنے والے موصوف نے کتاب کی ابتدا ہی اس جملے سے کی کہ جو سفید جھوٹ ہے۔ موصوف نے لکھا:

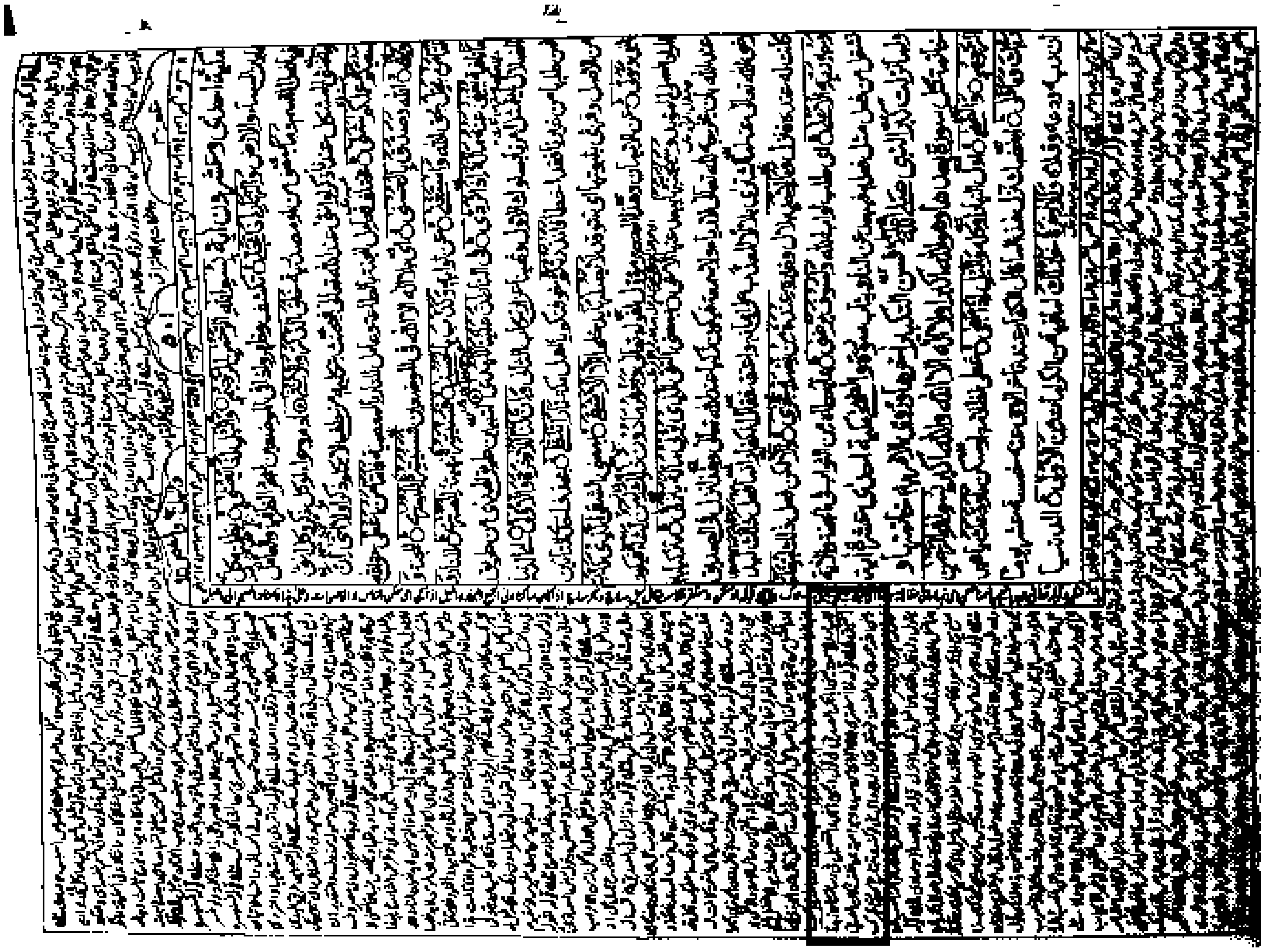
"تحقیق و تدقیق کی اعلیٰ ترین بلندیوں کو چھونے والی اس کتاب کا موضوع مسئلہ تفضیل ہے"۔ (1)

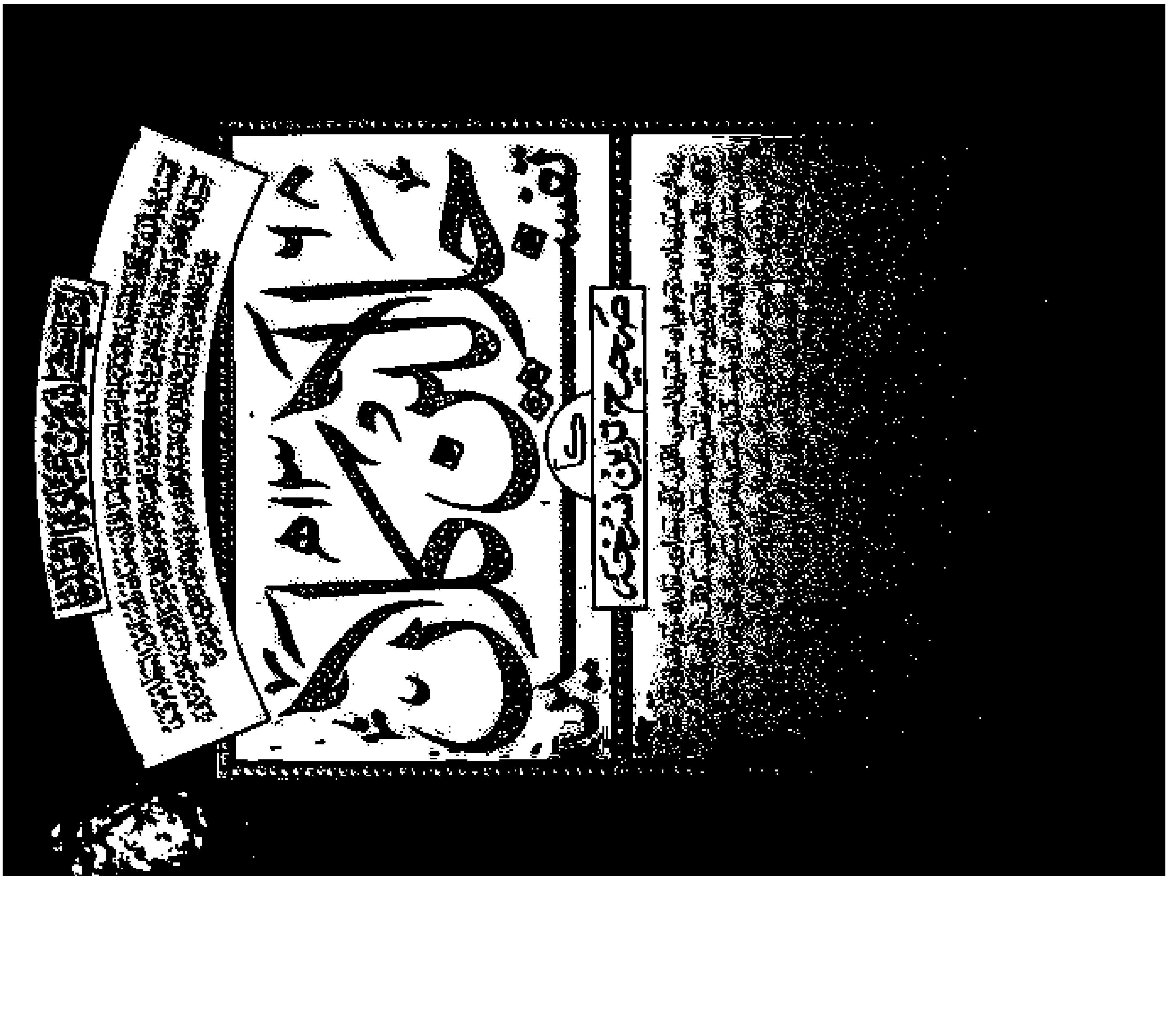
مذکورہ عبارت کے حوالے سے گزارش یہ ہے کہ موصوف کو شاید تحقیق و تدقیق کا معنیٰ ہی معلوم نہیں ورنہ وہ اتنا بڑا جھوٹ لکھنے سے ضرور احتیاط فرماتے۔ کیونکہ جو شخص بلند بانگ دعووں کا عادی ہو اور بزعم خویش علوم وفنون پر دسترس بھی رکھتا ہو اور اس میں اسکی عمر کے اسی (۸۰) سال بھی بیت چکے ہوں لیکن حقیقی دنیا میں اس کی علمی استعداد یہ ہو کہ وہ اپنی پوری زندگی میں ایک کتاب لکھے اور اس کا نام بھی خود تجویز نہ کر سکے بلکہ بزرگوں کی کسی کتاب سے سرقہ کر کے اپنی کتاب کا نام رکھے۔

زبدۃ التحقیق کا نام:

قارئین کرام کو میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ موصوف نے جو اپنی کتاب کا نام "زبدۃ التحقیق" رکھا ہے یہ خود ان کا تجویز کردہ نہیں بلکہ محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ افضیلت پر ایک کتاب لکھی جس کا نام انہوں نے "زبدۃ التحقیق" رکھا تھا۔ جس کا حوالہ مکتبہ رحمانیہ لاہور کی شائع کردہ تفسیر جلالین کے صفحہ نمبر ۵۷۸ پر آپ ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

(1) زبدۃ التحقیق؛ صفحہ نمبر ۱۱





تبصرہ: مذکورہ حوالہ کے باصرہ نواز ہونے کے بعد ہر منصف مزاج بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ایک محقق اسی سال تحقیق کرے اور اسی سال کی تحقیق کا نچوڑ ایک کتاب لکھے اور ایسی کتاب کو ایک نام سے موسوم بھی نہ کر سکے، تو اس کی کتاب نے کیا خاک تحقیق و تدقیق کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز ہونا ہے۔؟؟؟

خود مار کے کھا اگر ہے غیرت کچھ بھی
گیدڑ کھاتے ہیں شیر نر کا مارا

لیکن مسئلہ یہ بھی ہے کہ تحقیق محقق کے مطابق ہی ہوتی ہے۔

جیسا محقق ویسی تحقیق:

اس پر ایک حکایت پیش خدمت ہے: حکایت مشہور ہے کہ نمرود ملعون نے اپنی "خدائی" منوانے کے لیے لوگوں سے کہا ہماری "خدائی" کا ثبوت لو! آج شب کو بارانِ رحمت کا نزول ہو گا۔ ادھر شیطان سے کہا میری "خدائی" دنیا تب مانے گی جب آج رات بارش ہو۔ شیطان نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہے۔ سر شام اپنی ذریت کو بلا کر حکم دے دیا۔ اس سارے ماحول پر ساری رات پیشاب کرو۔ صبح ہوئی تو نمرود خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ لوگوں سے کہا لو ہماری خدائی کا ثبوت! لوگوں نے کہا بارش تو ضرور ہوئی مگر اللہ کی بارش سے فضا مہک اٹھتی تھی۔ تمہاری اس برسات سے تو ہر طرف بدبو اٹھ رہی ہے۔ نمرود نے شیطان سے اس مبنی علی الحقیقت شکایت کا ذکر کیا تو شیطان نے برجستہ جواب دیا۔ جب تم جیسے خدا ہوں گے اور ہم جیسے فرشتے تو بارانِ رحمت ایسی ہی ہو گی۔

تو جب محقق صاحب زبدۃ التحقیق ہوں گے اور ان کی تعریف کے قلابے باندھنے والے موصوف کے برادرِ اصغر، تو تحقیق "زبدۃ التحقیق" جیسی ہی ہو گی۔

اس پر مزید یہ کہ صاحب زبدہ نے میدان تحقیق میں جو جولانیاں دکھائیں ان کا نتیجہ اس صورت میں سامنے آیا کہ مقدمہ سے کتاب شروع کی تو پہلے صفحہ پر ہی چار جھوٹ بولے اگرچہ موصوف کو چار کے عدد سے سخت نفرت ہے؛

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
تحریر سے دیکھا تو عمامے سے سوا ہیچ

پہلے صفحہ پر دوسرا جھوٹ:

موصوف کے برادر اصغر نے پہلے صفحے پر ہی دوسرا جھوٹ یہ بولا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا جمہور کا مؤقف ہے اور اس کو شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا۔ (1)

جبکہ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں:

"جمہور آئمہ درایں باب اجماع نقل می کند"۔ (2)

یعنی جمہور آئمہ نے اس باب یعنی افضلیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اجماع نقل کیا ہے۔

یونہی چند صفحات بعد شیخ محقق رقمطراز ہیں:

"اگر علمائے اہلسنت و جماعت در افضلیت ابو بکر وعمر بلکہ در قطعیت آں بھماں اکتفا نمایند واستدلال کند کافی ووافی بود از حسن ادائے"۔ (3)

یعنی اگر علمائے اہلسنت وجماعت حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت بلکہ افضلیت کی قطعیت پر اکتفاء کرتے اور استدلال کرتے ہیں تو حسن ادائیگی کیساتھ یہ کافی ووافی ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ دو عبارات سے شیخ محقق کا مؤقف واضح ہے کہ آپ اجماع کے بھی قائل ہیں اور قطعیت کے بھی۔ نہ کہ جیسا موصوف نے صریح کذب بیانی سے کام لیا۔

سچ نہیں بکتا میاں اپنی دوکان بند کرو
جھوٹ بولو گے تو پھر اس کے خریدار بہت

---

(1) "زبدۃ التحقیق" صفحہ نمبر ۱۱

(2) تکمیل الایمان فارسی، صفحہ نمبر ۷۹

(3) تکمیل الایمان فارسی؛ صفحہ ۸۹

پہلے صفحے پر تیسرا جھوٹ:

کتاب کے پہلے ہی صفحے پر تیسرا جھوٹ یہ بولا کہ

”ہم بحمدہٖ تعالیٰ اس مسئلہ میں جمہور والا عقیدہ رکھتے ہیں“۔ (1)

موصوف کی مذکورہ عبارت پر گذارش یہ ہے کہ ہم نے چودہ سو سالہ تاریخ اسلامی میں ایسا کوئی ایک بندہ بھی نہیں دیکھا کہ جو ایک موٴقف اپنائے اور جب دلائل دینے کی باری آئے تو دلائل اس کے خلاف دے۔ کیونکہ موصوف کے برادر اکبر نے چار سو صفحات سیاہ کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق افضل نہیں ہیں۔ اُن کو اگر افضل نہ بھی مانا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا اور ساتھ اس کے بھی دعویدار ہیں کہ عقیدہ ہم افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہی رکھتے ہیں۔

عجب کچھ پھیر میں ہے سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ اُدھڑا جو وہ اُدھڑا تو یہ ٹانکا

پہلے صفحہ پر چوتھا جھوٹ:

اس کے بعد موصوف نے یہ بات لکھی ہے کہ

”اس مسئلہ میں اختلاف تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی چلا آرہا ہے“۔ (2)

موصوف نے یہ بھی صریح جھوٹ بولا ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر سقیفہ بنی ساعدہ میں ہی اجماع منعقد ہو گیا تھا۔ اس کی مزید تفصیل آگے کتاب میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس کے علاوہ موصوف نے اسی صفحہ پر کچھ صحابہ کرام کے اسماء بھی تحریر کیے کہ یہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل جانتے تھے۔ یہ بھی صریح کذب بیانی ہے کیونکہ کسی ایک صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی سند صحیح کیساتھ یہ ثابت نہیں کہ وہ افضلیت علی

---

(1) زبدۃ التحقیق؛ صفحہ نمبر ۱۱

(2) زبدۃ التحقیق؛ صفحہ ۱۱

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قائل ہوں۔ جہاں پر کسی صحابی سے افضلیت کا قول منقول ہو وہاں جزوی فضیلت مراد ہوگی جس سے اہلسنت کو انکار نہیں، یا پھر مولا علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت خلفاء ثلاثہ کے علاوہ دیگر صحابہ پر مراد ہوگی، یا اس کے علاوہ کوئی اور مناسب تاویل کی جائے گی بصورت دیگر اس کو رد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔ جیسا کہ امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے"۔ (1)

اقوال و خیال سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا:

قارئین کرام! موصوف نے پہلا صفحہ الٹتے الٹتے یہ بات بھی لکھ ڈالی کہ

"بعض علمائے کرام کا یہ خیال ہے کہ وہ صحابہ کرام جو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں شہید ہوئے وہ افضل ہیں"۔ (2)

مذکورہ عبارت پر اگر غور کیا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ایک تو "بعض" اور دوسرا "خیال" کیونکہ بعض کے یقین سے بھی عقیدہ نہیں بن سکتا چہ جائیکہ اُن کے خیال پر عقیدہ کی بنیاد رکھی جائے۔ اس لیے کہ عقیدہ قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت ہوتا ہے خیالات سے نہیں۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں: جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔ عقائد میں چار اصول ہیں: کتاب، سنت، سواد اعظم، عقل صحیح۔ (3)

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع کا دعویٰ پر تشدد نہیں بلکہ حقیقت ہے

موصوف نے صفحہ نمبر ۱۲ پر افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع امت کے دعویٰ کو پُر تشدد کہا اور اس کو بغض علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی علامت قرار دیا۔ موصوف رقم طراز ہیں "وہ لوگ جو

---

(1) فتاویٰ رضویہ؛ جلد ۵؛ صفحہ ۵۸۲

(2) زبدۃ التحقیق؛ صفحہ ۱۲-۱۱

(3) فتاویٰ رضویہ ج ۲۹، ص ۶۱۴

بغض علی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔۔۔۔ چنانچہ مسئلہ تفضیل پر اجماع امت کا ایسا پُر تشدد دعویٰ کر دیا کہ اختلافی رائے رکھنے والوں کو خارج از اہلسنت اور گمراہ قرار دیا"۔[1]

> شیخ ا[illegible]یلہ کے بردے اصغر کا قائلین افضلیت صدیق اکبر کو مبغض علی ٹھہرانا خود اس کے مبغض صدیق ہونے کو مستلزم ہے۔ کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل ماننا اہلسنت کا عقیدہ اور اہلسنت کی علامات میں سے ہے اور کوئی بھی سنی، سنی ہوتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا تو کجا بغض کا سوچ بھی نہیں سکتا۔
>
> البتہ جو شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا منکر ہو وہ ضال و مضل اور اہلسنت سے خارج رافضی ہے۔[2]

یہ حوالہ موصوف کا" افضلیت پر اجماع کے دعویٰ کو پُر تشدد کہنا" کی حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ حقیقت میں تشدد کرنے والے یہ خود ہیں جو چودہ صدیوں سے طے شدہ عقیدے سے انحراف کر رہے ہیں اور اہلسنت کو گمراہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

صاحب زبدہ کا طعنہ:

موصوف نے اسی صفحہ پر علمائے اہلسنت کو ناصبی، اتحاد اہلسنت کو پارہ پارہ کرنا اور علمی اور قلمی خیانت کے ریکارڈ توڑنے والے اور افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ثبوت پیش نہ کر سکنے کا طعنہ بھی دیا ہے۔[3]

---

(1) زبدۃ التحقیق؛ صفحہ ۱۲

(2) شرح فقہ اکبر؛ صفحہ ۶۴-۶۳

(3) زبدۃ التحقیق؛ صفحہ ۱۲

افضلیت کا قائل ناصبی نہیں بلکہ حقیقی سنی ہے:

قارئین کرام! جہاں تک بات ہے اہلسنت کو ناصبی کہنے کی تو یہ رافضیوں کا پرانا طریقہ ہے جیسا کہ امام لالکائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد فرماتے ہیں۔

"علی بن المدینی یقول من قال فلان مشبه علمنا انه جهمی ومن قال فلان مجبر علمنا انه قدری ومن قال فلان ناصبی علمنا انه رافضی"۔ (1)

امام اجل علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو یہ کہتا ہے فلاں مشبہ ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ جہمی ہے جب کوئی کہتا ہے فلاں جبریہ ہے ہم جان لیتے ہیں کہ یہ قدری ہے اور جب کوئی کہتا ہے فلاں ناصبی ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ رافضی ہے۔

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تفضیلیہ گمراہ ہیں اور علما کی توہین راہِ جہنم ہے اور اہلسنت کو خارجی کہنا رافضیوں کا شعار ہے"۔ (2)

اکابر کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حق پر ہونے کا معیار ناصبیت اور خارجیت کا الزام ہے جو کہ اہلسنت پر رافضیوں کی طرف سے لگایا جاتا ہے۔

آنکھیں گر ہیں بند تو پھر دن بھی ہے رات
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

اہل سنت کے اتحاد کو کس نے پارہ پارہ کیا:

اور جہاں تک بات ہے اہلسنت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی تو ہر ذی شعور اس بات سمجھتا ہے کہ اہلسنت میں انتشار پھیلانے والے کون ہیں؟؟۔ وہ جو چودہ صدیوں سے طے شدہ عقیدہ

---

(1) شرح اعتقاد اہل السنۃ؛ جلد ۱؛ صفحہ: ۱۶۶

(2) فتاویٰ رضویہ؛ جلد ۱۵، صفحہ: ۷۳

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع کے قائل ہیں؟؟ یا موصوف جیسے کہ جنہوں نے ایک اجماعی عقیدہ کے خلاف راہ نکالی ہے اور چار سو صفحات کالے کر کے دوسروں کے قلوب کو کالا کیا اور گمراہ گر ہونے کا ثبوت دیا؟؟

یوں ترچھی نگاہوں سے ہمیں قتل بھی کرنا
پھر صاف مکرنا کہ میں اس سے بری ہوں

صاحب زبدہ نے علمی اور قلمی خیانتوں کے ریکارڈ قائم کیے:

رہی موصوف کی یہ بات کہ "علمی و قلمی خیانت کے ریکارڈ قائم کیے" تو آئندہ صفحات میں ہم صاحب زبدہ کی خیانتوں اور قطع و برید کی ایک طویل فہرست دیکھائیں گے، تو اندازہ ہو جائے گا کہ علمی و قلمی خیانت کے ریکارڈ کس نے قائم کیے؟؟

اہلسنت کا ترجمان کون؟

اس کے بعد موصوف نے یہ بات بھی لکھی ہے کہ

> "صاحب زبدہ نے صحابہ کرام اور دیگر عظیم القدر ہستیوں کے تحفظ کی خاطر قلم اٹھایا اور مسلکِ حق اہلسنت کی ترجمانی کرتے ہوئے افراط و تفریط سے پاک تحقیق پیش فرمائی"۔(1)

موصوف کے برادار اصغر نے یہ بات لکھ کر بھی ہمیں ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیا" کہ انہوں نے صحابہ اور دیگر عظیم القدر ہستیوں کی عظمت کے تحفظ کے لیے قلم اٹھایا" کیونکہ صاحب زبدہ نے تو افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی تک شاید ہی کوئی ہستی ایسی ہو جس کو ہدف تنقید نہ بنایا ہو۔ چاہے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہوں، عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہوں، بلال رضی اللہ عنہ ہوں جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہوں، عبد اللہ بن زبیر ہوں، محمد بن حنفیہ ہوں، قاضی امام ابو یوسف ہوں، حجۃ الاسلام امام غزالی ہوں، مجدد الف ثانی ہوں، الشاہ عبد العزیز محدث دہلوی ہوں یا امام احمد رضا

---

(1) زبدۃ التحقیق؛ صفحہ نمبر: ۱۲۔۱۳

محدث بریلی ہوں کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا۔ تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایسا ہی تحفظ اس کتاب میں بھی کیا ہو گا

منافقت کا نصاب پڑھ کر محبتوں کی کتاب لکھنا
بڑا کٹھن ہے خزاں کے ماتھے پہ داستان گلاب لکھنا

اور جہاں تک بات ہے اہلسنت کی ترجمانی کی تو موصوف نے رافضیت، تفضیلیت اور صلح کلیت کی ترجمانی ضرور کی ہے اہلسنت کی نہیں، کیونکہ اہلسنت کی ترجمانی کرنا ایسے لوگوں کے بس کا روگ ہی نہیں بلکہ اہلسنت کی ترجمانی کیلیے امام احمد رضا محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریحات و توضیحات کے بعد اہل سنت کو کسی کی ضرورت نہیں۔

نام نور پری اور آنکھوں سے اندھی:

باقی "زبدۃ التحقیق کو افراط و تفریط سے پاک تحقیق کہنا" یہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ آنکھوں سے اندھی کو نور پری کہنا۔ کیونکہ افراط و تفریط سے پاک مسلک، مسلک حقہ اہلسنت و جماعت ہے اور یہی سب سے معتدل مسلک ہے۔ اس مسلک کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ موصوف نے چار سو صفحات پر اس نظریہ کے خلاف باطل دلائل پیش کر کے اس نظریہ کو رد کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ تو قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ افراط و تفریط سے پاک تحقیق ہے یا افراط و تفریط پر مشتمل تحقیق ہے۔؟؟

غیر ذمہ دار اور متعصب کون؟

موصوف نے زبدہ کے صفحہ نمبر ۱۳ پر ہی یہ بات بھی لکھی ہے کہ "اس کتاب کا سبب تصنیف بعض غیر ذمہ دار لوگوں کے تعصب پر مبنی وہ فتوے ہیں جن کی زد میں صحابہ کرام آئمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم اور مشاہیر اہلسنت کی ذواتِ مقدسہ آتی ہے۔۔۔۔۔ اس سے امام اعظم جیسی شخصیت کی سنیت مشکوک ہو جائے۔"

صاحب زبدہ کو گولڑہ سے جواب:

موصوف نے افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قائلین اور اس کے منکر کو اہلسنت سے خارج قرار دینے والے حضرات کو غیر ذمہ دار کہا اور ان کے فتاویٰ کو تعصب پر مبنی بتایا جبکہ

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ نظریہ ہے جس کا قائل اہلسنت کا ہر ذمہ دار آدمی ہے جیسا کہ فاتح قادیان، مجدد زماں قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں:

"ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں میں نے ابو حفص سے سنا کہ کہتا تھا بعد از پیغمبر کوئی شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے"۔ (1)

قبلہ عالم کے حوالہ کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ امت کے ذمہ دار لوگ کون ہیں اور غیر ذمہ دار لوگ کون ہیں؟؟

قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تصدیق شدہ فتویٰ:

اور رہی بات افضلیت کے منکر کو اہلسنت سے خارج قرار دینے کی تو وہ بھی قبلہ عالم، فاتح، قادیان پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوٰی مہریہ میں آپ کی تصدیق کے ساتھ یہ فتویٰ موجود ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر بدعتی یعنی خارج از اہلسنت ہے۔ اختصار کے پیش نظر موضوع سے متعلقہ عبارت ملاحظہ کیجیے:

"واما الذی یکون بدعة ولایکون کفرا فھو قولھم ان علیاً کان افضل من الشیخین"۔ (2)

لیکن روافض کے وہ اقوال جو بدعت ہیں کفر نہیں بنتے وہ یہ ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین سے افضل ہیں۔

کیا فاتح قادیاں، مجدد زماں کی تحقیق تعصب پر مبنی ہے؟

اب قبلہ عالم کے تصدیق شدہ فتویٰ کو آپ تعصب پر مبنی سمجھ لیں یا پھر اپنا قبلہ درست کر لیں۔ اور اس فتویٰ کی زد میں نہ تو صحابہ آتے ہیں، نہ اہلبیت اور نہ ہی مشاہیر اہلسنت کیونکہ یہ سب افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں۔ اس کی تفصیل آپ آگے کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

---

(1) تصفیہ مابین سنی و شیعہ؛ صفحہ نمبر:۱۹، مطبوعہ گولڑہ شریف اسلام آباد

(2) فتاویٰ مہریہ، صفحہ نمبر:244-45۔ گولڑہ شریف

سنی کون؟

البتہ کشف الغمہ، سراج الامہ، امام الائمہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا موقف بھی اس مسئلہ میں بالکل واضح اور دوٹوک ہے:

"وقال الامام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فی کتابہ الوصیۃ نقر بان افضل ھذہ الامۃ بعد نبینا محمد ابو بکر الصدیق ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضوان اللہ علیھم اجمعین"۔ (1)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الوصیہ میں فرماتے ہیں ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"وفی المنتقی سئل ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عن مذھب اھل السنہ والجماعۃ فقال ان تفضیل الشیخین ای ابا بکر و عمر رضی اللہ عنہما وتحب الختنین ای عثمان و علیا وان تری المسح علی الخفین وان تصلی خلف کل بر و فاجر"۔

المنتقیٰ میں ہے کہ امام اعظیم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ مذہب اہل سنت وجماعت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم شیخین یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ پر فضیلت دو۔ دونوں دامادوں عثمان اور علی رضی اللہ عنہما سے محبت رکھو۔ خفین پر مسح جائز سمجھو اور ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔"

مذکورہ عبارت سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ واضح ہے کہ سنی وہی ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انبیاء کے بعد سب سے افضل جانے۔

(1) شرح وصیۃ الامام ابی حنیفہ؛ صفحہ ۱۰۸ دار الفتح عمان اردن

نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے:

موصوف نے زبدۃ التحقیق کے صفحہ نمبر ۱۴ پر لکھا ہے کہ

"اس کتاب کا ایک ایک حرف اپنی صداقتوں کی صدا دیتا نظر آئے گا"۔

اس کی حقیقت کتاب میں آپ پر واضح ہو جائے گی۔ فی الحال یہی عرض ہے:

تمہیں کالی گھٹا کا بھی نہیں پہنچانا آیا
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

زبدۃ التحقیق کے مؤیدین:

اس کے بعد موصوف نے صفحہ نمبر ۱۴ اور ۱۵ پر کچھ علماء و مشائخ کے اسماء بھی تحریر کیے ہیں جو دام درھم سخن یا تقریظ و تصدیق لکھ کر یا کسی بھی طرح اس کتاب کی تصنیف میں شامل رہے۔ ہم اُن کا مؤقف بھی شیخ التفضیلیہ والا ہی سمجھتے ہیں تا حالیکہ کسی کی تحریری یا تقریری تردید آجائے۔

وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جائے:

موصوف نے اظہار تشکر ختم کرتے ہوئے صفحہ نمبر ۱۶ پر یہ بات لکھی ہے کہ

"یہ کتاب کی پہلی جلد ہے دوسری جلد عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے"

ہم نے تقریباً نو سال انتظار کیا تا کہ دوسری جلد بھی آجائے اور دونوں جلدوں کا کچا چٹھا کھول کر ہم عوام اہلسنت کے سامنے پیش کر سکیں۔ لیکن اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی دوسری جلد ایسے غائب ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا چاہتا ہے لہذا پہلی جلد پر ہی ہماری گزارشات آپ ملاحظہ فرمائیں۔

یہ قصہ لطیف بھی ناتمام ہے
جو کچھ بیان ہوا وہ اغاز باب تھا

باب دوم

مسئلہ

افضلیت کی اہمیت

مسئلہ افضلیت کی اہمیت

مسئلہ افضلیت کے متعلق موقف، دلائل اور مخالفین کا رد ذکر کرنے سے قبل ضروری ہے کہ کچھ روشنی اس مسئلہ پر ڈالی جائے کہ

- آیا اس مسئلہ کی کوئی اہمیت بھی ہے یا نہیں؟
- کیا مسئلہ افضلیت پر زور دینا چودھویں صدی میں شروع ہوا ہے یا اس سے قبل بھی یہ مسئلہ معرکۃ الآراء رہا ہے؟
- جس طرح آجکل اس کو علامات اہل سنت سے شمار کیا جاتا ہے اور اہل تشیع کے مذہب کے ابطال کا دارومدار بتایا جاتا ہے کیا چودہ صدیوں میں بھی ایسا ہی تھا؟
- کیا صحابہ کرام میں یہ مسئلہ زیر بحث رہا یا یہ محض چند حضرات کا اپنا ذاتی موقف ہے جو انہوں نے اپنی شہرت اور امتیاز کے لئے اپنا رکھا ہے؟
- کیا مسئلہ افضلیت کی اہمیت کو بیان کرنا نظریاتی دہشت گردی ہے؟

کیونکہ مصنف زبدۃ التحقیق کی خام خیالی یہ ہے کہ یہ اتنی اہمیت کا حامل اور معرکۃ الآراء مسئلہ نہیں ہے جتنا اس کو سمجھ لیا گیا ہے اور اس مسئلہ کو اہمیت دینے والے نظریاتی دہشت گرد ہیں

مسئلہ افضلیت اہم عقیدہ ہے:

جواباً عرض یہ ہے کہ مسئلہ افضلیت باب عقائد میں سے ایک اہم ترین عقیدہ ہے جس کا انکار اہل سنت سے خروج کو مستلزم ہے اور جس طرح ایمانیات پر یقین رکھنے سے آدمی مومن ہوتا ہے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنے سے کافر و مرتد ہو جاتا ہے اسی طرح عقائد اہل سنت میں سے کسی ایک عقیدہ کا منکر بھی اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے۔

مجدد مائۃ حاضرہ وسابقہ الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

عجب اس سے جو اجماع صحابہ و تابعین و کافہ ء اہل سنت کا خلاف کرے پھر اپنے آپ کو سنی جانے۔ اے عزیزو! جیسے تمام ایمانیات پر یقین لانے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور ایک کا انکار کافر و مرتد کر دیتا ہے اسی طرح سنی وہ ہے جو تمام عقائد اہل سنت میں ان کے موافق

ہو، اگر ایک میں بھی خلاف کرتا ہے ہر گز سنی نہیں بدعتی ہے۔ اسی لیے علماء دین تفضیلیہ کو سنیوں میں شمار نہیں کرتے اور انہیں اہل بدعت کی شاخ جانتے ہیں۔ (1)

مسئلہ افضلیت کے متعلق خود مصنف زبدۃ التحقیق نے بھی لکھا ہے کہ

"افضلیت باب عقائد میں سے ہے"۔ (2)

جب مسئلہ افضلیت بالاتفاق عقیدہ اہل سنت ہے تو کسی ایک عقیدہ کا منکر اہل سنت سے خارج ہے۔ لہذا افضلیت کا منکر بھی اہل سنت سے خارج ہو گا تو عقیدہ افضلیت کی اہمیت کے لیے یہ بات کافی ووافی ہے کہ اس کا منکر اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے متلاشیء حق کے لئے تو صرف اتنا ہی کافی ہے البتہ جس کا صبح وشام وظیفہ ہی "لانسلم" ہو اس شخص کے لئے دفتر کے دفتر بیکار ہیں۔

برادر اعلیٰ حضرت، شہنشاہ سخن، استاذ زمن مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

در خانہ اگر کس ست

یک حرف بس است

(یعنی اگر مجلس میں کوئی حرف شناس موجود ہو تو اس کے لئے ایک اشارہ ہی کافی ہے)

لیکن اس کے باوجود "شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات" کے پیش نظر چند دلائل حاضر خدمت ہیں لیکن دلائل سے قبل مصنف زبدۃ التحقیق کا مؤقف لکھنا ضروری ہے تاکہ بات سمجھنے میں آسانی ہو۔ مصنف زبدۃ التحقیق لکھتے ہیں۔

> "مسئلہ افضلیت، ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا نہ ہی تو کوئی قطعی ثبوت ہے اور نہ ہی یہ ضروریات دین میں سے ہے لہذا اس پر زیادہ لے دے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی بحث و تمحیص میں پڑنے کی حاجت ہے"۔ (3)

لو اپنے دام میں صیاد آگیا:

---

(1) مطلع القمرین صفحہ نمبر ۱۶۴ مطبوعہ مکتبہ بہار شریعت لاہور

(2) زبدۃ صفحہ 359

(3) زبدۃ التحقیق ص ۱۸۰ مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور

موصوف نے اپنی بے سروپا کتاب کے صفحہ نمبر ۱۸۰ پر تو یہ گل فشانی فرمائی کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے۔ لیکن آیئے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۵۹ کو دیکھئے لکھتے ہیں: "افضلیت عقیدہ کا مسئلہ ہے جس میں کوئی بھی دلیل ظنی قابل قبول نہیں ہوگی"۔ (1)

اور مزید یہ لکھا:

"مگر افضلیت تو باب عقائد کی چیز ہے جس میں قطعیات کا ہونا ضروری ہے"۔ (2)

تبصرہ: موصوف کی حالت تو دیکھئے کہ ادھر تو یہ کہہ رہے ہیں کہ "اس کا کوئی قطعی ثبوت نہیں" اور ادھر فرماتے ہیں کہ "یہ قطعی ہے اس کیلئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے"
تو فقیر کا سوال یہ ہے کہ جب اس مسئلہ کا قطعی ثبوت نہیں ہے تو یہ قطعی کیسے ہو گیا کہ قطعی الدلائل سے ثابت کرنا پڑے؟ حضرت نے چار سو صفحات تو کالے کر دیئے لیکن اتنی بات بھی واضح نہ کر سکے کہ یہ مسئلہ قطعی ہے یا ظنی، کبھی ظنی کہتے ہیں اور کبھی دلائل قطعیہ سے ثبوت کا تقاضا کرتے ہیں۔

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

عقیدہ افضلیت کا اقرار نجات کا ذریعہ:

اعتراض: مصنف زبدۃ التحقیق نے ایک یہ اغلوطہ بھی چھوڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں سے یہ سوال نہیں کرے گا "میرے بندوں میں سب سے افضل کون ہے"۔ (3)

جواب: قارئین کرام موصوف نے یہ بات ابن عبد البر کے حوالہ سے نقل کی ہے تو ہم ابن عبد البر سے دو صدیاں پہلے کے امام المحدثین سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان پیش کرتے ہیں کہ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ "قیامت کے دن افضلیت کے متعلق سوال کیا جائے گا"

(1) زبدۃ التحقیق ص۳۵۹، ۲۷۸، ۳۵۷
(2) زبدۃ التحقیق صفحہ ۴۰۰
(3) زبدۃ التحقیق ص۱۸۳

امام لالکائی اپنی سند سے "کتاب السنہ" میں شعیب بن حرب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے امام سفیان ثوری سے کہا کہ سنت رسول کے متعلق مجھے کوئی ایسی بات بتایئے، جس سے مجھے نفع ہو اور جب میں بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں تو کہہ سکوں خدایا یہ بات مجھے سفیان ثوری نے بتائی تھی۔ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا: لکھیے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے اسی کی طرف سے شروع ہوا اور اسی کی طرف لوٹے گا جو شخص اس کے خلاف اعتقاد رکھے وہ کافر ہے۔ ایمان قول و عمل اور نیت کا نام ہے اور کم و بیش ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم تمام صحابہ سے افضل ہیں پھر فرمایا: اے شعیب! جو کچھ تو نے لکھا ہے اس کا تمہیں فائدہ نہ ہو گا جب تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ نماز میں بسم اللہ سراً پڑھنا افضل ہے۔۔۔ جب خدا کے سامنے جاؤ اور ان چیزوں کے متعلق تم سے سوال کیا جائے تو صاف صاف کہہ دینا خدایا یہ باتیں مجھے سفیان نے بتائی تھیں پھر مجھے خدا کے سپرد کر کے الگ ہو جانا۔"(1)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ قول ثابت ہے"۔(2)

اس سے پتہ چلا کہ تفضیل شیخین کا عقیدہ رکھنا آخرت میں نفع مند ہو گا اور کل بروز قیامت تفضیل شیخین کے متعلق سوال بھی ہو گا۔ لہذا موصوف کا یہ کہنا کہ سوال نہیں ہو گا جناب کی ذہنی اختراع کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

---

(1) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ رقم ۳۱۴، ج۱ ص ۱۱۹، دار الحدیث القاہرہ

(2) تذکرۃ الحفاظ رقم ۱۹۸

مسئلہ افضلیت کی بحث و تمحیص میں پڑنے کی ضرورت ہے:

موصوف کا موقف یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بحث و تمحیص کی ضرورت نہیں ہے جبکہ دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا جائے تو اس وقت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ مسئلہ زیر بحث رہا اور وہ نفوس قدسیہ بھی اس مسئلہ کی بحث و تمحیص میں پڑتے تھے۔ ملاحظہ فرمایئے

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کنا نقول ورسول الله ﷺ حی افضل امة النبی بعد ابوبکر ثم عمر ثم عثمان رضی اللہ عنہم"۔ (1)

"رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات کے ساتھ ہمارے درمیان موجودگی میں ہم کہا کرتے تھے کہ مصطفی کریم ﷺ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم"۔

"عن ابن عمر کنا نقول ورسول الله ﷺ حتی فضل هذه الامة بعد نبیها ابوبکر وعمر وعثمان فیسمع ذلك رسول الله ﷺ فلا ینکره"۔ (2)

"حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات کے ساتھ موجودگی میں کہتے تھے کہ اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں اور عمر فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم یہ سنتے تھے لیکن آپ نے اس کا انکار نہیں فرمایا"۔

---

(1) ابوداؤد ج۲ ص۲۰۰ باب فی التفضیل

(2) رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والحدیث فی الصحیح۔ فتح الغیث بشرح الفیۃ الحدیث ص۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، المقاصد الحسنہ ص۱۲۲ مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا بحث فتح المغیث ج۳ ص۱۰۵ مرکز اہلسنت برکات رضا، نبراس ص۴۹۱ مطبوعہ لاہور، فتح المبین ص۴۱ مطبوعہ دار الکتب بیروت

"حدثنا عبد الله قال حدثنی ابی اخبرنا وکیع عن هشام بن سعد عن عمر بن اسید عن ابن عمر قال کنا نقول فی زمن النبی ﷺ رسول الله خیر الناس ثم ابوبکر ثم عمر۔"[1]

"حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ کہتے تھے رسول اللہ کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما"۔

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کنا وفینا رسول الله صلی الله علیه وسلم نفضل ابا بکر و عمر رضی اللہ عنہما و عثمان و علیا رضی اللہ عنہما اخرجه ابن عساکر و اورده ابن الحجر المکی فی الصواعق المحرقه"۔

"حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ کہتے تھے کہ سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر اور عثمان اور علی المرتضی رضی اللہ عنہم"۔

حدیث ابن عمر متواتر کی طرح ہے:

علامہ بحر العلوم رقمطراز ہیں:

"لو ثبت ان اهل الاجماع تمسکوا لهذا الخبر (الواحد) فصار مقطوعا کالتواتر بل فوقه اذ لا یتوهم فی الاجماع للخطاء وانما منع نسخ خبر الواحد للمتواتر اذا لم یعتقد بما یفید القطع وههنا قد اعتقد بالاجماع المصیر ایاه قطعیا"۔[2]

جب ثابت ہو جائے کہ اہل اجماع نے اس خبر واحد سے استدلال کیا ہے تو وہ خبر واحد متوتر کی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر قطعی ہو جائے گی کیونکہ اجماع سے متعلق خطا کا وہم نہیں ہو سکتا جب خبر واحد کی تائید دلیل قطعی سے نہ

---

(1) فضائل الصحابۃ ص ۲۵ بیروت

(2) فواتح الرحموت ج ۲ ص ۸۰

ہو تو اس سے متواتر کو منسوخ نہیں قرار دیا جا سکتا جب کہ یہاں اس کی تائید اجماع سے ہو رہی ہے جس کی وجہ سے وہ قطعی ہو گئی۔

ان احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مسئلہ صحابہ کرام کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں بھی زیر بحث رہتا تھا۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ جس کا صرف ایک یا دو مرتبہ ذکر کیا گیا ہو اور اس کی بحث و تمحیص کی ضرورت نہ ہو بلکہ "کنا نقول" اور "کنا نفضل" ماضی استمراری ہے جو اس بات پر صراحتاً دال ہے کہ یہ مسئلہ اکثر زیر بحث رہتا تھا اور موصوف معلومات کریں تو درس نظامی کے ابتدائی طلباء انہیں بتائیں گے کہ علم صرف کی ایک کتاب خاصیات ابواب کے نام سے پڑھائی جاتی ہے جس میں ابواب کی خاصیات کو بیان کیا گیا ہے تو اس کتاب میں (نقول چونکہ باب نصر ینصر ہے) نصر ینصر کا ایک خاصہ مبالغہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی مادہ میں مبالغہ کا معنی مقصود ہو تو اسے نصر ینصر پر لے آتے ہیں تاکہ وہ مبالغہ کا معنی دے لہٰذا نصر ینصر میں مبالغہ پایا جاتا ہے تو نقول چونکہ نصر ینصر سے ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام بڑھ چڑھ کر مبالغہ کے ساتھ مسئلہ افضلیت کو بیان فرماتے تھے۔

پس اب یہ بات ہمارے لئے آسان ہو گئی کہ ایک طرف وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی معیت کیلئے چنا اور ان کا موقف ہے کہ اس مسئلہ پر بحث و تمحیص کی ضرورت ہے اور دوسری طرف مصنف زبدۃ التحقیق ہیں جن کا موقف یہ ہے کہ اس پر بحث و تمحیص کی ضرورت نہیں ہے۔

کنا نفضل کے الفاظ والی حدیث مبارکہ کو لیں تو یہ باب تفعیل ہے اس میں بھی مبالغہ والا خاصہ پایا جاتا ہے۔ تو احادیث کے الفاظ بتاتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بطور مبالغہ بڑھ چڑھ کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو بیان فرماتے تھے۔ صحابہ جس کے بیان میں مبالغہ فرمائیں اس مسئلہ کے متعلق آج کے تفضیلی کہیں کہ اس میں بحث و تمحیص کی ضرورت نہیں ہے (نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات)۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی "ومن یشاقق الرسول (الخ)" کو سامنے رکھ کر اپنا قبلہ درست کریں۔

دونوں راستے واضح ہیں جس کو چاہیں اختیار فرمالیں اور یہ تو بات ہے بحث کی۔ جبکہ یہ مسئلہ اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماعی مسئلے کو فضول کہے وہ خود بوالفضول اور سب سے بڑا احمق ہے

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع صحابہ ہے:

"اجمع الصحابة واتباعهم على افضليت ابى بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي۔"[1]

تمام صحابہ کرام وتابعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام امت سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔

جب اتنی بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ صحابہ کرام کا اجماعی مسئلہ ہے تو اس کے باوجود یہ کہنا کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں تعصب اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

اھل حق کے اجماع کو فضول سمجھنے والا بوالفضول ہے:

امام ربانی مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عجب بوالفضول که اجماع اهل حق را فضولی داند"۔[2]

وہ شخص نرا فضولی اور احمق اور کتنا عجیب بوالفضول ہے جو اہل حق کے اجماع کو فضول سمجھتا ہے۔

تو موصوف مجدد صاحب کے فرمان کی توضیح وتشریح کی روشنی میں بوالفضول یعنی احمقوں کا چاچا ٹھہرے۔ "خدا سر دے تو سودا دے کسی کو زلف پیچاں کا"

مسئلہ افضلیت پر لے دے کی ضرورت ہے:

موصوف نے مسئلہ افضلیت کی اہمیت کے انکار پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے یہ ارشاد بھی فرمایا کہ " اس مسئلہ پر زیادہ لے دے کی ضرورت نہیں ہے" تو آیئے اس حوالہ سے بھی عمل مرتضوی دیکھیں کہ کیا ہے۔

---

(1) فتح الباری ج ۸ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(2) مکتوبات امام احمد ربانی ج ۱ ص ۴۸۸ مکتوب نمبر ۲۶۶

مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کا فرمان

"لا اجد احدا فضلنی علی ابی ابکر و عمر الا جلدته حد المفتری۔"[1]

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جسے پاؤں گا کہ وہ مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہتا ہے تو اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اسی کوڑے ماروں گا۔ (اس فرمان پر تفصیلی بحث قطعیت کے باب میں آئے گی)۔

استدلال: مشکل کشاء، سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا فرمان عالیشان واضح ہے کہ آپ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منکر کو اسی کوڑے مارنے کا حکم دے رہے ہیں۔ تو پتا چلا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں تو مسئلہ افضلیت کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر کوئی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انکار کرے تو اسے اسی کوڑے مار کر لے دے کرنی چاہئے اور اس کی ضرورت ہے۔ تو اب قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ اسی کوڑے اور وہ بھی مولا علی کے ہاتھ سے قبول ہیں یا نہیں۔

لیکن پھر بھی مصنف زبدۃ التحقیق کو اولاد علی کا مدعی ہونے کے باوجود اپنے والد گرامی کا یہ موقف قابل قبول نہیں اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ اس پر زیادہ لے دے کی ضرورت نہیں ہے رہی یہ بات کہ اولاد علی کہلوانے کے باوجود حضرت کو مولا علی رضی اللہ عنہ کا موقف کیوں پسند نہیں اسی کی وضاحت وہ خود ہی فرما دیں تو بہتر ہو گا کیونکہ۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

مسئلہ افضلیت اہلسنت و جماعت کی علامات میں سے ہے:

کشف الغمہ، سراج الامہ، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"من علامات اهل السنة ان تفضيل الشيخين وتحب الختنتين۔"[1]

---

(1) الصواعق المحرقہ ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ مجید، ملتان فضائل الصحابہ ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، دار قطنی، ابن عساکر

"شیخین (سیدنا ابو بکر صدیق وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم) کی افضلیت اور ختنین (سیدنا عثمان غنی وسیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم) کی محبت اہل سنت کی پہچان ہے"۔

جب "افضلیت شیخین" اہلسنت کی علامات میں سے ہے تو ہر ذی شعور اس بات سے واقف ہے کہ آدمی میں اہلسنت کی علامات نہیں پائی جائیں گی تو وہ سنیت سے اس طرح خارج ہو گا جس طرح مکھن سے بال۔

اگرچہ آج کل اہلسنت سے خروج کی اس لئے دیر لگ جاتی ہے کہ مکھن (زبدۃ) بھی دو نمبر آگیا اور بعض لوگوں نے بال بھی نقلی لگائے ہوئے ہیں۔ (فتامل)

محدث کبیر علامہ محمد ہاشم ٹھٹھوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:

"وفی کلامه دلالة علی ان من فضل علیا علی الشیخین فهو خارج من اهل السنة والجماعة۔"(2)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کلام اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل کہا وہ اہلسنت سے خارج ہے

اتنی وضاحت کے باوجود لوگ ماتم کر کے شور مچاتے پھریں کہ اس مسئلہ کی اتنی اہمیت نہیں ہے اس پر لے دے نہیں کرنی چاہیے تو وہ اپنی عقل کا علاج کروائیں ویسے بھی عمر کا تقاضا ہے۔

مذہب شیعہ کے ابطال کا دارومدار مسئلہ افضلیت پر ہے

امام عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"هذه المسئلة يدورا عليها ابطال مذهب الشيعة...

وفساده اشد من مفاسد مذهب المعتزلة والجبرية

---

(1) فتاوی قاضی خان ج۱ ص۴۶ شرح فقہ اکبر ص۶۳ شرح عقائد نسفی ص۱۵۰ تکمیل الایمان ص۸۷ نبراس ص۳۰۲ فتاوی رضویہ ج۹ ص۱۶۱ البحر الرائق ج۱ ص۲۸۸ نہایہ ج۱ ص۱۴۶

(2) الطریقۃ المحمدیہ، پروگریسو بکس لاہور

واشباهم فیجب علی العلماء الاهتمام بمسئلة الافضلیة...
وحسبك دلیلا علی الاهتمام بمسئلة الافضلیة انها من علامات اهل السنة.“[1]

ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم کی افضلیت کے مسئلہ کی اہمیت یہ ھیکہ شیعہ کے مذہب کے ابطال کا دارومدار اسی مسئلہ افضلیت پر ہے۔اور اس کا فساد معتزلہ اور جبریہ جیسے مذاہب کے مفاسد سے زیادہ شدید ہے، لہذا علماء پر واجب ہے کہ مسئلہ افضلیت کو خصوصی اہمیت دیں۔ مسئلہ افضلیت کی اہمیت کے لئے اتنی ہی دلیل کافی ہے کہ افضلیت شیخین کا عقیدہ اہل سنت کی علامات میں سے ہے۔

تبصرہ: موصوف نے اپنی تصنیف بے لطیف میں یہ شور مچا کر آسمان کو سر پر اٹھالیا کہ مسئلہ افضلیت کی کوئی اہمیت نہیں اس پر لے دے کی ضرورت نہیں ہے جب کہ امام عبد العزیز پرہاروی فرمارہے ہیں کہ شیعہ جیسے بد ترین خلائق فرقہ باطلہ کے بطلان کا دارومدار اسی مسئلہ پر ہے کیونکہ اہل تشیع کا ابتدائی اختلاف یہی ہے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہے جس کی بنا پر وہ خلیفہ بلا فصل ہیں اور اس سے ابتدا کرتے ہوئے کفر و گمراہی کی دلدل میں یہاں تک دھنستے چلے جاتے ہیں کہ جہاں سے اپنے لئے واپسی کا راستہ مسدود کر لیتے ہیں۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی مزید لکھتے ہیں:

”فان اول اصولهم ان علیا رضی اللہ عنہ افضل الكل ثم یفرعون علیه انه ماشبه الصحابة بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فهوالخلیفة فان مذهبه هوالحق لامذهب غیره وان الصحابة ظلموه حیث استخلفوا غیره مع انه افضل واعلم واشجع وان الظلمین غیرعدل فلا یصح روایة الحدیث عنهم فیبطل كل حدیث

---

(1) نبراس ص ۴۸۹۔۴۹۰ مؤسسۃ الشرف لاہور

رواہ اھل السنة وھٰذا ھو ترتیبھم فی تضلیل ضعفاء المسلمین"۔(1)

یعنی ان کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں پھر وہ اس پر تفریع بٹھاتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سے حضور نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ ہیں پس وہ ہی خلیفہ ہیں علیہ السلام اور یہی مذہب حق ہے نہ کہ اس کا غیر۔ اور بیشک صحابہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا ہے کہ ان کے افضل، اعلم، اشجع ہونے کے باوجود دوسرے کو خلیفہ بنایا ہے لہٰذا ظالم ہیں اور ظالم عادل نہیں ہوتا جس کی بناء پر ان سے حدیث روایت کرنا درست نہیں پس اس طرح تمام حدیثیں باطل ہو جائیں گی جن کو اھل سنت روایت کرتے ہیں ۔ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا ان کے پاس یہی طریقہ ہے

تبصرہ: یہ حقیقت ہے کہ تبرا باز غالی رافضیوں کے پاس اپنے غلو اور طعن بر صحابہ کی بنیاد یہی مسئلہ افضلیت ہے اور تبرا باز غالی رافضی کہتے ہیں کہ ترتیب اس طرح کہ جب مولا علی افضل تھے تو پھر خلفاء ثلاثہ خلافت کے حقدار نہ ہوئے، حقدار نہ تھے تو غاصب ہوئے اور جب غاصب ہوئے تو عادل نہ ہوئے تو ان کا دیا ہوا قرآن، حدیث، ہدایت، سب غیر معتبر اور جو یہ بے دینی پھیلائے اس پر تبرا جائز ہے۔

لہٰذا مذکورہ توضیحات کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ اصل حقیقت کیا ہے تو ہر ذی شعور بلا تامل مانے گا کہ یہ باب عقائد کا اہم ترین مسئلہ ہے۔اس کی بڑی اہمیت ہے اور اس پر لے دے کی بھی ضرورت ہے۔

اور علامہ پرہاروی تو فرما رہے ہیں کہ اس کا فساد معتزلہ اور جبریہ جیسے فرق باطلہ سے سخت ہے لیکن نام نہاد مفکر کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی اور ایک ہی راگ الاپے جا رہے ہیں کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں اور موصوف کے اس فرمان غیر عالی شان میں ان کا کوئی قصور نہیں

(1) نبراس ص 489-90 مطبوعہ لاہور

کیونکہ یہاں پر علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ علماء سے مخاطب اوران کو یہ باور کروارہے ہیں کہ یہ مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اب جو آدمی ایک دن بھی مدرسے نہیں گیا بلکہ مدرسے کا منہ تک بھی نہیں دیکھا تو وہ اگر یہ واویلا کرے کہ اس مسئلہ پر لے دے کی ضرورت نہیں ہے تو وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہے کیونکہ سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جہالت بھی کیا بد بلا ہے
خصوصا مرکب لا دوا ہے

مسئلہ افضلیت کی اہمیت جان سے بھی زیادہ ہے:

تفضیلیوں کی یہ بڑی پرانی عادت چلی آرہی ہے کہ علماء حقہ اہلسنت وجماعت کو مناظرے کا چیلنج کرنااور وقت آنے پریوں غائب ہو جانا "جیسے گدھے کے سر سے سینگ" اور پھر یہ کہنا کہ ہم نے تو چیلنج ہی نہیں کیااور اگر غلطی سے سامنے آ بھی گئے تو یوں بھاگنا جیسے چوہا بلی کو دیکھ کر بھاگ جاتا ہے یہ باتیں کسی سے چھپی ڈھکی نہیں ہیں۔ قارئین کی توجہ میں اسی طرح کے ایک واقعہ کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں اور اس سے یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ مسئلہ افضلیت کی اہمیت جان سے بھی زیادہ ہے۔ ۱۳۰۰ھ کی بات ہے کہ سنبھل، رامپور بدایوں اور بریلی وغیرہ کے تفضیلی مولویوں نے چیلنج کیا امام اہل سنت مجدد دین وملت، قاطع نجدیت ورافضیت سیدی اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام احمد رضاخان محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں سخت بیمار تھے اور زیر علاج تھے (شاید اسی موقع سے فائدہ اٹھانے کی خاطر تفضیلیوں نے مناظرہ کا چیلنج کیا تھالیکن) سخت نقاہت کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چیلنج قبول فرمالیا۔جب معالج نے بہت منع کیا تو سیدی اعلحضرت نے فرمایا۔"مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مر جانا منظور ہے اور مناظرہ سے انکار کر کے مجھے بچنا مقصور نہیں"۔

اسی حالت بیماری میں مولانا حسن سنبھلی کو آپ نے تیس سوالات پر مشتمل ایک تحریر لکھ کر دی کہ وہ اس کا جواب دیں مولانا حسن سنبھلی " تنسیق النظام " شرح مسند الامام کے مصنف اور فتنہ تفضیل علی کے سرخیل علماء میں سے تھے۔جب انہوں نے امام اہل سنت کے سوالات کو دیکھا تو کمال دیانت سے اعتراف کیا کہ کوئی شخص تفضیلی عقیدہ رکھتے ہوئے ان کے جوابات

نہیں دے سکتا اور وہیں سے پلٹ گئے۔ اس کے بعد مولانا حسن سنبھلی نے شرح عقائد نسفی کا حاشیہ "نظم الفرائد" تحریر فرمایا جس میں انہوں نے اپنے سابقہ موقف کی تردید کرتے ہوئے مذہب اہل سنت کے دلائل وبراہین کی حمایت کی۔ (1)

مذکورہ واقعہ میں جہاں امام اہل سنت کے علمی سطوت ودبدبے سے فریق مخالف مناظر کو اپنے موقف کی حمایت پر مجبور کر دیا اور کمال درجہ کی علمی دیانتداری مولانا حسن سنبھلی کی کہ جنہوں نے حق بات قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کی وہاں یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ مسئلہ افضلیت اتنا اہم ترین مسئلہ ہے کہ مجدد ماتہ حاضرہ وسابقہ نے باوجود علالت طبع کے مناظرہ کرنے کی حامی بھر لی بلکہ یہ مسئلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جان سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل تھا کہ معالج کے منع کرنے پر آپ نے فرمایا تھا۔ "(اس مسئلہ افضلیت پر تفضیلیوں کیساتھ) مناظرہ کرتے ہوئے مجھے مر جانا منظور ہے اور مناظرہ سے انکار کر کے مجھے بچنا مقصود نہیں"۔

اب بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک طرف اپنے وقت کے مجدد ہیں جو مسئلہ افضلیت کی اہمیت جان سے بھی زیادہ جانتے ہیں اور دوسری طرف علم سے ایسے پیدل لوگ کہ اس مسئلہ کی اہمیت سے بھی واقف نہیں ہیں اس لئے کسی نے سچ کہا تھا:

"الجهل مطية من ركبها ذل ومن صحبها ضل"۔

(جہالت وہ سواری ہے جو اس پر سوار ہو گا ذلیل ہو گا اور جو اسے ساتھی بنائے گا گمراہ ہو جائے گا)۔

تفضیلی خنزیر نظر آتے ہیں:

فتوحات مکیہ کے تہتر ویں (۷۳) باب میں رجال اللہ کا ذکر جنہیں رجبی کہتے ہیں کیونکہ وہ مقام اور وہ حال صرف رجب کے مہینے میں حاصل ہوتا تھا اس کے بعد ان کی وہ حالت ختم ہو جاتی تھی کتاب کے مصنف نے بتایا ہے کہ میری ان میں صرف ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی کہ جس پر اس مہینے میں رافضی کے بارے میں کشف ہوتا تھا اور رافضی اسے خنزیر کی صورت

(1) حیات اعلیٰحضرت فتح خیبر

میں نظر آتے تھے اس کے پاس کوئی ایسا شخص آتا جو اپنا مذہب چھپاتا تو اس کے سامنے آتے ہی وہ اسے خنزیر نظر آتا اور وہ اس لئے اس سے کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب ہو جا کیونکہ تو بدبخت رافضی ہے جس پر تعلق رکھنے والے اس شخص کو تعجب ہوتا اگر وہ شخص واقعی حقیقی طور پر تائب ہو جاتا تو اس صاحب حال شخص کو انسان نظر آتا اور اگر صرف زبانی توبہ کرتا تو اسی طرح سور کی صورت میں نظر آتا تو پھر اسی شخص سے کہتا کہ تجھ پر افسوس ہے کہ تو جھوٹ بولتا ہے اور اگر ایسا شخص واقعی حقیقی طور پر تائب ہو جاتا تو وہ اسے بتاتا تھا کہ تو اپنی توبہ میں سچا ہے ایسا معاملہ دو شافعی المذہب اشخاص کے ساتھ بھی پیش آیا جو سچے مسلمان تھے اور ان میں ہرگز شیعیت کی کوئی علامت ظاہر نہ تھی نہ ہی ان کا گھرانہ رافضی معروف تھا البتہ یہ دونوں عقلی اعتبار سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو درجے میں کم اور حضرت علی ۔۔۔ کو درجے میں زیادہ سمجھتے تھے اور اپنی یہ رائے کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے۔

یعنی ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان مخفی تھا خیر جب یہ دونوں اسی صاحب کشف شخص کی مجلس میں آئے اس نے انہیں اپنی مجلس سے نکال دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کی باطنی حالت ظاہر فرمادی اور وہ اسے سور کی شکل میں نظر آئے جو روافض کی نشانی ہے ان دونوں کا خیال یہ تھا کہ ان کی باطنی حالت کو دنیا والوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا اور یہ بات اہل سنت وجماعت کے ہاں عادل یعنی سچے مسلمان مشہور ہیں اس لئے اس صاحب کشف شخص سے اس کا سبب دریافت کیا جس پر اس نے جواب دیا کہ "دونوں مجھے سور نظر آرہے ہو یہ ایک نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے روافض کے واسطے مقرر فرمائی ہے اس لئے تم دونوں توبہ کرو" تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ "اب تم دونوں اپنا یہ مذہب رافضی مٹادو کیونکہ تم مجھے انسان نظر آرہے ہو" انہیں تعجب ہوا اور انہوں نے اللہ رب العزت العالمین کی بارگاہ میں توبہ کی۔(1)

(1) اصدق التصدیق بافضلیۃ الصدیق ص ۶۳، ۶۲ مطبوعہ جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان کراچی فتوحات مکیہ باب ۷۳

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کے متعلق نقل کررہے ہیں کہ انکو افضلیت شیخین کے منکر خنزیر و سور نظر آتے تھے پھر اس کی تردید بھی نہیں کی بلکہ توثیق فرمائی جس سے واضح ہو گیا کہ شیخ اکبر کا موقف کیا ہے آپ کو "توقف" کے قائلین میں شمار کرنا سراسر کذب وافتراء ہے۔

اور مزید یہ کہ اگر اس مسئلہ کی اتنی اہمیت نہ ہوتی تو مذکورہ صاحب کشف بزرگ کو وہ تفضیلی خنزیر نظر نہ آتے۔ ان کا خنزیر نظر آنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس مسئلہ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بڑی اہمیت ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مسئلہ افضلیت حقوق العباد میں سے ہے:

تفضیلی حضرات ایڑی چوٹی کا زور لگا کر مسئلہ افضلیت کی اہمیت کو ختم کرنے کے درپے ہیں جبکہ یہ مسئلہ حقوق العباد میں سے ہے جسمیں کوتاہی ہو گی تو خدا تعالیٰ بھی معاف نہیں فرمائے گا جب تک خود صاحب حق معاف نہ کرے۔ کیونکہ فضیلت (یعنی خود اچھا ہونے) اور افضلیت (یعنی دوسروں سے اچھا ہونے) میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ فضیلت میں ضعیف احادیث بالاتفاق قابل قبول ہوتی ہیں مگر افضلیت میں بالاجماع ضعیف احادیث قابل قبول نہیں ہوتیں۔ ضعیف احادیث صرف وہاں قابل قبول ہوں گی جہاں نفع ہی نفع ہو نقصان نہ ہو اور جہاں ان کے قبول کرنے سے حرام کا حلال یا حلال کا حرام ہونا لازم نہ آتا ہو اور نہ ہی کسی کا حق تلف ہوتا ہو غرضیکہ وہاں کسی بھی صورت میں شرع کی مخالفت کا اندیشہ نہ ہو۔ انسان کے فضائل، اعمال کے فضائل کی طرح ہیں جن بزرگوں کی فضیلت تفصیلی یا اجمالی طور پر دلائل صحیحہ سے ثابت ہو اگر ان کی کوئی خاص صفت حدیث ضعیف میں آجائے اور کوئی حدیث صحیح اس کے خلاف نہ ہو تو اس حدیث ضعیف کا مقبول ہونا تو بالکل ظاہر ہے کیونکہ ان بزرگوں کی فضیلت جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو یہ حدیث ضعیف ان کے موافق ہی ہے جس کے ماننے سے فائدہ ہی فائدہ ہے اور اگر کوئی حدیث صحیح نہ ہو اور تنہا حدیث ضعیف ہی فضیلت میں آجائے ساتھ ہی کسی حدیث صحیح کی مخالفت بھی نہ ہو تو وہ بھی معتبر و مقبول ہو گی کیونکہ وہ کسی حدیث صحیح کی اگرچہ مؤید نہیں مگر مخالف بھی تو نہیں اس لیے فضیلت میں

بلاشک وشبہ معتبر ومقبول ہوگی مگر تفضیل کا مسئلہ اس کے برعکس ہے اس کے معنی ہیں کسی کو دوسرے سے افضل ماننا اور یہ تب ہی جائز ہوگا جب خدا تعالی ورسول اللہ ﷺ یا اجماع سے ہمیں خوب معلوم ہو جائے۔

اس لئے کہ یہ حقوق العباد میں سے ایک حق ہے شرعی اسباب وعلل اور استحقاق پر غور کیے بغیر آنکھیں بند کر کے یوں ہی مصنوعی اور اندھی عقیدت کی بنا پر کسی کو افضل اور کسی کو مفضول قرار دینا اتلاف حق کا موجب ہے جو بہت بڑا ظلم اور فسق ہے کیونکہ ظلم کی تعریف یہ ہے:

"الظلم وضع الشئ فی غیر موضعه"۔ (1)

یعنی کسی چیز کو اس کے اصلی مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھنا "ظلم" ہے۔ لہذا اس وقت تک حقوق العباد اللہ تعالی بھی معاف نہیں کرے گا جب تک کہ خود صاحب حق معاف نہ کرے بلکہ بلا علم وبلا ثبوت افضلیت کا حکم لگا دینے سے ناجائز غلو اور افراط ہوا وہاں نہ صرف یہ کہ فریق ثانی کا حق ضائع ہوا بلکہ اس کی شان میں تفریط وتنقیص بھی ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں بلکہ حرام اور اشد حرام ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مسئلہ افضلیت حقوق العباد میں سے ہے لہذا اس کا اعتبار کرتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی افضل کہا جائے گا کیونکہ یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے جو مثبت، محقق ومدلل اور مجمع علیہ ہے لہذا اگر اس کے خلاف کیا یعنی کسی دوسرے صحابی رسول ﷺ کو افضل قرار دیدیا تو چند قباحتیں لازم آئیں گی:

- ایک تو فریق اول کی شان میں غلو
- دوسرا تحلیل حرام (افضل کو مفضول بنانا)
- تیسرا تنقیص شان افضل
- چوتھا اس کے حق کی تضیع واتلاف جو کہ سراسر ظلم اور خلاف عدل ہے۔

(1) تهذيب اللغة، مجمل اللغة، مختار الصحاح، لسان العرب

یہ ہے وہ اہم ترین مسئلہ افضلیت کہ اگر اس میں بے احتیاطی سے کسی دوسرے کو افضل کہہ دیا تو آدمی ظالم بن گیا لیکن تعجب ہے مصنف زبدۃ التحقیق پر کہ اس کی اہمیت کے ہی سرے سے منکر ہوگئے۔

تفضیلی جل کر راکھ ہو گیا:

"اخبر نا الشیخان الامامان الحافظ زکی الدین محمد عبدالعظیم ابن عبدالقوی المنذری اذنا ورشید الدین ابو الحسین یحیٰ بن علی القرشی سماعا قالا اخبرنا القاضی الفقیه المکین جمال الدین ابو طالب احمد بن القاضی المکین ابی الفضل عبدالله ابن ابی علی الحسین بن حدید الکنانی سماعا اخبرنا الحافظ ابو طاهر احمد بن محمد بن ابراهیم السلفی اخبرنا الشیخ ابوالحسن المبارك بن عبدالجبار بانتخابی علیه اخبرناعبدالعزیز اخبرنا ابوبکر المفید حدثنا احمد بن عبدالاعلی الاخباری حدثنی صالح بن عبیدالله القرشی حدثنی ابن عبیدالله بن سلیمان عن شهر بن حوشب قال کنت اخرج الی الجبانة واصلی علی الجنائز الی ان ایاس من خروج الجنائز فادخل

فخرجت ذات یوم فلقیت رجلین قد توا ثبا و علیهما ثیاب صوف وقد ادمی احدهما صاحبه فدخلت لافرق بینهما وقلت ای ثیابکما ثیاب الاخیار وفعالکما فعال الاشرار ؟ فقال لی الذی ادمی صاحبه دعنی فما تدری ما یقول هذا قلت وما یقول ؟ قال یقول ان خیرالناس بعد رسول الله ﷺ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وان ابا بکر و عمر رضی اللہ عنہ کفرا بعداسلامهما وارتدا عن الاسلام وقا تلا المسلمین ویکذب بالقدر ویریٰ رای الخوارج ویبتدع فی الدین۔

فقلت له هکذا تقول ؟ قال: نعم فقلت لصاحبه دعه فان لك وله ربا بالمرصاد قال لا ادعه ا ویحکم بینی وبینه ۔ فقلت بما ذا وقد مات النبی ﷺ وانقطع الوحی؟ فنظر الی اتون بحذا ئه وقد اوقده صاحبه ویرید ان یطبق علیه فقال ندخل جمیعا الی هذا الاتون فمن کان منا علی حق نجا ومن کان منا علی باطل احترق فقلت للآخر اتفعل ذلك ؟ قال : نعم

فتقدما الی صاحب الاتون متلببین وقالا لا تطبق الباب فانا نرید ان ندخله فمنعهما فقالا لابد من ان ندخله فقال ماشا نکما وماالذی حملکما علی هذا فحدثاه بالقصة فنا شدهما ان لا یفعلا فابیا وقال السنی للبدعی اتقدم اوتتقدم ؟فقال بل تتقدم فتقدم السنی فحمدالله واثنیٰ علیه بما هواهله وقال

الهم انك تعلم ان دینی واعتقادی ان خیرالناس بعد رسولك ابو بکرالصدیق الذی نصر رسولك وواساه بنفسه وماله ونصره حیث کان اول من اسلم ووازره علی امره وامن به وبما جاءبه رسولك حیث لیس احدغیره ثانی اثنین اذهما فی الغار اذیقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فذکر من فضائله

ثم عمر بن خطاب الذی اعزرت به الاسلام وفرقت به بین الحق والباطل ثم عثمان بن عفان زوج ابنتی رسول الله ﷺ الذی قال له "لو کان لنا ثالثة لزوجناك" الذی جهز جیش العسرة وقام بامر النبی ﷺ فی نوائبه مع ذکر فضائله

ثم علی ابن ابی طالب ابن عم رسولك وزوج ابنته فاطمة اعز الخلق علیه و ابو ولدیه الحسن والحسین وکاشف الکرب عن وجه رسول الله ﷺ مع ذکر فضائله وانی اومن بالقدر خیره وشره وبما امر به رسولك ﷺ وما نهیٰ عنه ولا اریٰ رای الخوارج واومن بالبعث والنشر وانك الحق المبین لیس کمثلك شیٔ وانت تبعث من فی القبور واتبع ولا ابتدع

ثم قال الھم ھذا دینی واعتقادی فان کنت علی حق فبرد ھذہ النار کما بردتھا علی ابراھیم واصرف عنی حرھا ولھبھا واذاھا بحولك وقوتك فانی انما افعل ھذا غیرۃ لدینك ولما جآءبه رسولك واومن بالله۔ ثم دخل الاتون

ثم قال : الھم ھذا دینی واعتقادی وقال کما قال السنی صاحبه ودخل واطبق صاحب الاتون علیھما وانصرف علی انھما یحترفان قد جینا علی انفسھما وبقیت وحدی لا ارید الانصراف حتیٰ یتیبین امرھما فلم ازل انتقل من فیء الی فیء وعینی الی الاتون حتی زالت الشمس فسقط الطابق وخرج علی السنی و جبینه یعرق فقمت الیه وقبلت وجھه وقلت له کیف کنت؟

فقال بخیر ادخلت الی مجلس مفروش بانواع الفرش وفیه انواع الریاحین والخدم فنومت علی الفراش الی الساعة حتی جاءنی جائی فقال لی قم فقد حان لك ان تخرج من ھٰھنا وقد حان وقت الصلاۃ قم فصل

فخرجت فسالته التوقف ووجھنا خلف صاحب الاتون فجاء ومعه حدیدته فلم یزل یطلبه حتی وقعت فی موضع من بدنه فجرہ واخرجه وقد صار حممة الاجبھته فانھا بیضاء علیھا

سطران مکتوبان یقرؤهما الصادر والوارد هذا عبد طغیٰ
وبغیٰ وکفر بابی بکر وعمر الیس من رحمة الله
فاغلق الناس دکاکینهم ثلاث ایام لم یفتحوها یتناوبه
الناس فینظرون الیه ویسمعون من السنی حدیثه وتاب من
شتم ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما اربعة الاف نفس"۔(1)

ہمیں دو بزرگ اماموں نے خبر دی (۱) زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی منذری انہوں نے اجازت بھی دی (۲) رشید الدین ابوالحسین بن علی قرشی، ان سے یہ واقعہ سنا، انہیں خبر دی قاضی، متبحر فقیہ، جمال الدین ابو طالب احمد بن القاضی المکین ابوالفضل عبد اللہ بن ابی علی حسین بن حدید کنانی نے (سماعا) انہیں خبر دی حافظ ابو طاہر احمد بن محمد بن احمد بن ابراہیم سلفی نے، انہیں خبر دی شیخ ابوالحسن مبارک بن عبد الجبار نے، انہیں خبر دی عبد العزیز نے انہیں خبر دی ابو بکر نے انہیں خبر دی احمد بن عبد الاعلی اخباری نے، انہیں خبر دی صالح بن عبید اللہ قرشی نے، انہیں خبر دی ابن عبید اللہ بن سلیمان نے انہوں نے روایت کی شہر بن حوشب سے۔

حضرت شہر بن حوشب نے فرمایا کہ میں شہر کے باہر کھلے میدان میں جنازوں پر نماز جنازہ پڑھنے کیلئے نکل جاتا تھا اور جب مجھے اندازہ ہو جاتا کہ اب کوئی جنازہ نہیں آئے گا تو میں واپس آجاتا تھا۔

ایک دن میں نکلا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو شخص آپس میں گھتم گھتا ہو رہے ہیں، دونوں نے اون کا لباس پہنا ہوا تھا، ان میں سے ایک نے دوسرے کو زخمی کر دیا، میں نے انہیں چھڑانے کے لئے مداخلت کی اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کپڑے تو نیک اور شریف لوگوں کے پہن رکھے ہیں، لیکن کام شریر لوگوں کے ہیں۔

جس شخص نے دوسرے کو زخمی کیا تھا وہ کہنے لگا: مجھے چھوڑ دو، تمہیں معلوم نہیں کہ یہ کیا کہتا ہے؟ میں نے کہا: کیا کہتا ہے؟ کہنے لگا: یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے

---

(1) مصباح الظلام ص 87-91 دار الکتب العلمیہ بیروت

افضل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اسلام لانے کے بعد معاذ اللہ کافر ہو گئے تھے، اسلام سے برگشتہ ہو گئے تھے، اور انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی نیز یہ شخص تقدیر کا انکار کرتا ہے اور خارجیوں والا عقیدہ رکھتا ہے، اور دین میں راہ بدعت نکالتا ہے میں نے دوسرے شخص سے پوچھا کہ کیا واقعی تیرے عقائد یہی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، میں (شہر بن حوشب) نے اس کے ساتھی کو کہا اسے چھوڑ دو، کیونکہ تیرا اور اس کا رب سب کچھ دیکھ رہا ہے، اس نے کہا میں اسے نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرمادے۔

میں (شہر بن حوشب) نے کہا کیسے فیصلہ فرمادے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحلت فرماگئے ہیں اور سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے۔ اس نے قریب ہی واقع حمام کے آتش دان کی طرف دیکھا، جسے اس کے مالک نے سلگا رکھا تھا اور اس کا دروازہ بند کرنے والا تھا، شخص مذکور نے کہا کہ ہم دونوں اس آتش دان میں داخل ہوں گے، ہم میں سے جو حق پر ہوگا وہ بچ جائے گا۔ اور جو باطل پر ہوگا جل جائے گا۔

میں نے دوسرے شخص سے پوچھا کہ تو بھی اس کے لئے تیار ہے، اس نے کہا ہاں! دونوں آتش دان کے مالک کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ آتش دان کا دروازہ بند نہ کرنا ہم اس میں داخل ہونا چاہتے ہیں، میں نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا، لیکن ان دونوں نے کہا کہ ہم اس میں داخل ہو کر رہیں گے، مالک نے کہا وجہ کیا ہے؟ اور تم آگ میں جانے کیلئے کیوں بیقرار ہو؟ انہوں نے پورا واقعہ بیان کر دیا، اس نے پھر انہیں اس حرکت سے منع کیا، لیکن وہ نہیں مانے۔ سنی نے بدعتی کو کہا: میں پہلے داخل ہوں یا تم پہلے داخل ہو گے؟ اس نے کہا پہلے تم داخل ہو۔ سنی آگے بڑھا اس نے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق حمد و ثنا کی اور دعا مانگی: بار الٰہ! تو جانتا ہے کہ میرا دین اور عقیدہ یہ ہے کہ تیرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب انسانوں سے افضل ابو بکر صدیق ہیں جنہوں نے تیرے رسول کی امداد کی اور جان و مال کے ساتھ آپ کی خدمت کی اور نصرت یوں کی کہ وہ سب سے پہلے اسلام لائے، آپ کے مقصد کی تکمیل کیلئے دست و بازو بنے اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جو کچھ آپ لائے اس پر ایمان لائے، ان کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں تھا جسے ثانی اثنین کہا جا سکے، جب وہ غار میں تھے، جب تیرے حبیب

اپنے صاحب کو فرمارہے تھے: غمگین نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے، اسی طرح ان کے دوسرے فضائل بیان کئے۔

پھر حضرت عمر فاروق افضل ہیں جن کے ذریعے تو نے اسلام کو عزت بخشی اور ان کے ذریعے حق و باطل میں فرق کیا، پھر عثمان غنی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں کے شوہر ہیں، جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر ہماری تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی تمہارے نکاح میں دے دیتے، وہی ہیں جنہوں نے جیش عسرت کو (غزوۂ تبوک کے موقع پر) تیار کیا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے حکم پر درپیش معاملات میں ذمہ داری نبھائی تھی، اس کے علاوہ دیگر فضائل بیان کئے۔ ان کے بعد حضرت علی بن ابی طالب ہیں جو تیرے رسول ﷺ کے چچا کے بیٹے اور آپ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شریک حیات، تمام مخلوق میں آپ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ معزز اور آپ کے دونواسوں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے والد اور رسول اللہ ﷺ کی پریشانیوں کو دور کرنے والے ہیں اور ایسے ہی دیگر فضائل بیان کئے۔

اور میں اچھی اور بری تقدیر پر ایمان رکھتا ہوں اور ہر اس چیز پر میرا ایمان ہے جس کا تیرے رسول ﷺ نے حکم دیا، اور جس سے منع فرمایا، میرا عقیدہ وہ نہیں ہے جو خوارج کا ہے، میں قبروں میں سے اٹھائے جانے اور میدان محشر کی طرف چلائے جانے پر ایمان رکھتا ہوں، تو حق ہے اور حق بیان فرمانے والا ہے، تیری مثل کوئی شے نہیں، تو ہی اہل قبور کو اٹھائے گا، میں سلف صالحین کی پیروی کرتا ہوں اور راہ بدعت اختیار نہیں کرتا۔

پھر کہا: اے اللہ یہ میرا دین اور عقیدہ ہے، اگر میں حق پر ہوں تو اس آگ کو میرے لئے ٹھنڈا فرمادے، جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے اسے ٹھنڈا کیا تھا، تو مجھ سے اس کی تپش کے شعلوں اور اذیت کو اپنی قوت اور قدرت سے پھیر دے، کیونکہ میں یہ کام تیرے دین کی غیرت کی بنا پر کررہا ہوں اور جو کچھ تیرے رسول گرامی ﷺ لائے اس کی حمایت کی بنا پر کررہا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں۔

پھر وہ آتش دان میں داخل ہو گیا۔

اس کے بعد بدعتی آگے بڑھا اس نے سنی کی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر کہنے لگا: میرا دین یہ ہے کہ رسول اللہ کے بعد سب سے افضل انسان علی بن ابی طالب ہیں، پھر سنی کی طرح ان کے فضائل بیان کیے اور کہا کہ میں ان کے علاوہ کسی کا حق نہیں جانتا، کیونکہ ابو بکر اسلام کے بعد کافر ہو گئے تھے، انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی تھی، دین سے برگشتہ ہو گئے تھے، اسی طرح عمر، پھر اس بدعت کا ذکر کیا جس کا وہ قائل تھا اور اس چیز کا ذکر کیا جس کی وہ تکذیب کرتا تھا۔

پھر اس نے کہا: اے اللہ! یہ میرا دین اور عقیدہ ہے اور ویسے ہی الفاظ کہے جیسے سنی نے کہے تھے۔

اور آگ میں داخل ہو گیا، آتش دان کے مالک نے دوازہ بند کر دیا اور یہ سوچ کر چل دیا کہ دونوں جل کر راکھ ہو جائیں گے اور یہ کہ ان دونوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (اور خودکشی کی ہے) شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں وہیں کھڑا رہا میں ان دونوں کا فیصلہ سامنے آنے سے پہلے جانا نہیں چاہتا تھا۔

میں ایک سائے سے دوسرے سائے کی طرف منتقل ہوتا رہا، لیکن میری آنکھیں بدستور آتش دان کی طرف لگی ہوئی تھیں، یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا، اچانک دروازہ کھلا اور سنی باہر نکلا اس کی پیشانی پسینے سے تر تھی، میں اٹھ کر اس کے پاس گیا اور اس کا منہ چوما، اس کے بعد پوچھا تم کس طرح رہے؟

اس نے کہا: خیریت کے ساتھ رہا، مجھے ایسی نشست گاہ تک پہنچا دیا گیا جہاں طرح طرح کے قالین بچھے ہوئے تھے اور اس میں مختلف قسم کے پھول تھے اور خدام تھے، مجھے ایک قالین پر سلا دیا گیا، میں اس وقت تک وہاں سوتا رہا، یہاں تک کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا: اٹھو، تمہارے اس جگہ سے جانے کا وقت ہو چکا ہے، نماز کا وقت ہو گیا ہے، اٹھو اور نماز پڑھو، چنانچہ میں باہر نکل آیا، میں نے اس سنی کو کہا کہ تھوڑی دیر یہیں ٹھہرو، اور آتش دان کے مالک کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا، وہ آیا تو اس کے پاس لوہے کی کنڈی تھی، وہ بدعتی کو تلاش کرتا رہا، یہاں تک کہ کنڈی اس کے جسم کے کسی حصے پر لگی، اس

نے اس کو کھینچ کر نکالا جو جل کر کوئلہ ہو چکا تھا، صرف اس کی پیشانی باقی تھی وہ سفید تھی اس پر دو سطر ح لکھی ہوئی تھیں جنہیں ہر آنے جانے والا پڑھ سکتا تھا۔

اس کی پیشانی پر لکھا تھا:

یہ وہ بندہ ہے جس نے بغاوت کی اور حد سے تجاوز کیا اور ابو بکر و عمر کی صحابیت وافضلیت کا انکار کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے

لوگوں نے تین دن تک اپنی دکانیں بند رکھیں، کسی نے دکان نہیں کھولی، لوگ باری باری آتے اور اس شخص کو دیکھتے، سنی سے اس کی داستاں سنتے، چار ہزار افراد نے حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو گالی دینے سے توبہ کی"۔

اس واقعہ سے ہر ذی شعور اندازہ لگا سکتا ہے کہ مسئلہ افضلیت کی اہمیت اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا ہے؟ کہ اس کے قائل کو آگ میں نعمتیں عطا کیں اور سرخرو فرمایا جبکہ اس کے منکر کو جلا کر راکھ کر دیا تاکہ آج کے بعد کوئی یہ برا عقیدہ نہ رکھے مگر باوجود اس کے صاحب زبدۃ التحقیق اس کی اہمیت کے انکار پر ڈٹے ہوئے ہیں جو ہٹ دھرمی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری:

علماء اہلسنت تو اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں مگر عوام اہلسنت کیلئے اتنی وضاحت ضروری ہے کہ مصنف "زبدۃ التحقیق" نے سارا مواد غایۃ التبجیل سے لیا ہے اگرچہ مصنف "زبدۃ التحقیق" کے مریدین اور متوسلین کہتے ہیں کہ "یہ موصوف کی اسی ۸۰ سالہ زندگی کا نچوڑ ہے انہوں نے اسی سال میں جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ پیش کیا ہے"۔

بہر حال زبدۃ التحقیق ماخوذ ہے غایۃ التبجیل سے گویا دور حاضر میں تمام تفضیلیوں کا سرغنہ لیڈر مصنف غایۃ التبجیل ہے۔ اور یہی اس سارے گھرانے (تفضیلیوں) کا سربراہ ہے اس نے بھی یہاں تک تو لکھ ہی دیا ہے کہ مسئلہ افضلیت کو بیان کرنا یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل البشر بعد الانبیاء کہنا اور حضرت علی کو ان پر تفضیل نہ دینا واجب ہے۔ موصوف غایۃ التبجیل رقم طراز ہیں کہ "اگر سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو افضل کہا جائے تو یہ بات چونکہ شیخین سے عداوت اور افتراء کا ذریعہ بنتی ہے اور اس سے مفاضلہ اور مقابلہ کا دروازہ کھلتا ہے اور یہ ایسی

برائی ہے جس سے روکنا واجب ہے اور جس چیز پر واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے لہذا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جس نے مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہا میں اسے مفتری کی حد ماروں گا۔

"ھذا من باب التنبیہ بالادنی علی الاعلی والتھدیہ والتوتمد سد لذریعة ومن باب مالا یتم الواجب الایة فھو واجب"۔ (1)

اب مسئلہ افضلیت کے بیان کا واجب ہونا تفضیلیہ کے گروکے قول کے مطابق ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ گروصاحب جس مسئلہ کو واجب قرار دے رہے ہیں چیلہ صاحب اسی مسئلہ کے بارے میں گل فشانی فرمارہے ہیں۔ کہ اسکی کوئی اہمیت نہیں ہے اس پر لے دے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ خود اپنی ہی قینچی تھی جس سے کٹے
تیرے دونوں بازو --- تیرے بال وپر

مصنف زبدۃ التحقیق سے سوال:

بقول آپ کے اس مسئلہ کی کوئی اہمیت ہی نہیں اس پر اتنا زور دینے کی ضرورت نہیں ہے تو آپ نے چار سو صفحات کالے کرنے کی زحمت کیوں گوارا کی ہے؟ یعنی یہ مسئلہ اتنا غیر اہم ہے کہ آپ جیسے آدمی نے بھی اپنی اسی سالہ زندگی میں کسی موضوع پر قلم نہیں اٹھایا لیکن اس مسئلہ پر چار سو صفحات کالے کر دیئے ہیں جو کہ ہر ذی شعور کیلئے اس کے اہم ہونے کی کافی ووافی دلیل ہے۔

آئینہ دیکھ کر اپنا سامنہ لے کے رہ گئے
صاحب کو اپنی زبدہ پہ کتنا غرور تھا

قارئین کرام! آپ بھی مفکر اسلام کو اس تکلف کی داد دیں کہ مفکر اسلام نے ایک غیر اہم مسئلہ پر تو لکھ کر اپنا وقت ضائع کیا لیکن اپنی اسی سالہ عمر عزیز میں اہم موضوعات پر کبھی ایک لفظ تک بھی نہ لکھا۔ اور ممکن یہ بھی ہے کہ شیخ موصوف اب فقیر کے اس اعتراض کے بعد

(1) غایۃ التبجیل ص ۲۶۰

نظریہ ہی بدل لیں اور کہیں کہ یہ مسئلہ تو اہم ہے کیونکہ ہم نے جو اس پر لکھ دیا ہے اور باقی مسائل غیر اہم۔ کیونکہ

ناممکن اس دنیا میں کچھ بھی نہیں ہے مظفر
دودھ بھی کالا ہوسکتا ہے شہد بھی کڑوا ہو سکتا ہے

- ویسے بات بڑھ گئی۔ میں تو مؤدبانہ سوال کر رہا تھا کہ اگر یہ مسئلہ اہم نہیں تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس مسئلہ پر اجماع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ گویا صحابہ نے ایک غیر اہم مسئلہ پر اجماع کیا؟؟
- اگر یہ مسئلہ اتنا ہی غیر اہم تھا سیدنا علی المرتضی (جو امت مصطفوی میں سب سے بڑے قاضی ہیں) کو اسی کوڑے مارنے کی کیا ضرورت تھی؟
- اگر یہ مسئلہ اہم نہیں تھا تو عقائد کے ہر کتاب میں اس کو بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی
- اگر اتنا ہی غیر اہم تھا تو علماء کو اس کے منکر کو منافق، خبیث، بدعتی، رافضی اور یزید کا ساتھی کہنے کی کیا ضرورت تھی؟
- اور حضرت یہ بھی وضاحت فرما دیں کہ آپ کے گرو جی (صاحب غایۃ التبجیل) تو رقمطراز ہیں کہ "اس کا عقائد سے کوئی تعلق نہیں" جبکہ آپ کے نزدیک یہ باب عقائد میں سے ہے (زبدۃ التحقیق ص ۳۵۹) تو ہم کس کی مانیں اور کس کا انکار کریں؟

ساقی کا احترام بھی لازم ہے، اے صبا!
ہر ہر قدم پر لغزش بے جا نہ کیجئے

بہر حال اکابر اہلسنت کے حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اس پر لے دے اور بحث و تمحیص کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اصاحب زبدہ کا اس کو غیر اہم قرار دینا مکابرہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

بنابرایں عوام اہل سنت اپنے ائمہ اعلام کے پیچھے چلیں نہ کہ صاحب زبدہ کے پیچھے کیونکہ موصوف جس گہری کھائی میں آپ کو گرانا چاہتے ہیں اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور موصوف کی پیروی میں سوائے کف افسوس ملنے کے کچھ نہیں ہے۔

باب سوم

معنی افضلیت
اور اس کے متعلق
شبہات کا ازالہ

معنی افضلیت اور اس کے متعلق شبہات کا ازالہ

پچھلے باب میں افضلیت کی اہمیت کے متعلق چند معروضات پیش کی گئیں اب ہم اس باب میں معنی افضلیت ذکر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ افضلیت کا مدار کس چیز پر ہے؟ اور مصنف زبدۃ التحقیق نے جن اشیاء کا افضلیت میں دخل بتایا ہے کیا ان کا افضلیت میں دخل ہے یا نہیں؟

ہم اہلسنت وجماعت کے نزدیک افضلیت کا معنی ہے کثرت ثواب یعنی جو افضل ہو گا اسے کثرت ثواب حاصل ہو گا لہذا افضلیت کا دارومدار کثرت ثواب پر ہے نہ کہ کثرت فضائل پر۔ اس کے متعلق اکابرین اہلسنت کے حوالہ جات پیش کرنے سے قبل افضلیت کی جو تعریف اور وضاحت موصوف نے فرمائی ہے اس کو نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو "افضلیت ایسے وصف کامل کا نام ہے جو کسی ایک کے اندر پایا جائے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ اگر کوئی دوسرا شریک پایا گیا تو وہ وصف کمال فضیلت کہلائے گا افضلیت نہیں کہلائے گا"۔ (1)

معنی افضلیت:

افضل چونکہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے لہذا اس کی وضاحت ضروری ہے کہ تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

اسم تفضیل کی تعریف:

"اسم تفضیل کہ دلالت کند بر زیادت معنی فاعلیت نسبت بدیگر بروزن افعل آید"۔ (2)

لغوی معنی

اسم تفضیل کا لغوی معنی افضلیت اور ترجیح دینا۔

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۵۵

(2) علم الصیغہ، صفحہ نمبر 12، قدیمی کتب خانہ کراچی

اصطلاحی تعریف:

اصطلاح میں اس اسم مشتق کو کہتے ہیں جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس میں معنیٰ فاعلیت دوسروں کی نسبت زیادتی کے ساتھ پایا جائے جیسے" زید اضرب من عمرو" اس میں اضرب اسم تفضیل یہ بتلا رہا ہے کہ زید کی ذات معنیٰ فاعلیت یعنی مارنے کے ساتھ متصف ہونے میں عمرو سے بڑھ کر ہے یعنی عمرو سے زیادہ مارنے والا ہے۔

یونہی جب یہ کہا جاتا ہے کہ افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فضل ،بزرگی، فضیلت دیگر حضرات میں بھی پائی جاتی ہے لیکن یہ فضل و بزرگی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں دوسروں سے زیادہ پائی جاتی ہے۔

قارئین کرام! ذیل میں ہم مبالغہ کی تعریف اور پھر اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق بھی بیان کر دیتے ہیں۔ تاکہ افضل جو کہ صیغہ اسم تفضیل ہے کا مفہوم بالکل نکھر کر سامنے آجائے اور مبحوث عنہا مسئلہ روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔ تو دیکھیے

اسم مبالغہ کی تعریف:

وہ اسم مشتق جو معنیٰ فاعلیت کی زیادتی پر دلالت کرے جیسے ضراب بہت زیادہ مارنے والا یہاں معنیٰ فاعلیت ہے ضرب یعنی مارنا اور ضراب نے اس معنیٰ فاعلیت کی زیادتی پر دلالت کی ہے۔

اسم تفضیل اور اسم مبالغہ میں فرق:

مفتی عنایت احمد کاکوروی رحمۃ اللہ علیہ اس فرق کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وفرق درمعنیٰ صیغه مبالغه واسم تفضیل اینست که درصیغه مبالغه منظورزیادت می باشددرمعنیٰ فاعلیت فی حد ذاته نه نظربدیگرے ودر اسم تفضیل زیادت منظور میباشد نظر بدیگر ے اضرب من زید یا اضرب القوم خواهند گفت زننده تر است از زید یا زننده تر است از

قوم و اگر صرف لفظ اضرب یا اکبر آید معنی نسبت مقدر میباشد مثلا در الله اکبر مراد اینست که اکبر من کل شی بزرگ تر است از هر شی و معنی ضراب زیادہ زنندہ است وبس نسبت بکسے ملحوظ نیست"۔ (1)

اسم مبالغہ اور اسم تفضیل کے معنی میں فرق یہ ہے کہ مبالغہ کے صیغہ میں معنی فاعلیت کی زیادتی مقصود ہوتی ہے۔ اپنی ذات کے اعتبار سے اس میں غیر کا اعتبار نہیں ہوتا اور اسم تفضیل کے صیغہ میں معنی فاعلیت کی زیادتی مقصود ہوتی ہے۔ دوسرے کے مقابلے میں مثلا "خالد اضرب من زید" میں اضرب اسم تفضیل ہے۔ جو اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ خالد زید کے مقابلے میں زیادہ مارتا ہے یعنی اس کا مارنا زید کے مارنے سے زیادہ ہے۔ اگرچہ زید بھی ٹھیک ٹھاک پٹائی کرتا ہو۔ لیکن اس مار پیٹ میں وہ خالد کا مقابلہ نہیں کر پاتا۔ "رجل ضراب" میں ضراب اسم مبالغہ ہے۔ جو اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ آدمی بذات خود بہت مارنے والا بندہ ہے۔ یہ مقصد نہیں کہ زید یا بکر سے زیادہ مارنے والا ہے۔ یہاں غیر کا اعتبار نہیں جب یہ معلوم ہوا کہ اسم تفضیل میں معنی فاعلیت کی زیادتی مقصود ہوتی ہے غیر کے اعتبار سے، تو عموما وہ غیر اسم تفضیل کے بعد مذکور ہوتا ہے۔ جس کو مفضل علیہ کہتے ہیں اور اسم تفضیل جس ذات پر دلالت کرتا ہے اس کو مفضل کہتے ہیں۔ مثلا "عمرو اضرب من زید" میں عمر مفضل ہے اور زید مفضل علیہ ہے اور "زید اضرب القوم" میں زید مفضل ہے اور القوم مفضل علیہ اگر کہیں مفضل علیہ مذکور نہ ہو تو وہ مقدر ہوگا یعنی لفظا اگرچہ مذکور نہیں لیکن نیت میں مراد ہوگا جیسے اللہ اکبر یہاں مفضل علیہ مقدر ہے یعنی "من کل شیء"۔

(1) علم الصیغہ صفحہ:16، قدیمی کتب خانہ کراچی

افضلیت سے کیا مراد ہے؟

اب ہم اکابرین کے اقوال پیش کرتے ہیں کہ مسئلہ افضلیت میں معنی افضلیت کیا چیز ہے۔

مجدد مائتہ حاضرہ وسابقہ سیدی امام احمد رضا خان محدث بریلی رقمطراز ہیں:

"بل الافضلیة فی کثرة الثواب وقرب رب الارباب والکرامة عند الله تعالی"۔ (1)

بلکہ افضلیت کثرت ثواب اور رب الارباب (اللہ تعالیٰ) کے قرب اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کرامت وبزرگی میں ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ارید بالافضلیة کثرة الثواب"۔ (2)

افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے۔

امام عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ذکر المحققین ان فضیلة المبحوث عندها فی الکلام هو کثرة الثواب عند الله تعالی ای اعلم الجزاء علی اعمال الخیر۔

محققین نے ذکر کیا ہے کہ کلام (افضلیت) میں جس چیز میں بحث ہے وہ کثرت ثواب ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یعنی اعمال خیر پر بڑی جزا ہے۔ (3)

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مقرر علما است کہ افضلیت باعتبار کثرت ثواب نزد خدائے جل وعلا ایجا مراد است نہ افضلیت کہ بمعنی ظہور ومناقب بود۔" (4)

---

(1) المستند المعتمد، ص ۲۹۰، دار العرفان لاہور

(2) شرح فقہ اکبر ص ۶۳ قدیمی کتب خانہ کراچی

(3) نبراس ص ۴۸۴ مطبوعہ موسسۃ الشرف لاہور مرام الکلام ص ۴۵ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ ملتان

(4) مکتوبات شریف دفتر اول حصہ چہارم ص ۴۸۸ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

علماء کرام کے نزدیک اس جگہ افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے نہ کہ وہ افضلیت جو بمعنی کثرت ظہور فضائل ومناقب ہے۔

محدث کبیر امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ولکنھا اکثر ثوابا واعظم نفعا للمسلمین والاسلام واخشی واتقی ممن عداھما من اولادہ فضلا عن غیرھم"۔ (1)

لیکن یہ دونوں شیخین یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ثواب کے لحاظ سے اکثر ہیں مسلمانوں اور اسلام کے نفع کے لحاظ سے اعظم ہیں اور ان دونوں حضرات میں اللہ تعالیٰ کا خوف وتقوی سب سے زیادہ ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک سے بھی تقوی وپرہیز گاری میں زیادہ ہیں چہ جائیکہ دوسرے حضرات۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

"ومراد از افضلیت کثرت ثواب است عند اللہ تعالیٰ۔"(2)

اور افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اکابرین اہلسنت نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ افضلیت سے مراد اکرمیت عند اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کہ ہاں اکرم وافضل ہونا اور اس پر کثرت ثواب جیسا کہ باری تعالیٰ کی عادت مبارکہ ہے کہ نیک کو نیکی پر اجر دینا اور گناہ گار کو سزا دینا لیکن اس پر کوئی بھی چیز لازم نہیں اسی طرح اس ذات کی عادت مبارکہ ہے کہ سب سے بڑے متقی اتقی کو سب سے زیادہ ثواب دینا۔ اور یہ شان جیسا کہ الاتقی کی بحث کے باب میں آئے گی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

---

(1) الصواعق المحرقہ ص۵۹ کتب خانہ مجیدیہ ملتان

(2) تکمیل الایمان ص۵۵ مطبوعہ لکھنؤ ہندوستان

اعتراض: مصنف زبدۃ التحقیق نے صفحہ ۱۹۹ پر یہ سرخی "مسئلہ افضلیت میں اختلاف مذاہب" قائم کر کے چند سطور کے بعد لکھا۔ "کیا حضرات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جملہ اہل بیت وامت سے من کل الوجوہ افضل ہیں؟" اس کے بعد شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے فتاوی عزیزی سے ایک سوال وجواب نقل کر کے خیانت ودھوکہ کے ساتھ اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن بری طرح ناکام رہے۔ وہ سوال وجواب یہ ہے۔

سوال: (صاحب زبدہ کی طرف سے)

اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے کہ تفضیل شیخین پر اجماع ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر شیخین کے تفضیل ہر وجہ سے ثابت ہے کہ نہیں؟ (بلفظہ)

جواب: (صاحب زبدہ خود ہی جواب دے رہے ہیں)

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی تفضیل حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ پر ہر وجہ سے نہیں ہے (فضیلت مطلقہ ثابت نہیں) بلکہ علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حضرات شیخین میں بھی کسی سے ایک صاحب کی تفضیل دوسرے پر ہر وجہ سے ثابت ہونا محال ہے اس واسطے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد سیفی وسنانی میں فن قضاء وکثرت روایت حدیث میں اور مسئلہ ... وحنفیت میں اور علی الخصوص اس وجہ سے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ زوجیت کی قرابت ہے افضل ہیں۔ ان وجوہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر قطعی طور پر ثابت ہے اور ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر بھی قطعی طور پر ان امور میں ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایمان لے آئے اور ایسے ہی پہلے نماز بھی پڑھی۔ (1)

صاحب زبدۃ کے اعتراض کا جواب:

مصنف زبدۃ التحقیق نے کتاب میں سرخی تو یہ قائم کی کہ "مسئلہ افضلیت میں اختلاف" اور پھر فتاوی عزیزیہ سے جو سوال جواب پیش کیا وہ افضلیت من کل الوجوہ کے متعلق ہے۔ اور یہ

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۲۰۰، ۱۹۹

بات ہم اہل سنت وجماعت کو بھی مسلم ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مولی علی او ردیگر صحابہ پر من کل الوجوہ نہیں ہے اور یہی بات شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں نقل کی ہے۔ لیکن صاحب زبدہ کو یہ بات نظر نہیں آئی یا پھر ان کو سمجھ نہیں آئی کہ اس سوال کے جواب میں شاہ صاحب نے افضلیت من کل الوجوہ کی نفی تو کی ہے لیکن افضلیت پر اجماع کی نفی نہیں کی جب کہ سائل کا سوال یہ تھا کہ اہل سنت کے نزیک ثابت ہے کہ تفضیل شیخین پر اجماع ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر شیخین رضی اللہ عنہما کی تفضیل ہر وجہ سے ثابت ہے کہ نہیں؟ تو اس میں جز ثانی کا تو شاہ صاحب نے جواب دیا (جو کہ مصنف زبدہ نے ذکر کیا ہے)۔

لیکن جز اول پر سکوت اختیار فرمایا اس لیے کہ جز اول تو سائل کو مسلم ہے اور سائل نے جز اول کے متعلق سوال پوچھا ہی نہیں (تو کیا بغیر پوچھے اس پر کلام کرنا عبث و بے فائد نہیں تھا؟) اور دوسری بات یہ ہے کہ جز اول (تفضیل شیخین پر اجماع ہے) جو کہ سائل کو مسلم ہے اگر اس کو تسلیم کرنا درست نہ ہوتا تو شاہ عبد العزیز ضرور بضرور اس پر کلام فرماتے۔ آپ کا کلام نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ جز اول (تفضیل شیخین پر اجماع ہے) آپ کے نزدیک بھی مسلم ہے جیسا کہ مقولہ مشہور ہے السکوت فی معرض البیان بیان۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ شاہ صاحب نے افضلیت مطلقہ کی نفی نہیں فرمائی بلکہ افضلیت من کل الوجوہ کی نفی فرمائی ہے۔

اب اگر صاحب زبدہ شاہ صاحب کی بات کو حجت مانتے ہیں (لازمی بات ہے کہ مانتے ہیں تب ہی تو ان کی عبارت بطور دلیل پیش کی ہے) تو پھر شاہ صاحب کا افضلیت شیخین پر اجماع بھی مسلم ہونا چاہئے جب کہ موصوف نے شاہ صاحب کے فتاوی سے سوال وجواب تو نقل کیا لیکن دو باتوں میں سے ایک کو تسلیم کیا اور دوسری کے انکار پر مصر ہیں۔ یعنی میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو۔

موصوف نے اس سوال وجواب سے صفحے کیوں کالے کئے:

رہی یہ بات کہ شاہ صاحب نے افضلیت من کل الوجوہ کی نفی کی ہے جو کہ اہلسنت کو بھی مسلم ہے تو پھر موصوف نے اس پر چند صفحے مزید کیوں سیاہ کیے؟؟

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نے افضلیت من کل الوجوہ، افضلیت مطلقہ یا فضل کلی اور فضل جزئی وغیرہ میں فرق نہیں سمجھا جو جہالت کی انتہا ہے سیدی اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا:

جہالت بھی کیا بد بلا ہے
خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے

تو آیئے ہم سب سے پہلے افضلیت مطلقہ اور افضلیت من کل الوجوہ کی مختصر وضاحت کرتے ہیں تاکہ بات سمجھنے میں آسانی ہو۔

افضلیت من کل الوجوہ:

امام اہلسنت، سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

افضلیت من کل الوجوہ کا مطلب یہ ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر ہر وجہ و خوبی اور وصف میں افضل ہے یہ عقیدہ باطل ہے۔ کیونکہ شیخین کی فضیلت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر من کل الوجوہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کثیر تعداد میں ایسے خصائص عطا فرمائے ہیں جن میں کسی صحابی کا حصہ نہیں (جیسا کہ اسی بات کو شاہ عبد العزیز صاحب نے بھی موصوف کے نقل کردہ فتوی میں ذکر کیا ہے)۔

چونکہ ابتداء مسئلہ تفضیل میں دو ہی مذہب تھے اہلسنت جو حضرات شیخین کو سب صحابہ سے افضل مانتے ہیں اور تفضیلیہ جو مولی علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل مانتے ہیں۔ مگر زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ میں دو سے چار مذاہب ہو گئے ادھر والوں میں سے بعض نے من کل الوجوہ تفضیل شیخین کا دعوی کر دیا اور ادھر والوں میں سے بعض نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم اہلسنت کی ترتیب مانتے ہیں کہ سب سے افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہے مگر فلاں حیثیت سے اور دوسری حیثیت سے حضرت علی افضل ہے یہ ان لوگوں نے اس لیے کیا کہ لوگ انہیں اہلسنت کہیں کوئی تفضیلیہ نہ کہے اور موقف تفضیلیہ والا ہی اپنائے رکھیں۔

جب کہ اہلسنت ہرگز صرف کسی خاص جہت سے افضلیت صدیق کے قائل نہیں بلکہ وہ تو صدیق کے لئے افضلیت مطلقہ کے قائل ہیں یعنی جب مطلق (بغیر کسی قید کے) افضل کہا جائے گا تو اس سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے۔ (1)

---

(1) مطلع القمرین ص ۲۱۔۲۲ مکتبہ بہار شریعت

امام اہل سنت کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ افضلیت من کل الوجوہ کا عقیدہ باطل و مردود ہے۔ اہل سنت اس کے قائل نہیں بلکہ اہل سنت افضلیت مطلقہ کے قائل ہیں اور موصوف یہ فرق سمجھ نہیں سکے، چلیں کوئی بات نہیں ہم سمجھا دیتے ہیں۔

افضلیت مطلقہ و فضل کلی کی وضاحت:

امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فضل کلی و افضلیت مطلقہ اور فضل جزئی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"فضل لغت میں بمعنی زیادت ہے، اور افضل جو اپنے غیر سے زیادہ ہو، مگر ہم جو نظر کرتے ہیں تو بعض فضائل ایسے ہیں جن کی رو سے ان کے متصف پر لفظ افضل بہ ارسال واطلاق محمول ہوتا ہے، کسی جہت وحیثیت سے تقیید کی حاجت نہیں ہوتی، اور بعض کی رو سے قید خاص لگا کر اطلاق کرتے ہیں، مطلق چھوڑنا روا نہیں رکھتے مثلاً ایک شخص فنون سپہ گری میں طاق بانک بنوٹ میں مشتاق، گھوڑا اچھا پھراتا ہے، تیغ و تیر خوب لگاتا ہے، دوسرا عالم تحریر، فاضل بے نظیر جب ان دونوں کی نسبت سوال ہو گا، ان میں کون افضل؟ تو جواب دیا جائے گا عالم اور اس وقت کسی قید و خصوصیت کی احتیاج نہ ہو گی۔ اور عسکری کی فضیلت خاصہ بیان کرنا چاہیں گے تو یوں کہیں گے کہ یہ سپاہی اس عالم سے فنون سپہ گری میں افضل ہے بغیر اس قید کے اس کی افضلیت کا حکم درست نہ ہو گا۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ فضائل باہم درجات شرف میں متفاوت ہیں نہ متساویۃ الاقدام۔ پس جب دو فضیلتوں متفاوتہ کے متصفین سے سوال ہو گا افضل مطلق صاحب فضل وشرف پر محمول ہو گا اور دوسرے کو افضل کہیں تو اس فضل خاص کی قید لگا کر نہ مطلقاً "ھذا ظاھر جدا"۔۔۔

اب وہ شخص جس نے تمام آدمیوں خواہ کسی قوم خاص میں سب سے افضل کہیے اور اسے اپنے ان اغیار میں جس کے ساتھ ملا کر پوچھیے افضل مطلق کا حمل اسی پر کیا جائے۔ بالضرور ایسے فضل میں فائق ہونا چاہیے جو ان سب اغیار کے فضائل سے اشرف واعلیٰ ہو۔ جیسے علم و تفقہ فی الدین بہ نسبت مہارت فنونِ حرب وغیرہ کے، ورنہ اگر ان میں کوئی شخص اس سے بہتر فضیلت رکھتا ہے تو جب اس کے ساتھ ملا کر دریافت کریں گے، افضل بالاطلاق اسی پر اطلاق

ہو گا۔ پھر یہ شخص ان سب سے افضل کب رہا، ھذا خلف۔۔ ہم ایسے ہی فضل کا نام فضلِ کلی وفضلیت مطلقہ رکھتے ہیں۔ اور جن فضائل کی رو سے یہ اطلاق بعد تقیید جہت وحیثیت صحیح ہوتا ہے وہ فضائلِ جزئیہ وخاصہ ہیں۔ اور زبانِ عرب میں فضل اول سے بہ تعریف لفظ اخبار ہوتا ہے، اور ثانی سے اس کی تنکیر کے ساتھ،

"فیقال: للعالم الفضل علی العسکری، ولھذا العسکری فضل ما علی العالم"۔

پس کہا جاتا ہے کہ عالم کیلئے سپاہی پر فضیلت ہے لہذا سپاہی کو عالم پر جزوی فضیلت ہو سکتی ہے۔

پس ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے کہ جب کلام ایسے شخصوں میں ہو جن میں ہر ایک خصوصیتِ خاصہ رکھتا ہے کہ اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں، اور ان میں ایک کو سب سے افضل کہا جائے اور وہ حکم جہتِ خاصہ کی تقیید سے عاری ہو، تو اس کلام سے یہی معنی سمجھے جائیں گے کہ یہ شخص اپنے اصحاب پر فضل کلی رکھتا اور اس جماعت میں ایسی فضیلت سے مختص ہے کہ اوروں کا کوئی فضل اس کے موازی وہمسر نہیں۔ اور تبصرات سابقہ سے واضح ہو چکا کہ صحابہ میں اکثر حضرات خلعت ہائے خاص سے مشرف تھے کہ ہر ایک کو اپنی اس فضلیت خاصہ میں افضل کہہ سکتے ہیں۔ تو بالضرور فضائلِ جزئیہ کہ حمل افضل بالتقیید کے مجوز ہیں، موردِ نزاع وصالحِ اختلاف نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مابہ النزاع وہی فضل کلی مصحح اطلاق افضل بالاطلاق ہے۔

پس مطمح نظر فریقین اس مسئلہ میں یہ ٹھہرا کہ صحابہ سید المرسلین ﷺ میں کون ایسی فضل وبزرگی والا ہے جو تمام فضائل وکمالات سے بلند وبالا ہے، جس کی رو سے ہم اسے علی العموم سب صحابہ سے بے تقیید جہت وتخصیص حیثیت افضل کہیں اور فضل کلی کا صاحب بتائیں۔"(1)

خلاصہ کلام:

عبارت کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب کسی ہستی کی فضیلت وشرف کو بغیر تقیید جہت اور بغیر تخصیص حیثیت کے بیان کیا جائے تو اس سے مراد فضل کلی اور افضلیت مطلقہ ہو گی۔ جیسے کہ حضرت

---

(1) مطلع القمرین صفحہ:82 تا 84، کتب خانہ امام احمد رضا لاہور

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فضل کلی اور افضلیت مطلقہ حاصل ہے اور جب کسی کے فضل و شرف اور بزرگی کو جہت و حیثیت کی قید لگا کر بیان کیا جائے تو وہ فضائل جزئیہ خاصہ ہوں گے جیسے کہ حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو فضائل خاصہ حاصل ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"پس خوب معلوم ہوا سنیوں کے نزدیک گو مولا علی کو فضائل خاصہ حاصل جن میں شیخین کو اشتراک نہیں مگر وہ سب ان کے مقابل فضل جزئی ہیں فضل کلی شیخین کی مزاحمت نہیں کرتے۔"(1)

فضل کلی کا مطلب تفضیل من جمیع الوجوہ سمجھنا:

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

"بعض حضرات گمان کرتے ہیں جب ہم نے قرب و عزوجاہ میں شیخین کو افضل بتایا تو یہ تفضیل من جمیع الوجوہ ہوگی حالانکہ وہ عقلمند اتنا نہیں دیکھتے کہ ہم بتصریح تفضیل من جمیع الوجوہ کے منکر ہیں اور اس کے ماننے والوں کا رد بلیغ کرتے ہیں۔" (یہی صورت حال موصوف کیساتھ غباوت اور کند ذہنیت کی بناء پر پیش آئی)۔(2)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے نزدیک فضل کلی اور فضل جزی کی تقسیم:

فضلیت ایک چیز کی دوسری پر کسی قدر مشترک صفت میں زیادتی کا نام ہے، اگر وصف مشترک کا اعتبار نہ کیا جائے، یا وہ صفت ایک میں زیادہ نہ ہو، فضلیت ثابت نہ ہوگی، کلی فضل کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز اس صفت میں جس کا متکلم اکثر اوقات و احوال میں اعتنا کرتا ہے، دوسری چیز پر فائق ہو، لہذا عرف عام میں فضل کلی کا یہ مفہوم ہوگا کہ اکثر عقل مند اور

---

(1) مطلع القمرین ص ۴۸ مطبوعہ لاہور

(2) مطلع القمرین ص ۱۵۲ مطبوعہ لاہور

اشرف انسان جس صفت کا اعتناء کرتے ہیں، وہ کس میں زیادہ ہے جس طرح الماس بلور پر کلی فضل رکھتا ہے، کیونکہ عام عقل مند ان کی قیمت کے اعتبار سے ان کی فضلیت کا فیصلہ کرتے ہیں، ہو سکتا ہے کسی جزوی بات میں بلور کو الماس پر زیادتی حاصل ہو۔ اسی طرح گھوڑا گائے سے بہتر ہے، اگرچہ کھیتی باڑی کے اعتبار سے گائے بہتر ہے، اشیاء میں فضلیت کا معیار پھر ہر ہر طائفہ کے اعتبار سے مختلف ہو جاتا ہے، بادشاہوں کے نزدیک کلی فضل اسے حاصل ہے، جو بادشاہ کی ضروریات کے لیے رجال جمع کر سکے جنگی تدابیر سوچ سکے، اموال خراج کی وصولی کر سکے، سیاست مدن میں ماہر ہو، اور وہ امور جن کا تعلق ریاست کے ساتھ ہوتا ہے، مثلاً سخاوت، شجاعت، حسن تدبیر، اصلاح امورِ عوام وفا، عہد، دانائی، مہارت وغیرہ وغیرہ زیادہ ہو۔

علماء کے ہاں فضل کا معیار کچھ اس طرح ہو گا۔ کہ ایک فرد عقل وفہم و حفظ و وسعت علم میں فائق ہو، تحریر و تقریر پر قدرت کاملہ رکھے، لوہاروں کے اعتبار سے فضل یوں ہے کہ آلات حرب اور لوگوں کی ضروریات کی چیزیں عمدہ بنا سکے، اب کسی دوسری بات میں مفضول کو افضل سے برتری حاصل ہو بھی جائے، مثلاً اسے علو نسب حاصل ہے، یا فصاحت زبان یا جسمانی جمال سے متصف ہے، تو اسے جزئی فضیلت کہا جائے گا۔ اس کے لیے فضل کلی کا اطلاق نہ ہو سکے گا۔

اس تمہیدی بیان سے آپ جان چکے ہیں کہ ہر قوم کے اعتبار سے فضل کلی مختلف ہے، ایک ملت جس کی طرف اللہ کا رسول علم و کتاب کے ساتھ مبعوث ہو سکا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس پیغمبر کی اتباع میں ہی سعادت حاصل ہو سکتی ہے، اور یہ رسول فضل و کمال کا میزان ہے، اور تمام انسانوں اور فرشتوں سے اللہ کے قرب میں برتر ہے اور قیامت کے دن اجر و ثواب میں سب پر فائق ہے اس ملت میں فضل کلی اس انسان کو حاصل ہو گا جو کہ صفات رسالت میں رسول کے ساتھ سب سے زیادہ تشابہ رکھتا ہے، اور اس کی سب سے زیادہ مدد کی، اس کے دین پھیلانے میں سب سے زیادہ تکالیف برداشت کیں، رسول اور اس کی امت کے درمیان ترویج علوم اور تربیت امت میں واسطہ بنا رہا، جس کے اندر یہ صفات بدرجہ اتم و اکمل موجود ہیں وہ افضل ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص کمال کی کسی ایک صفت میں مثلاً شرافت نسب میں

یا حسن وجمال میں یا لحن داؤدی میں یا بے رغبتی دنیا میں دوسروں سے زیادہ ہے، اسے جزئی بات میں افضل کہا جائے گا، وہ فضل کلی کا مستحق نہیں ہے۔[(1)]

فاضل اجل، علامہ نجم الغنی رام پوری

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فضل کلی اور جزی کی تقسیم واضح ہو کہ افضلیت کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک کلی اور ایک جزئی۔

فضل کلی: اسے کہتے ہیں کہ کسی شخص میں ایسے اوصاف زیادہ ہوں جو اکثر احوال میں عقل کے نزدیک مرغوب اور معتبر ہوں اور عقل کو اکثر امور میں ان سے فائدہ و نفع پہنچتا رہے مگر اس وجہ سے کہ حسن وخوبی باعتبار رسوم وحاجات وصناعات کے مختلف ہوتی ہے اس لیے فضل کلی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک موافق عرف عام کے اور وہ ان اشیاء میں ہوتا ہے کہ تمام آدمی انہیں عادت اور رسم عام کے موافق بہتر جانتے ہوں اس وجہ سے کہ وہ صفات آدمیوں میں زیادہ رائج ہوں اور ہر طبقے کے عمدہ عمدہ آدمی ان اوصاف کو پسند کرتے رہے ہوں جیسے جَو کے مقابلے میں گیہوں اور تانبے کے مقابلے میں سونا افضل ہے۔

دوسرا فضل کلی موافق عرف خاص کے اور یہ باعتبار ضروریات وحاجات افراد انسانی کے مختلف ہوتا ہے چنانچہ فرماں رواؤں کی اصطلاح میں اس شخص کو فضل کلی حاصل ہوتا ہے جو فوج کے جمع کرنے اور سامان جنگ کے درست کرنے میں تمام آدمیوں سے ہوشیار ہو، انتظام ملک سب سے بہتر کر سکتا ہو، سیاست وتعزیر کے قوانین سے ماہر ہو اور علماء میں فضل کلی اسے حاصل ہے جس کو مسائل علمیہ زیادہ یاد ہوں خوش تحریر وتقریر ہو علوم میں نظر اس کی وسیع ہو۔

فضل جزی: اسے کہتے ہیں کہ آدمی میں کوئی ایسی فضیلت موجود ہو جس سے اس طبقے کی کوئی غرض، حاجت متعلق نہ ہو مثلاً خوبصورتی، شرافت نسب اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکثر آدمیوں میں دو چیزیں معاً جمع ہوتی ہیں اور وہ ان میں کمال وشہرت رکھتے ہیں جیسے سیدوں کا خاندان نجابت وسخاوت میں مفتخر ہے یا قریش کا خاندان علم ونجابت میں ضرب المثل ہے پس اگر کوئی آدمی ان میں سے علم وسخاوت پر گھٹا ہو اور نجابت کامل اس میں ہے اس کو ان کے

---

(1) السیف المسلول، صفحہ: 436،437، مطبوعہ: عبد التواب اکیڈمی ملتان

عرف میں فضل کلی نہ دیں گے۔ بعد اس تفصیل کے معلوم کرو کہ افضلیت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تمام وجوہ سے تمام صفات میں رجحان ہو یعنی جو صفت فرض کریں اس میں کمال حاصل ہو یا مجموع صفات و فضائل میں من حیث الجموع میں رجحان ہو اور یہ اس بات کے منافی نہیں کہ مفضول میں ایک صفت صفات کمال سے ایسی ہو جو فاضل میں نہ پائی جائے۔
دوسری قسم یہ ہے کہ افضلیت اور رجحان ایک خاص وجہ اور خاص صفت سے ہو اور افضل الناس بعد النبیین الخ سے خاص یہی دوسری قسم کی تفضیل مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ تفضیل کے معنی یہاں عند اللہ زیادتی ثواب کے لیے جاتے ہیں اور کسی دوسری قسم کی تفضیل مثلاً کثرت علم و شرف نسب اور شجاعت و مروت وغیرہ جسے عقلا اپنے عرف میں فضیلت سمجھتے ہیں یہاں درکار نہیں پس جس کو کثرت ثواب کی وجہ سے تفضیل حاصل ہو اس کے لیے یہ بات منافی نہیں ہے کہ غیر شخص اس سے شرافت نسب اور شجاعت اور علم وغیرہ تمام صفات یا بعض صفات کے ساتھ افضلیت رکھتا ہو اور کثرت ثواب کے اسباب وہ خوبیاں اور فضائل ہیں جن کے منافع اور نتیجے دین اسلام کے کارآمد ہوں جیسے ایمان میں سبقت اور دین کی نصرت اور اسلام کی تقویت اور مسلمانوں کی معاونت اور خیرات وصلات و مبرات کی کثرت اور آدمیوں کی ہدایت وغیرہ وغیرہ اور یہ تمام باتیں ابو بکر رضی اللہ عنہ میں جمع تھیں پھر اگر شجاعت وغیرہ دوسری قسم کی صفات عرفی غیر شخص میں زیادہ ہوں تو افضلیت کے واسطے اسی قدر کافی ہے یا مثلاً ابو ہریرہ وغیرہ بحیثیت کثرت روایت یا اور وجوہ سے ان پر افضلیت رکھتے ہوں تو اس میں کیا قباحت ہے۔
فضل جزی بعض صحابہ کا افضل اصحاب پر موجب ان کی منفعت کا نہیں ہو سکتا جن کے لیے فضل کلی ثابت ہے۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ ہر طرح سے ایک کی تفضیل دوسرے پر محال ہے اسلیے کہ تفضیل جناب امیر کی جہاد سیفی اور سنانی اور فن قضا اور سمسلہ۔ یہ خصوصاً زوجیت بتول میں صدیق اکبر پر قطعی ہے اسی طرح ان تفضیل قدیم الاسلام ہونے اور اول نماز پڑھنے میں حضرت فاروق پر یقینی ہے پس مراد تفضیل صدیق یا فاروق سے جناب امیر پر یہ ہے کہ ان کو ریاست

امت معاملے اور دین کی محافظت اور فتنہ فساد کے مٹانے اور احکام شریعت کے جاری کرنے اور ملکوں میں اسلام پھیلانے اور حدود اور تعزیرات کے قائم کرنے میں نبی علیہ السلام کیساتھ مشابہت تھی اور یہی مقاصد خلافت کبریٰ کے ہیں سب مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت ابو بکر صدیق کی شان میں نازل ہوئی "وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی" یعنی نزدیک ہے کہ دور رکھا جائے گا جہنم کی بھڑکتی آگے سے جو بڑا متقی ہے اور اپنے مال کو راہ خدا میں دیتا ہے تاکہ اپنے تیئں پاک کرے اور تقریر اس دلیل کی اس طرح پر ہے کہ حضرت ابو بکر کو حق تعالیٰ نے اتقیٰ فرمایا ہے اور دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" یعنی بڑا بزرگ تم میں اللہ کے نزدیک وہ ہے جو برا متقی ہے تو ان دونوں آیتوں میں توفیق دینے سے ایسا ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آدمیوں میں اللہ کے نزدیک بزرگ ہیں اور یہی معنی افضلیت کے ہیں۔ (1)

قارئین کرام! مذکورہ بحث سے اتنی بات واضح ہوگئی افضلیت من کل الوجوہ اور افضلیت مطلقہ وفضل کلی کا مفہوم کیا ہے اور یہ کہ اہلسنت افضلیت من کل الوجوہ کہ قائل نہیں بلکہ افضلیت مطلقہ وفضل کلی کے قائل ہیں۔ موصوف نے جو اس مسئلہ پر صفحات سیاہ کیے ہیں وہ ان دو میں فرق نہ سمجھنے اور جہالت کی بناء پر کیے ہیں۔ ورنہ موصوف کا یہ کہنا:

> "دور حاضر کے دانشور کو جس کی رائے میں حضرت ابو بکر صدیق کو افضلیت مطلقہ حاصل ہے ثبوت مہیا کرنا مشکل ہو گا اور دیانت سے کام لے تو یہ ثبوت ممکن ہی نہیں ہو گا"۔ (زبدۃ التحقیق ص ۲۰۱)

سرے سے باطل ہے۔ کیونکہ کہ ہم آئندہ سطور کے اندر بڑی دیانت داری کے ساتھ اکابرین اہلسنت کی تصریحات سے واضح کرتے ہیں کہ افضلیت مطلقہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے جس سے کسی بھی سنی کو انکار نہیں۔

خلاصہ کلام: اہل سنت وجماعت افضلیت من کل الوجوہ کا عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ اس کا رد بلیغ کرتے ہیں اور افضلیت مطلقہ اور فضل کلی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ لیکن موصوف افضلیت

---

(1) تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر، صفحہ:289تا291، میر محمد کتب خانہ کراچی

مطلقہ یا فضل کلی اور فضل جزئی میں فرق نہ کرنے اور عدم آگاہی کی وجہ سے صفحے سیاہ کر بیٹھے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اب آیئے، ہم موصوف کے اس بات کا جواب بھی دیتے جائیں کہ افضلیت مطلقہ کا ثبوت مہیا کرنا ممکن ہی نہیں۔ دیکھئے

افضلیت مطلقہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ثبوت

قرآن کریم سے افضلیت مطلقہ کی اصطلاح پر دلائل

قرآن وسنت میں صدہا تصریحات تفضیل شیخین کی موجود ہیں کہ وہاں کسی جہت وحیثیت کی کوئی قید نہیں لگائی تو پھر اس کا انکار ہٹ دھرمی کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے یا پھر علم وفن سے کورا اور جاہل ہونے کی علامت ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"وسیجنبہا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی"

"اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔" (کنز الایمان)

اس آیہ مبارکہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو علی الاطلاق بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس کی وضاحت مفسرین عظام نے کی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

"وھذا صریح فی ان المراد بالاتقی اتقی الاتقیاء علی الاطلاق لا مطلق التقی واتقی الاتقیاء علی الاطلاق بعد النبیین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔"(1)

اس آیت میں تصریح ہے کہ پرہیز گاروں میں سب سے بڑا متقی علی الاطلاق مراد ہے نہ کہ مطلق تقی۔ اور انبیاء کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اتقیاء

(1) الحاوی للفتاوی جلد ۱ صفحہ ۳۳۸، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

میں سے علی الاطلاق اتقی (سب سے بڑے پرہیزگار) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب آیت کریمہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علی الاطلاق اتقی فرمایا گیا تو پھر آپ تمام امت سے علی الاطلاق افضل بھی ہوئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ رقمطراز ہیں:

"اذا ثبت ھذا فنقول وصف اللہ سبحانہ تعالیٰ الصدیق بانہ اتقی وصف الاتقی بانہ اکرم انتجت المقدمتان ان الصدیق اکرم عند اللہ تعالیٰ الافضل والاکرم والارفع درجۃ والاعلیٰ مکانۃ معتورۃ علیٰ معنی واحد فثبت الفضل المطلق الکلی الصدیق۔"[1]

جب ثابت ہوا کہ اتقی سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں تو پھر ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتقی کے ساتھ متصف فرمایا کہ جو اتقی ہو وہ اکرم ہے تو ان دونوں مقدموں نے نتیجہ دیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اکرم (افضل) ہیں۔ افضل واکرم ہونا درجہ کے اعتبار سے اور ارفع واعلیٰ ہونا یہ تمام معنی واحد پر صادق آتے ہیں۔ لہٰذا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے فضل مطلق کلی ثابت ہوئی۔

ماحصل یہ ہوا آیت کریمہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو علی الاطلاق اتقی فرمایا گیا تو پھر آپ علی الاطلاق تمام امت سے افضل بھی ہوئے۔

دوسری آیت سے افضلیت مطلقہ پر استدلال:

دوسرے مقام پر اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

"ولا یاتل اولوا الفضل منکم والساعۃ"

فخر الملۃ والدین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۰۶ھ) رقمطراز ہیں:

---

(1) الزلال الاتقی صفحہ ۲۵ مطبوعہ بریلی شریف انڈیا

"المسئلة الثانية اجمع المفسرون على ان المراد فی قول (اولوالفضل) ابوبكر وهذه الاية تدل على انه رضی اللہ عنہ كان افضل الناس بعد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فثبت ان المراد منه ابوبكر قطعا وصف بانه صاحب الفضل على الاطلاق من غير تقييد لذالك لشخص دون شخص۔"

"دوسرا مسئلہ (یہ ثابت ہوا کہ) تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اللہ رب العزت کے ارشاد "اولوالفضل" سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت سے مراد قطعی طور پر ابو بکر ہیں اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فضل (فضلیت) والی صفت کے ساتھ علی الاطلاق (بغیر کسی قید) کے متصف فرمایا۔"(1)

اس آیت کریمہ سے بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ نکھر کر سامنے آگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علی الاطلاق فضل والی صفت کے ساتھ متصف فرمایا۔ تو جس طرح آپ علی الاطلاق فضل و بزرگی والے ہوئے اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں پر علی الاطلاق افضل بھی ہوئے۔

صاحب زبدہ سے سوال:

موصوف نے اپنی کتاب زبدۃ التحقیق میں لکھا:

"یہ افضلیت مطلقہ یا فضل کلی یا جزئی کی اصطلاحات بعض متاخرین ہند کی اختراعات ہیں ان کا سنیت سے دور کا بھی علاقہ نہیں"۔(2)

ہم موصوف سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا امام فخر الدین رازی اور امام جلال الدین سیوطی علیہما الرحمہ بھی "بعض متاخرین ہند" سے ہیں؟؟ ان دو حضرات نے بھی تو افضلیت مطلقہ کی اصطلاح کو استعمال کیا۔

(1) تفسیر کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(2) زبدۃ التحقیق، صفحہ:20

اندھے کو اندھیرے میں بڑے دور کی سوجھی

افضلیت مطلقہ یا فضل کلی اور فضل جزئی کی اصطلاحات بعض متاخرین ہند کی اختراعات نہیں بلکہ آپ کے دماغ کا قصور ہے کہ یہ اصطلاحات آپ کے دماغ میں قرار نہیں پکڑ پاتیں اور اُچھل کر باہر آجاتی ہیں۔ اب باہر کیوں آتی ہیں؟ اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو آپ خود ان کو باہر نکال دیتے ہیں یا پھر آپ کا دماغ چھوٹا ہے۔

یا تو میری بینائی پر ہے خوف مسلط
یا نہر کے پانی میں شجر کانپ رہا ہے

مفسر شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۱ھ):

آیت کریمہ "ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعة" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یہ بھی معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیق بعد انبیاء افضل الخلق ہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے انہیں "اولو الفضل" مطلقاً فرمایا بغیر کسی قید کے۔ لہذا آپ مطلقاً بزرگی والے ہیں۔ (1)

قرآن کریم کی ان دو آیات مقدسہ سے ثابت ہوا کہ افضلیت مطلقہ کی اصطلاح بتصریحات مفسرین قرآن کریم سے مستفاد ہے۔

حدیث مبارکہ سے افضلیت مطلقہ کی اصطلاح پر دلائل:

حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے صحابہ کرام کو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا گیا انہوں نے نماز پڑھانا چاہی تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا، لا، لا یأبی اللہ والمسلمون الا ابابکر یصلی بالناس ابوبکر"۔ (2)

---

(1) تفسیر نور العرفان صفحہ ۴۲۳ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات

(2) ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، الصواعق المحرقہ، صفحہ ۷۳ دار الفکر بیروت، عمدۃ التحقیق صفحہ ۵۹، دار الکتاب العلمیہ بیروت

"نہیں، نہیں، نہیں اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان انکار کرتے ہیں مگر یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔"

اس حدیث مبارکہ کے تحت جلیل القدر محدثین نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کو ثابت کیا ہے۔

"قال العلماء فی هذا الحديث اوضح دلالة على ان الصديق رضی اللہ عنہ افضل الصحابة على الاطلاق واحقهم بالخلافة واولاهم بالامامة۔"

"علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث زیادہ واضح طور پر دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ بے شک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے علی الاطلاق افضل اور خلافت کے زیادہ حقدار اور امامت کے زیادہ لائق ہیں۔"(1)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے علی الاطلاق افضل ہیں۔ لہذا افضلیت مطلقہ کی اصطلاح کسی ہندوستانی عالم کی ذہنی اختراع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب قرآن اور مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

افضلیت مطلقہ کے متعلق ائمہ اہلسنت کے اقوال:

صاحب زبدۃ التحقیق کی مزید تشفی کیلئے اب ہم افضلیت مطلقہ کے متعلق ایک درجن سے زائد ائمہ اعلام کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی الاطلاق اور فضل کلی والا عقیدہ اہلسنت کا اجماعی ہے۔ تاکہ تفضیلیہ کے گروجی اور سرغنہ کو پتہ چل جائے کہ اس اصطلاح کے استعمال میں صرف مجدد مائۃ حاضرہ وسابقہ الشاہ امام احمد رضا محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ تنہا نہیں۔ بلکہ متقدمین ومتاخرین میں سے درجنوں ائمہ اہلسنت نے اس اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔

(1) الصواعق المحرقہ صفحہ ۳۸ دار الفکر بیروت، عمدۃ التحقیق صفحہ ۵۹ مطبوعہ دار الکتب بیروت، الفتح المبین صفحہ ۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ پشاور

اشاعرہ کا عقیدہ:

اہل سنت وجماعت کی ایک بڑی جماعت کہ جنہیں اشاعرہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علی الاطلاق تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل ہیں اور ان کی افضلیت بھی قطعی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ القوی (متوفی ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں:

"وکان الاشعری من الاکثرین القائلین بانہ قطعی مطلقاً"۔ (1)

اشعریہ میں سے اکثر کا یہ قول تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعی اور علی الاطلاق (افضلیت مطلقہ) ہے۔

ابن صلاح کا عقیدہ:

اصول حدیث کے مقتدر پیشوا امام ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن الشہرزدی المعروف بہ ابن صلاح (م ۶۴۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"افضلھم علی الاطلاق ابوبکر ثم عمر ثم ان جمھور السلف علی تقدیم عثمان علی علی"۔ (2)

"سب صحابہ کرام سے علی الاطلاق افضل ابو بکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہما ہیں پھر جمہور سلف کے نزدیک حضرت عثمان افضلیت میں حضرت علی پر مقدم ہیں رضی اللہ عنہما۔"

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

علم حدیث میں ایک بلند مقام رکھنے والی شخصیت امام احمد بن حسین المعروف بہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۵۸ھ) بھی افضلیت ابو بکر علی الاطلاق کو اہلسنت کا اجماعی عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

---

(1) الصواعق المحرقہ صفحہ ۸۹ مطبوعہ دالفکر بیروت

(2) مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث صفحہ ۱۷۲ مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ، التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن صلاح للعراقی صفحہ ۳۰۷ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ

"افضلھم علی الاطلاق ابوبکر ثم عمر رضی اللہ عنہما باجماع اھل السنۃ۔"(1)

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علی الاطلاق افضل حضرت ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر ہیں رضی اللہ عنہما اس پر اہلسنت کا اجماع ہے۔

حافظ زین الدین عبد الرحیم عراقی کا عقیدہ:

امت کے عظیم محدث حافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی قدس سرہ النورانی (متوفی ۸۰۶ھ) افضلیت شیخین علی الاطلاق کو اہلسنت کا اجماعی عقیدہ قرار دے کر ابنائے زمانہ روافض کی سرکوبی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اجماع اھل السنۃ علی ان افضل الصحابۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق ابوبکر ثم عمر وممن حکی اجماعھم علی ذلك ابو العباس القرطبی فقال ولم یختلف احد فی ذلك من ائمۃ السلف ولا الخلف قال ولا مبالاۃ باقوال اھل التشیع ولا اھل البدع انتھی وقد حکی الشافعی وغیرہ اجماع الصحابۃ والتابعین علی ذالك۔"(2)

اہلسنت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بعد تمام صحابہ سے علی الاطلاق افضل حضرت ابو بکر اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ ان امور سے ہے کہ جن پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ ابو العباس قرطبی نے فرمایا کہ افضلیت علی الاطلاق پر سلف وخلف میں سے کسی امام نے اختلاف نہیں کیا انہوں نے فرمایا کہ اہل تشیع اور اہل بدعت کے اقوال کی کوئی پرواہ نہیں۔ (افضلیت شیخین پر اجماع منعقد ہو جانے کے بعد ان کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں) اور اسی طرح اس (افضلیت شیخین) پر امام

(1) تہذیب الراوی جلد ۲ صفحہ ۲۸۲۔۲۸۳ مطبوعہ دار طیبہ ریاض سعودیہ

(2) فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للعراقی صفحہ ۳۵۴ موسسۃ الکتب الثقافیۃ۔ بیروت

شافعی اور ان کے علاوہ بزرگوں نے صحابہ وتابعین علیہم الرضوان کا اجماع نقل کیا ہے۔"

علامہ عراقی کی ذکر کردہ عبارت سے چند باتیں واضح ہوئی ہیں:

۱۔ بقول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ افضلیت شیخین علی الاطلاق پر صحابہ وتابعین اور ائمہ اہل سنت کا اجماع ہے۔

۲۔ علامہ ابو العباس قرطبی کی عبارت "ولم یختلف فی احد فی ذلك من ائمه السلف ولا الخلف" نے واضح کر دیا کہ افضلیت شیخین علی الاطلاق کے منکرین بعد کی پیداوار اور ایرانی استعمار ہیں۔

امام سخاوی کا عقیدہ:

شمس الملۃ والدین عبد الرحمن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ الباری (متوفی ۹۰۲ھ) رقمطراز ہیں:

"ولیس فی هذا کل ما یقدح فی اجماع اهل السنة من الصحابة والتابعین فمن بعدهم علی ان افضل الصحابة بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق ابوبکر ثم عمر رضی اللہ عنہما۔"(1)

کوئی ایسی وجہ نہیں جو اہل سنت کے اس اجماع کے خلاف ہو۔ تمام صحابہ کرام تابعین اور ان کے بعد تمام اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علی الاطلاق افضل ہیں۔"

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"والافضل منهم مطلقاً باجماع اهل السنة ابوبکر الصدیق۔"(2)

---

(1) المقاصد الحسنۃ صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ مرکز اہلسنت برکات رضا انڈیا

(2) فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث جلد ۳ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا انڈیا

"اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے مطلقاً افضل اہل سنت کے اجماع کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔"

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

دو لاکھ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کے حافظ اور ۷۲ سے زائد مرتبہ حالت بیداری میں حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف ہونے والی شخصیت اور ۵۰۰ سے زائد کتب تصنیف کرنے والی ہستی امام جلال الملۃ والدین امام عبدالرحمن ابو بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ) کے قلم سے افضلیت شیخین علی الاطلاق ملاحظہ ہو:

"افضلهم على الاطلاق ابوبكر ثم عمر رضي الله عنه باجماع اهل السنة وممن حكى اجماع على ذلك ابو العباس القرطبي قال ولا مبالاة باقوال اهل التشيع واهل البدع وكذلك حكى الشافعي اجماع الصحابة والتابعين على ذالك۔"[1]

سب صحابہ کرام سے افضل علی الاطلاق ابو بکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہما اس پر اہل سنت کا اجماع ہے اور یہ ان امور میں سے ہے کہ اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ ابو العباس قرطبی نے فرمایا کہ اہل تشیع اور اہل بدعت کے اقوال کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ (افضلیت شیخین پر اجماع منعقد ہو جانے کے بعد ان کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں) اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ و تابعین کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔[2]

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"في هذا الحديث اوضح دلالة على ان الصديق افضل الصحابة على الاطلاق واحقهم بالخلافة واولاهم بالامامة۔"[3]

(اس عبارت کا ترجمہ پہلے ہو چکا۔)

---

(1) رواہ عنہ البیہقی فی الاعتقاد صفحہ ۱۴۸۔۱۴۹

(2) تدریب الراوی جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ دار طیبہ ریاض سعودیہ

(3) تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۲ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ پشاور

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

امام المحدثین علامہ ابن حجر مکی الشافی قدس سرہ النورانی (متوفی ۹۷۴ھ) رقمطراز ہیں:

"ومن ثمه اجمع اهل السنة من الصحابة والتابعين فمن بعدهم على ان افضل الصحابة على الاطلاق ابوبكر ثم عمر رضی اللہ عنہما". (1)

اسی وجہ سے اہل سنت یعنی صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے تمام لوگوں کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام میں مطلقاً افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

گیارھویں ہجری صدی میں سینکڑوں بدعات سیئہ کا خاتمہ کرنے والی ہستی اور اکبر بادشاہ اور اس کے اختراعی دین کے خلاف کلمہ حق اٹھانے والی شخصیت حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی خلافت وامامت کی بحث کرتے ہوئے علماء حق کا قول نقل فرماتے ہیں:

"امام برحق وخلیفه مطلق بعد حضرت خاتم الرسول علیه وعلیهم الصلوات والتسلیمات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بعد ازاں حضرت عمر فاروق است رضی اللہ عنہ بعد ازاں حضرت ذوالنورین ست رضی اللہ عنہ بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب ست رضی اللہ عنہ وافضلیت ایشان بترتیب خلافت است افضلیت حضرات شیخین باجماع صحابه وتابعین ثابت شده است". (2)

حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے

(1) فتاوی حدیثیہ ۳۵۴۔۳۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
(2) مکتوبات شریف جلد ۲ صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ان کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور افضلیت (مطلقہ) بھی خلافت کی ترتیب پر ہے۔ حضرات شیخین کی افضلیت صحابہ وتابعین کے اجماع سے ثابت ہے۔

حضرت مجدد پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس طرح حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما امام برحق وخلیفہ مطلق ہیں اسی طرح وہ علی الاطلاق تمام صحابہ سے افضل بھی ہیں اور خلافت، امامت اور افضلیت صحابہ وتابعین کے اجماع سے ثابت ہے۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ:

برصغیر پاک وہند میں علم حدیث کی شمع روشن کرنے والے امت مسلمہ کے عظیم مجدد محقق علی الاطلاق، برکۃ المصطفی فی الہند، صاحب حضوری بزرگ، امام اہلسنت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کر کے اپنا نظریہ واضح کرتے ہیں۔

"امام نووی در اصول حدیث می گوید کہ افضل علی الاطلاق ابو بکر است بعد ازاں عمر باجماع اہل سنت۔"(1)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اصول حدیث میں فرماتے ہیں کہ علی الاطلاق صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ باجماع اہل سنت وجماعت۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

فخر پنجاب، رئیس المتکلمین، علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) وعلامہ چلپی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ (واللہ ماطلعت شمس ولاغربت بعد النبیین والمرسلین علی رجل افضل من ابی بکر) کے تحت رقمطراز ہیں:

---

(1) تکمیل الایمان فارسی صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ الرحیم اکیڈمی کراچی صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

"فهذه القصه تدل على ان المراد افضلية مطلقا لا مساواته كما لا يخفى۔"(1) افضلیت مطلق مراد ہے نہ مساوات جیسا کہ نہیں ہے مخفی۔

علامہ عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۲ھ) کا عقیدہ:

افضلیت مطلقہ کے متعلق اہلسنت کا نظریہ یوں لکھتے ہیں:

"ثم ان افضلهم على الاطلاق عند اهل السنة اجماعا فهم ابوبكر وعمر رضی اللہ عنہما۔"(2)

اہل سنت کے نزدیک ان (صحابہ) میں علی الاطلاق ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما افضل ہیں۔

امام اسماعیل بن محمد البراحی العجلونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۲ھ) کا عقیدہ:

افضلیت مطلقہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"وليس فى هذا كله ما يقدح فى اجماع اهل السنة من الصحابة والتابعين فمن بعدهم على ان افضل الصحابة بعد النبى على الاطلاق ابوبكر ثم عمر رضی اللہ عنہما۔"(3)

ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ جس کی بناء پر صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آئمہ دین کے اس اجماع پر اعتراض کیا جائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

شیخ احمد زینی دحلان مکی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۴ھ) کا عقیدہ

امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"قال العلماء هذا الحديث اوضح دلالة على ان الصديق رضی اللہ عنہ افضل الصحابة على الاطلاق واعلمهم واحقهم بالخلافة بالامامة۔"(1)

---

(1) حاشیہ السیالکوٹی والجلپی علی شرح المواقف جلد ۸ صفحہ ۳۹۸ مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاہور

(2) زرقانی علی المواہب جلد ۷ صفحہ ۳۶ مطبوعہ بیروت

(3) کشف الخفاء مزیل الالباس جلد ا صفحہ ۲۰۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث زیادہ واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے علی الاطلاق افضل اور خلافت کے زیادہ حقدار اور امامت کے زیادہ لائق ہیں۔"

الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ) کا عقیدہ:

امام اہل سنت ارشاد فرماتے ہیں:

"اب اہل سنت نے ان احادیث و آثار میں جو نگاہ گور کو کام فرمایا تو تفضیل شیخین کی صدہا تصریحیں علی الاطلاق پائیں۔ کہیں جہت وحیثیت کی قید نہ دیکھی کہ یہ صرف فلاں حیثیت سے افضل ہیں اور دوسری حیثیت سے دوسروں کو افضلیت (حاصل ہے)۔ لہذا انہوں نے عقیدہ کر لیا کہ گو فضائل خاصہ وخصائص فاضلہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے غیر کو بھی ایسے حاصل جو حضرات شیخین نے نہ پائے جیسے کہ اس کا عکس بھی صادق ہے۔ مگر فضل کلی جو کثرت ثواب وزیادت قرب رب الارباب سے عبارت ہے وہ انہیں (شیخین) کو عطا ہوا (اووروں کے نصیب میں نہ آیا)۔" (2)

سید یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ:

عاشق رسول، مقبول بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید السادات، سید یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ النورانی (متوفی ۱۳۵۰ھ) علامہ ابن حجر مکی کی عبارت ذکر کر کے اپنا نظریہ بھی واضح کرتے ہیں۔

"ومن ثمة اجمع اهل السنة من الصحابة والتابعين فمن بعدهم على ان افضل الصحابة على الاطلاق ابوبكر ثم عمر رضي الله عنهما." (3)

---

(1) الفتح المبین فی فضائل الخلفاء الراشدین صفحہ ۴۰۔۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت

(2) فتاوی رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۳۶۸ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(3) الشرف المؤبد ص ۱۴۲ دار الکتب العلمیہ بیروت

اسی وجہ سے اہلسنت یعنی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ میں علی الاطلاق افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں

علماء امت اس پر متفق ہیں کہ مطلقاً افضل البشر بعد الانبیاء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر فاروق پھر عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم

صواعق محرقہ میں ہے

"اعلم ان الذی اطبق علیه عظماء الملة علماء الامة ان افضل هذه الامة ابوبکر الصدیق ثم عمر الخ ومثله فی شرح العقائد من کل الوجوه"۔

(تو جان کہ بے شک جس پر ملت کے عظماء اور امت کے علماء کا اتفاق ہے کہ بے شک اس امت میں سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔)

افضلیت کا سوال ہی بے جا ہے اعتبار افضلیت مطلقہ کا ہے۔ اور علی الاطلاق وہی مراد ہوتی ہے۔ ان حضرات میں سے ہر ایک کو خدا نے فضائل مخصوصہ عطا فرمائے ہیں اور وہ فضلیت مطلقہ کے منافی نہیں۔ (1)

صاحب زبدۃ التحقیق نے یہ شیخی بگھاری تھی کہ دور حاضر کا کوئی دانشور افضلیت مطلقہ کا ثبوت مہیا نہیں کر سکتا۔ جبکہ ہم نے نہایت دیانت داری کے ساتھ افضلیت مطلقہ کا ثبوت اکابرین کی تصریحات سے پیش کر دیا۔ لہٰذا موصوف میں اگر رتی بھر بھی انصاف ہے تو انہیں اپنی اس عبارت سے رجوع کرنا چاہیے اور جو اعلیحضرت کی گستاخی کی ہے ان اصطلاحات کے استعمال کرنے کی وجہ سے، اس سے سرعام توبہ کرنی چاہیے۔

---

(1) فتاوی نعیمیہ صفحہ ۳۹ مکتبہ اسلامیہ لاہور

اعلیحضرت کی گستاخی اور اس کا جواب:

درجنوں اکابرین اہلسنت کے فضل کلی اور افضلیت مطلقہ کے حوالہ جات نقل کرنے کے بعد ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ موصوف نے ان الفاظ کے استعمال کرنے پر مجدد مائۃ حاضرہ وسابقہ، مؤید ملت طاہرہ، الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ پر جو تعریض کی وہ سراسر بہتان اور افتراء ہے۔ حوالہ جات تو قارئین ملاحظہ کر چکے اب تعریض ملاحظہ کریں اور پھر اعلحضرت کے گستاخ کا حکم شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی سے ملاحظہ کیجئے۔ موصوف کی عبارت نقل کرنے سے پہلے اتنی بات قارئین کے ذہنوں میں مستحضر کرنی ضروری ہے کہ گذشتہ اوراق میں افضلیت مطلقہ اور فضل کلی کی بحث میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ فضل کلی اور افضلیت مطلقہ کی اصطلاحات اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیں ہیں جن کے متعلق موصوف یوں رقمطراز ہیں۔

"یہ افضلیت مطلقہ یا فضل کلی یا جزئی کی اصطلاحات تو بعض متاخرین ہند کی اختراعات ہیں۔ ان کا سنیت سے دور کا بھی علاقہ نہیں۔ ایسے نظریات وعقائد کو پہلے ذہن نشین کر لیتے ہیں اس کے بعد دلائل تلاش کرنے لگتے ہیں۔ جب کوئی حجت شرعیہ ان کے لئے نہیں مل پاتی تو لٹھ لے کر دلائل شرعیہ کو توڑتے بھوڑتے ہیں۔ بڑی سر پھٹول کے بعد دلائل کا چہرہ مسخ کر لیتے ہیں تو اپنے مقصد پر چسپاں کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں عامۃ المسلمین میں اپنا اعتماد ہی ضائع کر دیتے ہیں۔ اگر نقش فریادی زبان رکھتا تو ان کی ستم کوشیوں کے جواب میں سڑکوں پر ماتمی جلوس ہوتے۔" (1)

جواب:

موصوف کا یہ کہنا کہ " افضلیت مطلقہ اور فضل کلی کی اصطلاحات بعض متاخرین ہند کی اختراعات ہے" سراسر جھوٹ ہے اور آنکھوں پر پٹی باندھنے کے مترادف ہے کیونکہ گذشتہ اوراق میں ہم امام نووی شارح صحیح مسلم جیسے متقدمین اور کثیر معتمد اکابرین کی تصریحات

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۲۰

پیش کر چکے ہیں کہ افضلیت مطلقہ کی اصطلاح شروع سے آج تک اہلسنت کے ہاں رائج ہے لیکن موصوف ہیں کہ کتابوں کو دیکھتے تک نہیں اور بے ہنگم تبصرہ فرما دیتے ہیں۔

اور رہا موصوف کا یہ کہنا کہ "ان اختراعات کا سنیت کے ساتھ دور کا علاقہ نہیں" ستم بالائے ستم ہے کیونکہ مجدد ملت حاضرہ وسابقہ، مؤید ملت طاہرہ الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلی اگر خود بھی کوئی اصطلاح استعمال فرمائیں جو اکابرین نے استعمال نہ کی ہو تو بھی وہ سنیت کے لئے قابل قبول ہے اس لئے کہ اعلحضرت سنیت کا معیار ہیں۔ لیکن یہ اصطلاح تو سیدی اعلیحضرت کے علاوہ آپ سے پہلے درجنوں اکابرین نے بھی نقل کی (کمامر)

اور موصوف نے یہ جو فرمایا: "ایسے نظریات وعقائد کو پہلے ذہن نشین کر لیتے ہیں اس کے بعد دلائل تلاش کرنے لگتے ہیں۔ جب کوئی حجت شرعیہ ان کے لئے نہیں مل پاتی تو لٹھ لے کر دلائل شرعیہ کو توڑتے بھوڑتے ہیں۔ بڑی سر پھٹول کے بعد دلائل کا چہرہ مسخ کر لیتے ہیں تو اپنے مقدس پر چسپاں کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں عامۃ المسلمین میں اپنا اعتماد ہی ضائع کر دیتے ہیں۔ اگر نقش فریاد کی زبان رکھتا تو ان کی ستم کوشیوں کے جواب میں سڑکوں پر ماتمی جلوس ہوتے۔"

اس پر ہم موصوف کی نظر ایک شعر کیے دیتے ہیں:

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

اس کے بعد موصوف سے گذارش ہے کہ آپ اپنے گریبان میں جھانک لیں اگر سمجھ آجائے تو رجوع کریں۔ ورنہ فیصلہ حشر پر چھوڑ دیں وہاں پتہ چل جائے گا کہ چودہ صدیوں تک اکابرین قطع وبرید کے ساتھ کام لیتے رہے یا پندرھویں صدی میں آپ نے قطع وبرید کر کے مسلمانوں کے اجماعی، قطعی اور یقینی عقیدہ کو ٹھیس پہنچانے کی ناکام کوشش کی۔

اعلحضرت معیار سنیت:

شیخ الحدیث سید محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے کے وقت کے مکۃ المکرمہ کے قاضی اور شیخ الحدیث تھے فرماتے ہیں:

"اذا جاء رجل من الھند نسئلہ عن الشیخ احمد رضاخان مدحہ علمنا انہ من اھل السنۃ وان ذمہ علمنا انہ من اھل البدعۃ ھذا ھو المعیار عندنا"۔ (1)

جب کوئی شخص ہندوستان سے آتا تو ہم اس سے شیخ احمد رضا کے بارے میں پوچھتے اگر وہ ان کی تعریف کرتا تو ہم سمجھ جاتے کہ یہ سنی ہے اور اگر وہ اعلیحضرت کی مذمت کرتا تو ہم سمجھ جاتے کہ یہ بدعتی ہے ہمارے نزدیک اہلسنت کا یہی معیار ہے۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ کی سچی اور حقیقی اولاد اور وہ بھی اہل عرب، امام احمد رضا محدث بریلی کو سنیت کا معیار سمجھتے ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ کہ جو مفکر اسلام ہونے کے دعویدار ہیں اکابرین متقدمین اور اعلیحضرت کی استعمال کردہ اصطلاح کے بارے میں بڑی دریدہ دہنی سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس اصطلاح کا اہل سنت سے دور کا بھی علاقہ نہیں اور طرح طرح کی باتیں تبصرہ میں لاتے ہیں جو سیدی اعلحضرت اور اکابرین اہل سنت سے کھلی بغاوت بھی ہے اور ان کی گستاخی بھی۔

کیا پدی؟ کیا پدی کا شوربہ؟

اور میں تو کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت سنیت کا ایسا معیار ہیں کہ ساری اہلسنت و جماعت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قصبہ کی طرف منسوب ہو کر "بریلوی" کہلاتی ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ کی شان بیان کرنے کے لیے کسی کلام کی حاجت نہیں۔

موصوف کی تشفی کے لئے صرف ایک حوالہ مزید ملاحظہ فرمائیں:

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں اعلیٰ حضرت کا مقام

آپ نے فرمایا، اعلیٰ حضرت کے فتوے پر تنقید ہم سے برداشت نہ ہو گی۔ یہ ہمارا مدرسہ اعلیٰ حضرت کے نظریات حقہ کا علم بردار ہے۔ ہم کیا ہیں؟ جو کچھ ہیں اعلیٰ حضرت ہیں۔ سب کچھ انہی کا صدقہ ہے ہم انہیں کے ریزہ خوار ہیں۔ ہم ان کے ہی نام لیوا ہیں۔ جو شخص اعلیٰ

(1) تحقیقات ص ۷۴ فرید بک سٹال لاہور

حضرت کے نظریات و تحقیقات شریفہ سے متفق نہیں ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمارے مدرسے میں ایسے شخص کی کوئی گنجائش نہیں۔ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و تحقیقات کی روشنی کے حامل حضرات کے علاوہ کسی اور کو برداشت نہیں کروں گا کیونکہ ہم سب اہل سنت اعلیٰ حضرت ہی کی عظمت فکر کے مدح خواں ہیں اور یہ جو علماء اہل سنت میدان تحقیقات میں جولانیاں دکھاتے ہیں یا فضائے تدقیق میں پرواز کرتے ہیں سب اعلیٰ حضرت ہی کے فیوضات ہیں۔ جن سے کوئی سنی عالم بے نیاز نہیں رہ سکتا۔"(1)

گستاخ اعلیٰ حضرت کا حکم

ہم اہلسنت حضرات کی خدمت میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کے بارے میں ماضی قریب کے ایک نامور بزرگ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی اقتداء میں نماز جائز ہے؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ "اعلیٰ حضرت الشاہ مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی ارفع شان کے خلاف سبّ بکنے والا صرف عقائد حقہ کی مخالفت کی بنا پر گستاخی کرتا اور سبّ بکتا ہے جو عقائد کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت ہیں جن کا مخالف قطعاً بے ایمان و بے دین ہے۔ چونکہ مجدد ملت نے ان عقائد کو واضح فرمایا اور فرقہ باطلہ کو نیچا دکھایا۔ لہذا ایسی ہستی کے ساتھ عناد مذہب اسلام کے ساتھ عناد ہے اور چونکہ معاند کے پاس بجز بکواس اور سبّ و شتم اور کوئی دلیل و برہان موجود نہیں جس سے اپنا مذہب ثابت کر سکے تو اس نے ایسی جلیل القدر مسلم الثبوت عظیم البرکت ہستی کی شان رفیع میں بکواس بکا ہے۔ اور ظاہر ہے ایسا بکواس بکنے والا کسی دجال کا چیلہ اور بے ایمان ہے جس کی امامت قطعاً ناجائز ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔(2)

---

(1) معارف رضا کراچی ستمبر ۲۰۱۰ صفحہ ۴۶

(2) انوار قمریہ حصہ سوم ص ۱۸۳ مطبوعہ کراچی

موصوف کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی گستاخی پر ہم تو کچھ نہیں کہتے لیکن گستاخ اعلیحضرت کو جن الفاظ کے ساتھ شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے یاد کیا ہے ان پہ موصوف کو ضرور نظر کرنی چاہیے۔

مصنف زبدۃ التحقیق کا شگوفہ:

زبدۃ التحقیق کے قارئین پر یہ بات بھی مخفی نہ ہو گی کہ موصوف نے تقریباً بیس ۲۰ صفحات پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے اسلام لانے کے حوالے سے بحث کی ہے اور پھر اپنی اختراعات میں سے یہ شگوفہ چھوڑا کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ترتیب مراتب کا ایک معیار پہلے ایمان لانا ہے۔اس لئے ایمان اور اسلام کی اولیت کا فیصلہ بھی ایک جزو مضمون ہے"۔(1)

اور پھر اس کے بعد ثابت کیا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔

صاحب زبدۃ التحقیق کی اس اختراع کا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے کو سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے بالاتفاق ماننا اور اس کا افضلیت میں دخل ہمیں تسلیم نہیں بلکہ اسلام وایمان کے اعتبار سے دیکھنا ہے تو یہ چیز قابل اعتبار ہو گی کہ کس کا ایمان قوی ہے کس کا ایمان سب سے اچھا ہے اور وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

البتہ سب سے پہلے اسلام لانے میں ہمارا عقیدہ و نظریہ بھی یہی ہے جو ہمارے اکابر نے پیش کر دیا ہے اور خود صاحب زبدۃ التحقیق نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔آیئے امام اہل سنت ابو شکور سالمی کشی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ملاحظہ ہو کہ ان مختلف روایات میں تطبیق کیا ہے اور اہل سنت وجماعت کا موقف کیا ہے۔اور جیسا کہ بعض اکابر نے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ تطبیق کشف الغمہ، سراج الائمہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دی ہوئی ہے۔دیکھیے۔

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۵۷

سب سے پہلا مومن کون ہے؟

امام اہلسنت امام ابو شکور سالمی کشی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"واما قوله انه كان اول من اسلم كان عليا رضی اللہ عنہ قلنا فی بعض الروايات انه اول من اسلم وفي بعض الروايات كانت خديجة رضی اللہ عنہا وفي بعض الروايات كان زيد بن حارث رضی اللہ عنہ وفي بعض الروايات كان ابوبكر رضی اللہ عنہ فاذا اختلف الروايات لم تصح فنقول اول من اسلمت من النساء كانت خديجة رضی اللہ عنہا واول من اسلم من الصبيان كان عليا رضی اللہ عنہ واول من اسلم من العبيد كان زيد بن حارث واول من اسلم من الاحرار البالغين عاقلين كان ابوبكر ثم ابوبكر كان معينا للخلافة في ذالك اليوم اذا احتيج اليه لان الصبي والعبد والمرأة لا يصلح للخلافة فصح انه اولى بالامامة والله اعلم"۔ (1)

یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اس میں روایتیں مختلف ہیں ایک روایت میں ہے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے ایک روایت میں ہے سب سے پہلے خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا اسلام لائیں اور بعض روایات میں ہے کہ سب سے پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے ان اختلافات کی بناء پر مطلقا یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے ہاں ان روایتوں میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ عورتوں میں خدیجۃ الکبری اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارث رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور بالغوں، عاقلوں، آزاد مردوں میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے پھر اس وقت ابو بکر ہی خلافت کیلئے زیادہ مناسب موزوں

---

(1) تمہید ابو شکور سالمی ۱۶۲ النوریہ الرضویہ پبلشنگ لاہور

ترین اور زیادہ حقدار تھے اگر خلافت کی حاجت ہوتی اسکے لئے عورت، بچے، غلام صلاحیت واہلیت نہیں رکھتے تو جب حضور اقدس ﷺ کے بعد خلافت کی ضرورت اور حاجت ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی حقدار وصلاحیت مند تھے تو ثابت ہوا کہ ابو بکر ہی خلافت کے حقدار اور بہتر صلاحیت رکھنے والے تھے۔

مذکورہ بحث میں دی گئی تطبیق جو اکابرین اہلسنت نے دی ہے یہی سب سے بہتر ہے اس تحقیق کے علاوہ ہمیں کسی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ اسلام پہلے لانا اس کو افضلیت میں دخل نہیں ہے۔

سب سے پہلے اسلام لانے کو افضلیت میں دخل نہیں ہے:

اہلسنت وجماعت کو یہ تسلیم نہیں کہ اول اسلام لانے کو افضلیت میں دخل ہے اس کے بطلان پر ہم تین وجوہ سے کلام کرتے ہیں۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر سب سے پہلے اسلام لانا افضلیت کی دلیل ہوتی تو پھر موصوف سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی بات کیوں کرتے ہیں؟ بلکہ سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کو سب سے افضل مانتے کیونکہ مصنف زبدۃ التحقیق نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ ”بلا اختلاف جو سب سے پہلے ایمان لائیں ہیں وہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا ہیں مطلق کا معنی بلالحاظ مرد یا عورت کے بلالحاظ بالغ یانابالغ کے“(1)

جب بلا اختلاف سیدہ خدیجۃ الکبری پہلے اسلام لائیں تو اگر پہلے اسلام لانے کو افضلیت میں دخل ہوتا تو بلا اختلاف سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سب سے افضل ہوتیں اور یہ فریقین کے نزدیک درست نہیں بلکہ اہلسنت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں اور شیعہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے۔ام المؤمنین کی افضلیت کا فریقین میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ اول اسلام لانے کو افضلیت میں دخل نہیں۔

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۵۸

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بالاتفاق پہلے اسلام لائے اور قول مشہور کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد ایمان لائے ہیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ٦ سن نبوی میں چالیسویں نمبر پر ایمان لایا ہے۔ اگر اسلام لانا دلیل افضلیت ہے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے افضل ماننا چاہئے جبکہ یہ بھی فریقین کے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں۔ اس مختصر بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول اسلام لانے کو افضلیت کی دلیل بنانا مبنی بر جہالت ہے اگر یہ افضلیت کی دلیل ہوتی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ افضلیت میں چالیسواں نمبر ہوتا جبکہ ایسا نہیں۔ وھو المقصود۔

(۳) یونہی اگر اول اسلام لانے کو افضلیت میں دخل ہوتا تو حضرت سعد تیسرے نمبر پر افضل ہوتے۔ کیونکہ حضرت سعد خود فرماتے ہیں کہ میں تیسرے نمبر پر اسلام لایا۔

"وعن سعد قال رایتنی وانا ثالث الاسلام وما اسلم احد الا فی الیوم الذی اسلمت فیہ ولقد مکثت سبعۃ ایام وانی لثلث الاسلام"۔[1]

"حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنے بارے میں (دوسروں سے زیادہ) جانتا ہوں۔ اسلام قبول کرنے والوں میں میرا تیسرا نمبر ہے اور جس روز میں مشرف باسلام ہوا، اسی روز ہی دوسرے لوگ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ میں نے سات روز اسی حالت میں گزارے کہ میں مشرف باسلام ہونے والوں میں تیسرے نمبر پر ہوں"

اول اسلام کون؟ مختلف فیہ مسئلہ ہے:

اس کے علاوہ اول اسلام لانے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے جیسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق اول اسلام لانے کی بعض روایات موجود ہیں ویسے ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی روایات موجود ہیں دیکھیے۔

---

(1) بخاری، جلد2، صفحہ:912، رقم 3727 مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ لبنان

عن عائشه عن عمر بن الخطاب قال کان ابو بکر احبنا الی رسول اللہ ﷺ و کان خیرنا وسیدنا ذکر البیان بان ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ اول من اسلم من الرجال۔ [(1)]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے اور ہم سے بہتر اور ہمارے سردار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ فرمایا۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابو بکر تھے۔

"عن ابن عمر قال اول من اسلم ابو بکر"۔ [(2)]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

"عن عمرو بن مرۃ عن ابراھیم قال ابو بکر اول من اسلم مع رسول اللہ ﷺ"۔ [(3)]

عمرو بن مرہ نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا حضور ﷺ کے ہاتھ پر سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

---

(1) صحیح ابن حبان، جلد:15، صفحہ:279، رقم: 6862۔ ہیثمی، موارد الظمان، جلد:1 صفحہ: 532، رقم 2199۔ بزار، المسند، جلد 1 صفحہ:373، رقم 251

(2) طبرانی، المعجم الاوسط، جلد:8، صفحہ:190، رقم:8365۔ ہیثمی مجمع الزوائد، جلد:9، صفحہ:43۔ (واسطی، تاریخ اوسط، جلد:1، صفحہ:254

(3) احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، جلد: 1، صفحہ: 224، رقم:262-263۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، جلد: 1، صفحہ: 225، رقم:265۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، جلد:7، صفحہ:336، رقم: 36583۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، جلد:1 صفحہ:540

"عن یوسف بن یعقوب الماجشون قال سمعت ابي وربیعة یقولان اول من اسلم من الرجال ابو بکر"۔ (1)

یوسف بن یعقوب ماجشون سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد اور ربیعہ سے سنا کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

"عن ابي اروىٰ الدوسی قالوا اول من اسلم ابو بکر الصدیق"۔ (2)

ابو اروىٰ دوسی سے روایت ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

"عن الزهری قال هو اول من اسلم من الرجال الاحرار"۔ (3)

زہری سے روایت ہے کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے آپ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر بحیرہ راہب کے زمانہ میں ایمان لاچکے تھے

اخبرني عبد الملك قال : ثنا شبابة قال ثنا الفرات قال : قلت لميمون بن مهران ابو بکر کان اول سلاما او علي؟ فقال والله لقد امن ابو بکر بالنبي زمن بحیرا الراهب۔ (4)

عبد الملک کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی شبابہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بتایا فرات نے وہ کہتے ہیں کہ میں نے میمون بن مہران سے عرض کی کہ حضرت ابو بکر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما میں سے پہلے اسلام کون لایا؟ تو آپ نے

---

(1) ابن حبان، الثقات، جلد: 8، صفحہ:130، رقم:12577

(2) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، جلد:3، صفحہ:171۔ محاملی، امالی المحاملی، جلد:1، صفحہ:356

(3) بیہقی، السنن الکبریٰ، جلد:6، صفحہ:369، رقم:12872

(4) السنۃ لابن خلال، جلد: 1، صفحہ:309، رقم 383، دارالرایہ ریاض سعودی عرب

فرمایا: اللہ کی قسم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیرا راہب کے زمانہ میں ایمان لا چکے تھے۔

"واختلف فیما بینه وبین خدیجة حتی انکحها ایاه وذلك قبل ان یولد علی رحمهما الله"۔ (1)

اور اس میں بھی اختلاف ان کے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان، یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ اور یہ سب باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے پہلے کی ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں:

"وصح عن زید بن ارقم اول من صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر"۔ (2)

حضرت زید بن ارقم سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ابو بکر تھے۔

فرمان ابو بکر رضی اللہ عنہ کیا میں سب سے پہلے اسلام لانے والا نہیں ہوں؟

"واخرج الترمذی وابن حبان فی صحیحه عن ابی بکر انه قال الست احق الناس بها ای الخلافة الست اول من اسلم"۔ (3)

ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو بکر سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کیا میں لوگوں سے زیادہ خلافت کا حقدار نہیں؟ کیا میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا نہیں؟؟

---

(1) السنہ لابن خلال، جلد: 1، صفحہ: 309، رقم 383، دار الرایہ ریاض سعودی عرب

(2) الصواعق المحرقہ، صفحہ: 76، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

(3) الصواعق المحرقہ، صفحہ: 76، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اول اسلام لانے پر تصدیق رسالت

والطبرانی فی الکبیر عبداللہ بن احمد فی زوائد الزھد عن الشعبی قال سالت ابن عباس ای الناس کان اول اسلاما قال: ابو بکر الم تسمع الی قول حسان

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقة
فاذکر اخاك ابا بکر بما فعلا
خیرالبریة اتقاھا واعدلھا
الی النبی واوفاھا بما حملا
والثانی التالی المحمود مشھدہ
واول الناس منھم صدق الرسلا ۔[1]

طبرانی نے کبیر میں اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزھد میں شعبی سے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے پوچھا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ابو بکر کیا تم نے حضرت حسان بن ثابت کا قول نہیں سنا۔

جب تجھے قابل اعتماد بھائی کا غم یاد آئے تو اپنے بھائی ابو بکر کو بھی یاد کر کہ اس نے کیا کچھ کیا وہ تمام مخلوق سے بہتر سب سے بڑے متقی سب سے بڑے عادل تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو ذمہ داری انہوں نے اٹھائی اُسے سب سے بڑھ کر پورا کیا۔ وہ ثانی اثنین اور آپ کے پیروکار تھے اور رسولوں کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے تھے۔

یہ اشعار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں پڑھے جسمیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے تصدیق کرنے والا فرمایا گیا جو کہ حدیث مرفوع تقریری ہے لہذا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اول اسلام ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے بھی مہر تصدیق ثبت ہوگئی۔

(1) الصواعق المحرقہ، صفحہ:76، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"ومن ثم ذهب خلائق من الصحابة والتابعين وغيرهم الى انه اول الناس اسلاما بل ادعىٰ بعضهم عليه الاجماع."(1)

اسی وجہ سے صحابہ کرام، تابعین اور دیگر بے شمار لوگ اسطرف گئے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے میں سب سے اول تھے بلکہ بعض حضرات نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

قاضی ابو بکر باقلانی کا قول فیصل

قاضی صاحب مصنف زبدۃ التحقیق کے ممدوح بھی ہیں اور موصوف نے اپنی کتاب میں اکثر استدلال ان کی کتاب سے قطع وبرید کے ساتھ کیا ہے:

فقال الجمهور الاكبر والسواد الاعظم ان اولهم اسلاما ابو بكر الصديق رضی اللہ عنہ. وقال آخرون منهم: الامامية وسائر شيعة على رضی اللہ عنہ الا الشاذ منهم:

امت کے جمہور اکبر اور سواد اعظم کے نزدیک سب سے پہلے اسلام لانے والے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور دوسرے بعض جن میں امامیہ اور تمام شیعہ ہیں کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلڑا ساری امت پر بھاری ہے

ہاں ہم اس بات کے ضرور مدعی ہیں کہ ابو بکر جیسا ایمان امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی کا نہیں آپ کے ایمان کا پلڑا ساری امت پر بھاری ہے دیکھئے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"لو وزن ايمان ابي بكر بايمان اهل الارض لرجح"۔(1)

---

(1) الصواعق المحرقہ، صفحہ:76، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

اگر ابو بکر کا ایمان تمام اہل زمین کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو ابو بکر کے ایمان کا پلڑا بھاری ہو گا۔

یہی بات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے موقوفاً یوں روایت کی گئی ہے:

"لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اھل الارض لرجح بھم"۔ (2)

فرمان مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ایک پلڑے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں آپ کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے قیامت تک کے اہل ایمان بشمول جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت، تابعین، اغواث، اقطاب، ابدال، علماء، فقہاء، اولیاء، اور شہداء سب کا ایمان رکھا جائے تو بخدا صدیق اکبر کا ایمان فوقیت رکھتا ہے۔ تو افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ٹھہرے یا نہیں؟ نوبت بایں جا رسید۔

علم دیں مفقود ہے گم صراط مستقیم
خضر راہ بنتا ہے ہر غول بیاباں ان دنوں

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام سب سے اچھا تھا:

"عن محمد بن سعد بن ابی وقاص انه قال لابیه سعد اکان ابوبکر الصدیق اولکم اسلاما قال لا ولکن کان خیرنا اسلاما اخرجه ابن عساکر بسند جید"۔ (3)

حضرت محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ لوگوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا نہیں لیکن ان

---

(1) تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۳۰ ص ۱۲۶ دار الفکر بیروت

(2) کنز العمال رقم ۱۶۳۹ بیت الافکار اردن۔ الجامع الشعب للامام بیہقی ج ۱ ص ۱۴۳ ریاض سعودیہ، فضائل الصحابہ للامام احمد بن حنبل ج ۱ ص ۴۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت

(3) الطریقۃ المحمدیہ ص ۴۴۲ پروگیسو بک لاہور

کا اسلام ہم سب میں اچھا تھا اس کو ابن عساکر نے سند جید سے روایت کیا ہے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص کیفیت سے حصہ ملا:

سیدی عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خاص کیفیت حاصل تھی جو اگر روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگوں خواہ صحابہ کرام ہی کیوں نہ ہوں؟ پر تقسیم کر دی جاتی تو وہ سب ہلاک ہو جاتے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی استعداد کے مطابق اس کیفیت میں سے بہت تھوڑی سی کیفیت نصیب ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود پوری امت میں کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کیفیت بلکہ اس کی قریبی کیفیت کو بھی برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اس میں تمام صحابہ اور جملہ اغواث واقطاب نیز وہ لوگ جنہیں فتح کبیر عطا ہوئی سب شامل ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس قدر الوہیت کے اسرار ربوبیت کے حقائق اور معرفت کے دقائق کا علم عطا کیا گیا ہے اسے بیان کرنا ممکن نہیں ہے اور نہ ہی کوئی انہیں سننے کی طاقت رکھتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ تھی آپ بعض اوقات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے چند حقائق بیان کر دیا کرتے تھے۔ جس کے نتیجے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ مرتبہ ومقام نصیب ہوا ہے تاہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری کے آخری تین برسوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کبھی معرفت کی کوئی بات نہیں بتائی تا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی تاب نہ لا سکیں۔ (1)

(1) الابریز ص ۳۵۱ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام ظاہر کرنا

قارئین کرام! یہ بات بھی اپنے مقام پر ثابت شدہ ہے کہ جب سب اپنا اپنا اسلام پوشیدہ رکھتے تھے تو جو اپنے اسلام کو برملا ظاہر کرنے والی ہستی تھی وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ جیسا کہ امام اہلسنت، سیدی اعلیٰ حضرت، محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔

وجہ اول

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حدیث جامع میں کہ سابق بالاستعاب مروی ہوئی۔ فرماتے ہیں

یرحمك الله یا ابا بکر ا کنت الف رسول الله وأنسه و مرجعه وثقته و کنت أحوطهم علی رسول الله صدقت رسول الله حین کذبه الناس ،وواسیته حین بخلوا، وقمت به عند المکاره حین........عنه مقدوا، وصحبته فی الشدة

اے ابو بکر خدا آپ پر رحمت کرے، آپ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے اور ان کے مونس و مرجع کار، معتمد علیہ محافظ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ کے برابر کوئی نہ تھا، آپ نے ان کی تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا اور غم خواری کی جب اوروں نے بخل کیا مکروہات میں ان کی خدمات پر قائم رہے جب لوگ انہیں چھوڑ کر بیٹھ رہے، اور مصیبتوں میں ان کا ساتھ دیا۔

وجہ دوم

ابتدائے اسلام میں جب کافروں کا نہایت غلبہ تھا اور وہ سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح سے ایذاء پہنچاتے، اس وقت سوا صدیق اکبر کے اور کون سپر ہوتا تھا، ہر طرح حضور کی حمایت کرتے، جب بھی تنہائی و بے کسی و کثرت اعدا کے کچھ قابو نہ چلتا، ایسی باتیں کرتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو جاتے، آپ ان کی ضرب وایذا گوارا کرتے اور محبوب پر آنچ نہ آنے دیتے۔

عقبہ بن ابی معیط نے رسول اللہ ﷺ کے گلوئے اقدس میں نماز پڑھتے میں چادر باندھ کر نہایت زور سے کھینچی ابو بکر نے آکر اس کو دفع کیا اور فرمایا: کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس امر پر کہ وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے، حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں اپنے رب سے۔

وجہ سوم

کفار نے ایک بار حضور کو یہاں تک ایذا دی غش آگیا، ابو بکر نے کھڑے ہو کر ندا دی خرابی ہو تمہارے لیے کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے: رب میرا اللہ ہے۔ کافر آپس میں بولے یہ کون ہے؟ کہا ابو قحافہ کا بیٹا ہے دیوانہ۔

وجہ چہارم

مشرکین مسجد میں بیٹھے رسول اللہ ﷺ اور حضور کا ان کے جھوٹے خداؤں کا برا کہنا ذکر کر رہے تھے کہ سید المرسلین ﷺ مسجد میں تشریف لائے، کافر آپ کی طرف آئے اور جب وہ کچھ دریافت کرتے آپ سچ فرماتے، پوچھا کیا تم ہمارے خداؤں کو ایسا ایسا نہیں کہتے؟ ارشاد ہوا کیوں نہیں۔ کفار نے ایک بار گی حضور پر حملہ کیا۔ فریادی ابو بکر کے پاس آیا کہ اپنے یار کی خبر لو۔ یہ مسجد میں آئے اور حال ملاحظہ کیا فرمایا: خرابی ہو تمہارے لیے کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ لایا ہے تمہارے پاس روشن نشانیاں اپنے رب سے۔ مشرکین حضور کو چھوڑ کر انہیں مارنے لگے، جب مکان کو واپس آئے شدت ضرب سے بالوں کا حال تھا کہ جدھر ہاتھ لگایا لٹیں ساتھ آگئیں اور وہ کہتے تھے: برکت والا ہے تو اے ذوالجلال والاکرام۔

وجہ پنجم

وقت چاشت حضور سید المرسلین ﷺ خانہ کعبہ کا طواف فرماتے تھے، جب فارغ ہوئے کافروں نے چادر اقدس پکڑ کر کھینچی اور کہا تمہیں ہو جو ہمیں ان چیزوں سے منع کرتے ہو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے؟ فرمایا: میں ہی ہوں، پس ابو بکر حضور کی پیٹھ کو چپٹ گئے اور کہا کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ خدا کو اپنا رب بتائے اور وہ تو کھلی

نشانیاں لایا ہے تمہارے پاس اپنے پروردگار سے، اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر ہے جھوٹ اس کا، اور جو سچا ہے تو تمہیں پہنچے گی بعض وہ چیز جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے، بے شک خدا راہ نہیں دکھاتا فضول خرچ بڑے جھوٹے کو۔۔۔ باآواز بلند یہ کہتے جاتے تھے اور آنکھیں بہہ رہی تھیں یہاں تک کہ کفار نے حضور کو چھوڑ دیا۔

وجہ ششم

مولی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو مجھے بتاو سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ کہا آپ، فرمایا خبردار رہو میں جس کے مقابلہ میں میدان میں آیا اس سے آدھا رہا۔ لیکن مجھے بتاؤ سب آدمیوں سے زیادہ بہادر کون ہے؟ بولے ہمیں نہیں معلوم آپ بتائیے۔ فرمایا: ابو بکر، بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ قریش نے حضور کو پکڑا تھا اور وہ کہتے جاتے تھے تمہیں ہو جس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا۔ جناب امیر فرماتے ہیں: سو خدا کی قسم ہم میں سے کوئی پاس نہ گیا سوا ابو بکر کے، کہا: اسے مارتے ہو، اور کہتے تھے خرابی ہو تمہارے لیے، کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے۔ پھر جناب مرتضوی رضی اللہ عنہ چادر شریف منہ پر رکھ کر اس قدر روئے کہ ریش اقدس تر ہو گئی۔ پھر فرمایا: ابو بکر بہتر ہیں یا مومن آل فرعون؟ لوگ چپ ہو رہے، فرمایا: کیا مجھے جواب نہیں دیتے ہو خدا کی قسم ابو بکر کی ایک گھڑی مومن آل فرعون کی تمام سعی سے بہتر ہے۔ وہ ایک مرد تھا جس نے اپنا ایمان چھپایا اور انہوں نے مظاہر و آشکار فرمایا۔

مومن آل فرعون وہ صاحب تھے جنہوں نے در پردہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لا کر ان کی حمایت کی اور کلام اللہ شریف میں ان کا قصہ اور یہ قول کہ فرعون وملاء فرعون سے کہا تھا، نقل فرمایا

اتقتلون رجلا ان يقول ربي الله وقد جاء كم بالبينت من ربكم

غرض امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی یہ ہے کہ رسول کی حمایت اور کفار سے اس قول کے کہنے میں دونوں شریک تھے مگر ترجیح کسے ہے؟ جب ملاحظہ فرمایا کہ لوگ جواب نہیں دیتے تو خود تفضیل و ترجیح ابو بکر ارشاد فرمائی۔

وجہ ہفتم

جب صرف انتالیس (۳۹) مسلمان تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا، اور یہ پہلے خطیب تھے جنہوں نے خدا اور رسول کی طرف دعوت کی۔ کافر نہایت ضرب شدید سے پیش آئے، پاؤں سے پامال کیا، عتبہ بن ربیعہ نے سخت بے ادبیاں کیں، چہرہ کی چوٹ سے ناک منہ پہچانے نہ جاتے تھے لوگوں کو ان کے مرنے میں کچھ شک نہ رہا، کپڑے میں لپیٹ کر گھر اٹھالائے، دن بھر بات منہ سے نہ نکلی۔ آخر نہار میں کام کیا تو یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے، ان کے باپ اور اقارب ملامت کرنے لگے اور برا بھلا کہا ۔یعنی اپنا تو یہ حال ہے اور اس وقت میں بھی انہیں کا خیال ہے، ان کی ماں سے کہا انہیں کچھ کھلاؤ پلاؤ، انہوں نے تنہائی میں نہایت الحاح کیا، آپ نے یہی جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ ماں نے کہا خدا کی قسم مجھے تمہارے یار کا حال نہیں معلوم۔ فرمایا ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاکر پوچھو، ام الخیر ام الجمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا: ابو بکر تم سے محمد بن عبد اللہ ﷺ کا حال پوچھتا ہے، انہوں نے براہ احتیاط چھپایا اور کہا نہ میں ابو بکر کو پہچانوں نہ محمد بن عبد اللہ کو، ہاں اگر تم یہ چاہو کہ تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلوں تو میں ایسا کروں، ام خیر نے کہا ہاں، ام جمیل آئیں، صدیق اکبر کو دیکھا پڑے ہوئے ہیں۔ ام جمیل نے نزدیک جاکر آواز بلند کی اور کہا یہ لوگ تم سے اس طرح پیش آئے، اہل فسق ہیں، مجھے امید ہے کہ خدا تمہارا بدلہ ان سے لے۔ ان کا تو وہی کلام تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ ام جمیل نے کہا: تمہاری ماں سن رہی ہیں، وہ اس وقت تک ایمان نہ لائی تھیں، خوف ہوا مبادا مشہور کردیں، صدیق اکبر نے فرمایا: ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کرو، کہا صحیح و سالم ہیں، کہا کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ کہا: دار ارقم میں، کہا میں نے قسم کھائی ہے جب تک حضور کو نہ دیکھ لوں گا کچھ نہ کھاؤں پیوں گا۔ بالآخر جب رات کو سب سو رہے اور چہل پہل موقوف ہوئی، اپنی والدہ اور ام جمیل کو تکیہ لگا کر محبوب کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھتے ہی پروانہ وار شمع رسالت پر گر پڑے اور بوسہ دینے لگے اور صحابہ بے تاب ہو کر ان پر گر پڑے، اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے نہایت رقت فرمائی۔ ابو بکر نے عرض کیا:

میرے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان میرے ساتھ جو کیا، مجھے اس کا کچھ غم نہیں یعنی جب حضور کو سلامت پایا تو اپنے مصائب کی فکر کیا ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاء۔

وجہ ہشتم

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالی وجہہ فرماتے ہیں: روز بدر ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک عریش تیار کیا تھا، پھر آپس میں کہا، ایسا ہم میں کون ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور حضور کی محافظت کرے تاکہ کوئی مشرک آپ کو ضرر نہ پہنچائے۔ سو خدا کی قسم ہم میں سے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ تھا سوا ابو بکر کے، کہ شمشیر برہنہ کیے حضور کے پاس کھڑے تھے اور مشرکین سے جو کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی طرف جاتا اسے دفع کرتے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ملائکہ نے ابو بکر صدیق کے اس فعل پر مباہات کی اور آپس میں کہا۔ نہیں دیکھتے ابو بکر صدیق کو عریش میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔

وجہ نہم

جب شب ہجرت سرور عالم ﷺ کفار سے پوشیدہ شب کو بر آمد ہوئے، ابو بکر ہمراہ تھے اور کبھی حضور کے آگے چلتے کبھی پیچھے کبھی دائیں کبھی بائیں حضور نے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر یہ کیا کرتا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ جب یہ خیال آتا ہے مبادا کوئی کمین میں بیٹھا ہو تو حضور کے آگے چلتا ہوں، اور جب یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید لوگ پیچھے آتے ہوں تو پس پشت اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں، کافروں کی جانب سے مجھے حضور پر اطمینان نہیں۔ پس شب بھر رسول اللہ ﷺ پنجوں کے بل راہ چلے یعنی تاکہ نشان قدم سے سراغ نہ لگے یہاں تک کہ پائے اقدس ورم کر گئے۔ جب صدیق اکبر نے یہ کیفیت دیکھی حضور کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے دوڑے یہاں تک کہ غار ثور تک لائے، پھر حضور کو اتار کر عرض کیا کہ قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا حضور غار ثور میں تشریف نہ لے جائیں جب تک میں نہ جاؤں کہ اگر اس میں کوئی چیز ہو تو پہلے میری ہی جان پر آئے۔ جب غار میں گئے، وہاں کچھ نہ دیکھا، حضور کو اٹھا کر اندر لے گئے۔ غار میں سوراخ تھا جس میں سانپ اور اژدھے تھے، دلدادہ جانان کو خوف ہوا، مبادا اس اس میں سے کوئی چیز نکل کر محبوب کو ایذا پہنچائے،

اپنا پاؤں سوراخ میں رکھ دیا اور سید المرسلین ﷺ نے ان کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمایا، ادھر سانپوں اور اژدھوں نے کاٹنا اور سر مارنا شروع کیا۔ صدیق اکبر نے اس خیال سے کہ جان جائے مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے مطلق حرکت نہ کی یہاں تک کہ آنسوان کے شبنم وار گل بستان اصطفا ﷺ کے چہرہ اقدس پر پڑے۔ حضور کی آنکھ کھل گئی ارشاد ہوا: اے ابو بکر کیا ہے؟ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے سانپ نے کاٹا حضور نے لعاب دہن اقدس لگا دیا تکلیف زائل ہوئی۔ آخر عمر میں اس نے عود کیا اور سبب شہادت ہوا۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: شب غار صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پہلے مجھے جانے دیجئے کہ اگر سانپ یا کوئی اور چیز ہو تو پہلے مجھے پہنچے فرمایا: جاؤ۔ پس گئے اور تاریکی غار کو ہاتھوں سے تلاش کرنے لگے، جہاں کہیں سوراخ پایا اپنے کپڑے پھاڑ کر اس میں رکھ دیے یہاں تک کہ تمام کپڑے سوراخوں میں بھر دیے، ایک سوراخ باقی رہ گیا، اس پر اپنی ایڑھی رکھ دی اور حضور ﷺ سے عرض کیا تشریف لائیے۔ پس جب صبح ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کپڑے تمہارے کہاں ہیں اے ابو بکر؟ انہوں نے جو کیا تھا سمع اقدس تک پہنچایا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر جناب باری دعا کی۔ الٰہی ابو بکر کو قیامت کے دن میری جنت کے درجہ میں میرے ساتھ کر۔ حضور کو وحی آئی کہ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔

مولا علی کرم اللہ تعالی وجہ فرماتے ہیں:

"إن الله ذم الناس كلهم ومدح أبا بكر فقال: الا تنصروه فقد نصره الله إذ أخرجه الذين كفروا ثاني اثنين إذ هما في الغار، إذ يقول لصاحبه: لا تحزن إن الله معنا۔"

یعنی اللہ جل جلالہ سب لوگوں کی مذمت فرمائے، اور ابو بکر کی مدح وستائش کہ فرماتا ہے، (الا تنصروه) اگر تم رسول کی مدد نہ کروگے تو اللہ نے اس کی مدد کی جب اسے نکال دیا کافروں نے دوسرا ان دو کا جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے یار سے کہتا تھا غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

وجہ دہم

جب غار سے اگلے دن رات جاگتے گزرا یہاں تک کہ ٹھیک دو پہر ہو گیا، صدیق نے تلاش سایہ میں نظر دوڑائی، ایک چٹان نظر پڑی اس کی طرف گئے دیکھا کچھ سایہ باقی ہے، وہاں زمین کو صاف وہموار کر کے حضور کے لیے بچھونا بچھا دیا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آرام فرمایئے۔ حضور نے استراحت فرمائی۔ یہ کفار کو دیکھنے نکلے کہ مبادا آن پہنچے ہوں۔ اسی اثنا میں ایک چرواہے کے پاس بکریاں دیکھیں، تھن صاف کرا کے دودھ دوہا، پھر اس میں پانی ملایا کہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا، پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، حضور جاگ چکے تھے، عرض کیا: نوش فرمایئے، صدیق اکبر فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے یہاں تک پیا کہ میرا جی خوش ہو گیا، پھر کوچ کیا کفار در پے تھے، سراقہ رضی اللہ عنہ کہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے قریب حضور کے پہنچ گئے کہ نیزہ دو نیزہ یا تین نیزہ کا فرق رہ گیا، صدیق نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ دوڑیئے ہمیں پکڑ لیا فرمایا۔ غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے، جب سراقہ اور قریب ہو گئے کہ اس کا گھوڑا ہی بیچ میں فاصل تھا، صدیق نے پھر وہی کلمہ عرض کیا اور رونے لگے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: خدا کی قسم میں اپنی جان کے لیے نہیں روتا ہوں لیکن حضور کے غم سے روتا ہوں۔

الغرض ہر وقت وہر حال میں اس یار غار نے حق جانثاری کما ینبغی ادا کیا اور نہایت سخت سخت مصیبتوں میں اور بے کسی اور تنہائی کے وقت میں حضور کا ساتھ دیا اور یہ سب مضامین احادیث معتبرہ سے ثابت ہیں۔ (1)

حضور نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون؟

موصوف نے اس بات (حضور نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون؟) کو بھی موضوع سخن بنایا لیکن اپنا مدعا ثابت کرنے کیلئے بددیانتی سے کام لیا۔ آیئے دیکھئے کہ اس بات میں سچ کہاں تک ہے؟

(1) مطلع القمرین، صفحہ 224 تا 233، کتب خانہ امام احمد رضا

مصنف زبدۃ التحقیق نے مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ محبوب ثابت کرنے کیلئے دو روایات پیش کیں ہیں ایک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث اور دوسری حدیث طیر۔ موصوف نے ص ۱۱۱ پر حدیث نقل کی اور ص ۱۱۲ پر تبصرہ فرمایا چنانچہ موصوف رقم طراز ہیں:

"اس موقعہ پر جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی المرتضی کو مجھ سے اور میرے والد گرامی سے دوگنا زیادہ پیار کرتے ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے اس دعوی کی تردید نہ کرنا حدیث تقریری کہلائے گا جو کہ شرع میں حجت شرعیہ اور حدیث مرفوع ہو گا۔ وہاں جناب عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی قول تھا جس میں ان کے قیاس کو دخل نہ ہوتا تو بظاہر حدیث موقوف کہلاتا مگر حکما حدیث مرفوع کہلاتا جو قابل احتجاج ہوتا۔ اب اس حدیث مرفوع کی موجودگی میں یہ قول قابل احتجاج نہیں ٹھہرتا۔"(1)

جواب:

موصوف نے سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو حدیث تقریری اور حکماً مرفوع مان کر اپنے دعوی کو ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں بھی وہ بری طرح ناکام رہے۔

اولا: اس حدیث کی وضاحت اور پھر اس پر مزید کلام دیکھئے:

وضاحت حدیث:

گزارش یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں الفاظ ہیں:

"احب الیك منی ومن ابی مرتین"۔

ان الفاظ سے مطلقاً ساری کائنات سے محبوب ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ حدیث اپنے عموم پر دلالت نہیں کرتی اس لیے کہ حدیث کا ادنیٰ سا طالب علم بلکہ محض ذوق رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے اور کتب اصول حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تشریح کرتی ہے لہذا ملاحظہ ہو اس کی شارح حدیث:

---

(1) زبدہ التحقیق ص ۱۱۲

"اخبرنی اسامة بن زید قال سألت رسول اللہ ﷺ ای اھل بیتك احب الیك؟ قال احب اھلی الی فاطمة"۔

مجھے خبر دی اسامہ بن زید نے وہ فرماتے ہیں میں نے سوال کیا رسول اللہ ﷺ سے آپ کی اھلبیت میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے! مصطفیٰ کریم ﷺ نے فرمایا میری اہل بیت میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب سیدہ فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احب مطلقاً نہیں بلکہ اھل بیت میں سے محبوب شخصیت مراد ہے یعنی حدیث مبارکہ میں تخصیص ہے اور موصوف نے سینہ زوری کے ساتھ عموم ثابت کرنے کی سعی نامشکور فرمائی ہے لیکن حقیقت ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔ فقیر کی اس دلیل کی تائید عنقریب علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے بھی ہو جائے گی تاکہ اس کو میری ذاتی رائے سمجھ کرنا قابل اعتناہی نہ سمجھا جائے۔

حدیث تقریری کے مقابلے تقریری لیجئے:

ثانیا:

اس کے مقابلے میں حدیث تقریری ملاحظہ ہو، تو واضح ہو جائے گا کہ یہ حدیث عموم پر دلالت نہیں کرتی سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شان صدیق میں پڑھے ہوئے اشعار میں سے صرف ایک مصرعہ ملاحظہ ہو۔ سیدنا حسان بن ثابت فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں:

"وکان حب رسول اللہ وقد علموا من البیریة لم یعدل به رجلا" لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کا علم تھا کہ وہ مخلوق میں سے کسی کو بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔(1)

(1) ریاض النضرۃ ج ۱ ص ۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار حدیث تقریری ہے:

مصنف زبدۃ التحقیق لکھتے ہیں "یہ اشعار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پڑھے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد خوشی ہوئی جس کا معنی یہ ہے کہ یہ اشعار کہنے کو شعر ہیں مگر دستور کی نظروں میں حدیث تقریری ہے۔اس پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحسین وآفرین فرمانا اس معنی کی تاکید مزید ہے۔[1]

تبصرہ:

جب مذکورہ شعر جیسا کہ خود صاحب زبدۃ التحقیق نے صراحت فرمادی کہ حدیث تقریری ہے لہذا حجت شرعیہ ہے۔ اور حدیث مرفوع ہے لہذا پتہ چلا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں "سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" صرف ذاتی قول ہی نہیں بلکہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے جو قابل احتجاج ہے۔ جس سے یہ بات پایہء ثبوت کو پہنچتی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بارگاہ خداوندی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں سب سے زیادہ پیارا ہونا ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جس کا انکار کرنا کسی بھی خدا پرست اور حق شناس سنی کیلئے ممکن نہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے محبوب ترین شخصیت ہونے پر مرفوع حدیث

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

"قلت یا رسول اللہ ای الناس احب الیک قال عائشة قلت من الرجال فقال ابوها"۔[2]

میں نے عرض کی یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ۔ میں نے عرض کی مردوں میں سے؟ فرمایا: ان کا باپ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۲

(2) الریاض النضرہ ج۱ص ۱۳۳بخاری رقم ۳۶۶۲ تاریخ الخلفاء ص ۴۱ محلہ جنگی پشاور

موصوف اگر ای الناس کے الفاظ پر توجہ فرمائیں تو مسئلہ واضح ہو جائے گا۔ مصنف زبدۃ التحقیق کی پیش کردہ دلیل کے متعلق ایک تو یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ اس میں اہلبیت کی تخصیص ہے وہ حدیث عموم پر دلالت نہیں کرتی اور پھر اس کے مقابل میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احب ہونے پر بھی حدیث تقریری پیش کر دی ہے۔

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی جو حدیث مبارکہ پیش کی گئی وہ حدیث مرفوع ہے اور ادھر حدیث تقریری ہے۔ جب یہ دونوں مقابل آجائیں تو ترجیح حدیث مرفوع کو ہوتی ہے نہ کہ حدیث تقریری کو۔ لہذا یہاں سے بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

امام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

محدیث کبیر علامہ ابن حجر عسقلانی سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا والی حدیث تقریری جو کہ صاحب زبدۃ التحقیق کی مستدل ہے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے معارض ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کی ہے وہ حدیث اس طرح ہے کہ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو غزوہ ذات السلاسل کے موقعہ پر امیر لشکر بنا کر بھیجا اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جب یہ دونوں حضرات عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی امارت میں گئے تو انہوں نے سمجھا کہ شاید میرا مرتبہ اور مقام شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے زیادہ ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر بھی مجھے امیر مقرر فرمایا ہے۔ اسی خیال کی وجہ سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا:

"ای الناس احب الیك قال عائشة فقلت من الرجال فقال ابوها فقلت ثم من قال عمر بن الخطاب فعدر جالاً"۔

یارسول آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا۔ میں نے پھر پوچھا مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

فرمایا: ان کا باپ (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)۔میں نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟آپ نے فرمایا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ پس آپ نے کئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بھی لئے۔

موصوف کی مستدل حدیث سے تو پتہ چلتا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امت میں سب سے زیادہ محبوب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔بظاہر دونوں احادیث میں تعارض ہے تعارض کا رفع محدث کبیر علامہ ابن حجر عسقلانی کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے:

"وان کان فی الظاھر یعارض حدیث عمر ولکن یرجح حدیث عمرو انه من قول النبی ﷺ وھذا من تقریرہ"۔(1)

سیدہ فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے محبوب ہونے کی حدیث بظاہر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض ہے۔لیکن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ یہ حدیث فرمان مصطفی کریم ﷺ ہے جو کہ حدیث مرفوع ہے اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث تقریری ہے۔

لہذا ثابت ہو گیا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبوبیت والی حدیث راجح ہے بوجہ مرفوع ہونے کے اور دوسری حدیث مرجوع ہے۔ موصوف اتنا تو جانتے ہی ہوں گے کہ فتوی اور مسئلہ قول راجح پر ہی بتایا جاتا ہے۔نہ کہ قول مرجوع پر جیسا کہ موصوف نے کیا ہے اور مزید لطف کی بات یہ ہے کہ قول مرجوع پر فتوی دیکر حضرت نے اپنی جہالت کا بھی اقرار کر لیا ہے کیونکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو قول مرجوع پر فتوی دے وہ جاہل ہے؟

"الفتیا بالقول المرجوع جھل وخرق للاجماع"۔(2)

---

(1) فتح الباری ج ۸ ص ۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ہوا بیروت

(2) درمختار مع ردالمختار مقدمہ ج ۱ ص ۴۷ ج ۳ ص ۵۰۸ ج ۳ ص ۵۲۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت

قول مرجوع کے مطابق فتویٰ دینا جہالت اور اجماع کے خلاف ہے۔

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
تحریر سے دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں حدیثوں میں تطبیق

مذکورہ صورت میں تو صاحب فتح الباری نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبوبیت والی حدیث کو راجح اور مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبوبیت والی حدیث کو مرجوع قرار دیا ہے لیکن اب یہاں سے علامہ ابن حجر دونوں حدیثوں میں تطبیق بیان کرتے ہیں کہ

"ویمکن الجمع باختلاف جهة المحبة فیکون فی حق ابی بکر علی عمومه بخلاف علی"۔ (1)

اور دونوں حدیثوں کو جمع کرنا بھی ممکن ہے محبت کی جہت کے اختلاف کے ساتھ پس بایں طور کہ یہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ محبوب ہونا عموم پر ہو بخلاف سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کہ ان کی محبوبیت کسی خاص جہت سے ہو (واللہ اعلم بالصواب)۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبوبیت کی تائید مزید:

"واخرج الترمذی والنسائی والحاکم من عبداللہ ابن شقیق قال قلت لعائشة: ای اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت ابوبکر قلت ثم من قالت ثم عمر قلت ثم من قالت ابوعبیدة بن الجراح"۔ (2)

امام ترمذی ونسائی اور امام حاکم نے تخریج کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ

(1) فتح الباری ج۸ ص ۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

(2) تاریخ الخلفاء ص ۴۱ کتب خانہ رشیدیہ پشاور

رضی اللہ عنہا سے عرض کی رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں نے عرض کی پھر (ان کے بعد)؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر عمر فاروق۔ میں نے عرض کی پھر کون؟ تو آپ نے فرمایا: ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث میں بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ محبوب ہونا واضح اور ظاہر ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ماننے والے کے لئے تو ایک حرف ہی کافی ہے اور نہ ماننے والے کیلئے دفتر کے دفتر بے کار ہیں۔

در خانہ اگر کس ست　　　یک حرف بس است

مزید دیکھئے:

"وعن انس قال قالوا یا رسول الله ﷺ ای الناس احب الیك قال عائشة قالوا انما یعنی من الرجال قال ابوها خرجه الترمذی وابن ماجة القزوینی فی سننه"۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا عائشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی جزی نیست ہماری مراد یہ ہے کہ مردوں میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کا باپ اس حدیث کو امام ترمذی اور ابن ماجہ قزوینی نے اپنی سنن میں تخریج کیا ہے۔

سب سے زیادہ محبوب شخص کی بیٹی سے نکاح

"وعن عائشة قالت لما ماتت خدیجة جاء ت خولة بنت حکیم امرأة عثمان بن مظعون الی رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله الا تتزوج؟ فقال (ومن) قالت ان شئت بکرا اوان

(1) ریاض النضرہ ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

شئت ثیبا فقال (ومن البکر ومن الثیب؟) قالب اما البکر فابنة احب خلق الله الیك عائشة بنت ابی بکر الصدیق...)"۔[1]

سیدہ طیبہ طاہرہ ساجدہ زاہدہ عابدہ عالمہ عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں جب سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ نکاح نہیں کریں گے؟ تو مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کس سے؟ تو خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی اگر آپ چاہیں تو باکرہ سے نکاح کر لیں اور اگر چاہیں تو ثیبہ سے نکاح کر لیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: باکرہ کون ہے؟ اور ثیبہ کون ہے؟ تو خولہ بنت حکیم نے عرض کی باکرہ ان کی بیٹی ہے جو آپ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں یعنی عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

اللہ کے علاوہ اگر میرا کوئی خلیل ہوتا تو ابو بکر ہوتا:

فرمان مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اللہ کے علاوہ اگر میرا کوئی خلیل ہوتا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"لو کنت متخذا خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلا"۔[2]

اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔

---

(1) ریاض النضرہ ج ا ص ۱۳۵ دار لکتب العلمیہ بیروت

(2) صحیح مسلم بشرح الامام النووی جزء ۱۶، ۱۵ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الغد الجدید القاہرہ مصر

اعتراض:

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے یہ تو فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو خلیل بنایا تو نہیں گیا لہذا آپکی محبوبیت بارگاہ مصطفی کریم ﷺ میں اس حدیث سے ثابت نہ ہوئی؟

جواب: معترض کا اعتراض لایعنی ہے جیسا کہ مقولہ مشہور ہے المعترض کالاعمیٰ کیونکہ جب حضور نبی کریم ﷺ فرمارہے ہیں کہ میری خلت کے قابل اگر کوئی ہے تو صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو اس سے ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بارگاہ مصطفی میں سب سے زیادہ محبوب و پیارے ہیں۔ لیکن خلت ابو بکر پر صاحبوں کو اعتراض ہے تو اس کے جواب میں آیئے یہ بھی دیکھ لیجئے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے صرف فرمایا ہی نہیں بلکہ صدیق اکبر کو خلیل بنایا بھی ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خلیل ہیں

امام واحدی اپنی تفسیر میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلاً وانہ لم یکن نبی الا لہ فی امتہ خلیل الا وان خلیلی ابوبکر رضی اللہ عنہ"۔ (1)

اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور یہ کہ ہر نبی کا اس کی امت میں ضرور ایک خلیل ہوتا ہے خبردار بے شک میرا خلیل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

فرمان مصطفی ﷺ ابو بکر میرا خلیل ہے

"واخرج الحافظ أبوالحسن علی بن عمر الحربی السکری عن ابی بن کعب أنہ قال: انا حضرت عھدی بنبیکم ﷺ قبل

(1) مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ، الصواعق المحرقہ ص ۷۱ کتب خانہ مجیدیہ ملتان

وفاته بخمس لیال دخلت علیه وهو یقلب یدیه وهو یقول:انه لم یکن نبی الا وقد اتخذ من امة خلیلا (وان خیلی)من امتی ابوبکر ابی قحافة الاوان اللہ تعالی قد اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراهیم خلیلا"۔(1)

امام حافظ ابوالحسن علی بن عمر حربی سکری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوائد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم وصال سے پانچ دن قبل آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے کہ "ایسا کوئی نبی نہیں گزرا جس نے اپنی امت سے اپنا ایک خلیل نہ بنایا ہو اور بے شک میرے خلیل ابوبکر ہیں"۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"وهذا یعارضه مافی روایة جندب عند مسلم کما قدمته انه سمع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول قبل ان یموت بخمس "انی أبرأالی الله ان یکون لی منکم خلیل"فان ثبت حدیث أبی امکن أن یجمع بینهما لما بریء من ذلك تواضعا لربه واعظاما له أذن الله تعالیٰ له فیه من ذلك الیوم لما رأی من تشوفه الیه واکراما لابی بکر بذلك فلا یتنافی الخبران اشار الی ذلك المحب الطبری وقد روی من حدیث ابی امامة نحو حدیث ابی بن کعب دون التقیید بالخمس"۔(2)

سوال:

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وفات شریفہ سے پانچ روز قبل خلیل بنانے کا اعلان فرمانا اس حدیث سے معارض ہے جو صحیح مسلم

(1) فتح الباری جلد ۸ ص ۱۹ دارالکتب العلمیہ بیروت، المرقاۃ جلد ۱۱ ص ۱۶۷ مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ
(2) فتح الباری ج ۸ ص ۱۹ دارالکتب العلمیہ بیروت، مرقات ج ۱۱ ص ۱۶۷ مکتبہ عثمانیہ کوئٹہ

میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کی وفات سے پانچ روز پیشتر سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں اس بات سے بری ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل ہو" میرا خلیل تو اللہ ہے یہ حدیث اوپر کی ان دو حدیثوں سے معارض ہے۔ جو ابوامامہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ... حدیث جندب رضی اللہ عنہ پہلے کی ہے۔ اور سابقہ دونوں حدیثیں بعد کی ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے پروردگار جل مجدہ کی شدت محبت اور تعظیم وتواضع میں اس کے علاوہ کسی اور کو خلیل بنانے سے براءت کا اظہار فرمایا۔ جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس شوق وجذب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعظیم وتکریم میں آپ ﷺ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنانے کی اجازت بخش دی۔ لہذا آپ نے انہیں اپنا خلیل بنایا جیسا کہ حضرت ابوامامہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مصطفی کریم ﷺ کے خلیل ہیں:

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بارگاہ مصطفی کریم ﷺ میں خلت حاصل ہے اس کی تائید کیلئے مزید احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمایئے:

"ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق انہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ھذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال ﷺ من فعل مثل فعل خلیلی فقد حلت علی شفاعتی ولایصح"۔[1]

امام دیلمی نے مسند الفردوس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جب موذن کا قول "اشھد ان محمد رسول اللہ" سنا تو جواب میں یہی کہا اور دونوں انگوٹھوں کو چوم کر

(1) المقاصد الحسنہ ص ۳۹۰ لاہور

آنکھوں پر پھیرا۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس نے بھی میرے خلیل والا عمل کیا میری شفاعت اس پر واجب ہے۔ اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا خلیل فرمایا ہے۔

ضروری وضاحت: اگر کوئی تفضیلی ولا یصح سے اعتراض کرے تو ملا علی قاری کی وضاحت "**الموضوعات**" میں اس کیلئے کافی ووافی ہے۔

خلت کا معنی:

قارئین کرام احادیث مبارکہ سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیل ثابت ہونے کے بعد آیئے خلت کا معنی دیکھئے، شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں کہ

"قال القاضی: قیل: اصل لخلة لافتقار والانقطاع، فخلیل الله المنقطع وقیل لقصره حاجته علی الله تعالیٰ وقیل الاختصاص وقیل الاصطفاء"۔(1)

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلت اصل میں احتیاج کو کہتے ہیں اور منقطع یعنی قطع تعلق ہو جانا، اللہ تعالیٰ کا خلیل وہ ہے جو سب سے لا تعلق ہو کر واصل باللہ ہو جائے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ خلت کہتے ہیں اپنی حاجت کو صرف اللہ تعالیٰ پر ہی مقصود کرنا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ خلت اختصاص کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک چنے ہوئے کو یعنی جس کو چن لیا جائے منتخب کر لیا جائے وہ خلیل ہے۔

شیخ محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں

خلیل اگر خلل سے مشتق ہو تو خلیل وہ ہو گا جو یکسو ہو کر خدا کی طرف ہو جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف یکسوئی کی یہ صورت ہو جائے کہ اس کی محبت میں کوئی خلل ونقصان نہ ہو اور اگر خلیل خلت سے مشتق ہو تو معنی یہ ہو گا "فقر واحتیاج"۔(1)

(1) شرح صحیح مسلم ج ۵، ص ۱۳۹، دار الغد الجدید القاہرہ مصر

اب آیئے، خلت اور محبت میں فرق ملاحظہ فرمایئے:

خلت و محبت میں اعلیٰ کونسی چیز ہے؟

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"قال القاضی فاختلف المتکلمون ھل المحبۃ ارفع من الخلۃ ام الخلۃ ارفع؟ ام ھما سواء؟ فقالت طائفۃ ھما بمعنی فلا یکون الحبیب الا خلیلا، ولا یکون الا حبیبا وقیل الحبیب ارفع لانھا صفۃ نبینا ﷺ وقیل الخلیل ارفع وقد ثبت خلۃ نبینا للہ تعالی بھذا الحدیث"۔ (2)

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متکلمین کا اس میں اختلاف ہے کہ محبت خلت سے ارفع ہے یا خلت محبت سے یا دونوں برابر ہیں بس ایک طبقہ کا کہنا ہے کہ خلت اور محبت ہم معنی ہے (یعنی دونوں برابر ہیں) لہذا جو حبیب ہے وہ خلیل ہے اور جو خلیل ہے وہ حبیب ہے (نسبت تساوی کی ہے) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حبیب، خلیل سے ارفع ہے اس لیئے کہ یہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی صفت ہے اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ خلیل محبوب سے ارفع ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کے لئے خلت حدیث مذکور سے ثابت ہے۔ اور ان تین مذاہب میں سے آخری اور تیسرا مذہب راجح اور پسندیدہ ہے اور اقرب الی الصواب ہے کہ خلیل محبوب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اعتراض اور اس کا جواب:

اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب خلت کا درجہ محبت سے زیادہ ہے تو اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلیل اللہ ہونے کی بنا پر مصطفی کریم ﷺ (جو کہ حبیب ہیں) سے افضل ہونا لازم آتا ہے جو کہ اجماع کے خلاف ہے۔

---

(1) مدارج النبوۃ

(2) شرح صحیح مسلم للامام نووی ج ۱۵ ص ۱۴۰ دار الغد الجدید قاہرہ مصر

اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم شریف میں حدیث مبارکہ موجود ہے مصطفی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "واتخذ الله صاحبکم خلیلا" (اپنی طرف اشارہ فرمایا) اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو اپنا خلیل بنایا ہے اس کی طرف امام نووی نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اشارہ کیا ہے لہذا جب رسول اللہ ﷺ کیلئے بھی خلت ثابت ہے تو آپ بھی اللہ تعالیٰ کے خلیل ٹھہرے جس کی بنا پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ ہونے کی وجہ سے مصطفی کریم ﷺ سے افضل قرار دینا درست نہیں جس سے اجماع کی ممانعت لازم آئے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

خلاصہ کلام

مذکورہ احادیث مبارکہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب اور آپ کے تنہائی کے ساتھی اور آپ کے خلیل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور خلت کا مرتبہ محبت سے بڑھ کر ہے۔ لہذا مصنف زبدۃ التحقیق کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان "ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا" کو ذاتی رائے قرار دے کر رد کرنا باطل و مردود ہے کیونکہ یہ صرف آپ کی ذاتی رائے نہیں تھی بلکہ مصطفی کریم ﷺ اور آپ کے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی یہی رائے تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مصطفی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور یہی مذہب راجح اور اصح ترین ہے (واللہ اعلم بالصواب)۔

مصنف زبدۃ التحقیق کا فرمان عمر کو رد کرنا حقائق کو مسخ کرنے کے مترادف ہے

کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ بھی فرمان ہے کہ جو یہ کہے گا میں ابوبکر سے افضل ہوں تو اس پر مفتری کی حد جاری کروں گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اس وقت ارشاد فرمائے جب سقیفہ بنی سعدہ میں خلافت کے متعلق بحث ہو رہی تھی تو اس وقت یارانہ کے طور پر کلام کرنے کا کوئی محل ہی نہیں تھا لہذا مصنف زبدۃ التحقیق کی یہ اتنی بھونڈی بات ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو دین اسلام کی بنیادیں کھوکھلی ہو کر رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے تبصرہ نگاروں سے محفوظ فرمائے۔

واقعہ معراج اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبوبیت:

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ معراج کی رات جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رفرف لیئے چل رہا تھا یہاں تک کہ مقام مستوی ظاہر ہوا...

"ثم انه لما تقوی بالحال اعطاہ اللہ تعالیٰ فی نفسه علما علم به مالك لم یکن یعلمه قبل ذلك عن وحی من حیث لایدری وجهته فطلب الاذن فی الرؤیة بالدخول علی حضرت ربه الخاصة فرأی صوتاً یشبه صوت ابی بکر وهو یقول: یا محمد قف ان ربك یصلی فراعه ذلك الخطاب. وقال فی نفسه: "أربی یصلی" فلما وقع فی نفسه هذا التعجب من هذا الخطاب وأنس بصوت ابی بکر رضی اللہ عنہ فتلا علیه (هو الذی یصلی علیکم وملئکته) فعلم عند ذلك ماهو المراد بصلاة الحق تعالیٰ"۔ (1)

پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حال کے ذریعے قوت حاصل کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں ایسا علم عطا فرمایا جس کی وجہ سے آپ کو وہ معلومات حاصل ہوئی۔ جنہیں اس سے پہلے بذریعہ وحی نہیں جانتے تھے پس آپ نے رب العزت کے دربار خاص میں داخل ہو کر زیارت کے بارے میں اذن حاصل کیا۔ پس آپ نے ابو بکر کی آواز کی مشابہ ایک آواز سنی کہ اے محمد! ٹھہریئے۔ بیشک آپ کا رب صلاۃ فرما رہا ہے۔ اس خطاب سے آپ کو تعجب ہوا اور دل میں سوچا کیا میرا رب صلاۃ فرماتا ہے؟ جب آپ کے جی میں اس خطاب سے تعجب ہوا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز سے آپ نے انس محسوس کیا تو آپ پر یہ آیت تلاوت کی "هو الذی یصلی علیکم وملائکته" (اللہ وہ ہے جو تم پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس

---

(1) الیواقیت والجواھر ص ۲۷۶ ج ۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت

کے فرشتے) پس اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی صلاۃ سے کیا مراد ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی کا تبصرہ:

"وانما سمع صوت ابی بکر تانیسا له وقد اعطت المعرفة بان الانس لایکون الا بالمناسب ولامناسبة بین الحق وبین عبیده وان اضیف الی الحق الموانسة فانها ذالك علی وجه خاص یرجع الی الکون فافهم قال الشیخ وانما خص ابوبکر بذالك لکونه کان یانس به فی الارض نحن لذالك وانس بن وتعجب من ذالك الصوت فی ذالك الموطن لکونه جائه من العلو وقد ترکه فی الارض (حواله مذکور)۔"

شیخ فرماتے ہیں آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہم کی آواز سنی آپ کو انس حاصل ہوا کیونکہ یہ بات جانی پہچانی ہے کہ انس صرف مناسبت رکھنے والے کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ حق تعالیٰ اور اس کے بندوں کے مابین کوئی مناسبت نہیں اور اگر موانست حق تعالیٰ کی طرف منسوب کی جائے تو یہ کسی وجہ خاص کی بناء پر ہوگی جو کہ کائنات کی طرف لوٹتی ہے اسے سمجھ لے۔ شیخ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کے ساتھ اس لئے مخصوص کیا گیا کہ زمین میں حضور علیہ السلام ان سے بغایت مانوس تھے پس اس وجہ سے آپ نے فرحت وانس محسوس کیا اور اس مقام میں اس آواز سے متعجب ہوئے کیونکہ یہ آواز آپ کے پاس اوپر سے آئی حالانکہ آپ انہیں زمین پر چھوڑ آئے تھے۔

غزالی زماں سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی کا تبصرہ:

وحشت کے وقت کسی چیز کی طرف توجہ مبذول ہونا اور کسی امر پر تعجب کا لاحق ہونا وحشت دور ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ اس لیے بتقاضائے حکمت ایزدی صوت صدیق کے مشابہ "قف

یا محمد ان ربك یصلی" کی آواز سن کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی توجہ درود اور رحمت کے معنی کے بجائے نماز کے معنی کی طرف مبذول ہوئی اور توجہ کے سبب وحشت زائل ہوئی پھر آواز بھی انیس جلیس (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی آواز کے مشابہ جو موجب استیناس ہے۔[1]

لامکاں کی بلندیوں پر جا کر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز سے انس حاصل کرنا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے بڑھ کر محبوبیت ہے۔ اور صاحب زبدۃ التحقیق نے لکھا "سب سے زیادہ پیارا ہونے کو بھی افضلیت میں دخل ہے"۔[2]

لہذا ثابت ہوا کہ انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

احبیت کو افضلیت میں دخل نہیں

یاد رہے کہ اہلسنت کے نزدیک احبیت کو افضلیت میں دخل نہیں۔ لیکن قارئین یہ بات بھی ذہن نشین رکھیں کہ یہ گزارشات ہم صاحب زبدۃ کے موقف کے مطابق پیش کر رہے ہیں۔ وگرنہ اہلسنت کے نزدیک احبیت کو افضلیت میں دخل نہیں ہے۔ جیسا کہ اپنے مقام میں آئے گا۔

(1) مقالات کاظمی ج ۱ ص ۷۳، ناشر کاظمی پبلیکیشنز جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

(2) زبدۃ التحقیق ص ۱۰۹

باب چہارم

"توقف"
دربارۂ افضلیت کی حقیقت

"توقف" دربارۂ افضلیت کی حقیقت

گذشتہ اوراق میں مسئلہ افضلیت کی اہمیت اور افضلیت کا معنیٰ واضح کرنے کے بعد "توقف" دربارۂ افضلیت کے بارے میں اہل سنت وجماعت کا نظریہ اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات پر سرسری تبصرہ کیا جاتا ہے تاکہ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہو جائے کہ اس مسئلہ میں "توقف" کی صحت کا کچھ اعتبار بھی ہے؟؟ مصنف زبدۃ التحقیق نے اس مسئلہ میں صرف ڈھنڈورا پیٹنے پر اپنا زور خرچ کیا ہے

اور ماسوائے اس کے کہ ان کی تصنیف میں چند صفحات کا اضافہ ہوا صفحے کچھ زیادہ کالے ہو گئے۔ اور موصوف کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا کیونکہ مسئلہ افضلیت میں "توقف" کا قول سرے سے ہی باطل ہے بلکہ جس طرح افضلیت کا منکر اہل سنت سے خارج ہے۔ یونہی دربارۂ افضلیت "توقف" کرنے والا بھی اہل سنت سے خارج ہے تو آئیے سب سے پہلے صاحب زبدۃ التحقیق کا مؤقف دیکھئے:

صاحب زبدۃ التحقیق کا مؤقف:

پتہ چل گیا کہ یہ کہنے والے کا "فلاں فلاں سے افضل ہے" قول، قول باطل ہے۔ نہ ہی یہ دین ہے اور نہ ہی یہ شریعت۔ (1)

یہی رونا اس صفحہ سے آگے پیچھے بھی رویا گیا ہے یعنی امام مالک کا قول نقل کر کے پانچ صفحات پر اس کا خوب تکرار کیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

عبارت مذکورہ کا تضاد:

مصنف زبدۃ التحقیق نے صفحہ ۱۸۲ پر تو یہ لکھا کہ افضلیت کا قول باطل ہے لیکن صفحہ ۳۵۶، ۱۹۹، ۱۰۹ پر یہ بانسری بجا رہے ہیں کہ ہمارا اپنا عقیدہ بحیثیت سنی کے جناب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بحیثیت خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق ہونے کے افضل الامت ہونے کا ہے۔ (2)

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۱۸۲

(2) زبدۃ ص ۱۰۹

اسی طرح ایک اور مقام پر حدیث مبارکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت رقمطراز ہیں:

"اس واقعہ سے جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سخاوت وایثار کا پتہ چلتا ہے وہاں آپ کے عقیدہ عظمٰی پر بھی روشنی پڑتی ہے گھر کا سارا اثاثہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دریا دلانہ پیش کرنا، چہرے پر عشق رسول موجزن ہونا، دل ودماغ میں کیف وسرور کا تلاطم ہونا، افضل الامت ہونے کی غمازیاں کر رہا ہے"۔(1)

تبصرہ:

راقم الحروف کا مؤدبانہ سوال یہ ہے کہ جب افضلیت کا قول کرنا کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں آپ کے نزدیک باطل ہے تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل الامت ہونے کا قول کرکے اس قول باطل پر اپنا عقیدہ کیوں اپنا رکھا ہے؟

کیوں حضرت! کہیں ایسا تو نہیں؟

منزل پہ جب نہ ہو سکی تکمیل جستجو
گمراہیوں کو حاصل ایمان سمجھ لیا

اور دوسری منقولہ عبارت میں تو آپ نے فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ فرمایا ہے کہ افضل الامت ہونے کی غمازیاں کر رہا ہے تو کیا میں اتنی بات پوچھ سکتا ہوں کہ ایک چیز حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مثبت ہے اور اس حدیث سے مثبت ہونا آپ کو مسلم بھی ہے لیکن اس کے باوجود آپ اس کے بارے میں کتنی بے دردی اور دلیری سے بطلان کا قول کرتے ہیں؟

زندگی اک دوڑ ہے تو سانس پھولے گی ضرور
یا بدل مفہوم اس کا--- یا پھر فریاد نہ کر

---

(1) زبدۃ ص۷۹

مفکر اسلام کی مزید برقی قلابازیاں ملاحظہ ہوں

حضرت اپنی شہرۂ آفاق تصنیف بے لطیف کے صفحہ ۲۸۴ پر لکھتے ہیں کہ "اب ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ سید زید بن علی کا عقیدہ تفضیل علی کا.............سید زید بن علی کی اطاعت میں سید محمد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (نفس زکیہ) اور سید ابراہیم رضی اللہ عنہ نکلے۔ معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ بھی تفضیل علی رضی اللہ عنہ میں سید زید بن علی رضی اللہ عنہ کے موافق تھا جیسا کہ گذشتہ سطور میں جملہ خاندان بنی ہاشم کا عقیدہ تفضیل علی بتایا گیا"۔ (1)

المختصر یہ کہ مصنف زبدۃ التحقیق نے اس صفحہ پر جوہر تفضیلیہ دکھاتے ہوئے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی تفضیلی ثابت کیا ملاحظہ ہو۔ (2)

مصنف زبدۃ التحقیق اتنی وضاحت فرمادیں کہ جب کسی کے بارے میں افضلیت کا قول آپ کے بقول باطل ہے تو سید زید بن علی، سید محمد بن عبد اللہ، سید ابراہیم جملہ خاندان بنی ہاشم، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ قول باطل پر موقوف ہے اور چونکہ حضرت بہت بڑے منطقی بھی ہیں تو یہ بات بھی شاید جانتے ہوں کہ جو چیز باطل پر موقوف ہو وہ بھی باطل ہوتی ہے۔ لہٰذا مصنف زبدۃ التحقیق کی تحقیق بے سروپا کے مطابق جملہ حضرات مذکورہ کا عقیدہ باطل ٹھہرا۔ ہم اگر حضرت کے بارے میں کچھ کہہ دیں تو وہ سختی ہو جاتی ہے بے ادبی ہو جاتی ہے تو موصوف ان عزت مآب شخصیات کے عقیدہ کو باطل ٹھہرانے کے باوجود مفکر اسلام بھی ہیں پیر بھی ہیں ولی بھی ہیں آخر کیوں؟

سختی کا طعنہ دینے والے متوجہ ہوں:

سختی کا طعنہ دینے والے ٹھنڈے دل ودماغ سے ذرا سوچیں تو سہی کہ ہم ان کے عقیدہ کو غلط کہتے ہیں جن کا عقیدہ فی الواقع غلط ہے اور موصوف نے ہیرا پھیری سے ان ذوات قدسیہ کے

---

(1) زبدۃ التحقیق صفحہ ۲۸۴

(2) حوالہ مذکور

عقیدہ کو باطل ٹھہرایا ہے جن کے عقیدہ میں غیروں کو شک نہیں ہے (اس کے باوجود ہم متشدد اور وہ مفکر اسلام)۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اور اگر حضرت صاحب کا کوئی مرید یا چیلہ خاص ان کے مزید تضادات کی تلاش و جستجو کا طالب ہو تو وہ دیکھ سکتا ہے کہ ان کے پیڑ صاحب نے لکھا ہے:

"حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جملہ صحابہ کرام کا مجموعی عمل یہی بتاتا ہے کہ یہ لوگ جناب مولا مرتضی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جانتے تھے"۔(1)

اور بر سبیل ترقی لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں افضلیت کا عقیدہ ایک شرعی مبنیٰ ہے۔(2)

قارئین کرام! توجہ فرمائیں تو تصویر کا اصل رخ سامنے آجاتا ہے کہ حضرت کے بقول جب "فلاں فلاں سے افضل ہے کا قول باطل ہے" تو پھر انہی کی "سینہ توڑ ایران لوڑ" تحقیق یہ کہتی ہے کہ جملہ صحابہ کرام سیدنا مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے افضلیت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ تو کیا (معاذ اللہ) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کی بنیاد ایک قول باطل پر تھی؟ اور مزید بر آن کہ چند صفحات کے بعد مصنف کی اختراعات و خرافات کے کرشمہ سازی سے وہی قول شرعی مبنی بن گیا یعنی ایک نظریہ اور عقیدہ چند صفحات قبل باطل ہے اور چند صفحات کے بعد شرعی مبنی قرار دیدیا گیا۔

تناقض کے پیچھے تعارض کا شور
تعارض کی دم میں تناقض کی ڈور

(1) زبدۃ التحقیق ص ۱۹۰
(2) زبدۃ التحقیق ص ۱۹۳

یعنی گھما کر ادھر ادھر کی بات کرنے کے ماہر ہیں کہ ترجیح "توقف" کو ہے لیکن فلاں فلاں سے افضل ہے، فلاں فلاں سے افضل ہے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں مجدد مائۃ حاضرہ سیدی اعلیحضرت فرماتے ہیں:

جو فرق مراتب گھما کر خلط مبحث کرے جاہل ہے یا غافل ذاہل۔(1)

حقیقت حال بالکل واضح ہے کہ ادھر "توقف" پر زور اور ادھر افضلیت علی پر دلائل تو معلوم ہوا کہ "توقف" کے قول کا بطلان موصوف کے ہاں بھی روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ صرف عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے اور اپنی خفت کو چھپانے اور اس نظریہ اختراعی وسبائی کی ترویج واشاعت کیلئے سر پھٹول رہے ہیں

حضرت اس درجہ مایوسی شروع عشق میں کیسی ؟
ابھی تو اور ہونا ہے خراب آہستہ آہستہ

لہذا اس کے باوجود" "توقف" دربارۂ افضلیت کے عنوان قائم کرنا اور ڈوبتے کی طرح ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنا آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اس وضاحت کے بعد کسی ذی شعور کیلئے "توقف" پر بات کرنے کی ضرورت نہیں لیکن بے شعوروں کیلئے اہتمام حجت کے طور پر چند گذارشات زینت قرطاس کی جاتی ہیں:

بطلان "توقف" دربارہ افضلیت

سب سے پہلے "توقف" (کہ کسی صحابی کو بھی کسی دوسرے سے افضل کہنا درست نہیں) کے بطلان پر قرآن کریم کی نص کو بطور حجت لاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا وكلا وعد الله الحسنى والله بما تعملون خبير"۔

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب

(1) فتاویٰ رضویہ ج۹ ص ۹۴۰

سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔(کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ میں یہ بات واضح طور پر بتائی گئی ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فتح مکہ سے قبل مال خرچ کیا اور جہاد کیا جبکہ مسلمان کم اور کمزور تھے وہی مہاجرین وانصار میں سے سابقون الاولون ہیں وہ مرتبہ میں ان حضرات سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ مسلمان نسبتاً زیادہ اور طاقت ور تھے۔

لہذا اس آیت مبارکہ سے تفاضل صحابہ ثابت ہوا اور چونکہ یہ آیت مبارکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جس کی بناء پر یہ آپ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل بھی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ کرام میں تفاضل رتبی کا واضح ثبوت قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے جس کے انکار کی مسلمانوں کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہے اور افضلیت پر دال ہے۔

صحابہ کرام کے تفاوت درجات اور افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

بنابرایں ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ نص قرآن سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درجات تفاوت ثابت و محقق ہے تمام صحابہ کرام کا مرتبہ اور مقام ایک جیسا نہیں لہذا نص قرانی کے ہوتے ہوئے مصنف زبدۃ التحقیق کا یہ کہنا کہ پتہ چل گیا کہ "یہ کہنے والے کہ فلاں فلاں سے افضل ہے قول، قول باطل ہے" موصوف کی ساری زندگی کے مطالعہ اور تحقیق کا نچوڑ تو ہوسکتا ہے لیکن قرآن وحدیث کے ساتھ ایسے بے سروپا قول کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ جو بات قرآن وحدیث سے ٹکرائے چاہے وہ مصنف زبدۃ التحقیق ہوں یا مصنف السیف الجلی ہوں یا دیگر ان کے حواری اور چیلے ہوں ان کے نزدیک تو حجت ہوسکتی ہے مسلک حقہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک نہیں۔

المختصر یہ کہ اتنی بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ تمام صحابہ کرام کے درجات کے مساوی ہونے کا قول کرنا تفضیلی حضرات کی اختراع ہے حقائق کیساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے ہمارے اس مؤقف کی تائید اور صاحب زبدۃ کے مؤقف کی تردید کیلئے آیت مذکورہ کی تفسیر میں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

توضیح وتفسیر:

مذکورہ آیت مقدسہ "لایستوی" جو کہ باب افتعال سے یہاں بمعنی تفاعل مستعمل ہے جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"لایستوی افتعال بمعنی تفاعل وفاعله من انفق مع ما عطف علیه المحذوف یعنی لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل قبله ومن انفق بعد الفتح وقاتل بعده"۔(1)

لایستوی باب افتعال ہے اور تفاعل کے معنی میں مستعمل ہے اور اس کا فاعل معطوف محذوف سمیت من انفق الخ ہے تقدیری عبارت یوں ہے:

"لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل قبله ومن انفق بعد الفتح وقاتل بعده"۔(حوالہ مذکور)

مطلب یہ ہے کہ تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا آپس میں برابر نہیں ہیں۔

فتح مکہ

فتح سے مراد فتح مکہ ہے اکثر مفسرین کا یہی مختار ہے اور بعض مفسرین نے اس سے مراد صلح حدیبیہ لیا ہے "اولئك اعظم درجة" میں اولئك کا اشارہ "من انفق من قبل الفتح وقاتل" کی طرف ہے اور "من" لفظا مفرد اور معنی جمع ہے اس لئے جہت لفظ کو مد نظر رکھتے ہوئے "انفق" اور "قاتل" کے دونوں صیغے مفرد لائے ہیں اور جہت معنی کو مد نظر رکھتے ہوئے "اولئك" اسم اشارہ جمع لایا گیا ہے جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے اور باوجود اس کے کہ مقام ضمیر کا تھا اسم اشارہ لایا گیا اور وہ بھی بعید کا تو یہ عظمت کیلئے ہے "اعظم درجة" یعنی وہ

(1) تفسیر مظہری سورۃ حدیث پارہ نمبر ۲۷ زیر آیت لایستوی منکم الخ

لوگ جو ان دونوں صفتوں کے ساتھ متصف ہیں ان کا مرتبہ بلند تر ہے کن لوگوں سے ؟ "من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا" ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور ان سے مراد قیامت تک کے بعد میں آنے والے ہیں۔

تفسیر صاوی میں ہے

"وھو صادق لکل من اٰمن وانفقو من بعد الفتح الی یوم القیامۃ"(1)

یعنی ہر شخص پر صادق ہے جو فتح مکہ کے بعد قیامت تک ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔

اور ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے مثبوبۃ حسنی یعنی جنت کا وعدہ فرمالیا ہے کلا وعد کا مفعول اول ہے اور الحسنیٰ مفعول ثانی۔ وعدہ تو ان سب کے ساتھ جنت کا ہے لیکن درجات متفاوت ہیں۔

جیسا کہ تفسیر مدارک میں ہے

"الحسنی ای المثبوبۃ الحسنی وھی الجنۃ مع تفاوت الدرجات"۔(2)

یعنی حسنیٰ سے مراد مثبوبہ حسنی ہے اور وہ جنت ہے سمیت تفاوت درجات کے۔

مفسرین کرام کی توضیحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تمام صحابہ کرام مرتبہ میں متفاوت ہیں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔ لہذا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہما میں درجات کے تساوی کا قول کرنا باطل ہے جو اس قول باطل کو ترجیح دے اور اس پر اپنا عقیدہ رکھے تو اس کا عقیدہ بھی باطل و مردود ٹھہرے گا۔

آیت مذکورہ سے جہاں "توقف" در مسئلہ افضلیت کی نفی ہوتی ہے وہاں اس آیت مبارکہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت بھی ثابت ہوتی ہے۔ آئیے، اس آیت مقدسہ کا شان نزول دیکھئے۔

---

(1) تفسیر صاوی جلد ۴ ص ۶۲

(2) تفسیر مدارک جلد دوم سورۃ حدید

شان نزول

متعدد مفسرین کرام جیسے کی علامہ قرطبی، علامہ سید محمود آلوسی بغدادی، صاحب تفسیر روح المعانی، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، صاحب تفسیر مظہری، امام نسفی، صاحب تفسیر مدارک اور دیگر متعدد اصحاب تفسیر نے امام کلبی سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ یہ آیت مقدسہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

روح المعانی میں ہے

"والآية على ما ذكره الواحدى عن الكلبى نزلت فى ابى بكر الصديق رضی اللہ عنہ اى بسببه وانت تعلم ان خصوص السبب لايدل على تخصيص الحكم فلذالك قال اولئك ليشمل غيره رضی اللہ عنہ ممن اتصف بذالك نعم هو اكمل الافراد فانه انفق قبل الفتح وقبل الهجرة جميع ماله وبذل نفسه معه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولذا قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ليس احدا من على بصحبته من ابى بكر ذالك يكفى لنزولها فيه"۔[1]

علامہ واحدی نے امام کلبی کی روایت نقل فرمائی ہے کہ یہ آیت مقدسہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی یعنی اس کا سبب نزول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ سبب کی خصوصیت حکم کی تخصیص پر دلالت نہیں کرتی اسی لئے اور اولٰئک فرمایا گیا تاکہ یہ آیت مقدسہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی جو ان صفات سے متصف ہیں ان کو شامل ہو سکے۔ ہاں! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے سب سے اکمل فرد ہیں کیونکہ انہوں نے فتح مکہ سے قبل، ہجرت سے قبل اپنا سارا مال خرچ کیا اور اپنی ذات بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اشاعت اسلام کیلئے مصروف کار رکھی۔ اسی لئے سرکار ابد

(1) روح المعانی ج ۲۷ ص ۱۷۳ مطبوعہ بیروت

قرار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر سے بڑھ کر سنگت میں مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اتنی بات ہی اس آیت مقدسہ سے آپ کے حق میں نازل ہونے کیلئے کافی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی کا عقیدہ

علامہ سید محمود آلوسی کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب سے اکمل فرد کہنا آپ رضی اللہ عنہ کی افضلیت ایک صحیح العقیدہ سید کی زبانی ثابت کرتی ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں

"قلت هذه الآية بمنطوقه تدل على افضلية السابقين الاولين من المهاجرين والانصار على من آمن بعد الفتح وانفق حينئذ وبمفهومه وسياقه يدل على افضلية ابي بكر الصديق رضی اللہ عنہ على سائر الصحابة وافضلية الصحابة على سائر الناس.(1)

میں کہتا ہوں یہ آیت مقدسہ اپنے منطوق کے اعتبار سے مہاجرین وانصار میں سے جو سابقین واولین ہیں ان کی فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں اور خرچ کرنے والوں پر افضلیت کو ظاہر کرتی ہے اور اپنے مفہوم وسیاق کے اعتبار سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افضلیت اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باقی تمام لوگوں پر افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔

مزید فرماتے ہیں

"قال ابوالحسن الاشعري تفضيل ابي بكر على غيره من الصحابة قطعي قلت قد اجمع عليه السلف".(2)

(1) تفسیر مظہری پارہ ۲۷ سورۃ حدید
(2) تفسیر مظہری سورۃ حدید زیر آیت مذکور

امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت باقی تمام صحابہ کرام پر قطعی ہے میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر اسلاف کا اجماع ہے۔

آیت مذکور سے تین امور ثابت ہوئے:

۱۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسنیٰ کا وعدہ ہے یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اور یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے برحق اور سچے مومن ہونے کی دلیل ہے۔

۲۔ اگرچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سچے مومن اور جنتی ہیں لیکن ان کے درجات آپس میں متفاوت ہیں فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے بعد والوں سے افضل ہیں۔

۳۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں اور ان کی افضلیت قطعی ہے اس پر اجماع امت ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برحق اور جنتی مانتے ہیں ان میں فرق مراتب کے بھی قائل ہیں اور خلفاء اربعہ کو بالترتیب ساری امت سے افضل بھی جانتے ہیں (کما سیجئی)

آیت مذکور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجات میں بیان تفاوت کیلئے

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں

"لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل بیان لتفاوت درجات المنفقین حسب تفاوت احوالهم فی الانفاق بعد بیان ان لهم اجرا کبیرا علی الاطلاق"۔[1]

آیت مقدسہ "لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل" اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے درجات کے تفاوت کا

---

(1) روح المعانی ج ۲۷ ص ۱۷۱ مطبوعہ بیروت

بیان ہے اور یہ درجات کا تفاوت انفاق فی سبیل اللہ میں ان کے احوال کے
تفاوت پر مبنی ہے اور اس کے بعد ان کے لئے علی الاطلاق اجر کبیر ہے۔

قرآن کریم کی نص اور مفسرین کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجات میں تفاوت ہے لہذا سب کیلئے ایک ہی مرتبہ ثابت کرنا اور "توقف" کا قول کرنا قرآن کی نص صریح کے مخالف ہونے کی وجہ سے "باطل و مردود" ہے۔

"توقف" کے بطلان پر قرآن کریم سے دوسری دلیل

"لا یستوی القٰعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم"۔ [1]

برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں

ضروری تنبیہ:

یہ اس وقت ہے جب جہاد فرض عین نہ ہو اگر فرض عین ہو گا تو بلا عذر بیٹھے رہنے والا سخت گنہگار ہو گا اور فرض ہونے کی صورت میں بیمار وغیرہ معذور سمجھے جاویں گے۔ [2]

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر

"عن ابن عباس انه سمعه یقول لا یستوی القعدون من المومنون عن بدر والخاربون الی بدر"۔ [3]

حضرت عبد اللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ جو مسلمان غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہے وہ مقام و مرتبے میں ان مسلمانوں کے برابر نہیں ہیں جو اپنے گھروں سے نکل کر بدر کی طرف گئے۔

---

(1) سورۃ النساء۔ آیت 95

(2) نور العرفان، ص 147، نعیمی کتب خانہ لاہور گجرات

(3) صحیح بخاری، جلد 3، رقم 3954، ص 967، مؤسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں

"مطابقتہ لما قبلہ من حیث ان فیہ بیان انہ لا مساواۃ بین من حضر غزوۃ بدر وبین من غاب عنہا"۔[1]

یہ حدیث ابواب سابقہ کے اسطرح مناسب ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بدر سے غائب رہنے والے صحابہ فضیلت میں ان صحابہ کے برابر نہیں جو بدر میں حاضر تھے۔

لہٰذا اس آیت مقدسہ سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق "توقف" کا قول کرنا یعنی کسی کو کسی پر فضیلت نہ دینا باطل ومردود ہے۔

اعتراض:

صاحب زبدہ نے "توقف" کے قائلین میں ایک نام امام مالک کا بھی ذکر کیا ہے جو فی الحقیقت صاحب زبدہ کی ستم ظریفی اور امام مالک پر جھوٹ وافتراء باندھنے کی ایک بہت بڑی جسارت ہے۔ مصنف زبدۃ التحقیق اپنی تصنیف بے لطیف میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبدالبر، مصنف الاستذکار، جلد ۱۴، صفحہ ۲۴، حدیث ۲۰۹۲ کے تحت فرماتے ہیں سحنون ابن قاسم سے "مدونہ" کی کتاب الدیات سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا۔ میں نے امام مالک کو سنا جب کہ ان سے علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے کسی بھی ایسے آدمی کو جس کی دین میں پیروی کی گئی ہو نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر افضلیت دیتا ہو۔[2]

اور اس کے بعد صاحب زبدہ نے مزید لکھا امام مالک کے حوالے سے جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے

---

(1) عمدۃ القاری ج-14 ص87 المکتبۃ التوفیقیۃ قاہرہ مصر

(2) زبدۃ التحقیق ص ۱۸۴، ۱۸۳

"میں نے امام مالک کو یہ کہتے سنا، میں عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک کو دوسرے پر افضلیت نہیں دیتا اور نہ ہی کسی دوسرے کو کسی دوسرے پر فضیلت دیتا ہوں فرمایا کرتے تھے یہ اللہ تعالیٰ کے اس علم میں سے ہے جس کو (اس کی عطا کے بغیر) کوئی دوسرا نہیں جانتا"۔

مزید رقمطراز ہیں:

اسی صفحہ پر امام مالک کا فرمان درج کیا ہے

"میں نے مدینہ طیبہ میں اپنے شیوخ دیکھے یہی ان کا عقیدہ تھا"۔(1)

نوٹ: مذکورہ صفحات میں اور ان کے سیاق وسباق میں تمام عبارات ابن عبد البر کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں اور اس جگہ پر اس کا مذہب بھی "توقف" ہی بتلایا گیا ہے لیکن تکرار سے بچنے کیلئے اس مقام پر ہم صرف امام مالک کی طرف منسوب "توقف" کے مؤقف کا جائزہ لیتے ہیں۔ علامہ ابن عبد البر کی یہ عبارات اور دیگر تحریرات کا جواب انشاء اللہ آگے تفصیلاً آئے گا ۔"فانتظروا انی معکم من المنتظرین"۔

جواب:

صاحب زبدۃ نے اولا تو سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے متعلق امام مالک کا مذہب "توقف" نقل کیا ہے تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ امام مالک کا ختنین رضی اللہ عنہما میں "توقف" سے رجوع ثابت ہے۔ امام مالک ختنین رضی اللہ عنہما میں "توقف" سے رجوع کر چکے ہیں چہ جائیکہ شیخین رضی اللہ عنہما میں "توقف" فرمائیں۔

ہر ذی شور اتنی بات سمجھنے میں ذرا بھی تردد نہیں کر سکتا کہ کیا امام مالک افضلیت سیدنا صدیق اکبر کے قائل نہ ہوں گے اور "توقف" کو ترجیح دیں گے؟؟ ملاحظہ فرمائیں۔

محدث ابن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں

"اعلم ان الذی اطبق علیہ عظماء الملة وعلماء الامة ان افضل هذه الامة ابوبکر الصدیق ثم عمر ثم اختلفوا

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۱۸۴

فالا کثرون ومنهم الشافعي واحمد وهو المشهور عن مالك ان الافضل بعدهما عثمان ثم علي وجزم الكوفيون ومنهم سفيان الثوری بتفضيل علی علی عثمان وقيل بالوقف عن التافضل بينهما وهو رواية عن مالك فقد حكی ابو عبد الله المازری عن المدونة ان مالكا رضی اللہ عنہ ای الناس افضل بعد نبيهم فقال ابوبكر ثم عمر ثم قال اوفی ذالك شك فقيل له وعلی وعثمان فقال ما ادركت احدا من اقتدی به يفضل احدهما علی الآخر انتهی وقوله اوفی ذالك شك يريد ما ياتی عن الاشعری ان تفضيل ابی بكر ثم عمر علی بقية الامة قطعی وتوقفه هذا رجع عنه فقد حكی القاضی عياض عنه انه رجع عن التوقف الی التفضيل عثمان قال القرطبی وهو الاصلح ان شاء الله تعالیٰ"۔(1)

تو جان لے کہ جس امر پر عظماء ملت اور علماء امت کا اتفاق ہو چکا ہے وہ یہ ہے کہ بے شک اس امت میں سے سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر انہوں نے اختلاف کیا ہے اکثر علماء جن میں امام شافعی اور احمد شامل ہیں اور امام مالک سے بھی یہی مشہور ہے کہ بے شک ان دونوں (شیخین کریمین رضی اللہ عنہما) کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ نے جن میں سفیان ثوری بھی ہیں نے اس بات پر جزم کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور یہ بھی کہا گیا ان دونوں کے درمیان تفضیل سے "توقف" کرنا چاہئے اور امام مالک رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت مروی ہے جسے ابو عبد اللہ المازری نے المدونہ سے بیان کیا ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے کون سا آدمی افضل ہے؟ تو

(1) الصواعق المحرقۃ ص ۵۷ کتب خانہ مجیدیہ ملتان

آپ نے فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر فرمایا کیا اس میں کوئی شک ہے پس کہا گیا کہ اس کے بعد حضرت علی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کی اقتداء کی جاتی ہو وہ ان میں سے ایک کو دوسرے پر تفضیل دیتا ہو۔ (انتہی)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں امام مالک رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی کہ کیا اس میں کوئی شک ہے سے مراد وہ ہے جو امام ابوالحسن اشعری سے منقول ہے کہ بے شک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تفضیل پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باقی تمام امت پر قطعی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے (تفضیل علی و عثمان) میں جو "توقف" کیا اس سے بھی رجوع کر لیا تھا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان کی تفضیل کے "توقف" سے رجوع کر لیا تھا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں یہی مؤقف اصلح ہے۔

عبارت مذکورہ میں علامہ ابن حجر نے صراحتاً یہ فرمادیا کہ مشہور و متداول یہی ہے کہ آپ تفضیل عثمان بر علی کے قائل ہیں۔ ہاں! صرف ایک روایت تفضیل علی و عثمان میں "توقف" کی ملتی ہے لیکن اس کے باوجود علامہ ابن حجر، قاضی عیاض مالکی، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہم نے وضاحت فرمادی کہ اس ایک روایت سے بھی آپ کا رجوع ثابت ہے یہی بات زیادہ صحیح بھی ہے۔

جب امام مالک نے "توقف" سے رجوع کر لیا تو اس کے باوجود اس کو مصنف زبدۃ التحقیق کا ذکر کرنا، "توقف" کی دلیل بنانا اور اپنی اسی سالہ تحقیق بنا کر پیش کر کے یہ ڈھونڈورا پیٹنا کہ امام مالک "توقف" کے قائل تھے اور یہی راجح مذہب ہے"۔ کتنی بڑی علمی خیانت ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ امام مالک سے "توقف" کے متعلق مروی روایت ختنین رضی اللہ عنہما کے متعلق ہے اور موصوف اس کو شیخین پر چسپاں کر رہے ہیں۔ ہم اہل سنت و جماعت کی ذمہ داری حقائق سے عوام کو آگاہ کرنا اور چشم پوشی سے اجتناب کرنا۔ باقی

نہ تم صدمیں ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

جب اتنی بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ ختنین میں بھی "توقف" کے قائل نہیں تو چہ جائیکہ شیخین کے متعلق اس عقیدہ کے معتقد ہوں لہذا یہ کہنا کہ "امام مالک عشرہ مبشر میں سے کسی کو بھی افضل نہیں سمجھتے تھے "سورج کو انگلی کے پیچھے چھپانے کے مترادف ہے۔کیونکہ امام مالک سے صراحتاً تفضیل شیخین ثابت ہے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ تو امام ابوالحسن اشعری سے بالکلیہ متفق ہوکر افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قطعیت کے قائل ہیں۔

نالے کرنے پڑے حشر اٹھانا پڑا
سو رہا تھا زمانہ ہمیں جگانا پڑا

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ دربارہ تفضیل:

امام لالکائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۱۸ھ نقل فرماتے ہیں:

"انا علی بن عمر بن ابراهیم انا عبد الله بن محمد بن جعفر بن شاذان البزار قال نا ابو سلمة اسامة بن علی التجیبی قال نا الحارث بن مسکین قال سئل مالك عن علی وعثمان فقال ما ادرکت احدا ممن یقتدی به الا وهو یری الکف عنهما یرین التفضیل بینهما فقلت لا فابوبکر وعمر فقال لیس فی ابی بکر وعمر شك یرید انهما افضل من غیرهما"۔(1)

"ثم قرا مالك اذ اخرجه الذین کفروا ثانی اثنین اذهما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا"۔(2)

امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ ابن الحسن بن منصور الطبری اللکائی فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی علی بن عمر بن ابراہیم نے مجھے خبر دی عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن

(1) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۲ ص ۳۲۶، ۳۲۵ مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ

(2) التوبہ، آیت 40 سپارہ 10

شاذان البزار نے وہ فرماتے ہیں مجھ سے بیان کیا ابو سلمہ اسامہ بن علی تجیبی نے وہ فرماتے ہیں مجھے بیان کیا حارث بن مسکین نے وہ فرماتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی تفضیل کے بارے میں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کی اقتداء کی جاتی ہو مگر وہ "توقف" کرتے تھے ان دونوں کے بارے میں" یعنی ان دونوں کے درمیان تفضیل کے بارے میں (لیکن یہ بات ذہن میں رہے جیسا کہ گزر گیا ہے امام مالک نے اس قول سے بھی رجوع فرمالیا ہے اور حضرت عثمان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے۔ کمامر) پس میں نے عرض کی تو پھر آپ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تفضیل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں کوئی شک نہیں" یعنی ان دونوں کے غیروں سے افضل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی": "اذ اخرجه الذين كفروا ثاني اثنين اذهما في الغار اذ يقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا"۔

امام دار الہجرہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا مؤقف درباره افضلیت واضح طور پر امام لالکائی نے ذکر فرمادیا کہ آپ افضلیت شیخین کے قائل ہیں نہ کہ "توقف" کے جیسا کہ مصنف زبدۃ نے محض تحکم سے ثابت کرنے کی سعی نامشکور فرمائی ہے اور یہی نہیں حضرت نے جو چار سو صفحات کالے کئے ہیں علمی خیانتوں، دھاندلی اور تناقض سے پُر ہیں لیکن ہمیں گلہ اس لئے نہیں کہ یہ ان کی ڈیوٹی ہے وہ اپنی ڈیوٹی سر انجام دیں ہم اپنا فرض نبھاتے ہیں۔

پسند اپنی اپنی مقام اپنا اپنا
کئے جاؤ میخوارو کام اپنا اپنا

اور صاحب زبدۃ التحقیق تو تھوڑی سی توجہ فرمائیں تو مزید وضاحت ہو جائے کہ امام مالک "توقف" تو کجا افضلیت شیخین کی قطعیت کے قائل ہیں جیسا کہ علامہ ابن حجر کی تصریح آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اور مزید تفصیل کیلئے دیکھئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضلیت شیخین قطعی ہے

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن محمد السخاوی (المتوفی ۹۰۲ھ) رقمطراز ہیں

"ولکنھما اختلفافی التفضیل او قطعی او ظنی فالذی مال الیہ الاشعری الاول وعلیہ یدل قول مالك الآتی نقلہ من المدونۃ"۔(1)

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیکن مسئلہ تفضیل کے قطعی یا ظنی ہونے میں اختلاف ہے اور وہ جس کی طرف امام ابوالحسن الاشعری گئے ہیں وہ پہلا (قطعیت کا) قول ہے اور اسی (افضلیت کی قطعیت) پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا آنے والا قول دلالت کرتا ہے جس کو مدونہ سے نقل کیا گیا ہے۔

عبارت مذکورہ میں امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر فرمادیا کہ جس طرح امام ابوالحسن اشعری افضلیت کے قطعیت کے قائل ہیں اسی طرح امام مدینہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی افضلیت کی قطعیت کے قائل ہیں۔

محدث کبیر علامہ ابن حجر مکی الھیتمی (المتوفی ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

"وقولہ رضی اللہ عنہ اوفی ذالك شك یرید ما یاتی عن الاشعری ان تفضیل ابی بکر ثم عمر علی بقیۃ الامۃ قطعی"۔(2)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان کہ کیا اس میں کوئی شک ہے سے مراد امام ابوالحسن اشعری کا مؤقف ہے کہ بے شک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تفضیل پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باقی تمام امت پر قطعی ہے۔

---

(1) فتح المغیث ج ۳ ص ۱۰۵ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا انڈیا

(2) الصواعق المحرقہ ص ۵۷ مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان

امام ابراہیم بن موسیٰ بن ایوب (المتوفی ۸۰۲ھ) لکھتے ہیں:

"فعند الاشعری ومالك قطعی".(1)

افضلیت شیخین امام ابوالحسن اشعری اور امام مالک رضی اللہ عنہما کے نزدیک قطعی ہے۔(2)

اب ایک طرف تو ایک شخص افضلیت کی قطعیت کا قائل ہو اور دوسری طرف صاحب زبدۃ التحقیق اپنی (۸۰) اسی یا (۹۰) نوے سالہ "سر پھٹول ایران لوڑ" تحقیق سے اس کا موقف اسی بارے میں "توقف" نقل فرمائیں تو یہ ظلم کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟؟

خوف خدا شرم نبی
یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

صاحب زبدہ کا ایک اور جھوٹ بے نقاب

صاحب زبدۃ التحقیق نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق ایک جھوٹ یہ بھی لکھا کہ امام ابوالحسن اشعری سے پہلے کوئی بھی قطعیت کا قائل نہیں تھا۔ موصوف لکھتے ہیں۔ "عالم اسلام میں حضرت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (م 330ھ) سے پہلے کوئی امام عقیدہ افضلیت کے قطعی ہونے کا دعویدار نہیں گزرا"

جواب

صاحب زبدۃ کی اس عبارت کا کذب و افتراء پر مبنی ہونا بھی واضح ہے۔ ویسے تو ہم اس پر گفتگو کریں گے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت کے قائل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی۔ بلکہ چند افراد کے ماسوا پوری امت افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت کی قائل ہے وہ امام ابوالحسن سے پہلے زمانہ کے ہوں یا بعد کے

---

(1) الشند الضیاح، النوع التاسع والثلاثون ج ۲ ص ۵۰۷

(2) "لوامع الانوار ج ۲ ص ۳۶۵، مرام الکلام ص ۴۶، امام زین الدین عراقی کی شرح التبصرہ والتذکرہ"

البتہ یہاں ہم نے اکابر کی تصریحات پیش کر دی ہیں امام مالک کے نزدیک بھی افضلیت قطعی ہے اور صاحب زبدۃ کہتے ہیں کے امام ابوالحسن اشعری سے پہلے کوئی بھی قطعیت کا قائل نہیں جبکہ امام ابوالحسن کا سن وفات 330ھ ہے اور امام مالک کا سن وفات 179ھ ہے۔
توصاحب زبدۃ غور فرمائیں کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کے ہیں یا بعد کے؟؟

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کے بیچ کھاتا ہے
کلیم بو زرو دیق اویس و چادر زہرؓا

اور اگر صاحب زبدۃ یہ کہیں کہ میں تو ناقل ہوں ابن عبد البر کے حوالے سے میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا "توقف" نقل کیا ہے تو ابن عبد البر کے اس حوالے پر آپ کی نظر کیوں نہیں پڑی جو اس نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے افضلیت شیخین کے متعلق نقل کیا ہے کیا محقق اسی کو کہتے ہیں جو ضعیف مرجوح بلکہ مردود وشاذ قول لے لے اور راجح بلکہ ارجح قول کے موجود ہونے کے باوجود اس سے پہلو تہی کر کے عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے کی سعی نامشکور فرمائے؟
آیئے ابن عبد البر کا حوالہ بھی دیکھ لیجئے کہ وہ کیا کہتے ہیں:

"قال نا اسماعيل بن اسحاق القاضی قال نا ابو مصعب قال نا عبد العزيز بن ابی حازم قال سالت مالكا فيما بينی وبينه من تقدم بعد رسول الله ﷺ قال اقدم ابا بكر وعمر لم يزد علی هذا"۔ (1)

علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں مجھے اسماعیل بن اسحاق قاضی نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو مصعب نے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھ سے عبد العزیز بن ابو حازم نے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا اس بات کے متعلق جو میرے اور ان کے درمیان (ہو رہی تھی) کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کس کو مقدم کیا گیا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

(1) الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء ص ۷۲ مطبوعہ المکتبۃ الغفوریہ العاصمیہ کراچی پاکستان

ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا گیا اور اس پر کچھ زیادہ نہ فرمایا۔

جب ابن عبد البر کے حوالے سے ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا افضلیت کا موقف موجود ہے تو ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ صاحب زبدۃ کا "توقف" کے قائلین میں شمار کرنا ہیرا اپھیری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

ہیرا پھیری کرنا ان کا کام ہے
سارے تھانوں میں درج ان کا نام ہے

"توقف" اور قاضی ابو بکر باقلانی:

صاحب زبدۃ نے "توقف" کے قائلین میں دوسرا نام قاضی ابو بکر باقلانی کا پیش کیا کہ "وہ "توقف" کے قائل ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ "توقف" کرنے والے درستگی کے زیادہ قریب ہیں" صاحب زبدۃ التحقیق رقم طراز ہیں:

> " ابو بکر باقلانی اپنی اسی کتاب مناقب الائمہ الاربعہ صفحہ ۵۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں: یہ کہنے والے کہ ہم فضیلت میں ایک کو قطعی طور پر دوسرے سے افضل کہتے ہیں یا فضیلت میں قطعی طور پر آپس میں برابر کہنے میں "توقف" کرتے ہیں پس وہ لوگ درستی کے زیادہ قریب ہیں اور حجت شرعیہ میں غالب ہیں۔"(1)

علمی خیانت ہو یا دھاندلی صاحب زبدۃ ان دونوں میدانوں میں اوج ثریا تک اٹھتے ہوئے نظر آتے ہیں کیونکہ اس عبارت سے ما قبل عبارت مصنف زبدۃ التحقیق نے ذکر نہیں کی کہ کہیں ان کا پول کھل نہ جائے کہ قاضی ابو بکر باقلانی نے تو "توقف" کو معتزلہ کا مذہب قرار دیا ہے اور صراحتاً اس کو غلط کہہ کر اس کی تردید کی ہے چہ جائے کہ "توقف" کی درستی کا قول کرتے ہاں قطع و برید اور ہیرا پھیری سے آدمی ہر طرح کا مفہوم عبارت سے نکال سکتا ہے آیئے،

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۳۰

ملاحظہ فرمایئے، وہ عبارت جو مصنف زبدۃ نے مناقب ائمہ اربعہ کے اس صفحہ پر ماقبل سے ترک کردی ہے اور صرف اپنے مطلب کی عبارت ذکر کی ہے۔

قاضی ابو بکر باقلانی رقمطراز ہیں:

"وقد حکینا من قبل عن جماعۃ من المعتزلۃ انھم یقفون فی تفضیل الائمۃ الاربعۃ بعضھم علی بعض للاشکال فی امرھم وان قوما قالوا ھم فی الفضل سواء وروی ان مصعب الزبیری کان یقول ان العشرۃ سواء فی الفضل وھذا المذھب غلط لاتفاق الصحابۃ علی ابطالہ"۔ (1)

اور تحقیق اس سے قبل ہم معتزلہ کی جماعت کا عقیدہ بیان کر چکے ہیں کہ وہ ائمہ اربعہ میں ان کی ایک دوسرے پر تفضیل میں "توقف" کرتے ہیں ان اشکال کی بناء پر جو اس مسئلہ میں پائے جاتے ہیں اور بے شک ایک جماعت کہتی ہے کہ خلفاء اربعہ تفضیل میں برابر ہیں اور روایت کیا اس نے کہ بے شک مصعب زبیری کہتے تھے بے شک عشرہ مبشرہ تفضیل میں برابر ہیں ۔اور یہ مذہب غلط ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے اس کے ابطال پر متفق ہونے کی وجہ سے۔

تبصرہ:

عبارت مذکورہ سے حاصل ہونے والے فوائد:

۱۔ مسئلہ تفضیل میں "توقف" کرنا معتزلہ کا مذہب ہے۔

۲۔ عشرہ مبشرہ ہوں یا خلفاء اربعہ ہوں ان کی تفضیل میں "توقف" کا قول کرنا غلط ہے۔

۳۔ "توقف" کے مذہب کے بطلان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کا اتفاق ہے۔

---

(1) مناقب ائمہ اربعہ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار المنتخب العربی بیروت

قاضی ابو بکر باقلانی جب صراحتاً فرمارہے ہیں (اور اسی صفحہ پر فرمارہے جہاں سے صاحب زبدۃ نے عبارت نقل کی ہے) کہ "توقف" مذہب معتزلہ ہے غلط ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما اس کے ابطال پر متفق ہیں تو اتنی صریح عبارت کے باوجود مصنف زبدۃ التحقیق کا یہ لکھنا کہ وہ "توقف" کو درستی کے زیادہ قریب سمجھتے تھے محض تحکم اور سینہ زوری ہے بلکہ جہالت کی انتہاء۔ کیونکہ موصوف کی پیش کردہ عبارت میں قاضی ابو بکر باقلانی صرف افضلیت کی قطعیت کی نفی کررہے ہیں نہ کہ "توقف" کو ترجیح دے رہے ہیں اور افضلیت کی ظنیت کا قائل ہونا قاضی ابو بکر باقلانی کا مشہور و معروف ہے لیکن ظنیت سے "توقف" ثابت کرنا کسی طور پر درست نہیں ہے اور مزید تفصیل آگے آرہی ہے کہ قاضی ابو بکر باقلانی کے نزدیک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی ظنیت کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل ماننا واجب قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک افضلیت کا منکر اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے کما سیجیء۔

لہذا ہماری یہی گذارش ہے کہ موصوف کسی مدرسہ میں داخلہ لے لیں تاکہ زیادہ نہیں تو تھوڑا بہت تو عبارت کا مفہوم سمجھ ہی لیں اور نوبت یہاں تک نہ پہنچے۔

جہالت بھی کیا بد بلا ہے
خصوصاً مرکب کہ لا دوا ہے

اور اگر موصوف یہ جواب ارشاد فرمائیں کہ میں بوڑھا ہوں بڑھاپے کیوجہ سے سہو ہو گیا تو میری گذارش یہ ہے کہ جب عمر کا تقاضا ہے تو یہ آپ کے بس کا روگ نہیں ہے اس لئے رہنے دیں جو کام کرسکتے ہیں آسانی سے وہ کریں۔

عقل بکتی گر بازاروں میں
تو ہم خرید لیتے موصوف کیلئے

قاضی ابو بکر باقلانی ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں

"فاما القول بتفضيل عمر او عثمان او العباس او عبد الرحمن بن عوف على سائر الصحابة فاقوال حادثة غير معروفة في

الصحابة و كذالك القول بأن العشرة فى الفضل سواء وان الائمة الاربعة منهم سواء فى الفضل على قول من ذهب الى ذالك اقوال محدثة غير مروية عن احد من الصحابة والذى يصح فى هذا الباب القول بالقطع على فضل الائمة الاربعة وانهم افضل من سائر العشرة وجميع باقى الامة"(1)

پس حضرت عمر یا عثمان غنی یا عباس یا عبدالرحمن بن عوف کی تفضیل کا قول تمام صحابہ کرام پر یہ من گھڑت اقوال ہیں جو کہ صحابہ کرام میں غیر معروف تھے اور اسی طرح یہ قول کہ عشرہ مبشرہ تفضیل میں برابر ہیں اور یہ کہ خلفاء اربعہ ان میں سے تفضیل میں برابر ہیں ان کے نزدیک جو اس طرف گئے ہیں من گھڑت اقوال ہیں صحابہ کرام میں سے کسی ایک سے بھی مروی نہیں ہے اور وہ قول جو اس باب میں صحیح ہے وہ خلفاء اربعہ کی تفضیل قطعی کا قول ہے اور بے شک وہ چار ان دس میں سے افضل ہیں اور باقی تمام امت سے بھی افضل ہیں۔

واضح ہو گیا کہ قاضی ابو بکر باقلانی بھی "توقف" کے قائل نہیں ہیں بلکہ خلفاء اربعہ کے باقی صحابہ اور تمام امت پر تفضیل قطعی کے قائل ہیں اور صاحب زبدۃ التحقیق ہیں کہ دھاندلی کے ساتھ اپنی ووٹوں میں اضافہ کر کے ڈبے بھرے جا رہے ہیں۔

فریب کار و مکار دنیا میں اور بھی دیکھے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے دھوکہ بازی آپ کی

امام ابو بکر باقلانی نے افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو واجب قرار دیا

آیئے، مزید تشفی کیلئے قاضی ابو بکر باقلانی کا ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے، قاضی ابو بکر باقلانی رقمطراز ہیں:

(1) مناقب ائمہ اربعہ ص ۲۹۴ مطبوعہ دار المنتخب العربی بیروت

"ویجب ان یعلم ان امام المسلمین وامیر المؤمنین ومقدم خلق الله اجمعین من الانصار والمهاجرین بعد الانبیاء والمرسلین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ"۔ (1)

جانا جائے کہ یہ بات واجب ہے کہ امام المسلمین، امیر المؤمنین تمام مخلوق سے بشمول انصار ومہاجرین بعد از انبیاء ورسل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقدم وافضل ہیں۔

موصوف فرمائیں کہ ان کو یہ حوالہ کیوں نظر نہ آیا یا اس کے علم کے باوجود کیوں چشم پوشی فرمائی؟

ان کو سعی بے کار کا مزہ آ گیا
کامیابی انہیں مگر نہ ہوئی

علامہ تفتازانی اور مسئلہ افضلیت میں "توقف" کی حقیقت:

موصوف نے حقائق کو مسخ کرتے ہوئے "توقف" کی فہرست میں علامہ تفتازانی کا نام بھی شامل کیا ہے آیئے دیکھتے ہیں حقیقت حال کیا ہے؟

مصنف زبدۃ التحقیق نے ان کی عبارت نقل کر کے اس پر تبصرہ کیا اور امام فخر الدین رازی اور رمضان آفندی کے اقوال بھی بطور تائید پیش کئے لیکن بات پھر بھی وہیں کی وہیں رہی۔

صاحب زبدۃ التحقیق رقم طراز ہیں:

"ہم نے اس عقیدہ (افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) پر سلف وصالحین کو پایا اور بات ظاہر ہے کہ اگر ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہ ہوتی تو وہ یہ فیصلہ کبھی نہ کرتے مگر جہاں تک ہماری ذات کا تعلق ہے ہم نے تو دونوں دھڑوں کے دلائل کو متعارض پایا ہے اور ہم نے اس مسئلہ کو ایک ایسا مسئلہ نہیں پایا ہے جس سے کوئی بھی عمل متعلق ہو یا اس مسئلہ (افضلیت ابو بکر صدیق یا افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما) میں "توقف" کرنا

(1) الانصاف ص ۶۱

(کسی بھی دھڑے میں رائے نہ دینا) کسی دینی ضرورت میں خلل انداز ہوتا ہے۔"(1)

حقیقت حال "توقف" کا قول ختنین کے متعلق ہے:

قارئین کرام! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ علامہ تفتازانی کی عبارت ہے اور آپ ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ تفتازانی اس کی وضاحت میں کیا فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ابوبکر و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے متعلق ہے یا ختنین کے متعلق کیونکہ صاحب زبدہ تو اس پر مصر ہیں کہ یہ حضرت ابوبکر اور علی المرتضیٰ کے متعلق ہے موصوف لکھتے ہیں:

"علامہ تفتازانی نے اپنی کتاب شرح عقائد نسفی کے متن میں صاف بتادیا کہ میں اس مسئلہ میں توقف کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا"۔(2)

علامہ تفتازانی نے توقف کا قول کس کے متعلق کیا تو دیکھئے آپ رقمطراز ہیں:

"ثم یتعارض الظنون فی عثمان و علی رضی اللہ عنہما"۔(3)

پھر ظنون متعارض ہیں حضرت عثمان و حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان۔

یعنی شرح عقائد میں علامہ تفتازانی نے جو یہ فرمایا ہے کہ "وجدنا دلائل الجانبین متعارضۃ" کہ ہم نے جانبین کے دلائل کو متعارض پایا تو وہاں جانبین سے مراد حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہیں۔

توقف بھی ختنین کے درمیان ہے علامہ تفتازانی نے اسے صفحہ پر یہ بات بھی لکھی ہے:

"فقال اہل السنۃ الافضل ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وقد مال البعض منہم الی تفضیل علی رضی اللہ عنہ علی عثمان والبعض الی التوقف فیما بینہما"۔(4)

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۳۳

(2) زبدۃ التحقیق، ص ۳۳۳

(3) شرح مقاصد ج ۳ ص ۵۱۹ النوریہ الرضویہ لاہور

(4) شرح مقاصد ج ۳ ص ۵۱۹ النوریہ الرضویہ لاہور

اہل سنت کہتے ہیں کہ تمام صحابہ سے افضل ابو بکر صدیق ہیں پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور تحقیق بعض تفضیل علی بر عثمان کی طرف مائل ہوئے ہیں اور بعض حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کان توقف کی طرف گئے ہیں۔

صاحب زبدہ توجہ فرمائیں جب خود تفتازانی وضاحت فرما چکے ہیں کہ توقف ختنین کے درمیان ہے تو اس کے بعد بھی موصوف کیلئے کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

علاوہ ازیں علامہ تفتازانی کی مذکورہ عبارت میں اکثر شارحین نے فرمایا ہے کہ یہ ختنین کے متعلق ہے شیخین کے متعلق نہیں لہذا اس کو شیخین کے متعلق منسوب کرنا اور درست سمجھنا علمی خیانت اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں:

"وفی شرح العقائد علی هذا الترتیب وجدنا السلف والظاهر انه لو لم یکن .... وان ارید کثرة ما بعده ذوالعقول من الفضائل فلا انتهی ومراده بالافضلیة افضلیة عثمان علی علی رضی اللہ عنہ بقرینة ما قبله من ذکر التوقف" فیما بینهما لا الافضلیة بین الاربعة کما فهم اکثر المحشین"۔ (1)

جو عبارت مصنف زبدۃ التحقیق نے نقل کی ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں علامہ تفتازانی کی مذکورہ عبارت میں افضلیت سے مراد افضلیت عثمان بر علی رضی اللہ عنہ ہے اس قرینہ کی بناء پر کہ جو ماقبل میں ان دو (ختنین) کے متعلق "توقف" کا ذکر کیا گیا ہے (یعنی "توقف" ختنین میں ذکر کیا گیا ہے لہذا یہاں بھی وہی مراد ہے) علامہ تفتازانی کی اس عبارت سے افضلیت بین الاربعہ مراد نہیں ہے جیسا کہ اکثر محشین نے اس عبارت سے سمجھا ہے یعنی اکثر محشین نے اس عبارت سے وہی مطلب سمجھا ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے نہ کہ صاحب زبدہ کا سوءِ فہم

(1) شرح فقہ اکبر ص ۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

شارح شرح عقائد محقق ملا احمد جنیدی تفتازانی کی مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کان السلف کانوا متوقفین لایقطعون بتفضیل عثمان کما قطعوا بتفضیل ابی بکر وعمر"۔ (1)

سلف "توقف" کرتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کو قطعی قرار نہیں دیتے تھے جیسا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کو قطعی قرار دیتے تھے۔

اور علامہ جنیدی توقف کے متعلق رقمطراز ہیں:

"وذهب اهل السنة من اهل الكوفة كما حكاه الخطابي الى تفضيل علي وطائفة الى التوقف فيما بينهما"۔ (2)

اور اہل سنت اہل کوفہ میں سے بعض تفضیل علی بر عثمان کی طرف گئے ہیں جیسا کہ خطابی نے نقل کیا ہے اور ایک جماعت ان دونوں کے درمیان توقف کی طرف گئی ہے۔

احمد بن موسیٰ شمس الدین الخیالی اسی عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وقد ذهب البعض الى تفضيل علي على عثمان والبعض الآخر الى التوقف فيما بينهما"۔ (3)

اور تحقیق بعض حضرات تفضیل علی بر عثمان کی طرف گئے ہیں اور بعض دوسرے ان دونوں کے درمیان توقف کی طرف۔

امام یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں:

"قال من ادركت من اصحاب النبي ﷺ لم يختلفوا في ابي بكر وعمر وفضلهما انما كان الاختلاف في علي وعثمان"۔ (1)

---

(1) من مجموعۃ الحواشی البہیہ علی شرح العقائد النسفیہ ج۱ ص۱۶۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(2) شروح وحواشی شرح عقائد ج۵ ص۱۷۲ بیروت

(3) المجموعۃ السنیۃ ص۱۵۷۸ الغنی پبلشرز کراچی

میں نے جن صحابہ کرام کو پایا وہ ابو بکر و عمر کی تفضیل میں اختلاف نہیں کرتے تھے بے شک اختلاف حضرت علی اور حضرت عثمان کے درمیان تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وانما اختلف من اختلف منهم فی علی وعثمان"۔ (2)

اور جس نے اختلاف کیا ہے اس نے حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

امام الحرمین کی وضاحت:

شیخ محقق امام الحرمین کی عبارت نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وظنون در عثمان و علی متعارض است"۔ (3)

ظنون حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہما کے درمیان متعارض ہیں۔

علامہ تفتازانی اور دیگر شارحین کی تصریح سے واضح ہو گیا کہ توقف کا قول علامہ کی عبارت میں ختنین کے متعلق ہے لیکن اس کے باوجود موصوف اپنے اختراعی مفہوم کو ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور جانبین سے مراد حضرت ابو بکر اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہما ہونے پر امام رازی اور شرح رمجان آفندی سے تائید پیش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں بھی بری طرح ناکام ہوئے بہر حال پہلے صاحب زبدہ کی عبارت دیکھئے اور پھر اس کی حقیقت تو ملاحظہ فرمائیں۔

امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) اپنی شہرۂ آفاق کتاب تفسیر کبیر میں ۲۴۔۲۲ پر سورہ نور آیت نمبر ۲۲ کے تحت رقمطراز ہیں:

"اجمعت الامة علی ان افضل الخلق بعد رسول الله ﷺ اما ابوبکر واما علی"۔

---

(1) شرح اصول اعتقاد رقم ۲۶۰۹ ج ۲ ص ۳۲۵ دار الحدیث القاہرہ

(2) کتاب الاعتقاد، ص ۴۴۰، پروگیسو لاہور

(3) تکمیل الایمان فارسی ص ۸۱

امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مخلوق میں سے افضل یا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں یا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لہذا جانبین سے دلائل تفاضل جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہی ہو سکتا ہے۔

ہمارے اس مضمون کی تائید عظیم متکلم اور شرح عقائد کے شارح امام رمضان آفندی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے ہوتی ہے:

"ولم نجد هذه المسئلة اى مسئلة تفضيل هذه الاربعة على بعضه مما يتعلق به شيئ من الاعمال"۔ (1)

اس عبارت میں علامہ آفندی نے صراحت فرمادی ہے کہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خلفائے اربعہ کی تفضیل میں توقف کو ترجیح ہے۔

وضاحت:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے مراد صرف امت اجابت ہی نہیں بلکہ امت دعوت بھی ہے جس میں شیعہ شامل ہیں اور خلفاء اربعہ کی افضلیت میں شیعہ کے اختلاف سے کسی کو انکار نہیں لیکن اہل سنت متفق ہیں اور اہل سنت کے نزدیک شیخین کی افضلیت مجمع علیہ ہے اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے۔

صاحب زبدہ کی خیانت کا پردہ فاش:

اور ہماری مذکورہ بات کی تائید صاحب زبدہ کی اپنی تائید میں پیش کردہ حاشیہ رمضان آفندی بر شرح عقائد کی عبارت سے پہلے بالکل متصل عبارت ہو رہی جس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ موصوف کس طرح بددیانتی سے کام لیتے ہیں تو دیکھئے صاحب زبدہ کی منقولہ عبارت سے متصل حاشیہ رمضان آفندی میں ہے:

"واما نحن فقد وجدنا دلائل الجانبين وهما اهل السنة والشيعة"۔

(1) زبدۃ التحقیق، ص ۳۳۴

نوٹ: یہ قوسین میں شرح عقائد کی عبارت ہے اور ساتھ حاشیہ رمضان آفندی کی بہر حال ہم نے جانبین یعنی اہل سنت اور سیعہ کے دلائل کو متعارض پایا۔

قارئین کرام! امام رازی اور حاشیہ رمضان آفندی کی عبارات کا مفہوم واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک جانبین اور امت سے کیا مراد ہے اور اسی سے علامہ تفتازانی کی توقف کی تائید میں پیش کی جانے والی عبارت کی حقیقت بھی واضح ہو گئی ہے۔

اور علامہ رازی کی عبارت میں امت کے اجماع سے مراد شیعہ اور اہل سنت دونوں ہیں لہذا اس کو دلیل بنا کر یہاں ختنین کے متعلق عبارت کو خلفاء اربعہ پر چسپاں کرنا تسلیم نہیں علامہ رازی کے اس قول پر تفصیلی بحث الا تقی کے باب میں آئے گی۔

اور اگر اس کے باوجود مصنف زبدۃ التحقیق اور ان کے حواری اسی بات پر مصر رہیں کہ یہاں شیخین کے بارہ میں "توقف" مراد ہے اس کا رد امام عبد العزیز پر ہاروی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاحظہ ہو جن کے پاس علم لدنی تھا دو سو ستر علوم پر مہارت تامہ رکھتے تھے شرح عقائد کے شارح ہیں۔ اور تفضیلیہ کے ممدوح اور امام و پیشوا نے انہیں ان القابات سے یاد کیا ہے۔

مولانا عبد العزیز پرهاروی رضی اللہ عنہ كان محدثا مفسرا ، حاولا للمعقول والمنقول ماهرا للفروع والاصول قيل غذى بالعلم والادب عن الخضر علیہ السلام ۔ (1)

مولانا عبد العزیز پرہاروی رضی اللہ عنہ محدث و مفسر تھے معقول اور منقول پر حاوی تھے اصول و فروع کے ماہر تھے کہا گیا ہے کہ انہوں نے علم و ادب خضر علیہ السلام سے حاصل کیا۔

اولا تو صاحب نبراس علامہ تفتازانی کے کلام کی ہی وضاحت کرتے ہیں۔

امام عبد العزیز بر ہاروی رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں:

"يريد ان هذه المسئلة ظنية ودليلها حسن الظن بالسلف ولولا تقلدهم لكان السكوت عنها افضل اما اولا فلان دلائل الشيعة واهل السنة متعارضة فلا جزم بشیء منهما

(1) حاشیہ نبراس، صفحہ:2، از ملا برخودار مکتبہ رشیدہ کوئٹہ

واما ثانیا فلان المسئلة اعتقادیة لا عملیة والاکتفاء بالظن انما یجوز فی العملیات لا فی الاعتقادیات واما ثالثا فلان السکوت عنها لا یضر بشیء من واجبات الشرع"۔[1]

علامہ تفتازانی کی مراد یہ ہے کہ مسئلہ افضلیت ظنی ہے اور اس کی دلیل اسلاف کے ساتھ حسن ظن ہے (کہ اگر ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو افضلیت کی یہ ترتیب بیان نہ کرتے) اور اگر ہم ان کی تقلید نہ کرتے تو اس مسئلہ میں سکوت اور "توقف" ہی افضل تھا اولا تو اس وجہ سے کہ اس مسئلہ میں شیعہ اور اہل سنت کے دلائل متعارض ہیں کسی بھی شیء کا یقین نہیں ہے ثانیا اس لئے کہ یہ مسئلہ اعتقادی ہے عملی نہیں اور عملیات میں تو ظن پر اکتفاء کافی ہے لیکن اعتقادیات میں محض ظن پر اکتفاء جائز نہیں ہے۔ ثالثا اس وجہ سے کہ اس مسئلہ میں سکوت واجبات شرعیہ میں سے کسی واجب کیلئے مضر نہیں ہے (یعنی کسی واجب شرعی میں مخل نہیں ہے)۔

علامہ تفتازانی کا رد:

"توقف" پر علامہ تفتازانی کے مذکورہ تین دلائل ہیں جو بالکل ضعیف، مردود اور ناقابل قبول ہیں کیونکہ یہ بالکل بے سروپا ہیں اسی وجہ سے ان کو ذکر کرنے کے بعد امام عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ ان کا رد کرتے ہیں ملاحظہ ہو آپ رقمطراز ہیں:

علامہ تفتازانی کی پہلی دلیل کا رد

"وعندی فی الکل بحث اما فی الاول فلان ادلة اهل السنة احادیث صحیحة واضحة الدلالة واما ادلة الشیعة فاما موضوعات او غیر واضحة الدلالة فلاتعارض وینکشف هذا بالنظر فی کتب الحدیث"۔[2]

---

(1) نبراس ص ۴۸۹ مطبوعہ موسۃ الشرف لاہور

(2) نبراس ص ۴۸۹ موسۃ الشرف لاہور

علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک علامہ تفتازانی کی بیان کردہ تمام وجوہ میں بحث ہے (یعنی محل نظر ہیں) اول تو اس لئے کہ ترتیب مذکور پر اہل سنت کے دلائل احادیث صحیحہ ہیں جو واضح الدلالۃ ہیں اور شیعہ کے دلائل احادیث موضوعہ ہیں یا ایسی احادیث ہیں جو افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر غیر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں لہذا اہل سنت اور شیعہ کے دلائل میں کوئی تعارض نہیں ہے کتب حدیث میں نظر کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے:

علامہ تفتازانی کی دوسری دلیل کارد

"واما فی الثانی فلان الحکم بعدم کفایۃ الظن فی الاعتقادیات لیس علی اطلاقه وذالك لانا نجد علماء السنه سلفهم وخلفهم یذکرون فی کتب الاعتقاد مسائل مظنونة کتفضیل الملك علی الانبیاء او بالعکس وان افضل الانبیاء بعد نبینا آدم وابراهیم وموسیٰ وعیسی علیہم السلام وان افضل الصحابة العشرة المبشرة ثم اهل بدر ثم احد ثم الشجرة وان الخلافة ثلثون سنة مستدلین بخبر الواحد وان المجتهد یخطیء ویصیب خلافا لبعضهم وکاقوالهم المضطربة فی عصمة الانبیاء وقول بعضهم الایمان لا یزید ولاینقص وبعضهم یزید وینقص الی غیر ذالك۔ فعلم ان عدم جواز الظن فی العقائد انما هو حیث یطلب الیقین کالتوحید والرسالة واذا کان الظن فاسدا کظن المشرکین الذین نعی علیهم القرآن اتباع الظن واما اذا افاد الدلیل الظنی مسئلة اعتقادیة جاز تسلیمها علی حسب الظن بل وجب ذالك للقطع بان الدلیل قد افاد الظن بکونها حقا ولئلا یلزم اهمال کثیر من الاحادیث الافراد

المرویۃ فی الاعتقادیات وجعل وجودھا کعدمھا کاحادیث تفصیل بعض احوال القبر والحشر"۔ (1)

امر دوم اس لئے کہ اعتقادیات میں مطلقاً ظن کے کافی نہ ہونے کا حکم لگانا درست نہیں ہے اور یہ اس لئے کہ ہم علماء اہل سنت کی عقائد کی کتابوں میں سلفاو خلفا مسائل ظنیہ کا ذکر کرنا دیکھتے ہیں۔ جیسے فرشتوں کا انبیاء سے افضل ہونا یا انبیاء کا فرشتوں سے افضل ہونا اور بے شک ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہونا۔ اور بے شک عشرہ مبشرہ کا تمام صحابہ سے افضل ہونا۔ پھر اہل بدر کا پھر اہل احد کا پھر بیعت رضوان والوں کا۔ اور بے شک خلافت تیس سال ہے۔ ان سب مسائل کا متدل خبر واحد ہے اور بے شک مجتہد کا خطاء وصواب میں اجر کا دیا جانا۔ بعض کے اختلاف کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں اقوال مضطربہ، ایمان کا کمی اور زیادتی کو قبول نہ کرنا اور بعض کے نزدیک کمی اور زیادتی کو قبول کرنا۔ (لہذا علی الاطلاق یہ کہنا کہ "اعتقادی مسائل میں ظن کافی نہیں "غلط ہے کیونکہ مذکورہ تمام مسائل ظنی ہیں اگر مطلقاً ظنی مسائل کو ذکر کرنا درست نہ ہوتا تو ہمارے اسلاف ان کو کتب عقائد میں ذکر نہ کرتے ان کا ان مسائل کو ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ بعض جگہ ظن کافی ووافی ہے)۔

پس معلوم ہو گیا کہ ظن وہاں کافی نہیں جہاں یقین مطلوب ہے جیسے توحید ورسالت اور جب ظن فاسد ہو مشرکین کے ظن کی طرح جیسے مشرکین جن کی اتباع ظن کی قرآن کریم نے خبر دی ہے یہ باطل ہے اور قابل قبول نہیں ہے۔ بہر حال جب دلیل ظنی سے کوئی مسئلہ اعتقادی ثابت ہو تو اسے

(1) نبراس ص ۴۸۹ مطبوعہ موسسۃ الشرف لاہور

ظنی طور پر ہی تسلیم کرنا جائز ہے بلکہ تسلیم کرنا قطعی طور پر واجب ہے اس لئے کہ دلیل کبھی حق ہونے کے باوجود ظن کا فائدہ دیتی ہے اور تاکہ وہ کثیر احادیث جو خبر واحد ہیں اور اعتقادیات کے باب میں مروی ہیں ان کا اہمال لازم نہ آئے اور ان کے وجود کو عدم کی طرح شمار نہ کیا جائے جیسے قبر وحشر کی تفصیلات سے متعلق احادیث خبر واحد ہونے کیوجہ سے ظنی ہیں۔ اس لئے ان کو علی سبیل الظن ہی تسلیم کرنا واجب ہے۔

یہ جواب تو علامہ برہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا اسی صورت میں تھا کہ ترتیب مذکور کی دلیل، اسلاف کے ساتھ حسن ظن کو ہی تسلیم کیا جائے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہم اہل سنت وجماعت کا اسلاف کے بارے میں حسن ظن تو ہے ہی لیکن اس سے بڑھ کر افضلیت صدیق اکبر پر صحابہ کرام کا اجماع اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثیر احادیث جو درجہ تواتر کو پہنچتی ہیں دال ہیں۔ جس سے اس مسئلہ کی قطعیت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

امام عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بل اجمع الصحابه عليها الاحاديث التى سمعوها من النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاين الظن"۔ (1)

بلکہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور یہ اجماع ان احادیث کی وجہ سے ہے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دال ہیں اور صحابہ کرام نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت فرمائی ہیں تو جب حقیقت حال یہ ہے تو محض ظن کہاں رہا۔

علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ تفتازانی کی دلیل کو جڑ سے ہی اکھیڑ دیا۔

علامہ تفتازانی کی تیسری دلیل کا رد:

علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں:

"واما فى الثالث فلان المسائل التى يتوقف الواجبات عليها قليلة جدا فعلم ان فائدة الاعتقاديات ليست

(1) مرام الکلام فی عقائد الاسلام ص ۴۷ مکتبہ سلفیہ ملتان

محصورة فی "توقف" الواجبات علیها بل الاعتقاد مقصود بنفسه"۔

اور سوم اسی لئے کہ پس بے شک وہ مسائل جن پر واجبات موقوف ہیں بہت زیادہ قلیل ہیں۔ لہذا یہاں سے معلوم ہو گیا کہ اعتقادیات کا فائدہ دینا واجبات کے ان پر موقوف ہونے میں محصور نہیں ہے بلکہ اعتقاد بنفسہ مقصود ہوتے ہیں۔

"ولو سلم فنقول هذه المسئلة یدور علیها ابطال مذهب الشیعة فان اول اصولهم ان علیا رضی اللہ عنہ افضل الکل ثم یفرعون علیه ان اشبه الصحابة بالنبی ﷺ فهو الخلیفة وان مذهبه هو الحق لامذهب غیره وان الصحابة ظلموه حیث استحلفوا غیره مع انه افضل اعلم اشجع وان الظلمین غیر عدل فلایصح روایة الحدیث عنهم فیبطل کل حدیث رواه اهل السنة وهذا هو ترتیبهم فی تضلیل ضعفاء المسلمین وفساده اشد من مفاسد مذهب المعتزله والجبریة واشباههم فیجب علی العلماء الاهتمام بمسئلة الافضلیة وانما اطنبنا فی هذا المقام لان الشارح قد تساهل فصار کلامه مزلة الاقدام حتی سمعنا الشیعة یحتجون بعبارته ویزلقون بها کثیرا من طلاب العلم والله یقول الحق ویهدی السبیل"۔ (1)

اور اگر ان کی بات تسلیم کرلی جائے تو ہم کہتے ہیں کہ "افضلیت" ایسا مسئلہ ہے جس پر شیعہ مذہب کے ابطال کا دار و مدار ہے کیونکہ ان کا پہلا اصول ہی یہ ہے کہ بے شک علی المرتضی رضی اللہ عنہ تمام سے افضل ہیں پھر شیعہ اس پر تفریع بٹھاتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کی بنسبت نبی کریم

(1) نبراس ص ۴۸۹، ۴۹۰ مطبوعہ موسسۃ الشرف لاہور

ﷺ کے زیادہ مشابہ تھے لہذا وہی خلیفہ ہیں اور بے شک ان کا مذہب ہی حق ہے نہ کہ ان کے غیر کا۔ (اور شیعہ کہتے ہیں) بے شک صحابہ کرام نے ظلم کیا کہ ایک افضل، اعلم، اشجع (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کی موجودگی میں غیر کو خلیفہ بنایا اور بے شک ظالم عادل نہیں ہوتے لہذا ان سے حدیث کی روایت لینا صحیح نہیں ہے۔ پس وہ تمام احادیث جن کو اہل سنت روایت کرتے ہیں وہ باطل ہو جائیں گی۔ یہ ترتیب ہے شیعہ کی ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی لہذا اس مسئلہ افضلیت کا فساد معتزلہ اور جبریہ جیسے مذاہب کے مفاسد سے زیادہ شدید ہے۔ اسلیئے علماء پر واجب ہے کہ مسئلہ افضلیت کو خصوصی اہمیت دیں اور جزی نیست ہم نے اسی مقام پر تعاقب کیا ہے اس لئے کہ شارح (تفتازانی) نے تساہل سے کام لیا ہے جس کی وجہ سے ان کا کلام ایسا ہو گیا جس پر قدم پھسلتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے شیعہ کو سنا ہے کہ وہ علامہ تفتازانی کی اس عبارت سے دلیل پکڑتے ہیں اور اس مقام پر اس عبارت کی وجہ سے کثیر طلاب العلم کے قدم پھسلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

عبارت مذکور سے حاصل ہونے والے فوائد:

۱۔ علامہ تفتازانی کا کلام مذکور جو زبدۃ التحقیق کے مصنف نے نقل کیا ہے ضعیف ومردود ہے۔

۲۔ مسئلہ افضلیت اتنا اہم ہے کہ شیعہ مذہب کے ابطال کا دارو مدار اسی پر ہے۔

۳۔ شیعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ظالم گردانتے ہیں اس وجہ سے کہ صحابہ نے خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا انہیں نہیں دیا۔

۴۔ اس طرح اہل سنت کی تمام احادیث باطل ٹھہرتی ہیں۔

۵۔ ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے اہل تشیع کے پاس یہی طریقہ واردات ہے۔

۶۔ اس مسئلہ افضلیت کا فساد جبریہ، قدریہ جیسے فرق باطلہ کے مفاسد سے بڑھ کر ہے۔

۷۔ علماء پر مسئلہ افضلیت کو اہمیت دینا واجب ہے۔

۸۔ علامہ تفتازانی نے اس عبارت میں تساہل سے کام لیا ہے جس کی بناء پر قدم پھسلتے ہیں۔

۹۔ امام عبد العزیز پرہاروی فرماتے ہیں میں نے خود علامہ تفتازانی کی اس عبارت سے شیعہ کو دلیل پکڑتے دیکھا ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل سنت کو تو یہ عبارت راہ راست سے بھٹکانے والی ہے شیعہ کے لئے دلیل ہے اور وہ اس کو دلیل بناتے بھی ہیں لہذا مصنف زبدۃ التحقیق نے شیعہ کی روش پر چل کر اس کو دلیل بنایا ہے۔

۱۰۔ کثیر طلاب العلم کے قدم اس عبارت کی وجہ سے پھسلے ہیں جن میں ایک صاحب زبدۃ بھی ہیں۔

اس کے باوجود موصوف اسی پر مصر ہیں کہ میں نے اس عبارت سے "توقف" پر استدلال کرنا ہے تو قارئین کو فیصلہ کرنے میں کوئی وقت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اسی عبارت کی بناء پر شرح عقائد کے شارحین نے لکھا ہے کہ علامہ تفتازانی کے اس قول میں رفض کا شائبہ پایا جاتا ہے ۔ ملاحظہ ہو۔

علامہ تفتازانی کی عبارت میں رفض کا شائبہ

علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال بعض المحشين فى كلام الشارح هذا شائبة من الرفض"۔ [1]

بعض محشین نے کہا ہے کہ شارح (علامہ تفتازانی) کے اس کلام میں رفض کا شائبہ پایا جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فيه رائحة من الرفض"۔ [1]

(1) نبراس ص ۴۹۲ موسسۃ الشرف لاہور

علامہ تفتازانی کے اس قول سے رفض کی بو آتی ہے۔
مجدد اعظم مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وآنچہ مولانا سعد الدین در شرح عقائد النسفی درین افضلیت انصاف دانستہ است از انصاف دور است وتردیدے کہ نمودہ است بے ماحصل است۔[2]

اور جو کچھ مولانا سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد نسفی میں افضلیت کے حق میں انصاف سمجھا ہے وہ انصاف سے دور ہے۔ اور وہ تردید جو اس نے کی ہے سراسر بے فائدہ اور لغو ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

پس آنچہ شارح عقائد نسفی گفتہ است کہ اگر مراد از افضلیت کثرت ثواب است پس توقف را جہت است ساقط است زیرا کہ توقف را وقتے گنجایش باشد کہ آن افضلیت را از قبل صاحب شریعت صریحا و دلالۃ معلوم نکردہ باشند وچوں معلوم کردہ باشد چرا توقف نمایند واگر معلوم نکردہ باشد چرا حکم بافضلیت کنند وآنکہ ہمہ را برابر دانند و فضل یکے بر دیگرے فضولی انکار دبو الفضول است عجب بوالفضولے کہ اجماع اہل حق را فضولی داند مگر لفظ فضل اورا باین فضولی بردہ است وانچہ صاحب فتوحات مکیہ گفتہ است کہ سبب ترتیب خلافتهم مدة اعمارهم ولایت برمساوات در فضیلت ندارد چہ امر خلافت دیگر است ومبحث افضلیت دیگر ولو سلم وامثال این از شطحیات اوست کہ شایان تمسک نیست اکثر معارف کشفیہ او کہ از علوم اہل سنت جدا افتادہ است از صواب دور است پس متابعت آن را مگر کسے کہ دلش مریض است یا مقلد صرف۔[3]

---

(1) شرح فقہ اکبر ص ۶۳ قدیمی کتب خانہ کراچی
(2) مکتوبات امام ربانی، دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر 266، ص 131 مکتبہ امدادیہ کوئٹہ
(3) مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب مبر 266، صفحہ: 131، مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

پس جو کچھ شارع عقائد نسفی (علامہ تفتازانی) نے کہا ہے۔ اگر افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے تو پھر توقف کی جہت ساقط ہے کیونکہ توقف کی گنجائش تب نکلتی ہے جب افضلیت کو صاحب شریعت کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً بیان نہ کیا گیا ہو۔ تو جب صاحب شریعت کی طرف سے افضلیت معلوم ہو چکی ہے تو پھر کیوں توقف کریں؟ اور اگر معلوم نہیں تو پھر افضلیت کا حکم کیوں کریں؟

اور جو شخص سب کو برابر جانے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا فضول سمجھے وہ "بوالفضول" اور "احمق" ہے۔ اور وہ کیسا عجب بوالفضول ہے جو اہل حق کے اجماع کو فضول جانتا ہے؟ شاید فضل کا لفظ اس کو اس فضولی یعنی توقف کی طرف لے گیا ہے۔

اور جو صاحب فتوحات مکیہ نے کہا ہے کہ ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے۔ فضیلت میں مساوات پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ خلافت امر دیگر ہے اور افضلیت کی بحث امر دیگر۔ اور اگر مان بھی لیں تو یہ بات اور اس قسم کی اور باتیں ان کی شطحیات کی قسم سے ہیں جو تمسک کے لائق نہیں، ان کے اکثر کشفیہ معارف جو اہلسنت کے علوم سے جدا واقع ہوئے ہیں صواب اور درستگی سے دور ہیں، ایسی باتوں کی متابعت وہی شخص کرتا ہے جس کا دل بیمار ہے یا مقلد محض ہے۔

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ عقائد کی کتب میں غلطیوں کا پایا جانا بعید از قیاس نہیں ہے۔ جیسا کہ شرح مواقف کے مصنف کا کلام رویت باری تعالیٰ کے متعلق انتہائی غیر محتاط ہے یہ بات علامہ نذیر سیالوی صاحب نے نبوت مصطفیٰ ﷺ میں نقل کی ہے اور اس پر موصوف کے دست راست کھوٹوی صاحب کی تصدیق بھی موجود ہے۔ (فلیتامل)

خلاصہ کلام: شارح شرح عقائد کی عبارت سے موصوف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا اولا اس لئے کہ اس میں ختنین کے متعلق بحث ہے نہ کہ شیخین کے متعلق اور محل نزاع افضلیت شیخین ہے۔

اور ثانیاعلامہ تفتازانی کے کلام سے بہت سے خرابیاں لازم آتی ہیں جس کی بناء پر وہ قول قابل قبول نہیں بلکہ اسی عبارت کی بناء پر اکابرین اہل سنت نے تفتازانی کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ ان کے اس قول میں رفض کا شائبہ پایا جاتا ہے۔

نہ ہم آئے نہ تم سمجھے کہیں سے
پسینہ پونچھیئے اپنی جبین سے

میر سید شریف جرجانی کے حوالہ سے دھوکہ دہی کی ناپاک کوشش

علامہ تفتازانی کا تفصیلی رد ماقبل سطور میں گزر چکا ہے اس کے بعد اس کی تائید میں زبدۃ التحقیق کے صفحہ نمبر ۳۳۴ پر ابن عبد البر کا حوالہ بھی پیش کیا گیا لیکن تکرار سے بچنے کی خاطر اس کا رد انشاء اللہ العزیز آگے ایک مقام پر اکٹھا ہی آئے گا اس کے بعد شیخ التفضیلیہ نے علامہ میر سید شریف جرجانی کی شرح مواقف سے ایک اقتباس پیش کر کے میر سید شریف کو بھی "توقف" کے قائلین میں شامل کر کے دھاندلی سے ووٹ اپنے حصے میں شامل کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے جو کہ کسی صاحب علم کہلوانے والے کو زیب نہیں دیتا۔

صاحب زبدۃ التحقیق کی منقولہ عبارت ملاحظہ ہو:

" دونوں طرف سے مذکور ہونے والے دلائل آپس میں متعارض ہونے کے بعد قطعیت کے معنی نہیں دیتے جیسا کہ کسی بھی منصف مزاج انسان پر یہ بات مخفی نہیں کیونکہ وہ سارے کے سارے یا تو اخبار واحدہ ہیں ظنیۃ الدلالۃ ہیں باوجود آپس میں متعارض ہونے کے بھی۔
مزید اس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ " طرفین سے جناب ابو بکر صدیق اور جناب علی رضی اللہ عنہما مراد لئے ہیں اور علامہ تفتازانی نے "توقف" کا جواز بھی انہی دو کے درمیان پیش کیا ہے"۔(1)

اس بات کی وضاحت بالدلائل آگے آئے گی کہ افضلیت صدیق اکبر قطعی ہے اور اس پر دلالت کرنے والی احادیث اخبار واحدہ نہیں بلکہ متواتر ہیں۔ اس وجہ سے طرفین کے دلائل

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۳۵

متعارض نہیں ہیں کہ ظنیت کا قول کیا جائے۔ سر دست ہم اتنی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ میر سید شریف جرجانی کی عبارت سے افضلیت کی ظنیت کی طرف میلان معلوم ہوتا ہے مگر اس کے باوجود اس سے "توقف" ثابت کرنا محض اپنی طرف سے پچر لگانے کے سوا کچھ بھی نہیں کیونکہ علامہ میر سید شریف جرجانی کی مذکورہ عبارت سے "توقف" قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر وہ "توقف" کے داعی ہوتے تو صفحہ ۴۰۴ پر مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد صفحہ ۴۰۵ پر یہ تحریر نہ فرماتے:

لكنا وجدنا السلف قالوا بان الافضل ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي وحسن ظننا بهم يقتضي بانهم لو لم يعرفوا ذالك لما اطبقوا عليه فوجب علينا اتباعهم في ذالك القول"۔(1)

لیکن ہم نے سلف کو اسی عقیدہ پر پایا ہے کہ وہ کہتے تھے بے شک افضل ابو بکر صدیق ہیں پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور ہمارا ان کے ساتھ حسن ظن یہی فیصلہ کرتا ہے کہ بے شک وہ اگر خلفاء اربعہ کی اس ترتیب پر دلائل سے آگاہ نہ ہوتے تو اس عقیدہ کا انطباق نہ کرتے لہذا ہم پر اسلاف کے اس قول میں ان کی اتباع واجب ہے۔

میر سید شریف خود بھی تسلیم کر رہے ہیں اور دوسروں کو بھی یہ درس دے رہے ہیں کہ افضلیت کی ترتیب مذکور میں ہم پر اسلاف کی اتباع واجب ہے۔ صاحب زبدہ کو خدا کا خوف کرنا چاہیے اور حقائق کو مسخ نہیں کرنا چاہیے۔ صاحب شرح مواقف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو ماننا واجب قرار دے رہے ہیں تو صرف عبارت کا ایک حصہ لیکر "توقف" کے قائلین کی تعداد بڑھانا کہاں کا انصاف ہے؟

بہر حال اس عبارت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ میر سید شریف قطعی طور پر "توقف" کے قائل نہ تھے۔

(1) شرح مواقف ج ۸ ص ۴۰۵ مطبوعہ النوریہ الرضویہ لاہور

اور اگر مصنف زبدۃ التحقیق تھوڑی سی زحمت فرماتے اور شرح مواقف کی اسی جلد میں چند صفحات قبل ملاحظہ فرماتے تو انہیں پتہ چلتا کہ یہ ظنیت کا قول ختنین کے متعلق ہے نہ کہ سیدنا صدیق اکبر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے متعلق۔ جیسا کہ موصوف نے تحریر فرمایا اور پھر علامہ تفتازانی کا راگ بار بار الاپنے کی ضرورت نہیں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس عبارت کو بھی ختنین کے درمیان "توقف" پر محمول نہ کرنا بھی سورج کو انگلی کے پیچھے چھپانے کے مترادف ہے۔

میر سید شریف جرجانی کی وضاحت

آیئے، علامہ میر سید شریف جرجانی کی عبارت ص ۳۹۷ پر ملاحظہ ہو:

"افضل الناس بعد رسول الله ﷺ هو عندنا واكثر قدماء المعتزلة ابوبكر رضی اللہ عنہ وعند الشيعة واكثر متاخرين المعتزلة علی"۔ (1)

رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ہمارے (اہل سنت وجماعت) نزدیک اور اکثر قدماء معتزلہ کے نزدیک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور شیعہ اور اکثر متاخرین معتزلہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

علامہ میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کا عندنا یعنی اہل سنت کے نزدیک بلا اختلاف افضلیت صدیق اکبر کو بیان کرنا اجماع کی طرف اشارہ ہے جو کہ دلیل قطعی ہے لہذا یہ بات سمجھنے میں کسی کو کوئی دقت محسوس نہیں ہونی چاہیئے سوائے صاحب زبدہ کے۔ میر سید شریف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو تو قطعی مانتے ہیں البتہ ختنین میں ظنیت کے قائل ہیں۔ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں قطعیت کے قائل ہونے کی تائید مزید ان کے ذکر کردہ دلائل سے ہو جاتی ہے صرف دو دلیلیں دیکھیں۔

"الاول قوله تعالى وسيجنبها الاتقى الذى يوتى ماله يتزكى"۔ (2)

---

(1) شرح مواقف ج ۸ ص ۳۹۷ النوریہ الرضویہ لاہور

(2) اللیل ۱۸

"قال اکثر المفسرين وقد اعتمد عليه العلماء انما نزلت فى ابى بكر فهو اتقى فهو اكرم عند الله تعالى لقوله تعالى ان اكرمكم عند الله اتقكم."[1]

"وهو اى الاكرم عند الله هو الافضل فابوبكر افضل ممن عداه من الامة وايضا فقوله وما لاحد عنده من نعمة تجزى."[2]

"يعرفه من الحمل على على اذ عنده نعمة التربية فان النبى ﷺ ربى عليا وهى نعمة تجزى واذا لم يحمل عليه تعين ابوبكر للاجماع على ان ذالك الاتقى هو احدهما لاغير".[3]

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر علامہ میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ پہلی دلیل یہ ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے"وسیجنبها الاتقى الذى يوتى ماله يتزكى"(اور اس سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو)

اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ اور تحقیق اس پر تمام علماء نے اعتماد بھی کیا ہے کہ یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے پس وہ اتقی ہیں اور جو اتقی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "ان اكرمكم عند الله اتقاكم"(بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے)اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت والا ہو وہ افضل ہوتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی تمام امت سے افضل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی"وما لاحد عنده من نعمة تجزىٰ"(اور کسی کا اس پر کچھ احسان

---

(1) حجرات ۱۳

(2) اللیل ۱۹

(3) شرح مواقف ج۸ ص۳۹۸ النوریہ الرضویہ لاہور

نہیں جس کا بدلہ دیا جائے)اس آیت کو پھیرا جائے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر محمول کرنے سے اس لئے کہ ان پر تربیت کی نعمت احسان کا بدلہ ہے پس بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تربیت فرمائی اور وہ ایسا احسان ہے جس کا بدلہ دیا جانا چاہئے اور جب اس آیت کو حضرت علی پر محمول نہ کیا جائے (بوجہ حمل کے درست نہ ہونے کے) تو اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ متعین ہو گئے اجماع کی وجہ سے اس بات پر کہ بے شک جو اتقی ہے وہ ان دونوں ہی سے ایک ہے نہ کہ ان کا غیر۔

اس سے واضح ہو گیا کہ صاحب شرح مواقف کے نزدیک بھی اجماعا الاتقی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ اجماع کے مطابق ساری امت سے افضل ٹھہرے۔ اور دوسرا "وسیجنبها الاتقی" اور "ان اکرمکم عند الله اتقکم" دو نصوص قطعیہ سے استدلال کیا ہے اور موصوف جانتے ہوں گے کہ دو قطعی نہیں نتیجہ دیتے مگر قطعیت کا۔ اسی وجہ سے آپ نے سیدنا صدیق اکبر کو افضل ماننا واجب لکھا ہے۔

لہذا ثابت ہو گیا کہ میر سید شریف جرجانی نے ایک تو افضلیت قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت کی اور دوسرا اجماع کے الفاظ نقل فرمائے جو کہ دونوں دلیل قطعی ہیں تو نتیجہ واضح ہے کہ صاحب شرح مواقف افضلیت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قطعی سمجھتے اور مانتے ہیں۔

تائید مزید دیکھئے:

"الثالث قوله علیہ السلام لابی الدرداء والله ما طلعت شمس ولا غربت بعد النبیین والمرسلین علی رجل افضل من ابی بکر"۔ (1)

میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر تیسری دلیل کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ پیش کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اللہ کی قسم

(1) حاشیہ شرح مواقف ج ۸ ص ۳۹۸

!سورج طلوع نہیں ہوا اور نہ ہی غروب ہوا انبیاء و مرسلین کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کسی شخص پر۔

اور اس کے حاشیہ میں فاضل لاہوری علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی اور علامہ چلپی حدیث مذکور کے قریب المعنی روایت پیش کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

"فھذہ القصة تدل علی ان المراد افضلیة مطلقا لا مساواۃ کما لا یخفی"۔(1)

پس یہ قصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقا مراد ہے نہ کہ مساواۃ جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں۔

شرح مواقف کی عبارت میں مذکورہ حدیث اور علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی اور علامہ چلپی کی وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ صاحب شرح مواقف کا اپنا مؤقف افضلیت صدیق اکبر کا ہے نہ کہ "توقف" کا، جیسا کہ صاحب زبدۃ التحقیق کا زعم باطل ہے۔ اور پھر حدیث مبارکہ سے انبیاء و مرسلین کے بعد تمام کی نفی ہو رہی ہے کسی غیر کا احتمال ہی نہیں کہ وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے معارض آئے۔ جس سے صرف آپ رضی اللہ عنہ کی افضلیت یقینی طور پر عیاں ہے اور دوسرا یہ حدیث متواتر ہے اور تواتر سے قطعیت ہی ثابت ہوتی جیسا کہ اپنے مقام پر آئے گا لہٰذا ہر قاری یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ خود صاحب شرح مواقف علامہ میر سید شریف جرجانی بھی افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قطعیت کے قائل تھے لیکن مفکر اسلام کی بارگاہ میں ہم کیا شکوہ کریں۔

کیا جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا
تقیہ ہم نے کیا ہمیں ثواب ملا

قاضی ابو بکر باقلانی کے ایک اور حوالہ کی حقیقت:

حضرت موصوف نے میر سید شریف کے بعد اپنی بات کو پختہ کرنے اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر شب خون مارنے کیلئے قاضی باقلانی کا ایک اور حوالہ پیش فرمایا ملاحظہ ہو۔"یہ کہنا

---

(1) شرح مواقف ج ۸ ص ۳۹۸ مطبوعہ لاہور

کس طرح ممکن ہو گا کہ سلف صالحین افضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر متفق تھے قاضی ابو بکر بن طیب باقلانی اشعری اپنی کتاب مناقب ائمہ اربعہ ص ۲۹۴ پر رقمطراز ہیں:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت بہت سارے صحابہ کے نزدیک مشہور ہے جیسا کہ عبد اللہ بن عباس وحذیفہ بن الیمان وعمار بن یاسر، جابر بن عبد اللہ، ابو الہیثم بن تیہان وغیرہ"۔(1)

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجماعی مسئلے میں رخنہ ڈالنے کیلئے موصوف نے قاضی باقلانی کا حوالہ پیش کیا اور ساتھ یہ گل فشانی فرمائی کہ "یہ کہنا کس طرح ممکن ہو گا کہ سلف صالحین افضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر متفق تھے۔" تو آیئے، موصوف کو میں قاضی باقلانی کی اس کتاب سے ان کے نقل کردہ حوالہ سے چند صفحات بعد کا قول بھی دکھاتا ہوں جس سے پتہ چل جائے گا کہ سلف صالحین افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر متفق تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

قاضی ابو بکر باقلانی اپنی کتاب مناقب ائمہ اربعہ کے صفحہ نمبر ۳۰۵ پر رقمطراز ہیں:

"ان الامة مجمعة قبل وجود الشيعة على تفضيل ابي بكر رضی اللہ عنہ"۔(2)

بے شک امت مسلمہ وجود شیعہ سے پہلے افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر متفق و مجتمع تھی۔

یہ خود اپنی ہی کھینچی تھی جس سے کٹے
تیرے دونوں بازو تیرے بال و پر

مصنف زبدۃ التحقیق بتائیں کہ جب قاضی باقلانی نے ہی ان کے نقل کردہ حوالہ کے بعد سلف صالحین بلکہ پوری امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نقل کر دیا تو کیا وہ یہ بات بھی اپنے ممدوح کی ماننے کیلئے تیار ہیں یا نہیں؟؟

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۳۶

(2) مناقب ائمہ اربعہ ص ۳۰۵ بیروت

اور موصوف اس بات سے بھی بخوبی آگاہ ہوں گے کہ بعد والا قول پہلے کیلئے ناسخ ہوتا ہے۔ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اجماعی ہونا قاضی ابو بکر باقلانی کا بعد والا قول ہے اور جو صاحب زبدۃ التحقیق نے نقل کیا ہے وہ پہلا ہے لہذا یا تو قاضی باقلانی کی بات کو تسلیم کریں یا پھر انکار کریں۔ یہ تو عجیب دورنگی ہے جو بات اپنے مطلب کی ہو وہ لے لیتے ہیں اور جو اپنے نظریات کے خلاف ہو رد کر دیتے ہیں۔

میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو

"توقف" کے اثبات میں ایک بار پھر ناکام کوشش

موصوف نے اس کے بعد "توقف" کو ثابت کرنے کیلئے امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ پیش کیا مصنف زبدۃ التحقیق نقل کرتے ہیں:

"وقال قائلون افضل الناس بعد رسول اللہ ﷺ علی ثم بعدہ ابوبکر وقال قائلون لاندری ابوبکر افضل ام علی۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ تفتازانی کا قول "توقف" دربارہ تفضیل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا علی المرتضی قول جدید نہیں بلکہ پہلے سے چلا آرہا ہے۔" (2)

عبارت مذکورہ حقیقت کے آئینے میں

مصنف زبدۃ التحقیق نے یہاں بھی اپنی روش کو برقرار رکھتے ہوئے دھوکہ دہی اور فریب سے کام لیا ہے ایک تو عبارت کو درمیان سے حذف کر گئے اور پھر اپنے محبوب جبائی کا نام اور کچھ عبارت آخر سے بھوک کی وجہ سے کھا گئے مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

"وقال قائلون افضل الناس بعد رسول اللہ ﷺ علی ثم بعدہ ابوبکر واجمع من ثبت فضل ابی بکر وعمر ان ابابکر افضل من عمر واجمع من ثبت فضل عمر وعثمان ان عمر افضل من عثمان"۔ (3)

---

(1) مقالات الاسلامیین ج ۲ ص ۱۶۷

(2) زبدۃ التحقیق ص ۳۴۷

(3) مقالات الاسلامیین ص ۴۶۱ المکتبۃ العصریہ بیروت

اور کچھ کہنے والوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے افضل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اجماع ان لوگوں کا جنہوں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تفضیل ثابت کی ہے کہ بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر فاروق سے افضل ہیں اور اجماع ہے ان لوگوں کا جنہوں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان کی تفضیل ثابت کی ہے کہ بے شک سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

ایک تو پتہ نہیں کہ موصوف لفظ اجماع سے اتنے کیوں خائف ہیں کہ اس کو عبارت میں ذکر تک نہیں فرمایا اور ہضم کر گئے اور اس پر طرفہ تماشا یہ کہ اس کے بعد والی عبارت جو الگ حضرات کا مؤقف تھا کو اس کے ساتھ ملا دیا اور دھوکہ وفریب کے بے تاج بادشاہ بن کر "توقف" ثابت کرنے کی سعی نامشکور فرمائی اور پھر یہ "توقف" بیان کرنے کے بعد امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً ذکر بھی فرمایا ہے کہ یہ مؤقف مذہب اعتزال (معتزلہ) کے زبردست حامی اور پیشوا ابو علی جبائی کا ہے اور یہی بات ہم حضرت کے ممدوح قاضی ابو بکر باقلانی کے حوالے سے بھی نقل کر چکے ہیں کہ مسئلہ افضلیت میں "توقف" کرنا معتزلہ کا مذہب ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہ موصوف اس مؤقف کو کیوں اہل سنت کے سر ہی تھوپنا چاہتے ہیں؟

موصوف نے معتزلہ کا عقیدہ اہلسنت کے سر تھوپ دیا

امام ابو الحسن اشعری رضی اللہ عنہ کی اصل عبارت مقالات الاسلامیین سے ملاحظہ ہو:

"وقال قائلون لاندری ابوبکر افضل ام علی فان کان ابوبکر افضل فیجوزان یکون عمر افضل من علی ویجوز ان یکون علی افضل من عمر وان کان علی افضل من عمر فھو افضل من عثمان لان عمر افضل من عثمان وان کان عمر افضل من علی فیجوز ان یکون علی افضل من عثمان ویجوز ان یکون عثمان افضل من علی وھذا قول الجبائی"۔(1)

(1) مقالات الاسلامیین ص ۳۶۱ مطبوعہ مکتبۃ العربیہ بیروت

پانچواں گروہ اور کچھ کہنے والے کہتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ ابو بکر افضل ہیں یا علی المرتضی پس اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں تو ہو سکتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں اور ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر سے افضل ہوں اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں تو پس وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہیں اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں تو جائز ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں اور یہ قول جبائی کا ہے۔

قارئین حضرات نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں کہ "لا ندری ابوبکر افضل ام علی" کے الفاظ چوتھے گروہ کے نہیں بلکہ الگ پانچویں گروہ کا یہ مؤقف بیان کیا گیا ہے اور پھر صراحتاً اس کے آخر میں امام اہل سنت امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمادیا کہ یہ جبائی (جو کہ مشہور و معروف معتزلی ہے اور بڑے زور وشور کے ساتھ اعتزال کا داعی ہے) کا قول ہے۔ صاحب زبدۃ التحقیق نے ایک تو چوتھے اور پانچویں گروہ کی عبارت کو ملا کر پیش کیا جب کہ یہ دو الگ الگ گروہوں کے الگ الگ مؤقف تھے یہ علمی دیانت کے خلاف ہے۔ اور پھر چوتھا اور پانچواں بیان کیا گیا مؤقف آخر سے حذف کر دیا ہے۔ اور سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ پانچواں مؤقف جو کہ "توقف" کا تھا اور موصوف اس کو ثابت کرنے کیلئے کمربستہ تھے اسی لیے آخر میں لکھے ہونے کے باوجود کہ "یہ جبائی معتزلی کا مذہب ہے" ہضم کر گئے اور اسے اہلسنت کے سر تھوپ دیا۔ بہر حال بات وہیں کی وہیں کہ "توقف" ثابت نہ ہو سکا۔

ان کو سعی بے کار کا مزہ آگیا
کامیابی انہیں مگر نہ ہوئی

کیا یہ اسلام کی فکر اور اس طرح کا انداز تحقیق اپنانے والے مفکر اسلام ہیں؟

مقالات الاسلامیین کے ایک اور عقدہ کا حل:

حضرت والا نے سادہ لوح عوام کو یہ دھو کہ امام اہل سنت کی کتاب "مقالات الاسلامیین" کے نام سے دینا چاہا جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ اسی طرح کا مزید ایک اور حوالہ مقالات الاسلامیین سے جس میں غلط مطلب اخذ کر کے عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی، اصل حقیقت پیش خدمت ہے۔ مصنف زبدۃ التحقیق رقمطراز ہیں:

"نیز ابو الحسن اشعری متوفی ۳۳۰ھ کو ایک دوسری کتاب مقالات الاسلامیین ج ۲ ص ۱۴۷ کا حوالہ ملاحظہ فرمائیے" "قولهم فی افضل الناس بعد الرسول واختلفوا فی التفضیل":

۱۔ وقال قائلون افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی

۲۔ وقال قائلون افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبکر ثم عمر ثم علی ثم عثمان

۳۔ وقال قائلون نقول ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت بعد ذالك

۴۔ وقال قائلون افضل الناس بعد رسول الله ﷺ علی ثم بعده ابوبکر

۵۔ قال قائلون لاندری ابوبکر افضل ام علی

اس عبارت مذکورہ کا ترجمہ لکھنے کے بعد موصوف رقمطراز ہیں: "اس جگہ قابل غور امر ہو گا کہ امام ابو الحسن اشعری کے نزدیک اگر خلافت مفید افضلیت ہوتی تو اہل سنت وجماعت کے ان مکاتب کا کیوں ذکر کرتے بلکہ فرماتے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر کافر یا گمراہ یا مبتدع یا زندیق ہے اور اگر افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع نصی تام ہو گیا ہوتا تو منکر کو کافر کہتے اور شافعی ہونے کے ناطے اجماع سکوتی کے قائل ہی نہیں نتیجہ یہ ہو گا کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی اجماع نصی نہیں ہوا اور سکوتی بھی نہیں۔"(1)

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۲۷۴، ۲۷۳، ۲۷۲

جواب:

مصنف زبدۃ التحقیق نے یہاں جو تیر مارے ہیں اور تیس مار خان بننے کی کوشش کی ہے کہ اجماع نصی ہے یا سکوتی؟ تو اس کی بحث اور افضلیت کا منکر مبتدع، گمراہ اور زندیق ہے یا نہیں؟ اس پر تفصیلا گفتگو آئندہ صفحات میں ہوگی۔ سردست یہاں صرف ہم اس جملے کی حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں جو صاحب زبدۃ نے لکھ کر اپنی عادت دائمہ مستمرہ کو برقرار رکھا ہے یعنی اگر خلافت مفید افضلیت ہوتی تو اہل سنت وجماعت کے ان مکاتب کا کیوں ذکر کرتے؟ جواباً عرض ہے کہ امام اہل سنت امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے جو پانچ مکاتب ومذاہب دربارۂ افضلیت نقل فرمائے وہ سب کے سب اہل سنت کے مکاتب نہیں جیسا کہ موصوف نے بزعم خویش سمجھ لیا ہے یا پھر حقیقت کو چھپانے کیلئے آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے۔ اس پر دلائل وشواہد ملاحظہ ہوں:

یہ پانچوں مکاتب اہل سنت وجماعت کے نہیں ہیں:

۱۔ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے پانچواں مذہب بیان کرنے کے بعد اس کے متعلق فرمایا ہے "وہذا قول الجبائی" یعنی یہ مؤقف معتزلہ کے ابوجبائی کا ہے تو مصنف زبدۃ التحقیق فرمائیں کہ امام ابوالحسن اشعری کے ذکر کرنے کے باوجود کہ یہ معتزلہ کا مؤقف ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ بھی اہل سنت کا مذہب ہے ایک بہت بڑی علمی بددیانتی ہے کہ نہیں؟ یا پھر آپ معتزلہ کو بھی اہل سنت ہی سمجھتے ہیں اس کی بھی وضاحت فرمادیں؟ بہر حال اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امام ابوالحسن کے ذکر کردہ تمام مکاتب اہل سنت کے نہیں ہیں۔

اصل عبارت کیلئے اگلے صفحہ پر
کتاب کا عکس ملاحظہ فرمائیں

٥ - وقالت «الخوارج» بتصويب عليّ في قتال طلحة والزبير ومعاوية.

٦ - وقال «الأصم» في قتال عليّ وطلحة والزبير: إن كان قاتلهما ليتكافّ الناسُ حتى يصطلحوا على إمام؛ فقتاله لهما على هذا الوجه صواب، وكذلك قال في قتالهما إياه، وقال: إن كان معاوية قاتل عليًا ليحوز الأمر إلى نفسه فهو ظالم، وإن كان قاتل ليتكافّ الناسُ حتى يصطلحوا على إمام فقتاله على هذا الوجه صَوَاب، وإن كان قتاله لئلا يسلِّم ما في يديه إليه إذا لم يتّفق على إمامته فقتاله على هذا الوجه صواب.

٧ - وقال قائلون: نزعم أن عليًا وطلحة والزبير لم يكونوا مصيبين في حربهم، وإن المصيبين هم القعود، ونتولّاهم جميعاً، ونبرأ من حربهم، ونرد أمرهم إلى الله.

٨ - وقال «عبّاد»: لم يكن بين طَلْحة والزبير وعليّ قتال.

* * *

(١٧٥)

قولهم في أفضل الناس بعد الرسول ﷺ

واختلفوا في التفضيل:

١ - فقال قائلون: أفضلُ الناسِ بعد رسول الله ﷺ: أبو بكر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم عليّ.

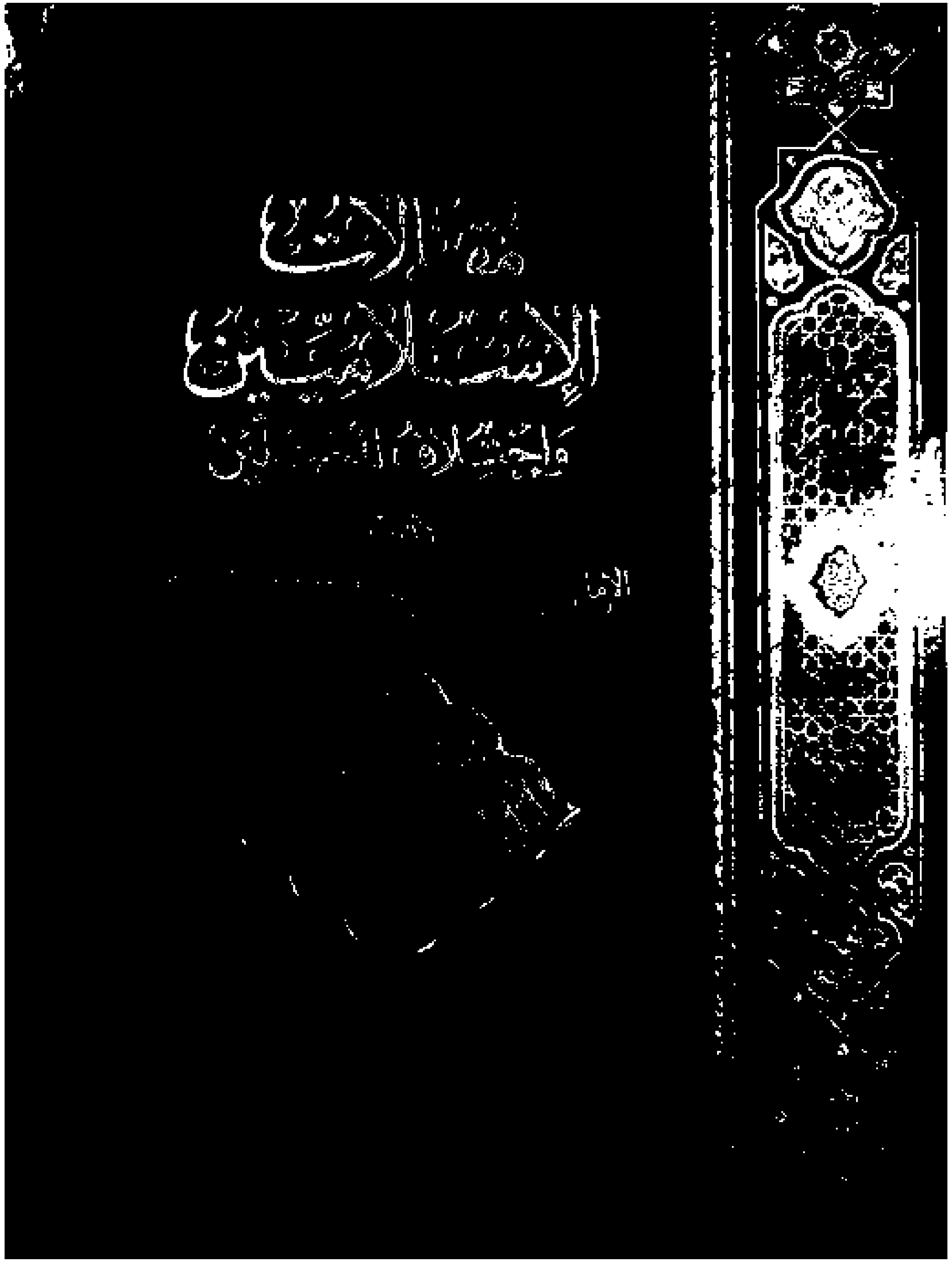
٢ - وقال قائلون: أفضَلُ الناسِ بعد رسول الله ﷺ: أبو بكر، ثم عمر، ثم علي، ثم عثمان.

٣ - وقال قائلون: نقول: أبو بكر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم نسكت بعد ذلك.

٤ - وقال قائلون: أفضَلُ الناسِ بعد رسول الله ﷺ: عليٌ، ثم بعده أبو بكر.

وأجمع من ثبّت فضل أبي بكر وعمر أن أبا بكر أفضَلُ من عمر، وأجمع من ثبّت فضل عمر وعثمان أن عمر أفضل من عثمان.

٥ - وقال قائلون: لا ندري أبو بكر أفضل أم عليٌ؛ فإن كان أبو بكر أفضل فيجوز أن يكون عمر أفضل من عليّ، ويجوز أن يكون عليّ أفضل من عمر، وإن كان عليّ أفضل من عمر فهو أفضل من عثمان؛ لأن عمر أفضل من عثمان، وإن كان [illegible] أفضل من عليّ فيجوز أن يكون عليّ أفضل من عثمان، ويجوز أن [illegible] أفضل من عليّ، وهذا قول «الجُبّائي».



۲۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ پاکستان میں مقالات الاسلامیین کا ترجمہ مسلمانوں کے عقائد وافکار کے نام سے ۲۰۰۱ میں علم وعرفان پبلشرز لاہور نے شائع کیا جو کہ فقیر کو ایک دوست کے توسل سے اسلامی یونیورسٹی کی لائبریری سے ملا۔ اس کے مترجم نے ترجمہ کرنے سے قبل اس کتاب پر ایک مقدمہ لکھا اور اس بات کی وضاحت کی کہ کتاب ہذا میں بیان کردہ یہ تمام عقائد اہل سنت وجماعت کے ہی نہیں ہیں بلکہ بعض گمراہ اور بدمذہب فرقوں کے بھی ہیں مترجم مقالات الاسلامیین رقمطراز ہیں:

"مقالات الاسلامیین دراصل ایک موسوعہ ہے جس میں ان تمام لوگوں کے افکار وآراء یا معتقدات کی تفصیل بیان کی گئی ہے جنہوں نے کسی نہ کسی حد تک کسی اشکال کے بارہ میں گفتگو کی یا اس کے حل وکشود کے لئے کوئی رائے پیش کی۔ مزید برآں اس کتاب میں ایسے ایسے عجیب وغریب گروہوں کا ذکر بھی ہے جنہوں نے ضلالت وگمراہی یا فکر واعتقادی ارتداد کی آخری حدوں کو چھولیا۔ ظاہر ہے کہ اس نوع کے افکار صرف چند قبائل یا افراد ہی تک محدود رہے۔ جمہور اہل سنت کا ضمیر ووجدان بحمد اللہ ان سے نہ صرف بالکل غیر متاثر رہا بلکہ ان کے ائمہ مجتہدین نے ہر دور میں کوشش کی کہ فکر ونظر کی تمام گمراہیوں کے مقابلہ میں اسلامی مؤقف کی وضاحت وتعیین کا سلسلہ جاری رہے اور کسی زمانے میں بھی لوگ اسلام کے آفتاب ہدایت کی ضیاء افروزیوں سے محروم نہ ہو پائیں"۔(1)

ثابت ہوا کہ بیان شدہ تمام عقائد ونظریات اہل سنت ہی کے نہیں ہیں بلکہ دیگر فرق باطلہ کے بھی ہیں لہذا اہل سنت کا مذہب وہی جو پہلے نمبر پر بیان کر دیا گیا جس کی مزید وضاحت اپنے مقام پر ہو جائے گی۔

۳۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ ایک عام قاری بھی یہ بات سمجھنے میں کوئی تامل نہیں کرے گا کہ کتاب میں امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اسلوب کلام اپنایا ہے اس سے

---

(1) مسلمانوں کے عقائد وافکار یعنی مقالات الاسلامیین ص ۱۴ مطبوعہ علم وعرفان پبلشرز لاہور

ہی پتہ چل جاتا ہے کہ ہر عقیدے نظریے اور موقف میں جتنے مکاتب ومذاہب امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک تھے آپ نے ان سب کا تذکرہ فرمایا نہ کہ ایک مسئلہ میں اہل سنت کے ہی تمام مکاتب کا ذکر فرمایا۔ جس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

پہلی مثال:

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ عذاب قبر کے متعلق رقمطراز ہیں:

"وقولهم في عذاب القبر واختلفوا في عذاب القبر"۔

ان کا قول عذاب قبر کے متعلق اور انہوں نے عذاب قبر میں اختلاف کیا ہے۔

۱۔ "فمنهم من نفاه وهم المعتزلة والخوارج"۔

پس ان میں سے کچھ نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے اور وہ معتزلہ اور خوارج ہیں۔

۲۔ "ومنهم من اثبته وهم اكثر اهل الاسلام"۔

اور ان میں اکثر نے اس کو تسلیم کیا ہے اور وہ اکثر اہل اسلام ہیں۔

۳۔ "ومنهم من زعم ان الله ينعم الارواح ويؤلمها فاما الاجساد التي في قبورهم فلا يصل ذالك اليها وهي في القبور"۔

اور ان میں سے کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ارواح کو انعام بھی دے اور تکالیف بھی مگر وہ اجسام جو قبور میں ہیں اس نعمت یا عذاب کا اثر ان تک نہیں پہنچے گا۔(1)

دوسری مثال:

ملائکہ اور انبیاء کی تفضیل کے بارے میں امام اہل سنت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وهل الملائكة افضل من الانبياء؟ واختلف الناس هل الملائكة افضل من الانبياء؟"

(1) مقالات الاسلامیین ص۳۱۸ مطبوعہ مکتبۃ العصریہ بیروت

کیا ملائکہ انبیاء سے افضل ہیں لوگوں کا اختلاف ہے اس میں کہ کیا ملائکہ انبیاء سے افضل ہیں؟

۱۔ "فقال قائلون الملائکة من الانبیاء"
پس کچھ کہنے والے کہتے ہیں ملائکہ انبیاء سے افضل ہیں۔

۲۔ وقال قائلون الانبیاء افضل من الملائکة والائمة افضل من الملائکة ایضا وھذا قول الروافض"۔
اور کچھ کہنے والے کہتے ہیں انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں اور ائمہ بھی ملائکہ سے افضل ہیں اور یہ روافض کی رائے ہے۔

"وقال قوم من المتنسکین انه جائز ان یکون فی الناس غیر الانبیاء والائمة من ھو افضل من الملائکة"۔[1]
اور صوفیاء کی ایک قوم کا کہنا ہے کہ کچھ عام آدمی بھی جو نہ انبیاء ہیں نہ ائمہ وہ بھی ملائکہ سے افضل ہو سکتے ہیں۔

تیسری مثال:

اللہ تعالیٰ کی خالقیت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"ھل یقال لم یزل اللہ خالقا"۔
کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے خالق ہے

"واختلف الناس ھل یقال لم یزل اللہ خالقا"۔
لوگوں کا اختلاف ہے اس مسئلہ میں کہ کیا کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے خالق ہے یا نہیں۔

۱۔ "فاجاز ذالك قوم"
کچھ لوگوں نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۲۔ "ومنعه آخرون" اور کچھ لوگوں نے یہ کہنے سے منع کیا ہے۔[1]

---

(1) مقالات الاسلامیین ص ۳۲۶ا لمکتبۃ العصریہ بیروت

چوتھی مثال:

یزید پلید کے متعلق مذاہب کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اختلافھم فی امامۃ یزید"۔

امامت یزید کے متعلق اختلاف۔

"واختلفوا فی امامۃ یزید"

لوگوں نے یزید کی امامت میں اختلاف کیا۔

۱۔ "فقال قائلون کان اماما باجماع المسلمین علی امامتہ وبیعتھم لہ غیر ان الحسین انکر علیہ اشیاء مثلھا ینکر"۔

پس کچھ کہنے والے کہتے ہیں یزید کی امامت پر تمام مسلمان جمع ہو گئے تھے اور سب نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی سوائے امام حسین رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے بعض برائیوں کی وجہ سے انکار کیا اور وہ برائیاں اس میں واقعتاً موجود تھیں۔

۲۔ "وقال قائلون بامامۃ وتخطئہ الحسین فی انکارہ علیہ"۔

اور بعض لوگ اس کی امامت کے قائل ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو انکار بیعت یزید کی وجہ سے غلطی پر سمجھتے ہیں۔

۳۔ "وقال قائلون لم یکن اماما علی وجہ من الوجوہ"۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ کسی لحاظ سے بھی امام یا خلیفہ نہیں تھا کئی وجوہات کی بناء پر۔(2)

صاحب زبدہ متوجہ ہوں:

کیا مذکورہ تمام مسائل میں بھی ذکر کردہ جملہ مذاہب اہل سنت وجماعت کے ہیں ہر گز نہیں اور خصوصاً یزید پلید لعنتی اس کی امامت کے متعلق اجماع مسلمین کا قول کرنا کیونکر اہل سنت وجماعت کا موقف ہو سکتا ہے یہ خارجیوں لعید ییوں کا موقف ہے۔

---

(1) مقالات الاسلامیین ص ۱۳۳۴ المکتبۃ العصریہ بیروت

(2) مقالات الاسلامیین ص ۱۳۵۲ المکتبۃ العصریہ بیروت

اور اہلسنت جماعت کا موقف سب سے آخر میں ذکر کیا کہ یزید کسی لحاظ سے بھی امام نہیں ہے ۔لہذا ان مسائل میں مختلف مذاہب ذکر کرنے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کسی بھی مسئلہ میں امام ابوالحسن اشعری کا مختلف مذاہب ذکر کرنا ان سب کے اہل سنت ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس دور میں اس مسئلہ میں جتنے بھی مذاہب تھے ان سب کا ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ عقائد کی دیگر کتب کثیرہ ایسے اقوال متعددہ سے بھری پڑی ہیں جس سے کسی بھی صاحب علم کو انکار نہیں ہے۔

لہذا ثابت ہوگیا کہ جو پانچ مکاتب امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائے ہیں وہ پانچوں اہل سنت نہیں ہیں صاحب زبدۃ اس میں بھی بری طرح فیل ثابت ہوئے۔

سیف الدین آمدی کی عبارت سے فریب دہی

مصنف زبدۃ التحقیق نے "توقف" میں سیف الدین آمدی کا سہارا لیا ہے اور اس کی یہ عبارت نقل کی ہے:

"(ترجمہ) اور جو ہمارے صف اول کے اہل سنت کا مذہب ہے وہ یہ ہے کہ تفضیل کی طرف جانے کے لئے کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکا اور جو ظنی راستے ہیں وہ آپس میں ٹکراتے ہیں اور کبھی ان میں سے بعض مجتہدین کی نگاہ میں آجاتے ہیں اور کبھی نہیں بھی آتے"۔(1)

حوالہ مذکور کے بارے میں جواباً عرض ہے کہ موصوف پر "توقف" کا بھوت سوار ہے اور ہر عبارت ذکر کرنے کے بعد چاہے اس عبارت سے "توقف" کا اشارہ بھی نہ ملتا ہو کہہ دیتے ہیں کہ اس سے "توقف" ثابت ہوگیا جب کہ حقیقت میں حضرت کے پاس اندھوں کی طرح ہاتھ پاؤں مارنے کے سوا کچھ نہیں۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

یہی صورت حال مذکورہ عبارت کی ہے کہ اس سے عام قاری بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق کی ظنیت تو سمجھ آرہی ہے یعنی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ آمدی

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۳۸

افضلیت کی قطعیت کے قائل نہیں ہیں بلکہ ظنیت کے دعوے دار ہیں لیکن اس عبارت سے نہ تو صراحتہ پتہ چلتا ہے نہ اشارتہ کہ آمدی "توقف" کا قائل ہے لہذا معلوم یہی ہوتا ہے کہ صاحب زبدۃ التحقیق کو "توقف" فوبیا ہو گیا ہے۔

بات سیدھی کوئی صاحب کی نظر نہیں آتی
آپ کی پوشاک کو کپڑا بھی آڑا چاہئے

صاحب زبدۃ نے صفحہ نمبر ۳۳۹ پر بھی آمدی کے حوالے سے شرح مواقف سے ایک عبارت نقل کر کے "توقف" ثابت کرنے کی کوشش کی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس عبارت سے بھی "توقف" ثابت نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ افضلیت کا ظنی ہونا سمجھا جا سکتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر بفرض محال آمدی سے "توقف" ثابت ہو بھی جائے تو وہ اہل سنت کے لئے حجت نہیں۔ ایسا قول آمدی کو ہی مبارک ہو۔

سیف الدین آمدی کی حقیقت

امام حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (التوفی ۷۴۸ھ) رقمطراز ہیں:

"السیف آمدی علی بن ابی علی تارك لصلوة شاك فی دینه نفوه من دمشق من اجل اعتقاده"۔ (1)

سیف الدین آمدی علی بن ابو علی نماز کا تارک تھا اس کے دین میں شک کیا گیا ہے اس کو دمشق سے شہر بدر کیا گیا تھا بد اعتقادی کی وجہ سے۔

امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"السیف الآمدی التکلم علی بن ابی صاحب التصانیف وقد نفی من دمشق لسوء اعتقاده وصح عنه کان یترك الصلاة"۔ (2)

سیف آمدی متکلم علی بن ابی علی یہ صاحب تصانیف کثیرہ تھا اور تحقیق اس کو دمشق سے بد اعتقادی کی وجہ سے نکالا گیا اور صحیح ہے کہ وہ نماز ترک کرتا تھا۔

---

(1) المغنی فی الضعفاء ج ا ص ۴۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت

(2) لسان المیزان ج ۴ ص ۲۲۶ رقم ۳۷۵۵ مطبوعہ دار البشائر

جب سیف الدین آمدی کے عقیدہ میں ہی گڑبڑ ہے تو وہ اگر "توقف" کا نظریہ رکھے بھی تو محل نظر ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

لہذا صاحب زبدۃ التحقیق پہلے یہ ثابت کرلیں کہ آمدی قطعی اور جزمی طور پر مشہور سنی متکلم تھا پھر یہ لکھیں کہ اس نے افضلیت کے بارے میں کوئی جزمی یا قطعی عقیدہ رکھنے کی کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ اور پھر یہ بتائیں کہ آمدی اگر قطعی رائے نہیں بھی رکھتا تھا تو اس نے قطعیت کے قائلین پر کیا حکم لگایا ہے؟ مصنف زبدۃ التحقیق صفحہ نمبر ۳۴۰ پر پھر وہی شور و غوغا کیا کہ میر سید شریف جرجانی مذہب "توقف" کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کی وہی پچھلی عبارت دربارہ ذکر کی جبکہ اس کا تفصیلی جواب گذشتہ اوراق میں قلمبند کر دیا گیا ہے۔ فلینظر

سیف الدین آمدی کی ایک اور عبارت

اور موصوف سے ہم یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ آمدی نے یہ جو عبارت نقل کی اور وہ آپ کے ہتھے چڑھ گئی ہے وہ انہوں نے بعض احباب کی تحقیق پیش کی ہے۔ رہا خود آمدی کا مؤقف تو اس سے پہلے یہ بھی ذہن نشین رہے کہ تعارض استدلال کو ساقط کر دیتا ہے اور عمل صرف اجماع مسلمین و مجتہدین پر ہوتا ہے اور وہ اجماع مسلمین کیا ہے جس کو آمدی نے واجب لکھا ہے علامہ آمدی رقمطراز ہے:

"ویجب مع ذالك ان یعتقد ان ابابکر افضل من عمر وان عمر افضل من عثمان وان عثمان افضل من علی وان الا اربعة افضل من باقی العشرة"۔ (1)

اور یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ بے شک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ چاروں باقی عشرہ مبشرہ سے افضل ہیں۔

یعنی موصوف یہاں پر بھی مکمل طور پر ناکام رہے۔

---

(1) غایۃ المرام ص ۳۲۲

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے "توقف" کی حقیقت:

مصنف زبدۃ التحقیق نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۴۱ پر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک عبارت نقل کی اور پھر صفحہ نمبر ۳۴۲ پر عبارت پر تبصرہ فرماتے ہوئے انہیں بھی قائلین "توقف" میں شمار کیا ہے جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔

صاحب زبدۃ التحقیق کی نقل کردہ عبارت:

"فاقبلت النصح فامسك عن التصرف فی امرهم واجعل محبتك لكل علی السواء وامسك عن التفضيل وان خامر باطنك فضل احدهم علی الاخر فاجعل ذالك من جملة اسراره فلا يلزمك اظهاره ولا يلزمك ان تحب احدهم اكثر من الآخر بل يلزمك محبة الجميع والاعتراف بفضل الجميع ويكفيك فی العقيدة السلبية ان تعتقد صحة خلافة ابی بكر وعمر وعثمان وعلی"۔[1]

صاحب زبدۃ التحقیق کی دھاندلی:

موصوف نے جب مذکورہ عبارت نقل کی تو بد دیانتی اور خیانت سے کام لیتے ہوئے عبارت کو درمیان سے ہضم کر گئے تو آیئے سب سے پہلے ہم اصل مخطوطے سے عبارت نقل کرنے کے بعد مخطوطے کا عکس اگلے صفحات پر پیش کرتے ہیں تاکہ حقائق اہل سنت کے سامنے آسکیں۔ ملاحظہ فرمایئے، اصل عبارت مخطوطہ سے:

"فان قبلت النصح فامسك عن التصرف فی امرهم واجعل محبتك للكل علی السواء من غير ان ترجح محبة احدهم علی الآخر او تعتقد فضله اكثر من الآخر وامسك عن الفيصل والغلو فامرهم اكبر من ان نخوض فيه وان خامر باطنك

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۴۱

فضل احدمنهم علی الآخر فاجعل ذالك من جملة اسرارك فما یلزمك اظهاره ولایلزمك ان تحب احدهم اکثر من الآخر بل یلزمك محبة الجمیع والاعتراف بفضل الجمیع ویکفیك فی العقیدة السلیمة ان تعتقد صحة خلافة ابی بکر رضی اللہ عنہ وخلافة عمر وعثمان وعلی"۔(1)

زبدۃ التحقیق 90 فیصد دھوکہ وفریب پر مشتمل ہے

قارئین کرام شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اصل مخطوطہ سے عبارت دیکھیں اور اس کو صاحب زبدۃ التحقیق کی نقل کردہ عبارت کے ساتھ موازنہ کریں تو حقیقت حال کھل کر سامنے آجائے گی کہ اولاتو اوپر خط کشیدہ عبارت صاحب زبدۃ التحقیق نے نقل ہی نہیں کی اور پھر کسی جگہ الفاظ ہی تبدیل کردیئے، جیسے فیصل کی بجائے تفضیل اور فما کی جگہ فلا لکھا (درس نظامی کے طلباء اور ما اور لا میں فرق سے اچھی طرح واقف وآگاہ ہیں) یعنی موصوف نے اپنی تصنیف بے لطیف میں نوے سے پچانوے فیصد علمی خیانت سے کام لے کر دھوکہ وفریب میں اپنی ایک عظیم مثال قائم کردی جو رہتی دنیاتک یادرکھی جائے گی اور بلامبالغہ موصوف جیسے مفکر اسلام ہوں تو وہ مسئلہ افضلیت کا تحقیقی جائزہ اسی صورت میں پیش فرمائیں گے ہم تو نہایت ادب سے ہی عرض کریں گے:

عشق کرنا ہے تو پھر عشق کی توہین نہ کر
یا تو بے ہوش نہ ہو، ہو تو پھر ہوش میں نہ آ

وضاحت عبارت منقولہ

اب اصل عبارت ملاحظہ فرمانے کے بعد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف واضح ہو جاتاہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں مسئلہ تفضیل کے متعلق ارشاد ہی نہیں فرمایا بلکہ آپ مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سکوت اور "توقف" کی بات کررہے ہیں۔ مسئلہ افضلیت میں تو آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں جس کی تفصیل عنقریب

(1) اعلام الہدی وعقیدۃ ارباب التقی قلمی ص ۳۸۵، ۳۸۴

آئے گی۔ جو ہستی خود افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قائل ہو اور دوسروں کو "توقف" کا درس دے تو یہ بات شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت سے کوسوں دور ہے۔
اور رہی بات یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مراد مشاجرات صحابہ کرام میں "توقف" ہے تو مخطوطہ کی اصل پیش کردہ عبارت کو غور سے ملاحظہ فرمائیے جو کہ موصوف ہڑپ کر گئے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"من غیر ان ترجح محبة احدهم علی الآخر"۔

اور اس سے ماقبل کی عبارت جو موصوف نے بھی ذکر کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"واجعل محبتك للكل على السواء"

تو اب مفہوم بالکل ظاہر وباہر ہو جاتا ہے کہ تمام صحابہ کرام میں سے ہر ایک سے برابر محبت کر بغیر کسی ایک کی محبت کو دوسروں کی محبت پر ترجیح دینے کے۔ تو آپ نصیحت فرمارہے ہیں کہ تمام صحابہ کرام سے برابر محبت کرنی چاہئے کسی ایک کی محبت میں زیادتی اور غلو کر کے دوسرے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع نہیں کرنا چاہئے۔ جیسا کہ رسوائے زمانہ فرقہ روافض سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی محبت میں غلو کر کے خلفاء ثلثہ اور دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کرتے ہیں اور اس کی مزید تائید بھی اصل عبارت میں موجود ان الفاظ سے ہو رہی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں: "........عن الفیصل والغلو"۔[1]

یعنی صحابہ کرام کے ان معاملات میں تو فیصلہ کرنے، حکم بننے اور غلو کرنے سے اجتناب کر۔ تو ثابت ہو گیا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود مذکورہ عبارت سے مشاجرات صحابہ کرام میں "توقف" ہے نہ کہ مسئلہ افضلیت میں "توقف"۔ جیسا کہ شیخ الفیضیلہ نے سمجھا ہے۔

"مشاجرات میں "توقف" مراد ہے" کی تائید مزید

ہم نے شیخ صاحب کی عبارت کی جو وضاحت کی ہے اس سے مراد مشاجرات میں "توقف" ہے نہ کہ مسئلہ افضلیت میں "توقف" تو اس کی تائید مزید عبارت کے سیاق وسباق پر غور

(1) اعلام الہدی وعقیدۃ ارباب التقی ص ۳۸۴ قلمی

کرنے سے ہوتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت مذکورہ سے قبل اسی صفحہ نمبر ۳۸۴ قلمی پر رقمطراز ہیں:

"فكيف يسع قلب المومن ان يقدح فى اصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهم مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كجسد واحد"۔[1]

پس مومن کا دل کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ وہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں اعتراض کرے جبکہ صحابہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جسد واحد کی طرح ہیں۔

یہ عبارت بھی صراحتاً دلالت کر رہی ہے کہ شیخ صاحب کی مراد مشاجرات میں "توقف" ہے۔

اور جہاں تک صاحب زبدۃ التحقیق نے عبارت نقل کی ہے اس کے بعد متصل شیخ شہاب الدین سہروردی نے یہ عبارت ذکر فرمائی ہے:

"ثم تعلم ان عليا ومعاوية كانا على القتال والحصام وكان الطائفتان يسبب بعضهم بعضا وما حكم احد منهم بكفر الآخرين وانما كانت ذنوبا لهم فلا تكفر احدا بما ترى منه من الجهل والسب"۔[2]

اس عبارت سے اصل مسئلہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے کہ شیخ صاحب کی عبارت کا مفہوم کیا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشاجرات اور دیگر صحابہ کرام کے مشاجرات میں "توقف" اور سکوت کرنا چاہیے، سب کے ساتھ اس معاملے میں بحیثیت صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے مساوی محبت کرنی چاہیئے اور کسی ایک کی محبت میں غلو کر کے دوسرے صحابہ پر جرح وقدح کا دروازہ نہیں کھولنا چاہیئے۔

حقائق واضح ہو گئے کہ عبارت کیا تھی، اس کی مراد کیا تھی اور موصوف نے اس کو کون سا مفہوم پہنا دیا اور کہاں کی بات کہاں لے گئے۔ لیکن بات پھر بھی وہیں کی وہیں رہی کہ صاحب زبدۃ التحقیق مسئلہ افضلیت میں "توقف" ثابت نہ کر سکے۔

---

(1) اعلام الہدیٰ عقیدہ ارباب التقیٰ قلمی ص ۳۸۴

(2) اعلام الہدیٰ وعقیدۃ ارباب التقیٰ ص ۳۸۵ قلمی

اب تو زخمی شیر کی طرح بھرنا چاہئے
یہ اگر ہمت نہیں تو ڈوب مرنا چاہئے

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف صدیق اکبر کی افضلیت ہے

اب ہم قارئین کے سامنے شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف پیش کرتے ہیں تاکہ موصوف کی مزید اصلیت کھل جائے کہ حضرت نے کس طرح بے رحمی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ حقائق کو مسخ کرنے کی سعی نامشکور فرمائی ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تفسیر نغبۃ البیان فی تفسیر القرآن میں آیت مقدسہ "اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا" کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"قوله (ثاني اثنين) قيل عاتب الله اهل الارض جميعا الا ابابكر الصديق ثاني اثنين هو وابوبكر والغار في جبل بمكة تسمى ثورا قال ابوبكر قال لي رسول الله ونحن في الغار يا ابابكر ماظنك باثنين الله ثالثهما رواه البخاري قيل قال رسول الله لحسان بن ثابت اقلت في ابي بكر شيئا قل حتى اسمع قال قلت

وثاني اثنين في الغار المنيف وقد طاف العدوية اذ صاعد الجبلا

وكان حب رسول الله قد علموا من الخلائق لم يعدل به رجلا"۔ (1)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی (ثانی اثنین) کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام زمین والوں کو عتاب فرمایا سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔ دو میں سے دوسرا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور غار مکۃ المکرمہ کے پہاڑ میں واقع ہے جسے ثور کہا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ

(1) نغبۃ البیان فی تفسیر القرآن ص ۲۱۱ مطبوعہ استنبول

ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا اور اس وقت ہم غار میں تھے اے ابو بکر! ان دو کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے کہ تیسرا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ مصطفیٰ کریم ﷺ نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا کیا تو نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ کہا ہے تو پڑھ تاکہ میں سنوں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں کہا ہے پھر آپ نے وہ اشعار پڑھ کر سنائے۔۔۔۔

اشعار کا ترجمہ:

ترتیب درجات میں آپ دوسرے تھے عظیم اور بلند، غار میں اور دشمن پہاڑ کے ارد گرد سرگرداں تھے۔۔۔۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے محبوب ہیں اور سب جانتے ہیں کہ ساری مخلوق میں ان کے برابر کوئی شخص نہیں۔

مذکورہ تفسیر قرآن کریم اور خصوصاً "لم یعدل به رجلا" (کہ وہ مخلوق میں کسی کو بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے) کے الفاظ سے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے یہ اشعار نقل فرمائے ان کی توثیق فرمائی۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی امتوں میں سے کسی کو بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں سمجھتے بلکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل سمجھتے تھے۔ یہ ہے شیخ صاحب کا عقیدہ مسئلہ افضلیت میں، نہ کہ وہ جو شیخ السفہاء نے سمجھا ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی کا نظریہ صاحب زبدہ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت امام یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ شہاب الدین السہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کو اپنی کتاب میں یوں نقل کیا ہے:

"واما اصحابه علیهم الصلوٰة والسلام فابوبکر رضی اللہ عنہ وفضائله لاتنحصر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم"۔ (1)

---

(1) الاسالیب البدیعة، صفحہ ۳۵۸، دار الکتب العلمیہ بیروت

اور نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں جن کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں، پھر بالترتیب حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

تائید مزید دیکھئے

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ مسئلہ افضلیت میں کیا ہے؟ کسی خیراتی وکیل سے نہیں بلکہ ان کے گھر سے پوچھئے کہ آپ کا عقیدہ کیا تھا؟ کیونکہ گھر کی بات کو گھر والے ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ کے چچا شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حوالہ سے قبل شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

آداب المریدین کے مصنف کا نام عبدالقاہر کنیت ابوالنجیب اور لقب ضیاء الدین ہے سہروردی جو شہر زنجان کا ایک قریہ ہے وہاں ۴۹۰ھ میں پیدا ہوئے بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں جہاں سے اکابر علماء فیضیاب ہو کر نکلے ہیں علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ اس زمانہ کے اولیاء اللہ سے فیض باطنی حاصل کیا۔ مدرسہ نظامیہ میں بھی درس دیا ہے اس کے بعد خود اپنے لئے بغداد میں ایک مدرسہ اور رباط قائم کی اور طالبان علم کی تربیت و تعلیم میں مصروف رہے۔ ۵۶۳ھ میں وفات پائی اور مدرسہ ہی میں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جن سے سلسلہ سہروردیہ چلا ہے آپ ہی کے بھتیجے تھے۔ (1)

اصل مسئلہ دیکھئے:

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے چاچا شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کا اعتقاد ہے کہ خلافت قریش کے لئے ہے اور کسی کے لئے اس میں جھگڑا کرنے کا حق نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اگر حاکم ظالم بھی ہوں تو ان سے بغاوت کرنا جائز

---

(1) پیش لفظ آداب المریدین ص ۷ تصوف فاؤنڈیشن لاہور بحوالہ فارسی ترجمہ آداب المریدین مطبوعہ دمرتبہ د مولوی سید عطا حسین صاحب

نہیں ہے۔ وہ خدا کی نازل کی ہوئی کتابوں پر اور انبیاء اور مرسلین پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ وہ افضل بشر ہیں۔ اور محمد ﷺ ان سب سے افضل ہیں اور اللہ نے ان پر نبوت ختم کی ہے ان کے بعد بزرگ ترین بشر ابو بکر، عمر، عثمان اور علی ہیں۔(1)

شرح آداب المریدین سے وضاحت

آداب المریدین شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے اس کی شرح سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیر قدس سرہ نے کی ہے اور اس کی طرف خود شیخ ضیاء الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ دیکھئے:

مشہور ہے کہ خواجہ نے جب آداب المریدین لکھی تو ان سے اس کتاب کی شرح لکھنے کی درخواست کی گئی۔ ارشاد ہوا یہ خدمت میرے فرزندوں میں سے کوئی انجام دے گا۔ سبحان اللہ! اولیاء اللہ کی نگاہیں مستقبل بعید کو ایسے دیکھتی ہیں جیسے ابھی کوئی بات ہونے والی ہے اور فرزندان معنوی کو بھی اپنے فرزندوں میں شامل کرتے ہیں۔ خواجہ کا وصال ۵۶۳ھ میں ہوا اور اس کی شرح ۷۶۶ھ میں مخدومنا مخدوم جہاں شیخ شرف الملۃ والدین احمد یحیٰ منیر قدس سرہ نے مکمل کی۔ جو خواجہ کے چھٹے زینے میں لباس فرزندیت سے مزین ہیں۔(2)

عقیدہ افضلیت کی وضاحت کرتے ہوئے شارح آداب المریدین رقمطراز ہیں:

"وقوله وافضل البشر بعده ابوبكر"۔

(ارشاد شیخ ہے) پیغامبر ﷺ کے بعد آدمیوں میں افضل ترین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ اس لئے کہ پیغامبر ﷺ نے فرمایا:

"ما طلعت الشمس ولا غربت بعد النبيين والمرسين على ذی لصحبة بخير من ابی بكر"۔

---

(1) آداب المریدین ص ۱۶ تصوف فاؤنڈیشن لاہور

(2) مقدمہ شرح آداب المریدین ص ۱۶ مطبوعہ مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف نالندہ

جملہ پیغامبران علیہم السلام کے بعد کسی ایسی ذات پر آفتاب طلوع وغروب نہیں ہوا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو۔

اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے:

"لم یفضلکم ابی بکر بکثرۃ صیام ولا صلوۃ وانما فضلکم بشیءٍ وقر فی صدرہ"۔

ابو بکر کی فضیلت تم پر کثرت نماز و کثرت روزہ کی وجہ سے نہیں ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ صدیق اکبر کو فضیلت بخشنے والی وہ چیز ہے جو ان کے سینے میں ہے اور وہ عظمت خداوندی ہے۔

اس سے یہ روایت سمجھ میں آتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ پیغامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس نے سب سے پہلے تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے تو یہ بہترین سنت کی راہ دنیا میں انہوں نے کھولی۔ مطلب یہ کہ اب جو شخص یہ تصدیق کرتا ہے پیغامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور ان پر ایمان لاتا ہے صدیقی سنت پر گامزن ہوتا ہے لہذا کل قیامت کے دن اس تصدیق اور ایمان کی بناء پر تمام مومنین کو جتنا ملے گا اتنا تنہا صدیق اکبر کو ملے گا کیونکہ یہ سنت انہی کی شروع کی ہوئی ہے تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ بعد انبیاء ورسل کے تمام امت پر انہی کو فضیلت حاصل ہے۔(1)

مذکورہ اقتباسات پیش کرنے کے بعد احقر یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل تھے اور اپنے مریدین کو بھی یہی درس دیتے تھے یہ بات ان کے گھر کی گواہی سے ثابت ہوگئی۔ کیونکہ شیخ ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے چاچا بھی ہیں اور شیخ بھی۔ ایسا ممکن نہیں کہ شیخ کا عقیدہ اور ہو اور خلیفہ شیخ کے عقیدے کے خلاف کا درس دیتا پھرے۔

---

(1) شرح آداب المریدین ص ۸۳، ۸۴ مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف نالندہ

شہاب الدین سہروردی شیخ ضیاء الدین سہروردی کے خلفاء میں سے ہیں

راقم مقدمہ شرح آداب المریدین رقم طراز ہیں آپ (شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبد القادر سہروردی) کے مریدین اور خلفاء کی فہرست طول وطویل ہے سر خیل فردوسیاں وسہروردیاں حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ نجم الدین کبری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض روایت کے مطابق حضرت روزبہان کبیر مصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عمار یاسر رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ اسماعیل قشیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اکابرین کا نام نامی کافی ہے۔[1]

لہذا ثابت ہو گیا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ افضلیت صدیق اکبر کا ہے نہ کہ مسئلہ افضلیت میں "توقف"۔ کما ظھر من الدلائل الظاھرۃ والباھرۃ۔

گھر سے تائید پر تائید مزید

اب ہم شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک اور عظیم شخصیت کا حوالہ پیش کرتے ہیں جنہیں دنیا نعمان ثانی کے لقب سے یاد کرتی ہے میری مراد جامع علوم شریعت وطریقت، قاضی القضاۃ، شیخ المشائخ، تاج الفقہاء، امام الائمہ، بحر العلوم، وارث الانبیاء، مجدد واقف اسرار حقیقت ومعرفت، علامہ اجل، فاضل بے بدل، نعمان مخدوم عبد الواحد صغیر سیوستانی صدیقی حنفی بھی ہیں۔ صغیر اس لئے کہ آپ کے دادا فخر الدین مخدوم عبد الواحد کبیر (متوفی ۱۱۲۳ھ) ہیں آپ سیوہن شریف کے باسی ہونے کی وجہ سے سیوستانی اور طرف شیخ ابو حفص عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف نسبی نسبت کی وجہ سے صدیقی اور امام الائمہ سراج الامہ امام ابو حنیفہ کے مقلد ہونے کی وجہ سے حنفی کہلاتے ہیں۔[2]

مذکورہ بالا سطور میں جب آپ یہ بات جان گئے کہ مخدوم عبد الواحد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں تو سنئے آپ نے افضلیت سیدنا صدیق اکبر

---

(1) شرح آداب المریدین ص ۲۶ مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم بہار شریف نالندہ

(2) تقدیم اصدق التصدیق بافضلیۃ الصدیق ص ۲۰، مطبوعہ جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان کراچی

رضی اللہ عنہ پر ایک نہایت ہی عمدہ اور لاجواب کتاب مستطاب "اصدق التصدیق بافضلیۃ الصدیق" تصنیف فرمائی جس نے تفضیلیہ کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر دیا۔ جس کا مخطوطہ صدیوں سے مختلف لائبریریوں کی زینت بنا ہوا تھا اور حال ہی میں پہلی مرتبہ جمعیت اشاعت اہل سنت پاکستان کراچی نے تحشیہ و تخریج کے ساتھ اس کتاب کو چھاپنے کی سعادت حاصل کی ہے اور اس طرح یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ ہم صرف اس کتاب کو ابتداء سے اس کو لکھنے کی وجہ جو مخدوم عبد الواحد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں سے ہیں نے بیان فرمائی نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

کتاب لکھنے کا سبب

جاننا چاہئے کہ میں نے دیکھا کچھ لوگ امیر المومنین یعسوب المسلمین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی محبت کا دعوی کرنے کے باوجود اپنے قول و فعل اور قلبی و جسمانی ہر حیثیت سے آپ کی مخالفت کر رہے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ثابت کیا جائے۔ ایسے لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ یہ غلط طریقہ ہے۔ اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ کی خلافت کے زمانے میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے بارے میں کتنی ہی روایات ثابت ہیں۔ جو شخص اپنے محبوب (کے قول اور فعل) کی مخالفت کرتا ہے وہ اس کا محب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہر شیء میں موافقت کرے اسے یہ بات پسند ہو یا نہ ہو۔ در اصل محب جس سے محبت رکھتا ہے اس کا مطیع فرمانبردار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے یہ رسالہ لکھنے کا ارادہ کیا کہ جس میں مستند کتب کی وہ روایات جمع کیں ہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت ہیں۔ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کرنے والے اس رسالے کے مطالعہ کے بعد اپنی خطا اور غلطی پر متنبہ ہو جائیں اور سیدھی راہ اختیار کر لیں۔ (1)

---

(1) اصدق التصدیق بافضلیۃ الصدیق ص ۱۶، ۱۵، جمعیت اشاعت اہل سنت کراچی پاکستان

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر پوری ایک کتاب مل گئی۔ جو صرف تفضیلیوں کے رد میں ان کی غلطی پر ان کو متنبہ کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ لہٰذا اب کسی سنی اور حق شناس اور منصف مزاج کو یہ بات تسلیم کرنے میں قطعا کوئی تردد نہیں ہو گا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں۔ "توقف" جیسے موقف سے آپ کو بالکلیہ یقینی طور پر کوئی سروکار نہیں ہے اور شیخ التفضیلیہ ہیں کہ سنیت پر بھی مصر ہیں اور دھوکہ اور دجل وفریب کے ساتھ عبارات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر تفضیلیت اور شیعیت کے جراثیم کے ٹیکے عوام اہل سنت کو لگائے جارہے ہیں۔

احباب کو یہ شان حریفانہ سلامت
دشمن کو بھی یوں زہر اگلتے نہیں دیکھا

شیخ شہاب الدین سہروردی کے مؤقف کے متعلق آخری بات:

تصوف سے آشنا اور لگاؤ رکھنے والے حضرات کتاب "التعرف" سے واقف وآگاہ ہیں اس کتاب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا بیان ملاحظہ ہو:

"قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی هذان سيدا كهول اهل الجنة من الاولين والآخرين الا النبيين والمرسلين يعنى ابابكر وعمر فاخبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انهما خير الناس بعد النبيين"۔ (1)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں۔ اولین وآخرین میں سے انبیاء ومرسلین کے علاوہ یعنی ابوبکر وعمر۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی خبر دی کہ یہ دونوں انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں۔

اس کتاب میں ظاہر وباہر طور پر افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بیان کیا گیا ہے اور اس کتاب کے متعلق شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں:

---

(1) التعرف لمذہب اہل التصوف ص ٦٩

"لولا التعرف ما عرفنا التصوف"۔
اگر تعرف نہ ہوتی تو ہم تصوف کو نہ پہچان سکتے۔

کیا خوب جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اس تفصیل کے بعد میرے خیال میں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور "توقف" کی حقیقت

موصوف نے اپنے طریقہ قدیمہ کو برقرار رکھتے ہوئے یہاں بھی اسی طریقہ واردات سے دھوکہ دینے کی سعی نامشکور فرمائی ہے ملاحظہ کیجئے: زبدۃ التحقیق کے صفحہ نمبر ۳۴۴،۳۴۵ پر شیخ محی الدین ابن عربی کی عبارت نقل کی پھر اس پر تبصرہ فرمایا اور پھر اس کے بعد امام عبد الوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر، جلد: ۲، صفحہ: ۳۳۲ سے عبارت نقل فرمائی اور زبدۃ التحقیق کے ۳۴۶ صفحہ پر نصف صفحہ کے بعد اس پر تبصرہ کیا جو صفحہ نمبر ۳۴۷ تک جاری رہا۔

جواباً عرض ہے کہ منقولہ دونوں عبارتیں مفید "توقف" نہیں ہیں نہ تو صراحتاً "توقف" ثابت ہوتا ہے نہ اشارۃً کیونکہ مصنف زبدۃ التحقیق اگر دیانت داری سے کام لیتے تو ص ۱/ ۳۳۲ کے آخر میں خود علامہ عبد الوہاب شعرانی نے وضاحت فرمائی ہے کہ ہم خلفاء اربعہ میں اسی ترتیب کے قائل ہیں (لہذا صاحب زبدۃ التحقیق کا یہ کہنا کہ شیخ اکبر کے نزدیک ہر چہار خلفاء میں وہی ترتیب افضلیت اختیار کی جائے جو ان کی ترتیب زمانہ ہے یہ اصلاً درست نہیں (زبدۃ التحقیق ص ۳۴۳) سراسر غلط اور جھوٹ ہے) اور پھر اختلاف کی نوعیت کیا ہے اس کی وضاحت فرمادی ملاحظہ ہو:

"فان الاهلية للخلافة موجودة فيهم من جميع الوجوه فكان سبقهم لايقتضى التفضيل بمجوده وانما ذالك بوجود نص قاطع"۔ (1)

---

(1) الیواقیت الجواہر ۲/ ۳۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت

جان لے کہ خلفاء اربعہ خلافت میں آگے نہیں ہوئے مگر اپنی عمروں کے مطابق بیشک ان میں خلافت کے لئے اہلیت تمام وجوہ سے موجود ہے تو صرف ان کا پہلے ہونا ہی افضلیت کا متقاضی نہیں یہ تو نص قطعی پائے جانے کی وجہ سے ہے۔

یعنی وجہ افضلیت پہلے خلیفہ بننا نہیں ہے کہ افضلیت کا دار و مدار خلافت کو قرار دیا جائے بلکہ افضلیت کا دار و مدار نص قطعی پر ہے۔۔۔۔ مزید رقم طراز ہیں:

"مع اننا قائلون بترتيب هولاء الخلفاء الاربعة كما عليه الجمهور وانما خالفناهم في علة التقديم فهم يقولون هي الفضل ونحن نقول هي تقدم الزمان ولو ان كل متاخر كان مفضولا لكان من تقدم محمدا ﷺ افضل منه ولا قائل بذلك من المحققين انتهى"۔ (1)

اس کے باوجود ہم ان چار خلفاء کی ترتیب کے قائل ہیں جس طرح کہ جمہور کا مذہب ہے ہم صرف تقدیم کی علت میں ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ یہ فضیلت کی بناء پر ہے جب کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ تقدم زمانی کی وجہ سے ہے اور اگر ہر متاخر مفضول ہو گا تو جو حضرات حضور ﷺ سے پہلے ہوئے وہ آپ سے افضل ہوئے حالانکہ محققین میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ التفضیلیہ نے اختلاف کی نوعیت کو سمجھا ہی نہیں اور ویسی ہی سینہ تان کر "توقف" ثابت کرنے چل نکلے ہیں اور علت میں بھی کیا جانے والا اختلاف معتبر نہیں جیسا کہ الیواقیت والجواہر کے مترجم رئیس المتکلمین علامہ پیر سید محفوظ الحق شاہ چشتی اس عبارت کے بعد رقم طراز ہیں۔ (واقول وباللہ التوفیق)

---

(1) الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۳۳، ۳۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حضور نبی کریم ﷺ کی افضلیت علی الخلق مطلقاً ہے اور نصوص قطعیہ سے ثابت۔ لہذا مذکورہ استحالہ لازم نہیں آتا اسی لئے تجلی الیقین میں اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ فرماتے ہیں حضور پُر نور سید عالم ﷺ کا افضل المرسلین اور سید الاولین والآخرین ہونا قطعی ایمانی یقینی اذعانی ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بندہ شیاطین ص ۳ الناقل محمد محفوظ بحق غفر لہ۔[1]

شیخ اکبر کی عبارت پر مجدد الف ثانی کا تبصرہ

وآنکہ خلفاء اربعہ را برابر داند وفضل یکے بر دیگرے فضولی انگارد بوالفضولی است عجب بوالفضولی کہ اجماع اہل حق را فضولی دانہ وآنچہ صاحب فتوحات مکیہ گفتہ کہ سبب ترتیب خلافتہم مدت اعمارھم دلالت بر مساوات در فضیلت ندارد وچہ امر خلافت دیگر است ومبحث افضلیت دیگر ولو سلم بس ایں وامثال ایں از شطحیات شیخ ابن عربی است شایان تمسک نیست اکثر معارف کشفیہ او کہ از علوم اہل سنت وجماعت جدا افتادہ است از صواب دور است انتہی۔[2]

جو شخص خلفاء اربعہ کو برابر جانے اور ان کے مابین ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے کو فضول سمجھے وہ خود نرا فضول اور احمق ہے کتنا عجیب بوالفضول ہے وہ شخص جو اہل حق کے اجماع کو فضول سمجھتا ہے۔ اور یہ جو صاحب فتوحات مکیہ نے کہا ہے۔ کہ خلفاء اربعہ کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے یہ فضیلت میں مساوات پر دلیل نہیں کیونکہ خلافت کچھ اور ہے اور افضلیت کچھ اور ہے پھر اگر اسے مان بھی لیا جائے تو یہ اور اس طرح کی دیگر باتیں صاحب فتوحات مکیہ شیخ ابن عربی کی شطحیات کی قسم سے ہیں جو قابل حجت نہیں ان کے اکثر معارف

(1) الیواقیت والجواہر اردو ص ۵۱۳، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلیکیشنز لاہور

(2) مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۲۶۶ ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

کشفیہ جو علوم اہل سنت سے ہٹ کر واقع ہوئے ہیں صحت و درستی سے دور ہیں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا عقیدہ افضلیت کے بارے میں قطعیت کا ہے

قارئین کرام! اگر اصل کتابوں سے عبارات ملاحظہ کریں تو اسی (80) سالہ تحقیق کی حقیقت کھل جائے۔ موصوف نے جہاں سے الیواقیت کی عبارت شروع کی ہے اس عبارت سے قبل بالکل متصل امام عبد الوہاب شعرانی نے شیخ اکبر کا موقف بیان کیا ہے لیکن صاحب زبدۃ التحقیق کو وہ نقل کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ لیجیئے ہم ذکر کیے دیتے ہیں:

"وکان الشیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ یقول تقدیم ابی بکر فی الفضل علی عمر قطعی"۔ (1)

شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں افضلیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقدیم حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قطعی ہے۔

یہ ہے شیخ اکبر کا موقف کہ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قطعی ہے لہذا ""توقف"" کو ان کی طرف منسوب کرنا فریب و دھوکہ دہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ بلکہ الیواقیت والجواہر کے صفحہ نمبر ۳۲۹ کو دیکھیں تو وہاں بھی بڑا واضح طور پر امام عبد الوہاب شعرانی نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے مسئلہ افضلیت کو بیان فرمایا ہے:

"وعبارۃ الشیخ فی الباب الثالث والتسعین من الفتوحات اعلم انہ لیس فی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من ہو افضل من ابی بکر غیر عیسی علیہ السلام"۔ (2)

اور فتوحات کے ۹۳ ویں باب میں شیخ کی عبارت یہ ہے کہ تو جان! امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو ابو بکر سے افضل ہو سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

---

(1) الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت

(2) الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت

اتنی صریح عبارات کے باوجود صاحب زبدۃ التحقیق اگر شیخ اکبر کا موقف "توقف" ہی ثابت کرنے پر مصر ہیں تو اپنی عقل کا علاج کروائیں۔ اہل سنت کا حقیقی موقف واضح کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

قبلہ عالم، فاتح قادیانیت، پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ:

مصنف زبدۃ التحقیق نے شیخ اکبر کی تائید میں فاتح قادیاں، پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ پیش کیا کہ یہ عبارت بھی شیخ اکبر کی عبارت سے ملتی جلتی ہے۔ "خلافت مرتضوی کا سب سے آخر ہونا موجب تقصیر شان نہیں بلکہ فضیلت ہے دیکھو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ ظہور میں سب انبیاء سے آخر ہیں"۔(1)

جواباً عرض ہے کہ ایک تو یہ عبارت ملفوظات کی ہے اور کسی بھی آدمی کے ملفوظ کہاں تک معتبر ہوتے ہیں اور پھر خصوصاً عقیدہ کے متعلق؟؟ یہ تو حضرت پر مخفی نہیں ہوگا اور اگر مخفی ہے تو اخفاء دور کریں۔ عقائد اہلسنت پر تیر نہ برسائیں۔

اور دوسرا یہ کہ قبلہ پیر صاحب کا افضلیت کے بارے میں صراحتاً موقف موجود ہے لہذا ایسی مبہم اور ملفوظ کی غیر معتبر عبارات سے عوام اہل سنت کو بہکانے کی جسارت نہ فرمائیں۔

فاتح قادیانیت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

آپ نے تصفیہ مابین سنی وشیعہ میں نقل فرمایا ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ بعد از پیغمبر کوئی شخص ابو بکر سے افضل نہیں کیونکہ انہوں نے مقاتلہ مرتدین میں نبی کا سا کام کیا ہے۔(2)

یہ ہے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ "دربارۂ افضلیت" نہ کہ وہ جو موصوف نے ذکر فرمایا ہے لہذا مصنف زبدۃ التحقیق اس حوالہ سے بھی۔ ""توقف"" ثابت کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں اور افضلیت کے بارے میں حضور قبلہ عالم کے موقف کی مزید تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی۔

---

(1) ملفوظات ۱۵۰ صفحہ ۱۱۱ ملفوظات مہریہ، زبدۃ التحقیق ص ۳۴۷

(2) تصفیہ مابین سنی وشیعہ ص ۱۹ مطبوعہ پرنٹنگ پروفیشنلز لاہور

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ""توقف"" کی نسبت کذب بیانی ہے:

مصنف زبدۃ التحقیق نے مسئلہ افضلیت میں" "توقف" "ثابت کرنے کیلئے آخری نام خوشبوئے رسول فی الہند محقق علی الاطلاق کا پیش کیا ہے جو کہ کذب بیانی ہے۔ آیئے، اس حوالہ کی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ موصوف نے سب سے پہلے تو یہ عنوان قائم کیا۔ "شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کا "توقف" کو ترجیح دینا" اس کے بعد تکمیل الایمان کے صفحہ نمبر ۵۸ سے فارسی عبارت نقل کی جس کا ترجمہ کرکے اس پر تبصرہ کیا۔ ملاحظہ ہو:

پس صحیح بات یہ ہے امامت اور خلافت میں افضلیت شرط نہیں ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امامت افضلیت کی اصل نہیں ہو سکتی، اور ہمارے پاس کوئی دوسری دلیل نہیں ہے جو قطعی ہو اور بعض ائمہ کے بعض دوسرے ائمہ پر افضلیت پر دلالت کرے، کیونکہ عقل کو حقیقت دریافت کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اور جو احادیث کہ ان کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں آپس میں ٹکراتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ (ایک کو دوسرے پر افضلیت دینے میں) سوائے "توقف" اور خاموشی کے اور کوئی چارہ نہیں۔ (1)

صاحب زبدۃ التحقیق فارسی زبان سے نابلد ہیں

مصنف زبدۃ التحقیق نے تیس مار خان بنتے ہوئے محقق علی الاطلاق کے نام کو بھی غلط استعمال کیا ہے۔ بایں طور کہ شیخ محقق ناقل ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام الحرمین کا کلام ان کی کتاب سے نقل کیا (جس کی وضاحت آگے آرہی ہے) اور موصوف کی علمی استعداد اتنی ہے کہ اس کو سمجھ ہی نہ سکے اور شیخ محقق کا موقف بنا کر پیش فرما دیا:

"واہ اتھوں ٹیاں تیریاں مفکر اسلامیاں"

اور ظلم کی انتہا یہ کی کہ جہاں انہوں نے بھی افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بات کی ہے حضرت اس عبارت کو ہی ہڑپ کر گئے ہیں آیئے، شیخ محقق نے جو عبارت امام الحرمین کی نقل کی ہے ملاحظہ فرمایئے:

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۵۱،۳۵۲

"امام الحرمین در ارشاد بعد از اثبات خلافت علی الترتیب بطریق سوال میگوید که اکنوں چه میگوئید بعضے از اصحاب را تفضیل میر هید بر بعضی دیگر یا از مسئله تفضیل وتفضیل آں سکوت واعراض میکند جوابش میگوید که بنائے مسئله تفضیل برآنست که امامت مفضول باوجود فاضل جائز نباشد ومعظم اهل سنت وجماعت برآنند که امام افضل باید ولیکن اگر نصب وے موجب سعدان هرج ومرج وهیجان فتنه وفساد گردد نصب مفضول برتقدیر اهلبیت واستحقاق اومر امامت راباستجماع صفات وشرائط آں از قریشیت وعلم مجلدل وحرام ومصالح ومهمام دین واسلام وورع وعدالت وشیمامت وکفایت جائز باشد ومیگوید که نزد من ایں مسئله یعنی اولویت نصب افضل قطعی نیست وجز اخبار احاد درغیر ایں امامت کبری که سخن مادر آنست یعنی امامت نماز که امامت صغراش گویند وارشده است نیست مثل قول آنحضرت ﷺ یومکم اقروکم یعنی باید که امام درنماز کسے باید که قرآن خواننده تروبعلم فقه داننده ترباشد وایں خود بقطع غیرساند پس صحیح آنست که درامامت وخلافت افضلیت شرط نیست پس امامت دلیل افضلیت فتواند بود ونزد مادلیل دیگر نیست که قاطع بود ودلالت کند بر تفضیل بعضے بر بعضے ائمه چه عقل راببدرك حقیقت آن را نیست واخباری که درفضائل ایشاں دراو دیافته متعارض اندپس جز "توقف" وسکوت سبیلے نباشد ولیکن غالب برظن چناں آید که ابوبکر افضل خلائق است بعد از رسول الله ﷺ وبعد از وے

عمر وظنون در عثمان و علی مرتضی متعارض است ومیگوید
که از علی مرتضی نیز روایت کرده اند که فرموده است
بهترین مردم بعد از پیغمبر ابوبکر و عمر است وبعد ازان
خدا دانا تر است بآنکه بهتر کیست تا اینجا ترجمه کلام امام
الحرمین است آنکه در ارشاد میگوید که ایں قولیت که
مابرائے خود اختیار کرده ایم وازراه تقلید مجانیست
نموده براه حق واضح رفتیم انتھی"۔[1]

اختصار کے پیش نظر فقط فارسی عبارت پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔ قارئین! توجہ کے ساتھ مذکور تمام فارسی عبارت کو دیکھیں تو معاملہ صاف ہو جائے گا کہ شیخ محقق ان الفاظ (امام الحرمین در ارشاد) سے ابتداء کر رہے ہیں۔ اس پر بشمول صاحب زبدۃ التحقیق کی عبارت کے مزید عبارت نقل کی اور آخر میں واضح الفاظ میں فرمایا "تا اینجا ترجمہ کلام امام الحرمین است آنکہ در ارشاد" یعنی یہاں تک ترجمہ ہے امام الحرمین کے کلام کا جو کہ کتاب ارشاد میں ہے۔ جبکہ موصوف نے تکمیل الایمان سے عبارت نقل کرتے ہوئے بات کو سمجھا ہی نہیں یا پھر روش سابقہ کو برقرار رکھتے ہوئے سیاق وسباق سے عبارت کاٹ کر نقل کی اور موقف امام الحرمین کے مؤقف کو محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ علیہ کے سر تھوپ دیا۔

میں اس عارفانہ تجاہل کے صدقے
ہر اک دل کو چھیدا مرا دل سمجھ کے

مصنف زبدۃ التحقیق کا عبارت مذکور میں دوسرا فریب

موصوف نے عبارت نقل کی "پس جز توقف سکوت سبیلے نباشد" (زبدۃ التحقیق ص ۳۵۱) تک۔ لیکن اس کے ساتھ ہی متصل عبارت چھوڑ دی۔ عبارت درج ذیل ہے:

"ولیکن غالب بر ظن چناں آمد که ابوبکر افضل خلائق
است بعد از رسول الله ﷺ وبعد ازوے عمر وظنون در

(1) تکمیل الایمان ۱۳۰۸ فارسی ص ۸۲، ۸۱، مطبوعہ در مطبع نظام المطابع مدارس رونق طبع یافت

عثمان وعلی مرتضی متعارض است ومیگویند که از علی مرتضی نیز روایت کرده اند که فرموده است بهترین مردم بعداز پیغمبر ابوبکر وعمر است"۔ (1)

لیکن ظن غالب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل خلائق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ظنون متعارض ہیں ۔اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:"رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔"

مذکورہ بالا تمام عبارت چھوڑ دی جس سے ہر قاری بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ موصوف نے چار سو صفحات کتنی بددیانتی سے کالے کیے؟اور مزید یہ کہ عبارت مذکورہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ امام الحرمین بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں اور وضاحت فرمارہے ہیں کہ ظنون متعارض سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہیں۔نہ کہ شیخین اور مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے درمیان:

کذب گوئی بجا سہی لیکن یہ بھی سوچا جانا ہے
جس نے پیدا کیا مولانا منہ اس خدا کو بھی دکھانا ہے

اتنی بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مصنف زبدۃ التحقیق نے جو عبارت محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تکمیل الایمان سے نقل کی۔وہ عبارت تکمیل الایمان کی ضرور ہے لیکن شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ امام الحرمین کا کلام نقل کررہے ہیں۔لہذا یہ عبارت امام الحرمین کی ہے نہ کہ محقق علی الاطلاق کی۔ جیسا کہ شیخ السفہاء نے سمجھا ہے۔ ساتھ ہی حضرت نے عبارت منقولہ آگے پیچھے سے کاٹ کر پیش کی اور خصوصاً جہاں پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی

(1) تکمیل الایمان فارسی ص ۸۱

افضلیت کا تذکرہ تھا اس پر بھی ہاتھ صاف کر گئے کیونکہ صاحب زبدۃ التحقیق کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل ماننا گوارا نہیں۔

صاحب زبدۃ التحقیق کی نقل کردہ عبارت کا صحیح مفہوم

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ عبارت نقل کر کے موصوف نے جو مفہوم اخذ کیا ہے اس میں کہاں تک سچائی کا دامن تھام سکے؟؟

تو گزارش یہ ہے کہ امام الحرمین کے کلام سے عام قاری بھی سمجھ سکتا ہے کہ مقصود "توقف" کو ترجیح دینا نہیں۔ اگر "توقف" کو ترجیح دینا مقصود ہوتا تو پھر صاحب زبدۃ التحقیق کی مذکورہ عبارت سے متصل اگلی عبارت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انبیاء کے بعد افضل الخلائق تسلیم کرنا چہ معنیٰ دارد؟ بلکہ امام الحرمین صرف اتنی بحث کرنا چاہتے ہیں کہ امامت وخلافت میں افضلیت شرط ہے یا نہیں؟ تو آپ کے نزدیک امامت وخلافت میں افضلیت شرط نہیں۔ (اپنے مقام پر اس کی بھی انشاء اللہ تفصیلی بحث آئے گی)

شواہد میرے دعوے کے ہیں، بیانات حقانی
تمہارا جھوٹ ظاہر ہو چکا۔۔۔، اب تو باز آؤ

اب آیئے، صاحب زبدۃ التحقیق نے جو شیخ محقق کی دیگر عبارات نقل کی ہیں ان کا جائزہ لیتے ہیں اور پھر شیخ محقق کا موقف کیا ہے اس کو واضح کریں گے۔

شیخ محقق کی دیگر عبارات سے اہل سنت کو مغالطہ دینے کی کوشش

مصنف زبدۃ التحقیق نے تکمیل الایمان سے ایک اور عبارت پیش کر کے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن کوشش بسیار کے باوجود موصوف کو ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ مصنف زبدۃ التحقیق نے تکمیل الایمان کی عبارت نقل کرنے کے بعد ترجمہ کچھ اس انداز میں کیا کہ "دونوں دھڑوں (قائلین افضلیت جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کے دلائل کو ہم نے آپس میں متعارض پایا اور ہم نے اس مسئلہ (ایک کی دوسرے پر افضلیت) کو اس قسم کا مسئلہ نہیں پایا کہ جس سے کسی عمل کا تعلق ہو اور اس میں "توقف" کیا جائے تو کسی واجب کی ادائیگی رہ جائے"۔(1)

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۵۴

موصوف "تبصرہ" کا عنوان قائم کر کے رقمطراز ہیں

شاہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے اس عبارت کا ترجمہ فارسی زبان میں پیش فرمایا ہے جو علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۵ھ نے اپنی شرح عقائد صفحہ ۱۰۸ پر درج فرمائی تھی۔ اور یہ امر واضح کر دیا کہ عقیدہ علامہ سعد الدین تفتازانی کا انفرادی کا عقیدہ نہیں بلکہ ہم لوگ بھی اس عقیدے میں ان کی حمایت کرتے ہیں یعنی اس مسئلہ میں "توقف" کرنا درست ہے یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان افضلیت میں خاموشی برتی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ۔۔۔۔۔۔ یعنی شرح عقائد نسفی میں علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اظہار میں "توقف" اور سکوت یہ علامہ تفتازانی کا تنہا قول نہیں بلکہ محقق دوانی کا بھی یہی قول ہے۔[1]

عبارت کی وضاحت

موصوف نے شیخ محقق کی عبارت کا ترجمہ کیا۔ "جانبین" کے ترجمہ کی وضاحت کرتے ہوئے بریکٹ میں " قائلین افضلیت جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ" مراد لی۔ جو کہ محض حضرت کی اپنی اختراع ہے اور اپنی بے ہنگم تحقیق کی پچر لگانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ یہاں جانبین سے مراد ختنین سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما ہیں جس کی کچھ وضاحت تو ہم گذشتہ صفحات میں علامہ تفتازانی کے کلام کے رد میں کر آئے ہیں۔
مصنف زبدۃ التحقیق نے پھر وہی راگ الاپتے ہوئے فرمایا" شاہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے اس عبارت کا ترجمہ فارسی زبان میں پیش فرمایا جو علامہ تفتازانی نے اپنی شرح عقائد ص ۱۰۸ پر درج فرمائی تھی اور پھر محقق دوانی کا ووٹ بھی ان کے کھاتہ میں ڈال دیا۔"
تو آیئے اس امر کی مزید وضاحت کیلئے چند عبارات مزید ذکر کر دی جاتی ہیں کہ "جانبین" سے مراد "ختنین" ہیں نہ کہ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما۔

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۵۴

"توقف" کن کے درمیان؟؟

محدث کبیر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لان الاختلاف واقع بین علی وعثمان عند بعض اهل السنة وان کان الجمهور علی الترتیب المذکور"۔ (1)

اس لئے کہ بعض اہل سنت کے نزدیک اختلاف حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان ہے۔ اگرچہ جمہور ترتیب مذکور پر ہیں کہ صحابہ میں افضل ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر علی المرتضی رضی اللہ عنہم ہیں۔

مسیب بن نجبہ فرازی

"انا علی بن احمد بن عمر بن حفص انا محمد بن عبداللہ ثنا جعفر بن محمد ابن الازهر قال نا العلائی قال حدثنی رجل من ولد سلمة بن کهیل قال نا حریث بن ابی مطر سمعت سلمه یقول جالست المسیب بن (نجبة) الفرازی فی هذا المسجد عشرین سنة وناسا من الشیعة کثیرا فما سمعت احداً منهم تکلم فی احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا بخیر وما کان الکلام الا فی علی وعثمان"۔ (2)

حریث بن ابو مطر فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسیب بن نجبہ فرازی اس مسجد میں بیس سال بیٹھے اور کثیر شیعہ بھی آپ کے پاس آتے تھے لیکن میں نے نہیں سنا کہ کسی ایک نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے بارے خیر کے علاوہ کوئی کلمہ کہا ہو اور تفضیل کے متعلق کلام حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان ہے۔

---

(1) شرح فقہ اکبر

(2) شرح اصول اعتقاد اصول السنۃ والجماعہ، جلد:2 صفحہ:326، دار الحدیث قاہرہ مصر

علامہ سعد الدین تفتازانی کی تصریح کہ "توقف" ختنین کے درمیان ہے

چونکہ موصوف نے "توقف" کے باب میں جس شخصیت کا نام سب سے زیادہ استعمال کر کے لوگوں کو جادہ مستقیم سے گمراہ کرنے کی سر توڑ کوشش کی ہے وہ علامہ سعد الدین تفتازانی ہیں تو آئیے، ذیل کی سطور میں علامہ تفتازانی کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جس میں علامہ تفتازانی نے تصریح فرمادی ہے کہ "توقف" کا قول اگر کسی نے کیا بھی ہے تو وہ ختنین کے متعلق کیا ہے نہ کہ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان۔ تو ملاحظہ فرمائیے:

"فقال اهل السنة والجماعة الافضل ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي وقد مال البعض منهم الى تفضيل علي رضي الله عنه على عثمان والبعض الى التوقف بينهما"۔(1)

اہل سنت وجماعت کے نزدیک سب سے افضل ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں اور تحقیق اہل سنت میں سے ہی بعض نے تفضیل علی بر عثمان کی طرف میلان کیا ہے اور بعض نے ان دونوں سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے درمیان "توقف" کیا ہے۔

صاحب زبدۃ التحقیق شرح مقاصد کی اس عبارت کو بار بار غور سے پڑھیں اگر سمجھ نہ آئے تو کسی صحیح العقیدہ سنی عالم سے سمجھیں اور اگر کوئی عالم میسر نہ آئے تو فقیر حقیر اس خدمت کیلئے حاضر ہے علامہ تفتازانی نے صراحتاً فرمادیا کہ شیخین میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں اگر اختلاف ہے اور کسی نے "توقف" کا قول بھی کیا ہے تو صرف ختنین کے درمیان اور بس۔

جس بت کی محبت میں دیوانے پھرے برسوں
اسی بت نے ہی رسوا سر بازار کیا

---

(1) شرح مقاصد ج۳ ص۵۱۹ النوریہ الرضویہ لاہور پاکستان

عطائے رسول فی الہند، محقق علی الاطلاق کا مسئلہ افضلیت میں موقف

آیئے! اب ہم قارئین کو بتاتے ہیں کہ شیخ محقق کا اس مسئلہ میں موقف کیا ہے۔ تو ملاحظہ کیجئے:

"ومقام ثانی آنکه افضلیت خلفائے اربعه بر ترتیب خلافت است یعنی افضل اصحاب ابوبکر است ثم عمر ثم عثمان ثم علی مرتضی"۔[1]

اور دوسرا مقام یہ ہے کہ خلفاء اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہی ہے یعنی سب صحابہ سے افضل ترین سیدنا صدیق اکبر پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی اور پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔

بلکہ دیکھئے! شیخ محقق کے نزدیک افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع ہے:

"جمہور ائمہ دریں باب اجماع نقل میکند"۔[2]

جمہور ائمہ کرام نے اس باب (افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) میں اجماع نقل کیا ہے۔

جب شیخ محقق جمہور کا اجماع نقل کر رہے ہیں تو آپ کا موقف واضح ہے کہ آپ کے نزدیک بھی افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی صاحب عقل سوائے مصنف زبدۃ التحقیق کے ایسا نہیں ہے کہ جمہور کا مذہب اجماع بتائے اور خود اس کے خلاف عقیدہ رکھے اور مزید یہ کہ اپنے موقف کے خلاف بے بنیاد دلائل دیکر چار سو صفحات کالے کر ڈالے۔ لہذا شیخ محقق کے متعلق یہ کہنا کہ آپ کے نزدیک "توقف" کو ترجیح حاصل ہے بددیانتی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

---

(1) تکمیل الایمان ص ۷۶ در مطبع نظام المطابع مدارس رونق طبع یافت

(2) تکمیل الایمان فارسی ص ۷۹

محقق علی الاطلاق کے نزدیک افضلیت سیدنا صدیق اکبر قطعی ہے

"اگر علمائے سنت وجماعت در افضلیت ابوبکر وعمر بلکه در قطعیت آن بهمان اکتفا نمایند واستدلال کنند کافی ووافی بود از حسن ادائے"۔(1)

اگر علماء اہل سنت وجماعت افضلیت حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما میں بلکہ ان کی قطعیت میں اکتفاء کرتے اور استدلال کرتے ہیں تو حسن ادائیگی سے کافی ووافی ہے۔

شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واضح فرمادیا کہ علماء اہل سنت وجماعت شیخین کی افضلیت کی قطعیت کے قائل ہونے میں حق پر ہیں۔لازمی امر ہے کہ جب باقی علماء اس مسئلہ کے قطعی ماننے میں حق پر ہیں تو خود شیخ محقق بھی حق پر ان کے ساتھ ہیں اور آپ کے نزدیک بھی شیخین کی افضلیت قطعی ہے۔(یہ ہے شیخ محقق کا صحیح اور حقیقی موقف)

کیا خوب جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

خائن کا حکم

قارئین کرام! آپ نے اس باب میں ملاحظہ فرمایا کہ موصوف نے کس طرح رطب ویابس ملا کر اور حقائق مسخ کرکے خیانتوں کے انبار لگادیئے۔تو آپ خائن کا حکم حدیث مبارکہ سے ملاحظہ فرمایئے:

"عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکل غادر لواء یوم القیامة یعرف به عند استه (العیاذ باللہ)"۔(2)

---

(1) تکمیل الایمان ص ۸۹

(2) مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری ج ۱۷ ص ۲۰۶ رقم ۱۱۳۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت اولی ۱۴۲۲ھ مسند الجعد رقم ۱۵۰۸ مسند ابی یعلی رقم ۱۲۴۵ مستخرج ابی عوانہ رقم ۶۵۲۳ الفوائد رقم ۳۷۸

خائن وہ ذلیل شخص ہے جس کی پہچان بروز قیامت یہ ہوگی کہ اس کے سرین (پچھلے مقام) کے پاس جھنڈا گاڑا جائے گا۔

صاحب زبدہ کا اقرار کہ توقف درست نہیں:

اب "توقف" کے عدم صحت پر مزید دلائل ہدیہ قارئین کرنے سے قبل موصوف کا ایک حوالہ بطور تائید ملاحظہ ہو:

صاحب زبدۃ التحقیق نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۵۰ پر یہ بات نقل کی ہے کہ "الصحابۃ علی مراتب صحابہ کرام کے کئی مراتب ہیں مرتبہ میں سب سے اعلیٰ وہ لوگ ہوں گے جو سب سے پہلے ایمان لائے"۔(1)

جب خود نقل کر رہے ہیں کہ صحابہ کرام کے کئی مراتب ہیں تو سب کیلئے ایک درجہ ثابت کرنا یا کسی کو کسی پر فضیلت نہ دینا "غلط اور بے بنیاد" ہے۔ یہاں پر موصوف نے خود "توقف" کا رد کر دیا ہے۔ اور چونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور جھوٹے کا حافظہ بھی نہیں ہوتا اس لئے آگے چل کر حوالہ جات میں قطع وبرید کے ساتھ "توقف" کی حمایت میں دلائل دینے شروع کر دیے۔ واہ بھئی واہ

خلاصہ کلام:

گزشتہ اوراق میں کی گئی بحث سے اتنی بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ چودہ صدیوں میں کوئی ایک بھی سنی امام "توقف" کا قائل نہیں اور خود موصوف بھی قائل نہیں ہیں۔ جب موصوف خود بھی "توقف" کے قائل نہیں ہیں تو بھولی بھالی عوام اہلسنت کے لیے "توقف" کیوں ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ دال میں کچھ تو کالا ہے یا پھر دال ہی کالی ہے۔

موصوف سے سوال

اگر "توقف" ثابت ہے اور اس کو ترجیح حاصل ہے تو صاحب زبدۃ التحقیق خود "توقف" کے قائل کیوں نہیں ہیں؟

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۵۰

(کیونکہ زبدۃ التحقیق، صفحہ نمبر ۱۱ پر ہے کہ "جمہور افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں اور میں بھی جمہور کے ساتھ ہوں")

اور ساتھ یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ اگر ترجیح "توقف" کو ہے تو جمہور نے ایک راجح موقف کو چھوڑ کر مرجوح موقف کیوں اپنایا؟

حقیقت حال یہ ہے کہ "توقف" ثابت نہیں ہو سکتا اگرچہ مصنف زبدۃ التحقیق اسی (۸۰) سال مزید بھی تحقیق کر لیں مگر حضرت کو بات سمجھ نہیں آتی، خیر عمر کا بھی تقاضا ہے لیکن ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر بالفرض محال "کسی نے "توقف" کیا ہو" یا "کسی سے یہ ثابت ہو بھی کہ کسی نے "توقف" کا قول کیا ہے" تو ہمارے لئے دو وجہ سے مضر نہیں۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ اگر کسی نے "توقف" کیا بھی ہے تو "توقف" رضامندی کی دلیل ہے۔ مشہور و معروف قاعدہ ہے "السکوۃ فی معرض البیان بیان" یعنی بیان کے مقام پر سکوت اختیار کرنا بھی بیان ہی ہوتا ہے۔ لہذا افضلیت انہوں نے بیان کر دی۔ تائید اہل سنت و جماعت کی ہی ہوئی نہ کہ صاحب زبدۃ التحقیق کی۔(1)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جس نے "توقف" کیا ہے اس کو علم نہیں ہے تو اس کا "توقف" عدم علم کی وجہ سے ہے۔ اور یہ بات تو موصوف جانتے ہوں گے کہ "جاننے والا نہ جاننے والے پر حجت ہوتا ہے"۔(2)

لہذا جنہوں نے افضلیت کا قول کیا ہے علم کی بناء پر کیا ہے تو ان کا قول "توقف" والوں کے خلاف حجت ہے۔ بالآخر افضلیت اس صورت میں بھی ثابت ہو گئی۔

"توقف" سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہے

اب ہم "توقف" کا سنت یعنی فرمان مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہونے پر اسی شخصیت کا حوالہ پیش کرتے ہیں جن کے بارے میں صاحب زبدۃ التحقیق رقمطراز ہیں:

---

(1) الاشباہ والنظائر

(2) فتاوی رضویہ ج ۳۰

"حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ متوفی ۲۴۱ھ ایک ایسی نامی گرامی شخصیت ہے جن کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ جن کے مقلدین میں سے حضرت غوث الثقلین و قاسم الولایت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں اور جن کے شاگردوں میں امام بخاری و مسلم جیسے محدثین ہیں۔ صحاح ستہ کے مصنفین بالواسطہ یا بلاواسطہ جن کے شاگرد ہیں جنہوں نے دنیا کی سب سے بڑی حکومت کے سامنے کلمہ حق کہہ کر جان جان آفرین کے سپرد کی جنہوں نے اسوۂ حسینی کی تاریخی یادگار کو دہرایا ہے جن کی علم حدیث میں ایک یکتا کتاب مسند احمد بن حنبل ہے جن کے سلسلہ تعلیمات کی شورش سے زمین و آسمان کے بام و در گونج رہے ہیں جس طرح امام جنت مقام دوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہسوار کے خون نے سیلاب یزیدی تحریک کے سامنے سد سکندری کھینچ دی تھی اسی طرح امام احمد بن حنبل کے خونی موت نے خلق قرآن کے مدعیان کے دانت کھٹے کر دیے، اور جور و جفا کی افواج کو مہر و وفا کی سپاہ سے وہ شکست فاش دی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نعرے لگانے والے تو دنیا میں قیامت تک ملیں گے لیکن خلق قرآن پر اربوں دراہم و دنانیر خرچ کرنے کے باوجود اس جھوٹے مذہب کے تابوت میں امام احمد بن حنبل نے آخری کیل ٹھونک دی اب اس عقیدہ باطلہ کا جنازہ بے گور و کفن چوراہے میں پڑا ہوا ہے جس کا کوئی وارث نہیں"۔(1)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

اور اسی عظیم شخصیت کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں جو موصوف کے ہاں بھی مسلم و معتمد ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اخبرنا محمد بن علی قال حدثنا صالح انه سال اباه عمن لایفضل ابابکر وعمر علی غیرهما؟ قال السنة عندنا فی

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۱۹

التفضیل ما قال ابن عمر کنا نعد و رسول اللہ ﷺ حی ابوبکر و عمر و عثمان ونسکت اسناد احمد صحیح"۔ (1)

مجھے خبر دی محمد بن علی نے وہ فرماتے ہیں مجھے صالح نے بیان کیا (صالح امام احمد بن حنبل کے بیٹے ہیں) کہ بے شک انہوں نے اپنے والد سے سوال کیا اس شخص کے بارے میں جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ان کے غیر پر فضیلت نہیں دیتا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمارے نزدیک تفضیل میں سنت وہ ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم افضلیت یوں بیان کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ظاہری حیات کے ساتھ موجود تھے ابو بکر اور عمر اور عثمان اور ہم خاموش ہو جاتے تھے۔

امام احمد بن حنبل وہ عظیم ہستی ہیں جو صاحب زبدۃ التحقیق کے نزدیک بھی مسلم ہیں، جب "توقف" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے۔ "توقف" کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ سنت یہ ہے جو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ہم سب سے افضل ابو بکر کو جانتے تھے پھر عمر فاروق کو پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو۔

لہذا واضح ہوتا ہے کہ "توقف" کرنا باطل و مردود ہے اور پوری تاریخ اسلام میں کسی ایک صحیح العقیدہ سنی امام سے "توقف" ثابت نہیں ہے۔

صاحب زبدۃ التحقیق کی تشفی کیلئے امام احمد بن حنبل کا مزید حوالہ:

"اخبرنی محمد بن ابی ھارون ان اسحاق حدثھم ان ابا عبد اللہ قال لا اذھب الی ماروی الکوفیون ابراھیم وغیرہ ولا الی ماروی اھل المدینۃ لا یفضلون احدا علی احد (اسنادہ صحیح)"۔ (2)

---

(1) السنۃ ابن خلال ج ۱ ص ۱۷۳ رقم ۵۰۷ مطبوعہ دار الرایہ ریاض السعودیہ

(2) السنۃ ابن خلال ج ۱ ص ۱۷۳ رقم ۵۰۸ دار ریاض سعودیہ

مجھے خبر دی محمد بن ابی ہارون نے کہ بے شک اسحاق ان سے بیان کرتے ہیں کہ بے شک ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) فرماتے ہیں "میں نہیں جاتا (یعنی یہ عقیدہ نہیں رکھتا) اس طرف جس طرف کوفی حضرات ابراہیم وغیرہ گئے ہیں اور نہ اس طرف جو اہل مدینہ نے روایت کیا ہے کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے"۔ (اس کی سند صحیح ہے)۔

اطمینان قلب کیلئے ایک اور حوالہ

"اخبرني احمد بن الحسين بن حسان ان ابا عبد الله سئل عن رجل يحب اصحاب رسول الله ﷺ ولا يفضل بعضهم على بعض وهو يحبهم؟ قال السنة ان يفضل ابابكر وعمر وعثمان وعلي من الخلفاء۔ (اسناده صحيح)۔"[1]

مجھے خبر دی احمد بن حسین بن حسان نے کہ بے شک ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ) سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ سے محبت کرتا ہے اور بعض کو بعض پر فضیلت نہیں دیتا اس حال میں کہ ان سے محبت کرتا ہے تو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "سنت یہ ہے کہ فضیلت دے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر عثمان غنی کو پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خلفاء میں سے ہیں"۔

مذکورہ بالا تینوں روایات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بھی امام ہیں) نے "توقف" کو باطل و مردود قرار دیا کہ یہ سنت مصطفیٰ کریم ﷺ اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے بلکہ مجدد اعظم کی تصریح کے مطابق افضلیت شیخین میں "توقف" کرنے والا بھی اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔

"توقف" کرنے والا اہل سنت سے خارج ہے

مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات طیبات شریف میں رقمطراز ہیں:

---

(1) السنۃ ابن خلال ج ۱ ص ۳۷۲، رقم ۵۰۹ دار الرایہ ریاض سعودیہ

"اگر در تقدیم وتفضیل حضرات شیخین متوقف است طریق اهل سنت را رافض است واگر درمحبت حضرات ختنین مترددا ست نیز از اهل حق خارج است"۔ (1)

اگر کوئی شخص حضرات شیخین سیدنا صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت وتقدیم میں "توقف" کرنے والا ہے تو وہ بھی اہل سنت سے خارج ہے اور حضرات ختنین کی محبت میں تردد کرنے والا بھی اہل سنت سے خارج ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا کہ کسی اور کو افضل سمجھنا تو کجا شیخین کی افضلیت میں "توقف" کرنے والا بھی اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے لہذا "توقف" باطل ومردود ہے تو اس کا قائل کس طرح مقبول ہے؟

"توقف" کرنے والا احمق ہے

انا عبیداللہ نا یزداد نا ابو سعید نا ابراھیم بن اعین قال سالت شریك بن عبداللہ فقلت یا ابا عبداللہ اریت من قال: لاافضل احدا علی احد؟ قال ھذا احمق الیس قد فضل ابو بکر وعمر قال قلت فادرکت احدا یفضل علیھما قال لا الا مفتضح۔ (2)

ابراہیم بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے شریک بن عبداللہ سے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ! آپ کی اس شخص کے بارے میں کیارائے ہے جو کہتا ہے کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو کسی سے افضل نہیں سمجھتا؟ تو شریک بن عبداللہ نے فرمایا: "وہ بیوقوف ہے۔ کیا حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما باقی تمام صحابہ سے افضل نہیں ہیں؟" (یقیناً ابو بکر وعمر تمام صحابہ سے

(1) مکتوبات ج ۲ دفتر دوم حصہ ۶ ص ۱۴ مکتوب نمبر ۱۵ مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

(2) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، جلد 2۔ صفحہ: 326، رقم 2617، دارالحدیث قاہرہ مصر

افضل ہیں) ابراہیم بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) پر فضیلت دیتا ہے تو آپ نے فرمایا: "وہ ذلیل ورسوا ہے"۔

"توقف" کیوجہ سے اہل سنت سے خروج کیوں؟

"توقف" کرنے والا اہل سنت سے خارج ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے فضائل احادیث متواترہ سے ثابت ہیں۔ جب ان کے فضائل دیگر صحابہ کرام پر متواتر احادیث سے ثابت ہیں تو تواتر دلیل قطعی ہے۔ دلیل قطعی اگر ضروریات دین سے ہے تو اس کا منکر کافر ہے اور اگر ضروریات اہل سنت سے ہے تو اس کا منکر گمراہ اور بدعتی ہے۔ بنابر ایں متوقف اہل سنت سے خارج ہے۔ خلفاء راشدین کے فضائل کا تواتراً منقول ہونا ملاحظہ ہو۔

امام ہمام محب اللہ بن عبد الشکور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"وقال ابن الجوزی تتبعت الاحادیث المتواترة فبلغت جملة منها حدیث الشفاعة وحدیث الحساب وحدیث النظر الی اللہ تعالیٰ فی الآخرة وحدیث غسل الرجلین فی الوضوء وحدیث عذاب القبر وحدیث المسح علی الخفین هذا"۔ (1)

ابن جوزی نے کہا میں حدیث متواترہ کی طلب کے درپے ہوا تو رسائی چند تک ہوئی۔ ان میں سے حدیث شفاعت، حدیث حساب، حدیث نظر ودیدار اللہ تعالیٰ کا آخرت میں اور وضو میں پاؤں کے دھونے کی حدیث اور عذاب قبر کی حدیث اور موزوں پر مسح کرنے کی حدیث۔

مولانا وسیدنا بحر العلوم عبد العلی رضی اللہ عنہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولم یرد الحصر فیه فان اعداد الرکعات وذهاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی بدر واحد وسائر الغزوات والاذان والاقامة والجماعة وفضائل الخلفاء الراشدین وفضل اصحاب بدر

(1) مسلم الثبوت ص ۱۸۳ الاصل الثانی السنة مطبوعہ دھلی انڈیا

بعمومة متواترة من غير ريبة وسيجيء ان شاء الله تعالیٰ حديث لن تجتمع امتی علی الضلالة بمعناه متواتر و كذا حديث الحوض والمغفرة والشفاعة وغيرها فافهم"۔[1]

یعنی ابن جوزی نے یہ بیان بطور حصر و قصر کے نہیں کیا یعنی اس کی مراد اپنے اس بیان سے قصر و حصر نہیں کیونکہ نمازوں میں رکعت کی تعداد اور دوسرا حضور علیہ التحیۃ والثناء کے بدر و احد اور بقیہ غزوات کی طرف تشریف لے جانے اور اذان و اقامت اور جماعت اور خلفائے راشدین واصحاب بدر کے فضائل کی احادیث شریفہ بالعموم سب کے سب بلا شک وشبہ متواترہ ہیں اور عنقریب بیان ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ وہ حدیث متواتر جس میں فرمایا کہ ہرگز مجتمع نہیں ہوگی میری امت گمراہی پر تو وہ بھی معنی کے لحاظ سے متواتر ہے اس طرح حوض کوثر و مغفرت و شفاعت وغیرہا کے احادیث متواترہ ہیں تو سمجھ لو (اس لئے کہ علم بیان میں قصر کے سات طریقوں میں سے یہ کوئی طریق نہیں)۔

سیدنا بحر العلوم عبد العلی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت فرمادی کہ خلفاء راشدین کے فضائل احادیث متواترہ سے ثابت ہے لہذا تواتر کا خلاف باطل و مردود اور اس کا اختیار کرنے والا اہل سنت سے خارج ہے۔

سیدی اعلیحضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلی

مجدد مائۃ حاضرہ وسابقہ، سیدی امام احمد رضا خان محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے "توقف" کو باطل اور اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف قرار دیا

سیدی اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا: اختصاراً پہلے سوال اور پھر جواب میں مقصودی حصہ دیکھئے:

(1) فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ مصر

مسئلہ ۸۵: عمرو اگر روٹی کے چار ٹکڑے کرے اور اعتقاد اس سے یہ رکھتا ہے کہ صحابہ کرام چہار کا مرتبہ (ہر ایک کا) برابر ہے۔ زید کہتا ہے کہ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ آیا اگر یہ فعل عمرو کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ فعل کرنے سے رافضی لوگ وہ روٹی نہیں کھاتے اور مراد یہ لیتے ہیں کہ ایک روٹی کے چار ٹکڑے کرنے سے اہل سنت لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ برابر سمجھتے ہیں تو اگر عمرو یہ عقیدہ رکھ کر ایک روٹی کے چار ٹکڑے کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: سوال میں چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مرتبہ برابر کیا یہ خلاف عقیدہ اہل سنت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے پھر عمر فاروق اعظم پھر مذہب منصور میں عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ جو چاروں کو برابر جانے وہ بھی سنی نہیں۔ ہاں! یہ معنی لے کر کہ چاروں کا ماننا فرض ہے اس بات میں برابری ہے تو حرج نہیں جیسے

"لانفرق بین احد من رسلہ"۔

ہم اس کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے کہ ایک کو مانیں ایک کو نہ مانیں بلکہ سب کو مانتے ہیں اور فرماتا ہے:

"تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض"۔

ان رسولوں میں ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ) (1)

مجدد الف ثانی کے نزدیک صاحب زبدۃ التحقیق احمقوں کے سردار ہیں

"توقف" دربارہ افضلیت کے باب کو اختتام کی طرف لے کر جاتے ہوئے آخر میں مجدد صاحب کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں:

"وآنکہ ہمہ را برابر داند و فضل یکے بر دیگرے فضولی انگار بو الفضول است عجب بو الفضولے کہ اجماع اہل حق را فضولی داند مگر لفظ فضل اورا بایں فضولی بردہ است"۔ (2)

---

(1) السیفیہ الانیقہ فی فتاوی افریقہ ۱۳۶، ۱۳۷ و ۱۳۸ مطبوعہ شبیر برادرز

(2) مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۸۸ ۴ مکتوب جز ۲۶۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

جو شخص خلفاء اربعہ کو برابر جانے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے کو فضول سمجھے وہ احمقوں کا چاچا ہے اور کتنا عجیب بوالفضول ہے وہ شخص جو اہل حق کے اجماع کو فضول سمجھتا ہے۔

مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی صاحب کا تبصرہ

"ولا خفاء انه اذا كان من يعتقد ساواه علی رضی اللہ عنہ لابی بكر فضوليا ومبتدعا واحمق وخارجا من الفرقة الناجية من اهل السنة والجماعة فلاشك ان من فضله عليه يكون اولى بنسبة الفضول والابتداع والاحمق والخروج من الفرقة الناجية"۔[1]

اور اس میں کوئی خفاء نہیں کہ جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان برابری کا اعتقاد رکھنے والا فضولی، بدعتی، احمق اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے تو بلاریب جو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے وہ بدرجہ اولیٰ فضولی بھی ہے اور بدعتی اور احمق اور فرقہ ناجیہ اہل سنت سے خارج بھی ہے۔

اس باب میں مذکورہ بحث سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ مسئلہ افضلیت میں "توقف" کا قول کرنا باطل و مردود ہے بلکہ اہل سنت سے خروج کو مستلزم ہے اسی وجہ سے چودہ صدیوں میں کسی ایک سنی عالم نے بھی یہ قول نہیں کیا۔ مصنف زبدۃ التحقیق نے جتنے حوالہ جات پیش فرمائے ان سب کو قطع و برید کے ساتھ بہت بڑی علمی خیانت کرتے ہوئے پیش کیا ہے اور خائن کا حکم گذشتہ سطور میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ اب آئندہ صفحات میں ہم دلائل کے متعارض ہونے کا جائزہ لیتے ہیں۔

"افضلیت ابو بکر صدیق و علی المرتضیٰ کے دلائل متعارض ہیں" کی حقیقت

صاحب زبدۃ التحقیق نے جہاں افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دیگر ناکام حملے کیے وہاں یہ اغلوطہ بھی چھوڑا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دلائل متعارض ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

---

(1) الطریقۃ المحمدیہ فی حقیقۃ القطع بافضلیۃ قلمی ص ۷

"چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول یا حدیث تقریری ملتی ہے اور چند دوسری احادیث ملتی ہیں جو اخبار واحدہ ہیں یا ظنی الدلالت یا متعارض ہیں۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر ۲۰ حوالہ جات از قسم احادیث مرفوعہ واقوال صحابہ گزشتہ صفحات میں پیش کیے جاچکے ہیں"۔(1)

"دلائل متعارض ہیں" تو آپ افضلیت ابو بکر کے قائل کیوں؟؟

صاحب زبدۃ التحقیق سے میرا سوال یہ ہے کہ آپ نے لکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے دلائل متعارض ہیں تو جب کسی مسئلہ میں دلائل متعارض ہو جائیں تو وہ "اذا تعارضا تساقطا" کے تحت ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ کو بھی مسلم ہے۔ دلائل کے ساقط ہونے کی صورت میں "توقف" کیا جاتا ہے کیونکہ کسی بھی طرف کے دلائل راجح قرار نہیں پاتے جبکہ آپ لکھتے ہیں کہ "ہمارا عقیدہ بحیثیت سنی کے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بحیثیت خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق ہونے کے افضل الامت ہونے کا ہے"(2)

جب دلائل متعارض ہیں تو آپ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل الامت ہونے کا عقیدہ کیوں اور کس دلیل کے ساتھ ہے؟؟؟

سیانی بلی کھمبا نوچے

قریباً ساڑھے چودہ سو سال ہونے کو ہیں تاریخ اسلام میں کوئی اتنا سمجھدار اور عقلمند شخص نہیں دیکھا جتنے مفکر اسلام ہیں۔ اس لیے کہ ساڑھے چودہ سو سال میں علماء، فقہاء، مجتہدین اور متکلمین وغیرہ جس عقیدہ پر ایمان رکھتے تھے اُسی کو دلائل سے ثابت کرتے تھے لیکن مفکر اسلام اتنے سمجھدار اور عقلمند ہیں کہ عقیدہ "افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ" کا رکھتے ہیں مگر دلائل افضلیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر دینے کی ناکام کوشش فرماتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب لکھا۔ "سیانی بلی کھمبا نوچے"

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۲۶۷

(2) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۱۰۹

بلی اگر زیادہ سیانی ہو تو کھمبا نوچتی ہے اسی طرح موصوف جیسے "مفکر اسلام" بن جائیں تو اپنے ہی عقیدے کے خلاف چار سو صفحات کالے کر دیتے ہیں۔ (اور وہ بھی بے بنیاد)

صاحب زبدہ کے معتقدین سے گزارش

اب میری معتقدین "صاحب زبدۃ التحقیق" سے عرض یہ ہے کہ آپ ذرا سوچیے کہ آپ کس کے معتقد ہیں یا کس کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں؟؟

ایک ایسے شخص کے جو اپنے ہی عقیدے کے برعکس چار سو صفحات لکھ کر لوگوں کو اپنے ہی عقیدے کے خلاف چلے جانے کی دعوت دے رہا ہے؟؟ اور تم لوگ اس بیوقوفی کو مفکر اسلام کی تحقیق سمجھ رہے ہو حالانکہ چودہ سو سال کی تاریخ میں دیکھنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا مؤقف کمزور ہو بھی تو وہ اس مؤقف کے خلاف دلائل کو رد کرتا ہے نہ کہ اس مؤقف کے خلاف دلائل کو پروان چڑھاتا ہے۔ اور یہاں تو افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسا مؤقف بھی نہیں تھا جو کمزور ہو، پھر بھی صاحب زبدۃ التحقیق نے اس اجماعی اور قطعی عقیدہ کے خلاف غلط اور بے بنیاد دلائل دینے کی ناکام سعی کی۔

تو کیا ایسا شخص اس قابل ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔۔۔؟؟؟

تو محض گھمنڈ میں سرافراختہ ہے
ہر قول تیرا جھوٹ ہے خودساختہ ہے
کیا تجھ سے کسی کو آبرو کی امید
تو خود ہی جب ایک آبرو باختہ ہے

جمہور افضل الامت کے قائل کیوں؟؟

صاحب زبدۃ التحقیق نے ایک طرف تو دلائل کو متعارض لکھا اور دوسری طرف زبدۃ التحقیق کے صفحہ نمبر ۴۰ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا جمہور کا عقیدہ لکھا۔ تو کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ جمہور کس غیر متعارض دلیل کی بنیاد پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل مانتے ہیں؟؟

دلائل کو متعارض کہنے والا کون؟؟

حضرت نے یہ بھی لکھا کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دلائل اخبار واحدہ اور ظنی الدلالت ہیں تو جواباً عرض ہے کہ ہم اس کتاب میں ثابت کر چکے ہیں (جیسا کہ اپنے مقام پر آئے گا) کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دلائل اخبار واحدہ نہیں بلکہ اخبار متواترہ ہیں اور ظنی الدلالت نہیں بلکہ قطعی الدلالت ہیں۔ لیکن اس کے باجود اخبار واحدہ، ظنی الدلالت اور متعارض کہنے والا یا تو کوئی رافضی نظر آئے گا، یا تفضیلی یا مائل بالتفضیل، کوئی چوتھا نہیں۔ نیز خیال رہے یہ حصر استقرائی ہے۔

دلائل متعارض نہیں ہیں

صاحب زبدۃ التحقیق نے اگر اکابر کو پڑھا ہوتا تو زبان کٹوا دیتے لیکن یہ کبھی نہ کہتے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دلائل متعارض ہیں۔ دیکھیے:۔

خاتم المحدثین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

مقدمہ دہم تعین افضل را دو طریق است اول نص شارع دوم تتبع احوال و اعمال تفضیلیہ گویند کہ طریق اول مسدود است بجہت تعارض نصوص گوییم تعارض وقتی می افتد کہ یک لفظ در حق دو کس صحیح و مشہور شدہ باشد و دلالت بر افضلیت ہر دو کند عندالتحقیق چنیں نیست بلکہ لفظ افضل و خیر کم نص در مدعا است در حق ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما صحیح و مشہور است۔ (1)

دسواں مقدمہ یہ ہے کہ افضل کی تعین کے دو طریقے ہیں اول شارع کا نص ہے اور دوسرا تتبع اعمال و احوال کا ہے۔ تفضیلیہ کہتے ہیں کہ طریقہ اول مسدود ہے اس واسطہ کہ نصوص میں تعارض ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ تعارض اس وقت ہوتا ہے کہ ایک لفظ دو آدمیوں کے حق میں صحیح طور پر ثابت اور مشہور ہو اور دونوں کے افضل ہونے پر

---

(1) فتاویٰ عزیزی، جلد:۲، صفحہ:۸۸، چمن گل پبلشرز پشاور

دلالت کرے جبکہ یہ بات تحقیق سے ثابت نہیں۔ بلکہ لفظ "افضل" اور "خیر" کہ جس سے مدعا صراحتاً ثابت ہوتا ہے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں صحیح طور پر ثابت اور مشہور ہے۔

محدث سندھ مخدوم مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی (م ۱۱۷۴ھ) فرماتے ہیں

تفضیلیہ کا یہ کہنا کہ دلائل متعارض ہیں باطل ہے آپ رقمطراز ہیں:

"واما بطلان الثالث فلان مانقل فی مناقب سیدنا علی رضی اللہ عنہ فذلك كله من باب الفضيلة وليس فيها شيء مذكور بلفظ الافضل بخلاف الاحاديث الواردة فی تفضيل ابی بكر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فانها واردة بلفظ الافضل والخير ونحوهما الذی هو اسم التفضيل ولا شك ان اسم التفضيل موضوع لفوق المفضل على المفضل عليه لا تعارض ومن قال بالمعارضة ظاهرا وغلط غلطا باهرا ولهذا قال العلامة سعد الدين التفتا زانی فی شرح المقاصد انه لا كلام فی عموم مناقب علی رضی اللہ عنہ ووفور فضائله واتصافه بالكمالات الا انها لا تدل على الافضلية بمعنى زيادة الثواب والكرامة عند الله تعالىٰ بعد ماثبت من الاجماع على فضيلت ابی بكر ثم عمر والاعتراف من علی رضی اللہ عنہ بذلك رضی اللہ عنہم انتهى۔"(1)

رہی تیسری بات تو وہ باطل اس لیے ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے جو بھی مناقب منقول ہیں وہ سارے کے سارے باب فضیلت سے ہیں ان میں سے کوئی بھی شی لفظ افضلیت سے مذکور نہیں۔ بخلاف ان احادیث کے کہ جو حضرت ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں ہیں وہ لفظ افضل، لفظ خیر اور ان کی مثل دیگر الفاظ "تفضیل" سے وارد ہیں اور اس میں کوئی شک

(1) الطریقۃ المحمدیہ، صفحہ: ۱۸۰، پروگریسو بکس لاہور

نہیں کہ اسم تفضیل کی وضع ہی اس لیے ہے کہ وہ مفضل کی مفضل علیہ پر فوقیت بیان کرے۔لہذا کوئی تعارض نہیں تعارض کا قائل کھلی غلطی پر ہے۔ اسی وجہ سے علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں فرمایا کہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مناقب کی عمومیت، آپ کے فضائل کی کثرت اور کمالات سے متصف ہونے میں کوئی اختلاف نہیں مگر یہ کہ یہ افضلیت پر دلالت نہیں کرتے کہ جس سے زیادتی ثواب اور اللہ کی بارگاہ میں زیادہ عزت کا معنیٰ ثابت ہو۔بعد اس کے کہ اس بات پر اجماع ہو چکا کہ سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس بات کا اعتراف موجود ہے (انتھی)

علامہ عبد العزیز پرھاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"اما فی الاول فلان ادلة اھل السنة احادیث صحیحة واضحة الدلالة وما ادله الشیعه فاما موضوعات اوغیر واقعة الدلالةفلا تعارض وینکشف ھذا بالنظر فی کتب الاحادیث"۔[1]

اول تو اس لیے کہ ترتیب مذکورہ پر اہلسنت کے دلائل احادیث صحیحہ ہیں جو واضح الدلالۃ ہیں اور شیعہ کے دلائل احادیث موضوعہ ہیں یا ایسی احادیث ہیں جو افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر غیر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔لہذا اہلسنت اور شیعہ کے دلائل میں کوئی تعارض نہیں۔کتب احادیث میں نظر کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

(1) نبراس، صفحہ:۴۸۹، موسسۃالشرف لاہور

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رہی اس کی بات جس نے کہا ہم نے نصوص کو متعارض پایا تو یہ اس کی اپنی حالت کی خبر ہے تو وہ کیسے صحت لاتا ہے اس سے اس پر جس نے دیکھا اور غور کیا اور جانچا اور پرکھا تو نصوص کو خوب پرکھ کے جان لیا اور ان کے پاس جو علم ہے اس کا احاطہ کیا، علاوہ بریں یہ کہ اگر اس نے تعارض صوری مراد لیا اور کبھی تعارض کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جیسے اصولی کہتے ہیں کہ محکم کو مفسر پر اور مفسر کو نص اور نص کو ظاہر پر تعارض کے وقت مقدم کیا جائے گا حالانکہ بلاشبہ ضعیف کا قوی کے ساتھ اصلاً تعارض نہیں ہوتا تو یہ ہم کو نقصان نہ دے گا نہ اس کو فائدہ دے گا، اور اگر اس نے تعارض حقیقی مراد لیا یعنی دو دلیلوں کا برابری کی حد پر ایک دوسرے کے مزاحم ہونا تو ہم کہیں گے یہ معنیٰ غفلت سے ناشی ہے اور اس کے قائل پر یا جو اس کے طریقے پر چلے گا لازم ہے کہ اپنے دعویٰ کو روشن دلیل کے ساتھ منور کرے اور ان کو یہ کیونکر بن پڑے گا۔(1)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اکابر اہلسنت نے دلائل کے متعارض ہونے کی نفی فرمائی ہے اور اکابر بھی ایسے کہ ایک ایک ہستی دو سو ستر علوم اور دو سو پندرہ علوم پر مہارت تامہ رکھنے والی، بلکہ کئی کئی علوم کی موجد۔ ایسی صورت میں فیصلہ آپ پر ہے کہ متعارض والا قول تسلیم کریں یا سبیل المؤمنین پر چلتے ہوئے اپنے اکابر اہلسنت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھیں۔

---

(1) فتاویٰ رضویہ، جلد28، صفحہ 71-670، رضا فاؤنڈیشن لاہور

باب پنجم

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے

اس باب میں ہم دلائل وبراہین کے ساتھ اس بات کو ثابت کریں گے کہ مسئلہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے اور اس کا منکر اہلسنت سے خارج ہے۔ مسئلہ افضلیت کی قطعیت کو ثابت کرنے کے لیے ہمارے پاس تین دلائل ہیں۔

پہلی دلیل

کتاب اللہ کی نص قطعی جو کہ دو آیات کو ملانے سے بطور نتیجہ ثابت ہوتی ہے۔ جس کی طرف امام اہلسنت فتاویٰ رضویہ کی اٹھائیس نمبر جلد میں فرماتے ہیں۔

"اذقاطعان لایاتیان قط الا بقطع"

یعنی کہ دو قطعی نتیجہ نہیں دیتے مگر قطع کا۔ (تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں)۔

دوسری دلیل

تواتر معنوی ہے جیسا کہ اصولیین نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ تواتر معنوی بھی مفید قطعیت ہے۔

تیسری دلیل

اجماع ہے جس سے قطعیت کا ثبوت بالکل واضح ہے۔

تواتر معنوی اور اجماع سے مسئلہ افضلیت کی قطعیت کے ثابت ہونے کیطرف محدث سندھ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا۔ آپ رقمطراز ہیں:

" ان الحق ان مسئلة الافضلية قطعية ثابت بالتواتر و الاجماع"

یعنی حق یہی ہے کہ مسئلہ افضلیت قطعی ہے جو کہ تواتر اور اجماع سے ثابت ہے۔

اسی باب میں ہم اس کا ثبوت بھی پیش کریں گے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر اہلسنت سے خارج ہے۔ رہی یہ بات کہ جب مسئلہ قطعی ہے تو اس کا منکر کافر کیوں نہیں۔ اس کی بحث بھی اسی باب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

فصل اول:

افضلیت کی قطعیت نص قطعی سے

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء و رسل کے بعد سب سے افضل ہیں اور آپ کی افضلیت قطعی ہے جس پر قرآن کی آیت مقدسہ دال ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

"وسیجنبها الاتقی، الذی یؤتی ماله یتزکی، ومالاحد عنده من نعمة تجزیٰ، الا ابتغاء وجه ربه الاعلیٰ، ولسوف یرضیٰ"۔

اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو، اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے، اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

یہ آیہ مقدسہ اس پر دال ہے کہ اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا کہ اسی آیت کے تحت محدث ابن جوزی (م۵۹۷ھ) رقمطراز ہیں:

"اجمعوا انها نزلت فی ابی بکر"۔ (1)

اہلسنت کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور سند المفسرین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (م۶۰۴ھ) رقمطراز ہیں:

"اجمع المفسرون منا علی ان المراد منه ابو بکر رضی اللہ عنہ"۔ (2)

اہلسنت کے مفسرین کا اجماع ہے کہ اتقیٰ سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ "وسیجنبها الاتقیٰ" نازل بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہوئی اور اس میں اتقیٰ سے مراد بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (اتقیٰ کی مفصل بحث اور اس پر تفضیلیہ کے توہمات کا ازالہ آئندہ فصل میں ملاحظہ فرمایئے۔)

---

(1) الصواعق المحرقہ، ص۔۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت

(2) تفسیر کبیر، زیر آیت وسیجنبها الاتقیٰ

جب اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تو وہی انبیاء و رسل کے بعد سب سے افضل ہیں کیونکہ قرآن کریم میں دوسرے مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"ان اکرمکم عند اللہ اتقکم"

بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے"

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جو اتقیٰ ہے وہی اکرم یعنی افضل ہے۔ لہذا پہلی آیت سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اتقیٰ ہونا ثابت ہے۔ دوسری آیت کو ساتھ ملانے سے آپ کا افضل ہونا روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اتقیٰ ہونا بھی نص قطعی سے ثابت ہے اور اتقیٰ کا انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل ہونا بھی نص قطعی سے ثابت ہے۔ لہذا دو نصوص قطعیہ سے ثابت ہونے والا عقیدہ بھی قطعی ہے کیونکہ یہ اصول ہے کہ دو قطعی نتیجہ نہیں دیتے مگر قطعی کا کما قال الشیخ الامام احمد رضا فی فتاویٰ الرضویہ۔(1)

مذکورہ سطور سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا قطعی ہونا واضح ہے۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ صرف ہم نے ہی ان دو آیات کو ملا کر استدلال نہیں کیا بلکہ اکابر وائمہ کرام ان دو آیات کو ملا کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر استدلال کرتے آئے ہیں۔

محدث ابن جوزی (م۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

"اجمعوا انها نزلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ ففیها التصریح بانه اتقی من سائر الامة والاتقی هو الاکرم عند الله تعالیٰ لقوله تعالیٰ ان اکرمکم عند الله اتقاکم والاکرم عند الله هو الافضل ینتج انه افضل من بقیة الامة کذا فی الصواعق المحرقه"۔(2)

(1) جلد ۲۸، صفحہ ۶۶۲ مطبوعہ لاہور

(2) حاشیہ تفسیر جلالین، صفحہ ۵۰۱، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی

اس بات پر مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس میں تصریح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام امت میں سب سے بڑے متقی ہیں۔ اور متقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والا ہے بوجہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" کے۔ اور جو اللہ کے نزدیک اکرم ہو وہ افضل ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی تمام امت سے افضل ہیں۔ اسی طرح الصواعق المحرقہ میں نقل کیا گیا ہے۔

سند المفسرین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۴ھ) رقمطراز ہیں:

"قلت اقیم الدلالة العقلیة علی ان المراد من هذه الایة ابوبکر و تقریرها ان المراد من هذا الاتقیٰ هو افضل الخلق فاذا کان کذٰلك وجب ان یکون المراد هو ابو بکر فهاتان المقدمتان متی صحتا صح المقصود انما قلنا ان المراد من هذا الاتقیٰ افضل الخلق لقوله تعالیٰ ان اکرمکم عندالله اتقاکم والاکرم هو الافضل فدل علی ان کل اتقی وجب ان یکون افضل"۔(1)

میں نے کہا میں اس پر دلالت عقلیہ قائم کرتا ہوں کہ بے شک اس آیت سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس کی تقریر یہ ہے کہ اتقیٰ سے مراد وہ ہے جو انبیاء کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہو۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا تو ضروری ہے انبیاء و رسل کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہوں۔ پس یہاں پر دو مقدمیں ہیں جب یہ دونوں مقدمے صحیح ثابت ہوں گے تو مقصود کی صحت بھی ثابت ہو جائے گی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اتقیٰ انبیاء و رسل کے بعد سب سے افضل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

(1) تفسیر کبیر، جلد: ۱۱، صفحہ: ۱۸۷، مکتبہ رشیدیہ لاہور

گرامی ہے کہ "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم"۔ اور اکرم سے مراد افضل ہی ہے تو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک جو بھی اتقیٰ ہے لازمی طور پر وہ افضل ہے۔ (اور وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں لہذا آپ رضی اللہ عنہ انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل ہیں)۔

علامہ سعد الدین تفتازانی (م ۷۹۰ھ) رقمطراز ہیں کہ

" اما الکتاب فقوله تعالیٰ وسیجنبها الاتقیٰ الذی یؤتی ماله یتزکیٰ وما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ فالجمهور علی انها نزلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ والاتقیٰ اکرم لقوله تعالیٰ ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم ولا یعنی بالافضل الا الاکرم ولیس المراد به علیا لان للنبی عنده نعمة تجزیٰ وهی نعمة التربیه"۔ (1)

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر قرآن مجید سے دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے "وسیجنبها الاتقیٰ الذی یؤتی ماله یتزکیٰ وما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ "۔ پس جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیہ کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اور جو اتقیٰ ہے وہی افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم "۔ اور افضل سے اکرم ہی مراد ہے اور الاتقیٰ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ ان پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نعمت ہے۔ جس کی جزادی جانی چاہیے۔ اور وہ ہے نعمت تربیت۔ (لہذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں)

میر سید شریف جرجانی (م ۸۱۶ھ) رقمطراز ہیں:

"لنا وجوه الاول قوله تعالیٰ وسیجنبها الاتقیٰ الذی یؤتی ماله یتزکی قال اکثر المفسرین وقد اعتمد علیه العلماء انها

(1) شرح مقاصد، جلد:۳، صفحہ:۵۱۹، النوریہ رضویہ لاہور پاکستان

نزلت فی ابی بکر فھو اتقیٰ ومن ھو اتقیٰ فھو اکرم عنداللہ لقولہ تعالیٰ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم وھو ای الاکرم عنداللہ ھوالافضل فابو بکرافضل ممن عداہ من الامۃ وایضاً فقولہ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ یصرفہ عن الحمل علی علیؓ اذعندہ نعمۃ التربیۃ فان النبی ربی علیا وھی نعمۃ تجزیٰ واذلم یحمل علیہ تعین ابو بکر للاجماع علی ان ذلک الاتقیٰ ھو احدھما لاغیر"[1]

ہم اہلسنت کا یہ دعویٰ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ اس پر کئی دلائل ہیں۔ پہلی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی " وسیجنبھا الاتقیٰ الذی یؤتی مالہ یتزکیٰ " ہے۔ اس کے متعلق اکثر مفسرین نے فرمایا اور اسی پر علماء نے اعتماد بھی کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اتقیٰ ہوئے۔ اور جو اتقیٰ ہو وہی اللہ کے ہاں اکرم یعنی افضل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم "۔ تو جو اللہ کے ہاں اکرم ہے وہی افضل ہے۔ لہذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امت محمدیہ میں سب سے افضل ہیں۔ اور قرآن کریم میں ہی ہے "وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ "اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد نہیں لے سکتے کیونکہ ان کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کی نعمت تربیت ثابت ہے۔ بے شک نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تربیت فرمائی اور یہ وہ نعمت ہے جو بدلہ دیے جانے کے لائق ہے۔ جب اس آیۂ مبارکہ کا اطلاق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر درست نہ ہوا تو اس کے مصداق کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ متعین ہو گئے کیونکہ اس بات

(1) شرح مواقف، جلد8، صفحہ:399، نوریہ رضویہ لاہور

پر اجماع ہے کہ الاتقیٰ کا مصداق ان دو میں سے کوئی ایک ہے نہ کہ کوئی تیسرا۔ لہذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی الاتقیٰ کا مصداق ہیں اور وہی سب سے افضل ہیں۔

جلال الملۃ والدین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

"اما اٰیۃ نزلت فی معین ولا عموم للفظھا فانھا تقصر علیہ قطعاً کقولہٖ تعالیٰ وسیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکیٰ فانھا نزلت فی ابی بکر الصدیق بالاجماع وقد استدل بھا الامام فخرالدین الرازی مع قولہ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم علی انہ افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "(1)

بہر حال یہ آیت معین شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس کے لفظوں میں عموم نہیں ہے لہذا یہ قطعی طور پر اس معین شخص پر بند ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "وسیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی"۔ پس بے شک یہ آیت بالاجماع حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور تحقیق استدلال کیا ہے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" کے ساتھ ملا کر کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

علامہ فقیہہ قاضی محمد بن عمر بحرق الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۳۰ھ) فرماتے ہیں:

"قال المفسرون وفی حقہ رضی اللہ عنہ نزلت وسیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکیٰ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ ،ولا یخفیٰ دلالۃ الاٰیۃ الکریمۃ

(1) الاتقان فی علوم القرآن، صفحہ ۸۸، دار الکتاب العربی

ان الاتقیٰ هو الافضل عندالله لقوله تعالیٰ ان اکرمکم عندالله اتقاکم"۔[1]

ترجمہ: مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ آیات نازل ہوئیں ہیں "وسیجنبها الاتقیٰ الذی یؤتی ماله یتزکیٰ وما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ الا ابتغاء وجه ربه الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ "۔ آیہ کریمہ کی دلالت اس پر مخفی نہیں ہے کہ جو اتقیٰ ہے وہی افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے" ان اکرمکم عندالله اتقاکم "۔ لہذا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت بالکل واضح ہے۔

علامہ ابو الفرج نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد الحلبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۴۴ھ)

رقمطراز ہیں:

"فالاتقیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ والاشقی امیة بن خلف قال الامام فخر الدین اجمع المفسرون هنا علی ان المراد بالاتقیٰ ابو بکر ------- فتعین حمل الآیة علی ابی بکر رضی اللہ عنہ فیلزم من ذٰلك ان یکون ابو بکر بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم وبقیة الانبیاء علیہم السلام افضل الخلق لان الله تعالیٰ یقول ان اکرمکم عندالله اتقاکم والاکرم هو الافضل وبین ذٰلك الفخر الرازی بان الامة مجمعة علی ان افضل الخلق بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما ابو بکر واما علی فلا یمکن حمل الآیة علی علی لما تقدم فتعین حملها علی ابی بکر"۔[2]

---

(1) حدائق الانوار و مطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار، ص۔ ۱۸۴، دار المنہاج بیروت

(2) السیرۃ الحلبیہ، جلد:۱، صفحہ: ۴۲۴۔۴۲۳، المکتبۃ المعروفیہ کوئٹہ

پس اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور اشقیٰ امیہ بن خلف ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہاں پر اتقیٰ سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔پس متعین ہو گیا آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر محمول ہو گی۔ تو لازمی طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی انبیاء کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"۔ اور اکرم ہی افضل ہے۔ اور امام فخر الدین رزای نے بیان کیا ہے کہ امت کا اجماع ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مخلوق سے افضل یا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے جسکی وجہ پیچھے گزر چکی ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر محمول ہو گی اور آپ اجماع امت کے ساتھ انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ)

فرماتے ہیں:

"حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بحکم نص قرآنی اتقائے ایں امت است زیرا کہ اجماع مفسرین است چہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وچہ غیر آں برین کہ کریمہ وسیجنبہا الاتقی درشان حضرت صدیق نازل است رضی اللہ عنہ ومراد از اتقی اوست امام فخر الدین رازی بایں آیت کریمی استدلال برافضلیہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نمودہ است زیرا کہ بحکم کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم گرامی ترین ایں امت کہ مخاب است نزد خدا جل وعلا اتقائے ایں امت است وچوں حضرت صدیق بحکم نص سابق اتقائے ایں امت است باید کہ گرامی ترین ایں امت نیز نزد حق جل وعلا بحکم نص لاحق او باشد رضی اللہ عنہ واکابر ائمہ سلف کہ یکے از ایشان امام شافعی است رضی اللہ عنہ

اثبات اجماع صحابہ وتابعین کردہ اند بر افضلیت حضرات شیخین رضی اللہ عنہم وحضرت امیر نیز حکم بافضلیت حضرات شیخین رضی اللہ عنہم نمودہ است"۔

حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نص قرآنی کے بموجب اس امت میں سب سے بڑھ کر متقی اور اتقیٰ ہیں کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے مفسرین کا اجماع ہے اس امر پر کہ آیت کریمہ "وسیجنبها الاتقی" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اور" اتقیٰ "سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔۔۔۔۔۔ امام فخر الدین رازی نے اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر استدلال کیا ہے کیونکہ آیت کریمہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" کے مطابق اس امت میں سب سے زیادہ بزرگ جس کی طرف خطاب کیا گیا حق تعالیٰ کے نزدیک اس امت کا اتقیٰ ہے۔ جب حضرت صدیق سابقہ نص قرآنی کے بموجب اس امت کے اتقیٰ ہیں تو چاہیے کہ نص لاحق کے موافق اس امت کے بزرگ تر بھی وہی ہوں۔ اور اکابر ائمہ سلف نے جن میں سے ایک امام شافعی ہیں حضرات شیخین کی افضلیت پر صحابہ وتابعین کا اجماع ثابت کیا ہے اور حضرت امیر نے بھی حضرات شیخین کی افضلیت کا حکم کیا ہے۔[1]

محمد بن علان صدیقی شافعی الشعری مکی (م ۱۰۵۰ھ)

نے بھی ریاض الصالحین کی شرح دلیل الفالحین میں امام جلال الدین سیوطی کی مذکورہ عبارۃ کو نقل فرمایا ہے۔

یہ قاعدہ وہاں لازم ہے جہاں عموم ہو۔ رہی وہ آیت جو کسی معین اور مقرر کے متعلق اتری اس کے لفظوں میں عموم نہیں وہ قطعی طور پر اپنے مورد میں مقصور رہے گی جیسے آیت

(1) مکتوبات امام ربانی دفتر سوئم حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۳۶، ص ۵۹، مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

"وسیجنبہا الاتقیٰ" یہ بالاجماع صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ امام فخر الدین رازی نے یہ استدلال کیا ہے اور ساتھ ہی "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" کی تفسیر میں لکھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام امت میں سب سے افضل ہیں۔(1)

محدث سندھ علامہ محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ) فرماتے ہیں:

"قال العلامہ محمد اکرم النصر پوری فی کتابہ احراق الروافض انہ قال اکثر المفسرین واعتمد علیہا العلماء انہا نزلت فی ابی بکر فھو اتقیٰ ومن ھو اتقیٰ فھو اکرم عنداللہ تعالیٰ لقولہ تعالیٰ ان کرمکم عنداللہ اتقاکم والاکرم عند اللہ ھوالافضل فابو بکر افضل من عداہ من الامۃ وایضاً فقولہ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ یصرفہ عن الحمل علیٰ علیؓ اذعندہ نعمۃ التربیۃ قال النبی ﷺ ربی علیاً وھی نعمۃ تجزیٰ واذا لم یحمل علیٰ علیؓ تعین ابو بکر للاجماع علیٰ ان ذلک الاتقیٰ احدٰ ھما ونحو ذٰلک فی شرح المقاصد والطوالع وشرحہ الطوالع۔"(2)

(ترجمہ ہو چکا ہے)

علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ایک دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں

" قلت وھکذا نقل الاجماع علی نزول الآیۃ فی ابی بکر قالہ ابن حجر المکی فی صواعقہ فھاتان الآیتان وان کانتا وافقتین علی صورۃ الشکل الثانی لکنھما تنتجان بالمراد الی الشکل الاول ان ابا بکر ھوالاکرم عنداللہ تعالیٰ لان ابا بکر ھو

(1) دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین، ج:۲، صفحہ ۵۰۱، مکتبۃ العلم لاہور

(2) الطریقۃ المحمدیہ فی حقیقۃ القطع بالافضلیہ، ص:123-124 پروگیسو بک لاہور

الاتقی والاتقی هو الاکرم عنداللہ کما لا یخفی وھوالمطلوب"

میں کہتا ہوں اس آیت کے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہونے پر جو اجماع ہے اس کو ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں بھی ذکر کیا ہے یہ دونوں آیتیں (وسیجنبھا الاتقی اوران اکرمکم عنداللہ اتقٰکم) شکل ثانی کی صورت پر اگرچہ موافق ہیں لیکن شکل اول کیطرف لوٹانے سے یہ آیتیں اسطرح نتیجہ دیں گی۔

ان ابا بکر ھو الاکرم عنداللہ لان ابابکر ھو اتقی والاتقی ھو الاکرم عنداللہ"

یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ کے ہاں زیادہ معزز ہیں کیونکہ آپ زیادہ پرہیز گار ہیں اور جو زیادہ پرہیز گار وہ اللہ کے ہاں زیادہ معزز ہوتا ہے (تو نتیجہ آئے گا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے ہاں زیادہ معزز ہیں جیسا کہ یہ مخفی نہیں اور یہی مقصود ہے)۔[1]

بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) فرماتے ہیں:

"و کون ابی بکر اتقی الناس بعد الانبیاء دلیل علی کونه افضلھم لقوله تعالیٰ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم وعلیه انعقد الاجماع"۔[2]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انبیاء کے بعد سب لوگوں سے بڑا متقی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

---

(1) الطریقۃ المحمدیہ، صفحہ:۱۲۶، پروگیسو بک لاہور

(2) تفسیر مظہری، جلد:10، صفحہ:۲۵۶، داراحیاء التراث العربی

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۹ھ) فرماتے ہیں:

واھل سنت و جماعت تمسک بلفظ تفضیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد از پیغمبراں کہ در ہر بحث خارج اند بر سائر امت تمسک حسیہ اند و تقریر آں تمسک آنست کہ حضرت ابو بکر صدیق راحق تعالیٰ اتقیٰ فرمودہ در آیت دیگر فرمودہ است ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم پس بمقتضائی مجموع ہر دو آیت ثابت شد کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اکرم الناس باشند عند اللہ و ہمیں است معنی افضلیت۔(1)

اور اہل سنت و جماعت نے اسی لفظ کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کے بعد جو کہ خارج از بحث ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساری امت سے افضل ہونے کی دلیل پکڑی ہے۔ اور دلیل اسطرح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہاں اتقیٰ فرمایا جبکہ دوسری آیت میں فرمایا "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم "۔ تو دونوں آیات کے مجموعی تقاضے کے مطابق ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اکرم الناس ہیں اور افضلیت کا یہی معنی ہے۔

امام الحرمین الشریفین، شیخ علماء الحجاز فی عصرہ، علامہ فقیہ سید احمد بن زینی دحلان الحسنی الھاشمی القرشی المکی (م ۱۳۰۴ھ) رقمطراز ہیں:

"اما الآیات فمنها قوله تعالیٰ وسیجنبها الاتقیٰ الذی یؤتی ماله یتزکیٰ وما لاحد عنده من نعمة تجزیٰ الا ابتغاء وجه ربه الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ قال الامام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اجمعوا علی انها نزلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ وفیها التصریح بانه اتقیٰ من سائر الامة والاتقیٰ هو الاکرم عند الله تعالیٰ لقوله تعالیٰ

(1) تفسیر عزیزی فارسی، جلد: ۳۔۲، صفحہ: ۲۱۱، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم والاکرم عنداللہ ھو الافضل فنتج انہ الافضل من بقیۃ الامۃ وذٰلک مطابق لما جاء فی الاحادیث الصحیحۃ"۔[1]

بہر حال آیات قرآنیہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی "وسیجنبہا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکیٰ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ" امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور ان آیات میں تصریح ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت میں سب سے بڑے متقی ہیں۔ اور جو سب سے بڑا متقی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اکرم ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہے وہی سب سے افضل ہے۔ پس نتیجہ نکلا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی تمام امت سے افضل ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کا انبیاء رسل کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہونے کا نظریہ احادیث صحیحہ کے عین مطابق ہے۔(لہذا ثابت ہو گیا افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے۔)

مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۴ھ) رقمطراز ہیں

اللہ جل وعلا وتبارک وتعالیٰ قرآن وفرقان حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

"ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم"

بے شک تم سب میں بزرگ تر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا اتقیٰ ہے یعنی سب سے بڑا پرہیز گار۔

یہاں تو اتقیٰ کو سب پر تفضیل اور عند اللہ زیادت کرامت میں ترجیح دی جارہی ہے اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔

(1) الفتح المبین فی فضائل الخلفاء الراشدین، صفحہ: ۳۵، دار الفکر بیروت

"وسیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکیٰ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ"۔

"اور نزدیک ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ سب میں بڑا پرہیز گار، جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کو، اور اُس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، سوائے اپنے برتر پروردگار کی رضا چاہنے کے جو سب سے بلند ہے، اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔"

آئمہ دین فرماتے ہیں: آیہ کریمہ میں بالاجماع اتقیٰ سے جناب سیدنا امام المتقین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اور یہ معنیٰ احادیث کثیرہ سے بھی ثابت ہے۔ حتیٰ کہ طبرسی نے اپنے رفض کے باوجود تفسیر مجمع البیان میں اسی کو مقبول رکھا اور انکار کا یارا اور اقرار سے چارا نہ پایا۔

اب یہاں تو یہ فرمایا کہ صدیق اتقیٰ ہیں اور پہلی آیت میں یہ ارشاد ہو چکا ہے کہ ہمارے نزدیک اکرم وہ ہے جو اتقیٰ ہو تو گواہی الٰہی سے صاف ثابت ہو لیا کہ صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے نزدیک تمام امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکرم و افضل اور اعظم و اجل ہیں۔ **ھو المقصود والحمد للہ رب العالمین۔**(1)

علامہ مولانا حافظ محمد عبدالسمیع بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۵ھ) فرماتے ہیں:

اس آیہ کریمہ میں تصریح ہے اس امر کی کہ ساری امت میں، اتقیٰ، یعنی بڑے پرہیز گار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور جو زیادہ پرہیز گار ہے وہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ ہے بقولہ تعالیٰ **ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم** (یعنی تحقیق بزرگ تر تمہارا اللہ کے نزدیک زیادہ تر پرہیز گار تمہارا ہے)۔ الغرض دونوں آیہ کریمہ سے نتیجہ یہ نکلا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں ساری امت سے، کیونکہ اللہ رب ذوالجلال نے انکو اتقیٰ فرمایا۔ یہ وصف کسی اور کے لیے نہیں آیا پس کسی اور کو ان پر فضیلت نہیں اور وہ امت میں سب سے افضل ہیں۔ فثبت المدعیٰ۔(2)

---

(1) تزک مرتضوی، صفحہ: ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، دار الکتاب لاہور

(2) تحفۃ الاتقیاء فی تحقیق افضل البشر بعد الانبیاء، صفحہ: ۱۷، ۲۷، پروگیسو بکس لاہور

علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۷ء) فرماتے ہیں:

یہ آیتیں بالاتفاق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں صراحت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اتقیٰ ہیں۔ اور جو اتقیٰ ہو وہ اللہ کے نزدیک اکرم ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم"
اور جو اکرم ہو وہ افضل ہوتا ہے پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ باقی امت سے افضل ثابت ہوئے۔(1)

فاضل اجل، علامہ نجم الغنی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

سب مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت ابو بکر صدیق کی شان میں نازل ہوئی وسیجنبھا الاتقیٰ الذی یوتی مالہ یتزکیٰ یعنی نزدیک ہے کہ دور رکھا جائے گا جہنم کی بھڑکتی آگ سے جو بڑا متقی ہے اور اپنے مال کو راہ خدا میں دیتا ہے تاکہ اپنے تئیں پاک کرے اور تقریر اس دلیل کی اس طرح پر ہے کہ حضرت ابو بکر کو حق تعالیٰ نے اتقیٰ فرمایا ہے اور دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم یعنی بڑا بزرگ تم میں اللہ کے نزدیک وہ ہے جو بڑا متقی ہے تو ان دونوں آیتوں میں تطبیق دینے سے ایسا ثابت ہوا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آدمیوں میں اللہ کے نزدیک بزرگ ہیں اور یہی معنی افضلیت کے ہیں۔(2)

فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہونا تمام علمائے اہلسنت کے نزدیک مسلم ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وسیجنبھا الاتقیٰ الذی یؤتی مالہ یتزکیٰ (یعنی اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہو اپنا مال دیتا ہے تاکہ ستھرا ہو۔ ترجمہ کنز الایمان)۔ تمام مفسرین کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت

---

(1) تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، صفحہ ۹
(2) تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر ص ۲۹۱ میر محمد کتب خانہ کراچی

کریمہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی اور اتقیٰ یعنی سب سے بڑا متقی و پرہیز گار انہیں کہا گیا ہے۔ اور پھر پارہ ۲۶ میں یوں ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (یعنی بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت وفضیلت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی و پرہیز گار ہو)۔ ان دونوں آیت کریمہ کے ملانے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔[1]

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیات امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں اور اللہ نے انہیں الاتقیٰ فرمایا۔ لہٰذا انبیاء ورسل کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر متقی ہیں۔ اور فضلیت کا معیار تقویٰ ہی تو ہے کما قال اللہ عزوجل سبحانہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ، تو واضح ہوا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء ورسل کے بعد افضل الناس والبشر ہیں۔[2]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۱ھ)

اس آیۂ مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں کہ یہاں سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ساری امت محمدیہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے متقی اور پرہیز گار ہیں کیونکہ اتقیٰ مطلق ارشاد ہوا۔ دوسرا کہ بعد از انبیاء ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بڑا پرہیز گار ہونا بھی قرآن پاک سے ثابت اور بڑے پرہیز گار کا افضل ہونا بھی قرآن سے ثابت۔ لہٰذا افضلیت صدیق قطعی ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔[3]

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ)

انہی آیات سے مسئلہ افضلیت کی قطعیت کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

---

(1) فتاویٰ فیض الرسول، جلد ا، صفحہ ۸۴، شبیر برادرز لاہور

(2) تفسیر حسنات، جلد ۷، صفحہ ۱۳۹۷، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور

(3) تفسیر نور العرفان، صفحہ: ۹۸۴، نعیمی کتب خانہ لاہور

"قلت نعم اقطع ولا تبال بما قیل اوما یقال اذ قاطعان لایأتیان قط الا بقطع وقد سمعت ان الصدیق ھوالمراد بالاتقیٰ باجماع الامة قاطبة ولم ینقل فی ذٰلك شذوذ شاذ فکان قطعیاوالأیة الاخریٰ نص فی المرام لاشك اما ما ذکرت من حدیث من ذھب الیٰ ماذھب فقد سمعت ان الایة لامساغ فیھا للتاویل و احتمال بلا دلیل لاینزل التنزیل عن درجة برھان قاطع جلیل الا تریٰ ان کل نص یحتمل التاویل ومع ذٰلك ھو قطعی قطعاً کما صرح به آئمة الاصول"۔ (1)

ترجمہ: میں کہتا ہوں ہاں یقین کر اور قیل و قال کی پرواہ نہ کر، اس لیے کہ دو قطعی نتیجہ نہیں دیتے مگر قطعی کا، اور تم سن چکے کہ صدیق ہی مراد ہیں اتقیٰ سے ساری امت کے اجماع کے بموجب، اور اس میں کسی نادر کی رائے شاذ بھی منقول نہیں، تو یہ اجماع قطعی ہوا، اور دوسری آیت مدعا میں نص ہے جس میں کوئی شک نہیں، رہی وہ بات جو تم نے اس رائے کی کہی جس کیطرف جانے والے گئے، تو تم سن چکے کہ آیت میں تاویل کی گنجائش نہیں اور احتمال بے دلیل تنزیل کو برہان قاطع جلیل کے درجے سے نازل نہیں کرتا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نص تاویل کی محتمل ہے اور وہ اس کے باوجود یقیناً قطعی ہے جیسا کہ آئمہ اصول نے اسکی تصریح کی۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ درجنوں اکابرین نے مذکورہ دو آیات مقدسہ کو ملا کر افضلیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت ثابت کی ہے۔ جیسا کہ امام اہلسنت، سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلی اور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نے اس کی تصریح بھی فرمادی۔ لہذا کسی بھی سنی کو افضلیت کی قطعیت میں کلام نہیں ہونا چاہیے۔

(1) فتاویٰ رضویہ، جلد: ۸۲، صفحہ ٦٦٦، رضافاؤنڈیشن لاہور پاکستان

فصل دوم:

الاتقی کی مفصل بحث

متقیوں کے بادشاہ یعنی اتقی الاتقیاء صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دلالت کرنے والی آیت مبارکہ "وسیجنبھا الاتقی" کے مفہوم ومصداق کو بدلنے کے لیے صاحب زبدہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ شاید کوئی صورت نکل آئے۔ لیکن اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد وہی اعتراض کئے جو پرانے تفضیلی کرتے آئے ہیں اور سیدی اعلیٰحضرت، مجدد مائتہ حاضرہ وسابقہ، مؤید ملت طاہرہ الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلی نے یہ تمام اعتراض نقل کر کے ان کے جوابات "الزلال الانقی" (فتاوی رضویہ جلد نمبر ۲۸) میں بالتفصیل دے دیئے ہیں۔ کیونکہ

چہرہ تاریخ پر تھے گو نقابوں پر نقاب
لیکن حقیقت پھر حقیقت تھی نمایاں ہو گئی

اللہ تعالی کا فرمان عالیشان ہے:

"وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی ولسوف یرضی"۔

اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار، جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو، اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے، اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔ (کنز الایمان)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں اور اتقیٰ سے مراد بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

آیات کریمہ کا شان نزول

محدث ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں

"قال ابن الجوزی اجمعوا علی انھا نزلت فی ابی بکر رضی اللہ عنہ"۔[1]

محدث ابن جوزی نے فرمایا ہے کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے ہے کہ یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں۔

محدث ابن ابی حاتم (م ۳۲۷ھ) نے عروہ سے یہ بات روایت کی ہے

کہ انہوں نے فرمایا ہے:

"ان ابابکر اعتق سبعۃ کلھم فی اللہ وفیہ نزلت وسیجنبھا الاتقی الی آخرہ۔"[2]

بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات ایسے اشخاص آزاد کئے جنہیں اللہ کی راہ میں عذاب دیا جاتا ہے اور یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی وسیجنبھا الاتقی الی اخرہ۔

محدث حاکم (م ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

محدث حاکم نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے یہ روایت کی ہے کہ ان کے والد نے فرمایا کہ ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ "میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو کمزور غلام آزاد کرتا ہے سو اگر ان کی جگہ مضبوط الجسم اشخاص کو آزاد کرے تو وہ تیری معاونت کریں گے"۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: اے ابا جان! "میں تو صرف اس اجر کا متلاشی ہوں جو اللہ کے پاس ہے"

"فنزلت ھذہ الآیات فیہ فاما من اعطی واتقی الی آخر السورۃ"۔[3]

---

(1) حاشیہ تفسیر جلالین، صفحہ: 501، مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی

(2) لباب النقول فی اسباب النزول ص ۲۹۵

(3) لباب النقول فی اسباب النزول ۲۹۸

محدث بزار (م ۲۹۲ھ) فرماتے ہیں:

محدث بزار نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے یہ قول روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

نزلت ھذا الآیات وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الی آخرھا فی ابی بکر الصدیق۔[1]

یہ آیات ومالاحد من نعمۃ تجزی سے آخر تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

جلال الملۃ والدین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"وقد تواردت خلائق من المفسرین لا یحصون علی انھا نزلت فی ابی بکر۔"[2]

مفسرین کا لاتعداد جم غفیر اس بات کا قائل ہے کہ یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں۔

تفسیر جامع البیان میں ہے:

"وعن کثیر من المفسرین ان ھذہ السورۃ فی الصدیق رضی اللہ عنہ وھو الاتقی وامیۃ بن خلف وھو الاشقی۔"[3]

مفسرین کی کثیر جماعت سے منقول ہے کہ یہ سورۃ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے آپ رضی اللہ عنہ اتقی ہیں اور امیہ بن خلف اشقی ہے

التفسیر الوسیط میں ہے:

"الجمھور علی ان ھذہ السورۃ نزلت فی الصدیق ابی بکر رضی اللہ عنہ"۔[1]

---

(1) لباب النقول فی اسباب النزول ص ۲۹۵

(2) الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۳۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(3) تفسیر جامع البیان ص ۷۹۹

جمہور اس پر ہیں کہ یہ سورت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور یہی بات علامہ ابن جوزی نے زاد المسیر فی علم التفسیر، ج ۴، ص ۴۵۳، مطبوعہ وحیدی کتب خانہ پشاور میں بھی لکھی ہے۔

تفسیر حدائق الروح والریحان میں ہے:

"روی ان هذه الآيات نزلت في ابي بكر الصديق رضی اللہ عنہ۔"[2]

یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں۔

تفسیر القرآن الکریم میں ہے:

"وقد ذكر غير واحد من المفسرين ان هذه الآيات نزلت في ابي بكر الصديق حتى ان بعضهم حكى الاجماع من المفسرين على ذالك۔"[3]

تحقیق متعدد مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ یہاں تک کہ بعض مفسرین نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔

ابو جعفر محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) رقمطراز ہیں:

"عن عامر بن عبد الله عن ابيه قال نزلت هذه الآية في ابي بكر الصديق۔"[4]

عامر بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

---

(1) تفسیر الوسیط ج ۳ ص ۲۸۷ دار الفکر بیروت

(2) حدائق الروح والریحان فی روابی علوم القرآن، ج ۳۲، ص ۶۰، دار المنهاج دار طوق النجاۃ بیروت

(3) تفسیر القرآن الکریم ج ۴ ص ۶۷۳ ادارۃ المساجد والمشاریع الخیریۃ

(4) تفسیر ابن جریر، زیر آیت وسیجنبھا الاتقیٰ

امام عبد الکریم بن ھوازن القشیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۶۵ھ) فرماتے ہیں:

"نزلت الآیۃ فی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔"(1)

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

امام علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۰ھ) فرماتے ہیں:

"والآیۃ نزلت فی حق ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ حین اشتری بلالا رضی اللہ عنہ۔"(2)

آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا۔

علاوہ ازیں امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ حنفی، امام احمد بن محمد الصاوی المکی رحمۃ اللہ علیہ، امام ناصر الدین عبد اللہ القاضی البیضاوی، امام علامہ شعاب الدین احمد بن محمد الخفاجی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ بیضاوی میں، امام ابو منصور محمد بن محمود الماتریدی نے تاویلات اہل السنہ میں، حافظ عماد الدین ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں، اور متعدد مفسرین نے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ آیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور اکثر نے تو اس بات پر اجماع نقل کیا ہے۔

جیسا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) فرماتے ہیں:

"لاتفاق المفسرین علی ان الآیۃ نزلت فی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔"(3)

مفسرین کا اتفاق واجماع ہے اس پر کہ "وسیجنبھا الاتقی" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

ان آیات کا شان نزول غیر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قرار دینا صحیح نہیں ہے:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت جو صاحب النخلہ حضرت دحداح رضی اللہ عنہ کی بارے میں ہے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

(1) تفسیر القشیری ج۳ص۷۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(2) تفسیر روح البیان، جلد: 10، صفحہ: 451، مطبوعہ استنبول ترکی

(3) تفسیر مظہری ج۱۰ص۲۷۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

"قال ابن کثیر حدیث غریب جدا وقال ابن جریر وذکر ان هذه الآیة نزلت فی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔"[1]

اس حدیث کو محدث ابن ابی حاتم نے اسی طرح روایت کیا ہے اور یہ روایت بہت ہی زیادہ غریب ہے۔ اور مفسر ابن جریر نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

مفسر خازن (م ۷۵۲ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وھذا القول فیه ضعف لان ھذه السورة مکیة وھذا القصة کانت بالمدینة فان کانت القصة صحیحة تکون ھذه السورة قد نزلت بمکة وظھر حکمھا بالمدینة والصحیح انھا نزلت فی ابی بکر الصدیق وامیه بن خلف لان سیاق الآیات یقتضی ذلك۔"[2]

اس قول میں ضعف موجود ہے کیونکہ یہ سورہ مکی ہے اور یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو لازم آئے گا کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کا حکم مدینہ میں ظاہر ہوا ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیہ خلف کے بارے میں نازل ہوئیں کیونکہ ان آیات کا سیاق اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔

شان نزول کے بارے میں صاحب زبدۃ کا مؤقف

مصنف زبدۃ التحقیق لکھتے ہیں:

"بہر حال اس آیت کریمہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اپنا مال خرچ کر کے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو غلام تھے خرید کر آزاد کیا اس کا بیان ہے۔ یعنی وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے بارے میں اتنا مخلص ہے کہ

(1) تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۲۰

(2) تفسیر خازن ج ۴ ص ۴۱۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو غلام ہیں خرید کر آزاد کرتا ہے۔ جس کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے اور مظلوموں کو ظلم سے نجات دلانا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ کہ اسلام کی قوت افرادی بڑھانا ہے، نیز یہ دین پل پوس کے جوان ہو جائے اور ادیانہ باطلہ کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو سکے۔"(1)

آیات کا شان نزول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے:

یہاں تک اتنی بات پایہء ثبوت تک پہنچی کہ ان آیات کا شان نزول جملہ مفسرین اور خود مصنف زبدۃ التحقیق کے نزدیک بھی یہی ہے کہ یہ آیات سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور اگر اس کی تفسیر کرتے ہوئے کوئی دوسرا شان نزول بیان کیا جائے تو وہ ضعیف اور مردود ہونے کی بناء پر کسی صورت میں قابل قبول نہیں ہے۔

الاتقیٰ سے مراد کون؟

اب ہم اس آیت کی تفسیر کی طرف آتے ہیں کہ الاتقیٰ سے کون مراد ہے ہمارا تو یہی دعویٰ ہے کہ الاتقیٰ سے مراد افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں (جیسا کہ آگے آئے گا)۔ تو دیکھتے ہیں قرآن کریم کس کو اتقیٰ کہتا ہے؟

اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

قارئین کرام! ذیل میں ہم یہ ثابت کریں گے کہ اتقیٰ سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں تو ملاحظہ فرمائیں:

قرآن کی تفسیر بالقرآن

سب سے پہلے تو قرآن کریم کی تفسیر قرآن سے ہونی چاہیئے کیونکہ تفسیر کے طرق میں سب سے احسن طریقہ یہی ہے۔ چنانچہ امام کبیر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۷۴۔۷۵

"قال العلماء: من اراد تفسير الكتاب العزيز طلبه اولا من القرآن فما اجمل منه فی مكان فقد فسر فی موضع آخر وما اختصر فی مكان فقد بسط فی موضع آخر منه۔"[1]

علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن عزیز کی تفسیر کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن سے کرے اس لیئے کہ ایک چیز کو قرآن کریم میں ایک مقام پر اجمالا بیان کیا گیا ہے تو دوسرے مقام پر تفصیلا بیان کر دیا گیا اور اسی طرح ایک مقام پر کسی بات کو مختصر ذکر کیا گیا ہے تو دوسرے مقام پر اس کو شرح و بسط سے بیان کر دیا گیا ہے۔

تفسیر قرآن بالقرآن کے مطابق اتقیٰ ابو بکر صدیق ہیں:

قرآن کریم کی دوسری آیات کو دیکھیں تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآنی تفسیر کے مطابق بھی اتقی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ وسیجنبھا الاتقی (یعنی متقیوں اور پرہیز گاروں کا بادشاہ امت مصطفوی میں) کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

"الذی یوتی ماله یتزکیٰ ○ وما لاحد عنده من نعمة تجزی"۔

جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو، اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

یعنی قرآن کریم کی تفسیر کے مطابق اتقیٰ وہ ہے جو اپنے آپ کو ستھرا کرنے کیلئے خرچ کرتا ہے اس لیئے خرچ نہیں کرتا کہ اس پر کسی کا احسان ہے۔ اب تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کوئی صحابی بھی ایسا نہیں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احسان نہ ہو، سوائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے۔

اہل سنت کا اجماع اور صاحب زبدۃ التحقیق کا دھوکہ:

اتقیٰ سے مراد مولا مشکل کشاء سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نہیں ہو سکتے بلکہ اس سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں بقول سند المفسرین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ جیسا کہ خود مصنف

---

(1) الاتقان فی علوم القرآن ص ۸۵۳ دار الکتاب العربی بیروت

زبدۃ التحقیق نے بھی نقل کیا ہے لیکن کیا ہی اچھا ہوتا کہ خیانت سے کام نہ لیتے اور پوری عبارت نقل کرتے۔ بہر حال موصوف نے تفسیر کبیر کی یہ عبارت نقل کی۔

"فنقول لابد وان یکون المراد به ابابکر لان الامة مجمعة علی ان افضل الخلق بعد رسول اللہ اما ابوبکر رضی اللہ عنہ او علی رضی اللہ عنہ۔"(1)

ہم کہتے ہیں کہ اس سے کوئی چارہ نہیں کہ اس سے مراد ابو بکر ہوں کیونکہ امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ ساری مخلوق سے افضل یا ابو بکر ہیں یا علی۔

منقولہ عبارت میں اتنی بات کو تو نقل کیا گیا کہ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ ساری مخلوق (انبیاء کے بعد) سے افضل ابو بکر ہیں یا علی رضی اللہ عنہما۔ لیکن یہ بھی تو مصنف کا ہی حق تھا کہ وضاحت فرما دیتے کہ یہاں امت سے مراد اہل سنت اور اہل تشیع دونوں ہیں۔ اور یہ بات بھی علماء اصولیین کے نزدیک مسلمہ ہے کہ اہل تشیع کا اجماع میں کوئی عمل دخل نہیں یعنی اگر کسی معاملہ میں اہل سنت کا اجماع ہو جائے اور اہل تشیع اس میں اختلاف کریں تو ان کا اختلاف اجماع کے انعقاد کیلئے رکاوٹ نہیں بن سکتا (جیسا کہ اس کی مکمل تفصیل اجماع کے باب میں آئے گی) لہذا یہاں سے اتنی بات تو واضح ہے کہ پوری امت کا ان دو حضرات کے افضل الامت ہونے میں اتفاق ہے لیکن اہل سنت صرف افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر متفق ہیں اور شیعہ سیدنا علی المرتضی علیہ السلام کے افضل الامت ہونے پر متفق ہیں۔

موصوف نے یہاں بھی اپنی فکر تفضیلیت کا رنگ دکھاتے ہوئے افضلیت صدیق اکبر پر ڈاکہ ڈالنا چاہا لیکن چاند پر تھوکنے سے تھوک واپس اپنے منہ پر ہی آتا ہے چاند کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا۔ یونہی افضلیت پر ڈاکہ ڈالنے والے خود ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں اور ہوں گے مولا ابو بکر صدیق کی افضلیت سورج کی چمک اور روشنی کی طرح واضح رہے گی۔

صاحب زبدہ یہ بھی دیکھیں:

سند المفسرین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"اجمع المفسرون منا علی ان المراد منه ابوبکر رضی اللہ عنہ واعلم ان الشیعة باسرهم ینکرون هذه الروایة ویقولون انها

(1) تفسیر کبیر ۳۱۔۲۰۴ (زبدۃ التحقیق ۳۹۵)

نزلت فی حق علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ والدلیل قولہ تعالیٰ "ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون"۔[1]

مفسرین اہلسنت کا اجماع ہے کہ اتقیٰ سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور تو جان کہ تمام شیعہ اس روایت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ اپنے مؤقف پر بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کرتے "**ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون**"۔

اس عبارت کو ذکر کرنے کے بعد موصوف نے گل افشانی بھی فرمائی جو اعتراض کی صورت میں دیکھیے:

اعتراض:

موصوف نے ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ جب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھ دیا کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، تو اس کی روشنی میں حدیث ابن عمر سے استدلال درست نہیں۔

جواب:

حدیث ابن عمر قابل احتجاج واستدلال ہے:

کیونکہ وہاں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ بیان فرما رہے ہیں اور اسی پر اہلسنت کا اجماع بھی ہے البتہ یہ امت اجابت کی بات ہو رہی ہے کہ ان کے نزدیک افضلیت کی ترتیب یہ ہے۔

لیکن جہاں تک بات ہے تمام فرق کی یعنی امت دعوت کو بھی شامل کریں تو شیعہ اور اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر افضل ہیں یا حضرت علی۔ تو اہلسنت کے نزدیک حضرت ابو بکر اور شیعہ کے نزدیک حضرت علی افضل ہیں۔ لہذا یہاں امت دعوت اور اجابت دونوں کی بات ہو رہی اور حضرت عبد اللہ ابن عمر صرف امت اجابت کا نظریہ بیان کر رہے ہیں۔ جس

---

(1) تفسیر کبیر ج ۳۱ ص ۲۰۵

کی بناپر حضرت عبداللہ ابن عمر کی حدیث قابل احتجاج واستدلال رہے گی اور اس کا انکار مکابرہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

اور موصوف یہ بات بھی مدنظر رکھیں کہ بد مذاہب گمراہ اور بدعتی کی مخالفت اور اجماع میں اختلاف چنداں مضر نہیں ہے۔

لہذا عقیدہ اس حدیث کے مطابق یہی ثابت ہوا کہ افضلیت ترتیب خلافت پر ہے، البتہ افضل پہلے تھے اسی ترتیب سے خلافت بعد میں عطا ہو گئی۔ اور یہ عقیدہ اجماعی ہے قطعی ہے اور اس کا منکر اہلسنت سے خارج ہے۔

صاحب زبدہ اپنی کتاب کا خود رد کر دیا

موصوف کی منقولہ عبارت ان کی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۹۵ پر ہے اور کتاب کے ٹوٹل صفحات ۴۰۰ ہیں۔ جب انہوں نے خود تسلیم کر لیا کہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یا علی المرتضی رضی اللہ عنہ۔ تو زبدہ کا بقیہ رطب ویابس جو حضرت نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اسی (80) نوے (90) سالہ تحقیق کا خلاصہ پیش کیا کہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ کو بھی افضل کہا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم کو بھی افضل کہا گیا ہے، ازواج مطہرات کو بھی افضل کہا گیا وغیرہ ذلک، سب باطل و مردود ہیں کیونکہ ان کو افضل کہا گیا تو کسی ایک خاص جہت میں کہا گیا ہے نہ کہ اکرمیت اور قرب رب الارباب میں، اور ایسی افضلیت محل نزاع ہی نہیں۔ لہذا مصنف زبدۃ التحقیق نے جب یہ تسلم کیا ہے کہ ان دو صحابہ کی افضلیت پر اجماع ہے اور پھر تسلیم پر دلیل یہ کہ اس سے استدلال کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ ابن عمر کی حدیث پر شب خون مارنے کی سعی لاحاصل فرمائی ہے۔ تو نوبت بایں جا رسید کہ اس پر اجماع نقل کر کے اور اس کو مان کر اور وہ بھی کتاب آخر میں صاحب زبدۃ نہ کہتے ہوئے بھی حق بات کہہ گئے۔ اس سے نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا کہ موصوف نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر حضرات کے متعلق جتنے بھی افضلیت کے اقوال نقل کئے ہیں وہ صرف عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے کی سعی لاحاصل تھی ورنہ حقیقت کے ساتھ اقوال وعبارات کا کچھ تعلق بھی نہیں۔

آئینہ دیکھ کر اپنا سا منہ لے کے رہ گئے
صاحب کو اپنی زبدہ پہ کتنا غرور تھا

اور قارئین یہ بھی ملاحظہ فرمالیں کہ پوری دنیا میں یہ شور وغوغا مچایا جارہا ہے کہ جواب نہیں، جواب نہیں۔ بھائی! جواب ہم ویسے آپ کی تشفی کے لئے لکھ دیتے ہیں مگر جواب آپ پہلے ہی دے چکے ہیں۔ خود اپنے لکھے پر ۴۰۰ صفحات میں سے ۳۹۵ کو تورد کر دیا۔ بھلا اب ہم کیا جواب دیں؟

کہنے لگے غرور سے خط دیجیے میرے
میں بھی تو کوڑا دان اٹھا نے چلا گیا

اور اس کو بنیاد بنا کر جو نتیجہ نکالنا چاہتے تھے وہ بھی نہ نکل سکا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

لطیفہ: فقیر کو یہاں پر مناظر اعظم محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لطیفہ یاد آگیا ہے کہ آپ کا ایک وہابی کے ساتھ مناظرہ تھا۔ وہ سوال کرتا آپ جواب دیتے وہ پھر کہتا کہ اس سوال کا جواب نہیں ہوا۔ تو آپ پھر سوال کا جواب دے دیتے۔ وہ پھر کہتا جواب نہیں ہوا تو آپ نے فرمایا: تیرا بھی حال زوجہ والا ہی ہے کہ زوجہ کے ساتھ رات کو کیا کچھ نہیں ہوتا لیکن صبح وہ پھر پھل جڑیاں نکال کر سامنے بیٹھ جاتی ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ (کچھ ایسی ہی صورت حال یہاں بھی ہے۔)۔۔۔۔۔۔ بہر حال شیعہ کا اجماع صاحب زبدۃ اور ان کے رفقاء کو مبارک ہو اہلسنت کے نزدیک شیعہ کی وجہ سے حدیث رسول کبھی نا قابل احتجاج نہیں ہو سکتی۔

جس پر کسی کا کوئی احسان نہیں وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں:

بہر حال اب آتے ہیں پہلی بات کی طرف کہ جس پر کسی کا کوئی احسان نہیں وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس کی وضاحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:

"وانما قلنا انه لا یمکن حملها علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ لانه قال فی صفة هذه الاتقی۔("وما لاحد عنده من نعمة

تجزی")وھذ الوصف لا یصدق علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ لانہ کان فی تربیۃ النبی ﷺ لانہ اخذہ من ابیہ وکان یطعمہ ویسقیہ ویکسوہ ویربیہ وکان الرسول ﷺ منعما علیہ نعمۃ یجب جزاؤھا۔"

ہم نے کہا کہ اس آیت کریمہ کو سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ "اتقی" (متقیوں کا بادشاہ) کا وصف "وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی" (اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) بیان کیا گیا ہے۔ یہ وصف حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سچا ہی نہیں آتا اس لئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تربیت میں تھے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں ان کے باپ سے لے لیا تھا آپ ﷺ انہیں کھلاتے، پلاتے، لباس عطا کرتے تھے اور ان کی تربیت فرماتے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ کے ان پر انعام تھے جن کا بدلہ ان پر واجب تھا۔

"اما ابوبکر فلم یکن للنبی ﷺ علیہ نعمۃ دنیویۃ بل ابوبکر ینفق علی الرسول ﷺ"(1)

لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مصطفی کریم ﷺ کا کوئی دنیاوی احسان نہیں تھا بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ پر مال خرچ کرتے تھے۔

محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

سند المفسرین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت کی وضاحت سیدی اعلحضرت مجدد مائۃ حاضرہ وسابقہ، مؤید ملت طاہرہ، امام احمد رضا خان احادیث صحیحہ کی روشنی میں یوں فرماتے ہیں: " میں کہتا ہوں رہی یہ بات جو فاضل امام (فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمائی کہ علی

(1) تفسیر کبیر ج ۳۱ ص ۲۰۶

رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی تربیت میں تھے اور آنحضرت ﷺ نے انہیں ان کے والد سے لے لیا تھا"۔

رسول اللہ ﷺ کے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر احسانات:

"فقد ذکرہ محمد بن اسحاق وابن ھشام وھذا لفظ ابن اسحاق حدثنی عبد اللہ ابن ابی نجیح عن مجاھد عن جبیر ابی الحجاج قال کان من نعمۃ اللہ تعالیٰ علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ مما صنع اللہ تعالیٰ لہ وارادہ بہ من الخیر ان قریشا اصابتھم ازمۃ شدیدۃ وکان ابوطالب ذاعیال کثیر فقال رسول ﷺ للعباس عمہ وکان من الیسر بنی ھاشم یا عباس ان اخاک اباطالب کثیر العیال وقد اصاب الناس ما تری من ھذہ الازمۃ فانطلق بنا الیہ فلنخفف عنہ من عیالہ آخذ من بنیہ رجلا وتاخذ انت رجلا فنکلمھما عنہ قال العباس نعم فانطلقا حتی اتیا الی ابی طالب فقالا انا لزید ان نخفف عنک من عیالک حتیٰ ینکشف عن الناس ماھم فیہ فقال لھما ابو طالب اذا ترکتما لی عقیلا فاصنعا ما شئتما فاخذ رسول اللہ ﷺ علیا فضمہ الیہ واخذ العباس جعفرا فضمہ الیہ فلم یزل علی رضی اللہ عنہ مع رسول اللہ ﷺ حتی بعثہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبیا فاتبعہ علی وآمن بہ علی وصدقہ ولم یزل جعفر عند العباس حتی اسلم واستغنی عنہ انتھی۔"[1]

محمد بن اسحاق اور ابن ہشام نے ذکر کیا ہے اور یہ الفاظ محمد بن اسحاق کے ہیں۔ مجھ سے عبد اللہ بن ابی نجیح نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے روایت کی مجاہد ابی الحجاج سے انہوں نے فرمایا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر اللہ

---

(1) السیرۃ النبویہ لابن ھشام ذکر ان علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول والثانی ص ۲۴۶، فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۱۶۔۵۱۵ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

تعالیٰ کے احسان کے قبیل سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا اور ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا وہ یہ کہ قریش پر سخت تنگی پڑی اور ابو طالب کی اولاد بہت تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اور وہ بنی ہاشم کے بڑے مالداروں میں سے تھے، اے (چچا) عباس آپ کے بھائی ابو طالب کی اولاد بہت ہے اور لوگوں پر یہ جو سختی پڑی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ ابو طالب کے پاس چلئے کہ ہم ان کی اولاد کا بوجھ کم کریں ان کے بیٹوں میں سے ایک آدمی میں لے لوں اور ایک آدمی آپ لے لیں اور ہم دونوں ان کی کفالت کریں حضرت عباس نے عرض کی۔ جی ہاں! تو دونوں حضرات چل کر ابو طالب کے پاس تشریف لائے اور ان سے کہا: کہ ہم چاہتے ہیں کہ جب تک لوگوں کی مصیبت (جس میں وہ مبتلا ہیں) دور ہو آپ سے آپ کی اولاد کا بوجھ کم کر دیں تو ابو طالب نے ان سے کہا: اگر تم میرے لیئے عقیل کو چھوڑ دو تو تم جو چاہو کرو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے علی کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جعفر کو لیا اور چمٹا لیا۔ تو علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار ﷺ کو نبی مبعوث فرمایا (یعنی حضور علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا) تو حضرت علی ان پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی۔ جعفر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اسلام لا کر ان سے بے نیاز ہو گئے۔

تکمیل نعمت بتول زہرا کے ساتھ شادی سے ہوئی:

مجدد مائتہ حاضرہ وسابقہ، امام اہلسنت، سیدی اعلیحضرت، محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قلت وتمام النعمة الكبرى ، بتزويج البتول الزهرا صلوات الله على ابيها الكريم وعليها ۔"(1)

---

(1) فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۱۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

میں کہتا ہوں اور نعمت کبری کی تکمیل بتول زہرا (فاطمہ) صلوات اللہ علی سھلیا الکریم وعلیھا سے شادی ہو کر ہوئی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مصطفی کریم ﷺ پر مال خرچ کرنا:

"واما ماذکر من ان ابا بکر کان ینفق علی رسول اللہ ﷺ فھذا اوضح واظھر عند من لہ خبرۃ بالاحادیث والسیر۔"[1]

اور یہ جو ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ پر اپنا مال خرچ کرتے تھے جس کو احادیث وکتب سیرت سے واقفیت ہے اس پر بہت واضح اور خوب ظاہر ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جان ومال کے اعتبار سے احسان:

"اخرج الامام احمد والبخاری عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال انہ لیس من الناس احد امن علی فی نفسہ ومالہ من ابی بکر بن ابی قحافۃ ولو کنت متخذا من الناس خلیلا لا اتخذت ابابکر خلیلا ولکن خلۃ الاسلام افضل سدوا عنی کل خوخۃ فی ھذا المسجد غیر خوخۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ۔"[2]

امام احمد وبخاری نے حضرت ابن عباس سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے کوئی شخص نہیں جس کا اپنے جان ومال میں مجھ پر زیادہ احسان ہو سوا ابو بکر بن ابی قحافہ کے، اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا۔ لیکن اسلامی خلت اور محبت افضل ہے۔ اس مسجد میں ابو بکر کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کرو؛

---

(1) فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۱۷

(2) صحیح بخاری کتاب الصلوۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ج ۱ ص ۶۷، مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت۔ فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۱۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

ابو بکر کے احسان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا:

"واخرج الترمذی عن ابی هریرة عن النبی ﷺ مالاحد عندنا ید الاوقد کافیناه ما خلا ابابکر فان له عندنا یدا یکا فیه الله بها یوم القیمة وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا الاوان صاحبکم (ای محمدا ﷺ) خلیل الله۔"(1)

اور ترمذی نے اپنی سند سے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث ذکر کی ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:" ہر شخص کے احسان کا بدلہ ہم نے اسے دیدیا سوائے ابو بکر کے کہ ان کا ہم پر وہ احسان ہے جس کا بدلہ انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ اور مجھے کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو فائدہ مجھے ابو بکر کے مال نے دیا۔ اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ضرور ابو بکر کو دوست بناتا اور خبر دار تمہارے صاحب (محمد ﷺ) اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں"۔

صدیق اکبر نے اپنی بیٹی کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کیا:

"واخرج الترمذی عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ رحم الله تعالیٰ ابابکر زوجنی ابنته وحملنی الی دار الهجرة واعتق بلالا من ماله۔"(2)

اور ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث ذکر کی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت فرمائی "اللہ ابو بکر پر رحمت کرے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا اور مجھے دار الھجرۃ (مدینہ) میں لائے اور اپنے مال سے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا"۔

---

(1) جامع الترمذی، ابواب المناقب، مناقب ابی بکر الصدیق ج۲ ص۲۰۷ امین کمپنی دہلی، فتاوی رضویہ ج۲۸ ص۵۱۸ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(2) جامع الترمذی ج۲ ص۲۱۳ مطبوعہ امین کمپنی دہلی، فتاوی رضویہ ج۲۸ ص۵۱۸

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال جتنا نفع کسی کے مال نہیں دیا:

"واخرج احمد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مانفعنی مال مال قط ما نفعنی ابی بکر فبکی ابوبکر وقال ھل انا ومالی الالك یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"(1)

اور امام احمد وابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ "مجھے کبھی کسی کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا" تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رودیے، اور عرض کی۔ "یارسول اللہ۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہیں۔"

جان ومال کے ساتھ احسان:

"واخرج الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما احد اعظم عندی یدا من ابی بکر واسانی بنفسه وماله وانکحنی ابنته۔"(2)

اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یوں حدیث روایت کی ہے کہ "مجھ پر ابو بکر سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں، اس نے اپنی جان ومال سے میرا ساتھ دیا اور مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا"۔

مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر کے مال سے اپنا قرض ادا فرماتے ہیں:

"واخرج ابویعلی من حدیث ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ عنہا مرفوعا مثل حدیث ابن ماجة عن ابی ھریرۃ قال ابن حجر قال ابن کثیر مروی ایضا من حدیث علی وابن عباس وجابر بن عبد اللہ وابی سعید الخدری رضی اللہ عنہم واخرجه الخطیب عن

---

(1) سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق h مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰، مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۵۳ المکتب الاسلامی بیروت، فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۱۸

(2) المعجم الکبیر ج ۱۱ ص ۱۹۱ حدیث 11461 المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۱۸

ابن المسیب مرسلا وزادو کان ﷺ یقضی فی مال ابی بکر کما یقضی فی مال نفسه۔واخرج ابن عساکر من طرق عن عائشة وعروة ان ابابکر اسلم یوم اسلم له اربعون الف دینار وفی لفظ اربعون الف درهم فانفقها علی رسول الله ﷺ"۔(1)

اور ابویعلی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مرفوع حدیث ابن ماجہ بروایت ابوہریرۃ کے مثل (یعنی انہی الفاظ سے) روایت کی۔ابن حجر نے فرمایا کہ ابن کثیر کا قول ہے کہ یہ حدیث علی وابن عباس وجابر بن عبد اللہ وابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔اور خطیب نے اسے ابن المسیب سے مرسل روایت کیا اور اتنا اضافہ کیا۔"اور آنحضرت ﷺ ابوبکر کے مال سے اپنا قرض ادا فرماتے جس طرح اپنے مال سے ادا فرماتے"اور ابن عساکر نے متعدد سندوں سے حضرت عائشہ وعروہ سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر جس دن اسلام لائے ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں رسول اللہ ﷺ پر خرچ کر دیا۔

زکوۃ کا وجوب "مسلک فقراء" پر اور شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

امام العارفین حضرت شیخ یحیٰ منیری قدس سرہ العزیز(م ۷۸۲ھ) مکتوبات میں حضور ﷺ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت وعقیدت کو یوں بیان فرماتے ہیں"کسی نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے امتحاناسوال کیا کہ زکوۃ کتنی مالیت پر واجب ہوتی ہے؟حضرت شبلی نے فرمایا: "جواب مسلک فقہاء پر چاہتے ہو یامسلک فقراء پر"۔سائل نے عرض کی۔"'دونوں پر"۔فرمایا:"فقہاء کے مذہب پر ایک سال گزرنے پر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوۃ واجب ہے اور مذہب فقراء پر پورے دو سو درہم کے ساتھ اپنی جان بھی پیش کرنی ضروری ہے"۔سائل نے کہا اس کی دلیل؟آپ نے جواب دیا

(1) الصواعق المحرقہ،الباب الثانی،الفصل الثانی ص ۱۱۲دار الکتب العلمیۃ بیروت، فتاوی رضویہ ج۲۸ص۵۱۹

"باایں مذہب از صادق رب العالمین گر فتیم یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ او برچہ داشت به پیش سید عالم ﷺ نہاد و جگر گوشہ عائشہ رابشکرانہ داد"۔(1)

میں نے یہ مذہب صادق رب العلمین حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے۔ آپ کے پاس جو کچھ مال وزر تھا سب کا سب رسول کریم ﷺ کے حضور پیش کر دیا اور اپنی جگر گوشہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شکرانہ میں بحضور نبی کریم ﷺ دے دیا۔

یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کر دیا۔ اسی وجہ سے مذکورہ احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مصطفی کریم ﷺ کے احسانات ہیں۔ اور جس ہستی پر دنیاوی اعتبار سے کسی کا کوئی احسان نہیں وہ افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

خلاصہ کلام: مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ لیل میں "اتقی" اس ہستی کو فرمایا کہ جس پر کسی کا کوئی احسان نہ ہو۔ یعنی قرآن کریم نے خود تصریح فرمائی ہے کہ الاتقی وہ ہے جس پر کسی کا کوئی احسان نہیں اور جس پر کسی کا کوئی احسان نہیں وہ صدیق اکبر ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ الاتقی (انبیاء کے بعد سب سے بڑا متقی) کی تفسیر قرآن بالقرآن کے مطابق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اتنی بات تو مسلم ہے کہ مصطفی کریم ﷺ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کوئی دنیاوی احسان نہیں۔ لیکن دینی اور اخروی احسان تو ہے اس کا بدلہ تو ان کو چکانا تھا۔ لہذا "وما لاحد ہ عندہ من نعمۃ تجزی" کے مصداق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں بن سکتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ نبی کریم ﷺ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دینی واخروی احسان ہے مگر اس کا بدلہ چکانا مطلوب نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان فرما

(1) مکتوبات یحییٰ منیری ۳۴

دیا" لااسئلکم علیہ اجرا" (شوری آیت ۳) یعنی میں اس تبلیغ رسالت اور ارشاد وہدایت پر تم سے کچھ عوض نہیں مانگتا۔ لہذا "وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی" میں دنیاوی نعمت اور احسان ہی ہو سکتا ہے اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہو گا۔

"اور اس پر کسی کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جائے"

پس واضح ہو گیا کہ اس آیت کے مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہو سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں۔

مذکورہ بات کو سند المفسرین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۶ھ) یوں بیان فرماتے ہیں:

والارشاد الی الدین الا ان ھذا لا یجزی لقولہ تعالیٰ "ما اسئلکم علیہ من اجرا" والمذکور یقینا لیس مطلق النعمۃ بل نعمۃ تجزی۔[1]

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر احسان "دین" کی طرف ہدایت دینے کا تھا مگر یہ کہ اس کا نہ ہی بدلہ طلب کیا گیا اور نہ ہی اس کا بدلہ دیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس پر دلیل ہے "قل ما اسئلکم علیہ من اجرا ان اجری الا علی رب العالمین" آپ فرما دیجئے میں اس تبلیغ دین ارشاد پر تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا میرا اجر تو صرف رب العالمین کے ذمہ کرم پر ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے فتاوی رضویہ جلد ۲۸ ملاحظہ فرمائیں)

تتمہ: جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ "الاتقی" ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" (بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں اکرم وہ ہے جو تم میں سے اتقیٰ ہے)۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ اکرم وہ ہے جو اتقی ہے اور اتقی ابو بکر صدیق ہیں تو لامحالہ اکرم بھی آپ ہی ہیں۔ جب اکرم ہیں تو اکرم ہی افضل ہے کیونکہ افضلیت سے مراد اکرمیت اور قرب رب الارباب ہے اور وہ حاصل ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انبیاء کے بعد سب سے افضل مطلقا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

---

(1) تفسیر کبیر ج ۳۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ بیروت

فصل سوم:

احادیث مبارکہ کے مطابق بھی اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

گذشتہ فصل میں الاتقی کی تفسیر قرآن کریم کیساتھ کی گئی ہے جس سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا الاتقی ہونا ظاہر وباہر ہو چکا۔ اب ہم اس فصل میں حدیث رسول اور اقوال صحابہ سے یہ بات ثابت کریں گے کہ اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ اولاً تو تفسیر کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن کریم سے کی جائے، اگر مفسر اس سے عاجز آجائے تو سنت رسول سے کرے اور اگر سنت رسول میں بھی نہ پائے تو اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن کریم کی تفسیر کرے۔

قرآن کی تفسیر بالحدیث:

خاتم المحدثین امام کبیر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) تفسیر کے اصول پر بحث فرماتے ہوئے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں رقمطراز ہیں:

''فان اعیاہ ذلك طلبه من السنه:فانها شارحة للقرآن وموضحة له وقد قال الشافعي رضی اللہ عنہ كل ما حكم به رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فهو مما فهمه من القرآن قال تعالى انا انزلنا اليك الكتب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله في آيات آخر وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا انى اوتيت القرآن ومثله معه يعني السنة۔''(1)

اگر مفسر قرآن کریم کی تفسیر قرآن کریم ہی کے ساتھ کرنے سے عاجز آجائے تو وہ قرآن مجید کی تفسیر سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرے جو کہ قرآن کریم کی شرح اور وضاحت کرنے والی ہے۔ اور تحقیق امام شافعی رضی اللہ عنہ نے

---

(1) الاتقان فی علوم القرآن ۸۵۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی

فرمایا: "ہر وہ چیز جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا ہو تو وہ آپ ﷺ کا حکم ارشاد فرمانا قرآن کریم سے ہی مفہوم وماخوذ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"انا انزلنا الیك الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰك اللہ"

"اے محبوب بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے"

اور دوسری آیات میں اور مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا:

خبردار بے شک مجھے قرآن کریم عطا کیا گیا اور ساتھ اسی کی مثل بھی عطا کی گئی یعنی سنت۔

قرآن کی تفسیر باقوال الصحابہ:

اس کے بعد امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"فان لم تجدہ فی السنہ رجع الی اقوال الصحابۃ فانہ ادری بذلك لما شاھدوہ من القرائن والاحوال عندہ نزولہ۔"[1]

یعنی اگر مفسر قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے اس کی تفسیر حدیث میں نہ پائے تو اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کرے کیونکہ وہ اس تفسیر کو زیادہ جانتے ہیں۔ اس قرآن کریم کے نزول کے وقت قرائن واحوال پر وہ گواہ ہیں۔

حدیث مصطفی کریم ﷺ سے صدیق اکبر کا "اتقیٰ" ہونا:

سب سے پہلے دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا "وسیجنبھا الاتقی" (اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے)۔ اب سب سے بڑا پرہیزگار یعنی متقیوں کا بادشاہ "الاتقیٰ" کون ہے؟؟

---

(1) الاتقان فی علوم القرآن ص ۸۵۴ دار الکتاب العربی بیروت

حیدر کرار مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما خلق الله مولودا فی الاسلام انقی ولااتقی ولاازکی ولااعدل ولاافضل من ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ"۔ (1)

اللہ تعالیٰ نے اسلام میں کوئی ایسا پیدا نہیں فرمایا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ انقیٰ، اتقیٰ، ازکیٰ، اعدل اور افضل ہو۔

مولیٰ کائنات کے نزدیک بھی "اتقیٰ" صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں:

مذکورہ بالا حدیث رسول اللہ ﷺ میں جو کہ مروی بھی باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ واضح طور پر مصطفی کریم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو "اتقی" (متقیوں کا بادشاہ) فرمایا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ "وسیجنبھا الاتقی" میں اتقی سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

مصطفی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اتقی ابو بکر صدیق ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ نے مداح رسول، مؤید بروح القدس سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

"اقلت فی ابی بکر شیئا قل حتی اسمع"۔

تم نے ابو بکر صدیق کی مدح میں بھی کچھ کہا ہے؟ پڑھو کہ ہم سنیں

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد سن کر عرض کی:

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقة
فاذکرا خاك وابابکر بها فعلا
التالی الثانی المحمود شیمته
واول الناس طر اصدق الرسلا
والثانی اثنین فی الغار المنیف وقد

(1) جامع الاحادیث، مسند علی بن ابی طالب ج۱۱ص ۲۶۰، کنز العمال ج۱۳ص ۲۳۳

طاف العدوبه از صعد الجبلا
وکان حب رسول الله قد علموا
من البرية لم يعدل به رجلا
خير البرية اتقاها واعدلها
بعد النبی واوفاها بها حملا

"جب تو اپنے معتمد بھائی کا غم یاد کرے تو اپنے بھائی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کارنامے یاد کر۔۔۔ترتیب ودرجات میں آپ دوسرے ہیں آپ کی خصلت ستودہ اور قابل ستائش ہے۔آپ رسولوں کی تصدیق کرنے والوں میں تمام انسانوں پر شرف سبقت رکھتے ہیں۔۔۔اس عظیم بلند غار میں آپ دو میں سے دوسرے تھے اور دشمن پہاڑ پر غار کے ارد گرد سرگرداں تھے۔۔۔آپ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں۔اور سب جانتے ہیں کہ ساری مخلوق میں ان کے برابر کوئی شخص نہیں۔۔۔جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ساری مخلوق سے بہتر، اتقیٰ، اعدل اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے ہیں"۔

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت کے یہ اشعار سماعت فرماتے تو فرط محبت سے خندہ فرمایا اور ارشاد مبارک ہوا:

"صدقت یا حسان هو کما قلت۔"[1]

اے حسان تونے سچ کہا صدیق واقعی ایسا ہی ہے جیسا تم نے کہا۔

تبصرہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درباری ثناء خواں سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پڑھے ہوئے اشعار میں سے آخری شعر کا پہلا مصرعہ یہ ہے:

---

(1) شرح دیوان حضرت حسان بن ثابت الانصاری hاز عبد الرحمن البرقوقی ص۲۹۹مطبوعہ مصر۱۹۲۹ء، مستدرک للحاکم م۳ص۲۸۰، الصواعق المحرقہ ص۸۵، طبقات لابن سعد۳،۱۷۴، کنز العمال ۱۲،۲۳۱ مطبوعہ تالیقات اشرفیہ ملتان، مصنف ابن ابی شیبہ باب اسلام ابی بکر ج۱۱ص۳۱۰رقم ۳۷۷۳۸، المجالسۃ وجواھر العلم المدینوری ج۱ص۵۱۴رقم ۶۲۵، تاریخ بغداد ذکر من اسمہ الھیثم ج۱۴ص۵۱، الزھد لاحمد بن حنبل باب زھد ابی بکر الصدیق ص۱۱۲تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۳۹

"خير البرية اتقاها واعدلها"

جو نبی کریم ﷺ کے بعد مخلوق میں سب سے بہتر، اتقیٰ اور اعدل ہیں۔

معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ اتقیٰ سے صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مراد ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی مسلم ہے اور آخر میں میرے آقا کریم ﷺ کے لبوں کا جنبش فرما کر یہ گویا ہونا کہ صدقت یا حسان ہو کما قلت مذکورہ اشعار کے حدیث تقریری ہونے پر واضح ومبرھن دلیل ہے۔ لہذا اس حدیث تقریری سے واضح ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے نزدیک "الاتقی" ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہونا مسلم ہے۔

اور تفضیلیہ اگر "خیر البریہ" کے الفاظ بھی دیکھ لیں تو ممکن ہے کہ ان کی رگ رفض جو خمس ایران پر بھڑک اٹھتی ہے ساکن ہو جائے۔

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک "الاتقی" ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

"قال ابن عباس هو ابوبكر رضی اللہ عنہ من خرج عن دخول النار ثم وصف الاتقی"۔[1]

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے دخول نار سے دور رکھا جائے گا وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کا ہی وصف اتقیٰ بیان کیا گیا ہے یعنی اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

عبادلہ ثلاثہ کے نزدیک بھی اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں :

اور اس سے آگے چل کر ایک صفحہ کے بعد امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

"والاكثران السورة نزلت فی ابی بكر الصديق رضی اللہ عنہ روى ذلك من ابن مسعود وابن عباس وعبد الله ابن الزبير وغيرهم"۔[2]

---

(1) الجامع الاحکام القرآن تفسیر القرطبی ج ۲۰ ص ۶۶ مطبوعہ المکتبہ التوقیفیہ قاھرہ مصر

(2) تفسیر قرطبی ج20 ص68 مطبوعہ المکتبہ التوقیفیہ مصر

اور اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ پوری سورت ہی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم وغیر ھم کے نزدیک الا تقی سے یہی مراد ہیں۔

یعنی امام قرطبی کی تحقیق و تفسیر کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے خلفاء اربعہ کے بعد فقہیہ و مجتہد اور مفسر قرآن صحابہ یعنی عبادلہ ثلثہ کا بھی یہی فرمان ہے کہ سورہ لیل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ ہی اتقی ہیں۔ جب اتنی بات ثابت ہو گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک الا تقی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تو مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ کو ساتھ ملا لیجئے تو افضلیت صدیق اکبر سورج سے بھی زیادہ روشن و تابناک نظر آئے گی بشرطیکہ آنکھوں پہ تفضیلیت کی پٹی نہ بندھی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"عن ابی سعید الخدری ان معاویة فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول افضل امتی اصحابی وخیرهم اتقٰهم قال ابو سعید اتقٰهم اعقلهم کذلك قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ (1)

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے خطاب کیا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سب سے افضل میرے صحابہ ہیں اور ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو اتقیٰ ہے۔ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اتقیٰ وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ عقل مند ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فرمان مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق "اتقیٰ" سب سے بہتر ہے۔ تو "اتقیٰ" قرآن کی تفسیر بالقرآن والحدیث واقوال الصحابة رضی اللہ عنہم کے مطابق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ بعد از انبیاء سب سے بہتر اور افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

---

(1) مسند الحارث ج ۱ ص ۶۱۱ رقم الحدیث 846، اتحاف الخیرہ المهرة للبوصیری ج ۳ ص ۳۱۱ رقم ۵۲۴۴ بغیة الباعث للهیثمی ج ۱ ص ۶۷۱ رقم ۸۴۶

فصل چہارم:

مفسرین کرام کے نزدیک بھی "الا تقیٰ" ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

گذشتہ اوراق میں یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر بالقرآن والحدیث اور اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق "الا تقیٰ" صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔اب اس مسئلے میں ہم مفسرین کے اقوال پیش کرتے ہیں اور آئندہ فصل میں اس پر اعتراضات کے جوابات ذکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "وسیجنبها الاتقی" اور بہت اسے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے۔

دعویٰ جیسا کہ گذشتہ فصول کے اندر گزر چکا ہے کہ "الا تقیٰ" ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔تو اس پر سب سے پہلے باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد سیدنا امام حسن بصری کی تفسیر ملاحظہ ہو:

امام حسن بصری (م ۱۱۰ھ) کے نزدیک اتقیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں:

"محمد بن الزبیر قال ارسلنی عمر ابن عبد العزیز الی الحسن البصری اسئاله عن اشیاء فجئته فقلت له اشفنی فیما اختلف الناس فیه هل کان النبی علیه الصلوة والسلام استخلف ابابکر فاستوی الحسن قاعدا وقال اوفی شك هو؟ لا ابالك ای والله الذی لا اله الا هو لقد استحلفه لهو اعلم بالله واتقی له واشد له مخافة من ان یموت علیها لولم یؤمره۔"[1]

(1) تاریخ الخلفاء ص ۵۳ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ پشاور

ابن عساکر نے محمد بن زبیر سے تخریج کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ میں ان سے کچھ اشیاء کے متعلق سوال کروں۔ پس میں نے کہا کہ لوگوں کا جس بات میں اختلاف ہے اس میں میری تشفی کیجیے۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا؟ امام بصری سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ "اللہ کرے تیرا باپ نہ رہے، کیا اس بات میں کوئی شک ہے؟ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ تعالیٰ نے ہی صدیق کو خلیفہ بنایا کیونکہ وہ سب سے زیادہ عالم سب سے زیادہ متقی اور اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ نہ فرماتے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے پر مرنے کو ترجیح دیتے۔

امام ابو محمد سہل بن عبد اللہ التستری (م ۲۸۳ھ) فرماتے ہیں:

"قال الاتقی هو الصديق هو اتقى الناس فان الناس اعطوا واتقوا وهو لم یر الفانی وابقی لنفسه الباقی کما قال رسول الله ﷺ (ماذا ابقيت لنفسك؟ قال الله ورسوله۔"(1)

اتقیٰ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ تمام لوگوں میں سب سے بڑے متقی ہیں اسلیے کہ لوگوں نے اللہ کے راستے میں دیا بھی اور بچا کے بھی رکھا مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فانی کا اعتبار نہیں کیا بلکہ اپنے لیے باقی کو ترجیح دی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! تو نے اپنے لیے کیا باقی رکھا؟ عرض کی: اللہ اور اس کا رسول ﷺ۔

سند المفسرین امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں

"اجمع المفسرین منا علی ان المراد منه ابو بکر رضی اللہ عنہ"۔(2)

---

(1) شعبۃ الایمان ج ۲ ص ۱۰۶ ار قم ۱۲۹۸، تفسیر التستری ص ۱۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت

(2) مفاتیح الغیب ص ۱۲۰۵ التفسیر الکبیر ج ۳۱ مطبوعہ المطبعۃ السلفیۃ المصریہ

ہم سنیوں کے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اتقی سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۱۶ھ) فرماتے ہیں:

"وقد قال البغوی فی الاتقي يعنی ابابکر الصديق فی قول الجميع"۔(1)

امام بغوی فرماتے ہیں کہ "الاتقی" سے اللہ تعالیٰ کی مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تمام مفسرین کے قول کے بموجب۔

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۹۷ھ) فرماتے ہیں

"الاتقى يعنى ابابکر الصديق فی قول جميع المفسرين"۔(2)

الاتقی سے مراد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تمام مفسرین کے اقوال کے مطابق۔

مفسر خازن رحمۃ اللہ علیہ (م۷۵۲ھ) فرماتے ہیں:

"قوله تعالىٰ وسيجنبها الاتقى الذى يوتى ماله يتزکی وهو ابوبکر الصديق فی قول جميع المفسرين"۔(3)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد وسیجنبها الاتقى الذى يوتى ماله يتزکی میں تمام مفسرین کے قول کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

التفسیر الوسیط میں ہے

"لا خلاف فی ان المراد بالاتقى ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ"۔(4)

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اتقی سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

---

(1) معالم التنزیل ج۴ ص۴۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

(2) زاد المسیر فی علم التفسیر سورہ لیل آیت ۱۷ ج۶ ص۱۶۷

(3) تفسیر خازن ج4 ص413، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(4) التفسیر الوسیط ج۳ ص۲۸۸۹ دار الفکر المعارف بیروت

مشہور شیعی مفسر ابن الحسن طبرسی:

اور اس بات میں تشفی کیلئے مشہور شیعی مفسر ابن الحسن طبرسی کی مجمع البیان کو دیکھئے اس نے لکھا ہے۔ "ابن زبیر سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر کی شان میں نازل ہوئی آپ نے بہت سے غلام خریدے جو مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ بلال، عامر بن فہیدہ اور ابو بکر نے ان کو آزاد بھی کر دیا۔[1]

یعنی ابن الحسن نے رفض کے باوجود اتقیٰ سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لیے ہیں۔ جس سے صاحب تفسیر الوسیط کے قول "لا خلاف" کا اظہر من الشمس ہونا ثابت ہو تا ہے۔

علامہ واحدی فرماتے ہیں:

"قال الواحدی الاتقی ابوبکر الصدیق فی قول جمیع المفسرین انتھی"۔[2]

واحدی فرماتے ہیں الاتقی یعنی سب سے زیادہ متقی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تمام مفسرین کے قول کے مطابق۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) فرماتے ہیں

"لاتفاق المفسرین علی ان الآیة نزلت فی ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فالغرض منه توصیف الصدیق بکونه الاتقی الناس اجمعین غیر الانبیاء وانما خصصنا بغیره الانبیاء لدلالة العقل والاجماع والنصوص"۔[3]

مفسرین کا اتفاق واجماع ہے کہ "وسیجنبھا الاتقی" آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس سے مقصود

---

(1) تفسیر مجمع البیان ج ۵ جز ۱۰ ص ۵۰۱

(2) حدائق الروح والریحان فی روابی علوم القرآن مطبوعہ دار المنہاج دار طوق النجاۃ بیروت ج ۳۲ ص ۷۰

(3) تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۷۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توصیف کرنی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بڑے متقی وپرہیز گار ہیں غیر انبیاء کی تخصیص دلالۃ العقل اجماع امت اور نصوص وارده سے ہے۔

صاحب تفسیر ابن وھب فرماتے ہیں:

"وسیجنبها الاتقی الذی یوتی ماله فی سبیل الله وهو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ"۔ (1)

اس کو آگ سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے جو اپنا مال دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام قرطبی (م ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

"قال ابن عباس هو ابوبکر رضی اللہ عنہ"۔ (2)

حضرت ابن عباس نے فرمایا الاتقی سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

"وفیه نزلت وسیجنبها الاتقی الی آخر السورة واستدل بذلك الامام علی انه افضل رضی اللہ عنہ افضل الامة"۔ (3)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہونے والی آیات میں "وسیجنبها الاتقی" سورۃ کے آخر تک۔ اور امام نے اس سے استدلال کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں۔

جیسا کہ صاحب روح المعانی فرما رہے ہیں کہ "الاتقی" والی آیت مقدسہ سے امام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا افضل الامت ہونا ثابت کیا ہے۔ تو اس سے ظاہر ہے کہ الاتقی ابو بکر

---

(1) تفسیر ابن وھب ج ۲ ص ۵۰۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت

(2) تفسیر قرطبی ج 22 ص 331 مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت

(3) روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۵۲، ۱۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العرب بیروت لبنان

صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ لہذا اس جگہ افضلیت کا اثبات اور شیعہ کے قول کا بطلان ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی الاتقی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ (م ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بحکم نص قرآنی اتقائے ایں امت است زیرا کہ اجماع مفسرین است چہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وچہ غیر آں بریں کہ آیۃ کریمہ وسیجنبھا الاتقی الایۃ درشان حضرت صدیق نازل است رضی اللہ عنہ ومراد ازا تقی اوست رضی اللہ عنہ۔(1)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اس امت کا سب سے بڑا متقی وپرہیز گار ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ کیونکہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے چاہے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہوں یا دیگر مفسرین کہ آیت کریمہ "وسیجنبھا الاتقی" حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی اور اتقی (سب سے بڑا متقی) سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

جلال الملۃ والدین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

تین مفسرین کی عبارتیں نقل فرمانے کے بعد امام جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں:

"فانظر الی نقل ھؤلاء الآئمۃ الثلاثۃ اجماع المفسرین علی ان المراد بالاتقی ابوبکر لا کل تقی"۔(2)

سو ان تین آئمہ مفسرین کی تفسیر کو دیکھ کر انھوں نے اس بات پر مفسرین کا اجماع نقل کیا ہے کہ اس آیت میں اتقی سے مراد صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ہر ایک متقی مراد نہیں۔

---

(1) مکتوبات دفتر سوم حصہ ششم مکتوب ۲۴ ص ۳۲۹ مطبوعہ ایچ ایم، سعید کمپنی کراچی

(2) الحاوی للفتاوی ج ا ص ۳۳۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

خاتم المحدثین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں

یہاں مفسرین کے اجماع کے مطابق اتقی سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (1)

تفسیر جامع البیان میں ہے:

"ومن کثیر من المفسرین ان هذه السورة فی الصدیق رضی اللہ عنہ وهو الاتقی وامیة بن خلف وهو الاشقی"۔ (2)

مفسرین کی کثیر جماعت نے کہا ہے کہ یہ سورۃ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے آپ اتقی ہیں اور امیہ بن خلف اشقی ہے۔

الشیخ سید احمد بن زینی دخلان مکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

"وسیجنبها الاتقی الی اخر السورة وذلك ابو بکر رضی اللہ عنہ کما تقدم"۔ (3)

وسیجنبها الاتقی سورۃ کے آخر تک اور وہ (الاتقیٰ یعنی سب سے بڑا متقی) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ پہلے گزر گیا۔

میر سید شریف (م۸۱۶ھ) نے شرح مواقف میں نقل کیا ہے:

"قال اکثر المفسرین وقد (اعتمد علیه العلماء انما نزلت فی ابی بکر فهو) اتقی"۔ (4)

اکثر مفسرین فرماتے ہیں اور تحقیق (اسی پر علماء نے اعتماد بھی کیا ہے کہ یہ آیات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں) آپ رضی اللہ عنہ اتقیٰ ہیں ۔

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری فرماتے ہیں:

جمہور مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیات امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں اور اللہ عزوجل نے انہیں الاتقیٰ فرمایا۔ (1)

---

(1) تفسیر عزیزی ج۴ ص۳۹۹ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور

(2) تفسیر جامع البیان ص۴۹۹

(3) الفتح المبین فی فضائل الخلفاء والراشدین واهل البیت الطاہرین ص۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

(4) شرح مواقف ج۴ جزء۷ النوریہ الرضیہ پبلشنگ کمپنی لاہور پاکستان

صدر الافاضل سید نعیم الدین (م ۱۳۶۷ھ) مراد آبادی فرماتے ہیں

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ متقی ہیں جن کے تقویٰ کو خود قرآن عظیم بیان فرماتا ہے۔ چنانچہ پارہ 30، سورۃ اللیل، آیت نمبر 17 میں ارشاد ہوتا ہے۔ وسیجنبھا الاتقی (اور بہت دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار)۔ اس آیہ مبارکہ میں سب سے بڑے پرہیزگار سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔[2]

خلیفہ اعلیٰ حضرت شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی رضوی فرماتے ہیں:

بغوی کہتے ہیں کہ اس (الاتقی) سے مراد سب کے نزدیک ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔[3]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ساری امت محمدیہ میں ابو بکر صدیق بڑے متقی وپرہیزگار ہیں کیونکہ اتقی مطلق ارشاد ہوا۔ یہ کہ بعد انبیاء ابو بکر صدیق کا بڑا پرہیزگار ہونا بھی قرآن سے ثابت ہے۔[4]

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام ابن مردودیہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وسیجنبھا الاتقی میں الاتقی سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔[5]

قارئین کرام! مفسرین کرام کی تصریحات سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور چونکہ اتقیٰ ہی اکرم و افضل ہوتا ہے۔ لہٰذا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل ہیں۔

---

(1) تفسیر الحسنات ج ۷ ص ۵۳۴ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

(2) تفسیر خزائن العرفان، پارہ 30، اللیل 17

(3) تفسیر رضوی، ج ۴، ص ۳۴۲، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

(4) تفسیر نور العرفان، ص ۹۸۴ نعیمی کتب خانہ لاہور گجرات

(5) تفسیر در منثور ج ۶ ص ۱۰۱۷ ضیاء القرآن لاہور

فصل پنجم:

صاحب زبدۃ التحقیق کے "الاتقی" پر توہمات اور ان کے جوابات

اعتراض:

موصوف وسیجنبھا الاتقی سے الخ نقل کرنے اور اس کا ترجمہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"حضور سرور عالم ﷺ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہونے والے سب انہی صفات سے متصف تھے۔ لہٰذا الاتقیٰ میں جو صیغہ اسم تفضیل کا ہے جس میں جملہ صحابہ کرام شریک ہیں کسی ایک کیلئے کوئی وجہ ترجیح نہیں ملتی... سو اس بحث سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔" (1)

جواب اول: سب سے پہلے تو میں یہ عرض کروں گا کہ موصوف یہ وضاحت فرمائیں کہ آج تک جو درجنوں اکابرین اس آیت سے فضیلت نہیں بلکہ افضلیت ثابت کرتے رہے کیا وہ زیادہ صاحب علم تھے یا آپ؟

قارئین کرام! مصنف زبدۃ التحقیق ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ صفت تقویٰ میں تمام صحابہ شریک ہیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے کوئی وجہ ترجیح نہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ وجہ ترجیح آیت مقدسہ میں موجود ہے موصوف کو نہیں مل سکی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب تو خیانت کے بے تاج بادشاہ ہیں اور بزرگوں کا مقولہ ہے کہ خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

آیت مقدسہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وجہ ترجیح:

---

(1) زبدۃ التحقیق ۳۵۶

آیت مقدسہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس آیت کا شان نزول آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعین ہے۔اس تعین کے متعلق گزشتہ صفحات میں بحث ہو چکی ہے کہ ان آیات کا شان نزول کسی اور شخص کو قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ شان نزول کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعین ہونا وجہ ترجیح ہے اس کی دلیل خود صاحب زبدۃ التحقیق کی زبانی ملاحظہ کیجئے!

صاحب زبدۃ التحقیق کے نزدیک شان نزول کا متعین ہونا "وجہ ترجیح" ہے:

مصنف زبدۃ التحقیق اپنے کتابچہ "نعرہ حیدری" میں فرماتے ہیں:

> "شان نزول کی کیا قیمت ہے؟ حضرت علامہ بدرالدین زرکشی متوفی ۷۹۴ھ نے البرھان فی علوم القرآن لکھی... علامہ زرکشی لکھتے ہیں کہ جس جگہ کوئی شان نزول متعین ہو جائے پوری امت بھی اگر ملے تو اس میں کمی کر سکتی ہے نہ بیشی کر سکتی ہے۔یعنی شان نزول کو پوری امت کے اجماع کے ذریعے بھی خارج نہیں کیا جاسکتا۔ معنی یہ نکلا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کے نیچے ہیں پوری امت کے مولوی بھی اگر مل کر کہیں "جی یہ نہیں تھی وہ تھا" یہ کوئی تبدیلی نہیں لاسکتے اس سے مراد وہی افراد ہیں جن کا نام لیا گیا ہے۔ (1)

تبصرہ:

موصوف نے بڑے طمطراق کیساتھ واضح الفاظ میں لکھا کہ جس جگہ شان نزول متعین ہو جائے تو پوری امت بھی مل کر اس میں کمی کر سکتی ہے نہ بیشی کر سکتی ہے۔تو عرض یہ ہے کہ "وسیجنبھا الاتقی" میں بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں شان نزول متعین ہے۔ جب شان نزول میں پوری امت کمی بیشی نہیں کر سکتی تو آپ اکیلے کس طرح بیشی کر رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ الاتقی میں تمام صحابہ کرام شریک ہیں؟؟ اور جب وہاں آپ متعین کر سکتے ہیں تو یہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متعین کیوں نہیں؟؟

(1) نعرہ حیدری ص ۱۱ قادریہ جیلانیہ پبلیکشنز

اس طرح پھیر پھیر کے باتیں نہ کیجیے
لہجے کا رخ سمجھتے ہیں بچے نہیں ہیں ہم

لہذا ثابت ہو گیا کہ شان نزول کے سبب وجہ ترجیح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے جس کی بنا پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متقی ہیں لیکن الاتقیٰ (متقیوں کا بادشاہ) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ نتیجتاً آیت مقدسہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہوئی نہ کہ صرف فضیلت۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

صاحب زبدۃ التحقیق نے اپنے مذکورہ اعتراض پر بطور دلیل و تائید کرم شاہ بھیروی کی تفسیر ضیاء القرآن سے حوالہ پیش کیا۔ ضیاء القرآن کی علمی حیثیت علماء حقہ اہلسنت وجماعت کا ہاں واضح ہے اور اگر آپ نے صاحب ضیاء القرآن کی بات پر ہی فیصلہ دینا ہے تو۔۔۔ اس میں تو:

۱۔ دیانبہ کے ساتھ اختلاف کو فروع لکھا ہے۔ (1)
۲۔ قاسم نانوتوی کو پاکان امت میں لکھا ہے۔ (2)
۳۔ اللہ تعالیٰ کو ستم ظریف لکھا ہے۔ (3)
۴۔ پھر یہ بھی لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس سال سے پہلے نبی بننے کی خواہش بھی نہیں تھی اور نہ ہی آپ کو توقع تھی کہ مجھ پر وحی نازل ہو گی۔ (4)
۵۔ تحذیر الناس کی حمایت کی بلکہ یہاں تک لکھا کہ میں نے قاسم العلوم کی تصنیف لطیف کو متعدد بار غور و تامل سے پڑا ہے اور مجھے ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا۔ (5)
۶۔ پھر یہ بھی لکھا کہ گستاخ رسول کو کافر کہنے کا دور گزر گیا۔ (1)

---

(1) ضیاء القرآن جلد:1، صفحہ:11، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(2) ضیاء القرآن جلد:1، صفحہ:25، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(3) ضیاء القرآن جلد:1، صفحہ:130، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(4) ضیاء القرآن جلد:3، صفحہ:636، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(5) تحذیز الناس ایک تحقیقی مطالعہ صفحہ،58، تحقیقات اہلسنت لاہور

۷۔ طلاق ثلاثہ کو "ایک طلاق" شمار کیا۔

۸۔ تفسیر میں متعدد مقامات پر مودودی اور دیگر بد مذاہب کے تحسین کے ساتھ حوالہ جات نقل کیے۔ وغیرہ ذلک

تو کیا آپ ان مسائل و معاملات میں ان کے ساتھ ہیں؟

اور دوسری بات یہ ہے کہ صاحب تفسیر ضیاء القرآن کی عبارت میں یہ الفاظ موجود ہیں "ان کی اعلیٰ ترین صفات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ملتی ہیں"۔ اور صاحب زبدۃ التحقیق نے بھی لکھا کہ "جمہور اہلسنت کا بھی یہی نظریہ ہے کہ الاتقی صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور میں بھی یہی رائے رکھتا ہوں"۔ تو گزارش یہ ہے کہ کیا جمہور بلا دلیل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیکر اتقیٰ (متقیوں کا بادشاہ) مانتے ہیں؟؟

جمہور کو چھوڑیں آپ یہ فرمائیں کہ خود جو اعلیٰ صفات کا حامل صدیق اکبر کو مانتے ہیں تو پھر اتنی کھسر پھسر کیوں کرتے ہیں اور کتاب کے اتنے صفحے (لایعنی تاویلات سے) کیوں کالے کیے؟

اور حضرت کو اگر یاد ہو تو آپ نے اپنے ایک خطاب میں ارشاد فرمایا تھا "جمہور کی مخالفت کرنے والا فاسق ہے مبتدع ہے"۔

دیکھیے: ویڈیو لنک

https://www.youtube.com/watch?v=yVMNWiaicKU&featurerelated-

لہذا آپ کے فرمان سے ثابت ہو گیا کہ الاتقی میں عموم ماننے والا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو وجہ ترجیح نہ دیکر اتقیٰ (متقیوں کا بادشاہ) نہ ماننے والا اہلسنت سے خارج ہے۔

اندھے نکالتے ہیں چہرے میرے میں نقص
بہروں کو یہ گلا ہے غلط بولتا ہوں میں

اور پھر میرا سوال یہ ہے کہ آپ جمہور کے ساتھ مل کر الاتقی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ترجیح کس دلیل کی بنا پر دیتے ہیں؟

---

(1) جمال کرم

بول کہ لب آزاد ہیں تیرے

جواب دوم

الاتقی اسم تفضیل واحد مذکر کا صیغہ ہے لہذا اس کی وجہ سے بھی الاتقی میں عموم ممتنع ہے اس وجہ سے ترجیح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔(اسم تفضیل پر تفصیلی بحث آئندہ صفحات میں دیکھئے)

پھر وہی اعتراض

صاحب زبدۃ التحقیق نے صفحہ ۳۵۹ پر پہلے تو امام جلال الدین سیوطی پر اعتراض کیا کہ "انہوں نے سبب نزول کو وجہ اختصاص قرار دیا" جو کہ علماء تفسیر کے نزدیک سخت محل کلام ہے۔ تو اس کا جواب پہلے اعتراض کے جواب میں آگیا البتہ مزید اتنی گزارش ہے کہ جب موصوف خود سبب نزول کو آیت تطہیر میں وجہ اختصاص قرار دیں (نعرہ حیدری ص ۲۲) تو کسی کو کوئی کلام نہیں ہوتا لیکن جب امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جیسا امام (عظیم اور مقبول بارگاہ مصطفی) سبب نزول کو وجہ اختصاص قرار دے تو کیوں علماء تفسیر کو اور کن علماء تفسیر کو اس پر سخت کلام ہو جاتا ہے؟

یعنی موصوف کی حالت کچھ یوں ہے:

جیسا موسم ہو مطابق اس کے میں دیوانہ ہوں
مارچ میں بلبل ہوں جولائی میں پروانہ ہوں

کن علمائے تفسیر کو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر اعتراض ہے؟

اور اتنی وضاحت فقیر ضرور طلب کرے گا کہ کن علماء تفسیر کو اس پر سخت کلام ہے؟ کیونکہ موصوف نے اپنے کتابچہ نعرہ حیدری میں فرمایا ہے "کہ حضرت بدرالدین زرکشی متوفی ۷۹۴ھ نے البرھان فی علوم القرآن لکھی جس آدمی نے بھی کوئی کتاب قرآن پر لکھی ہے اس کتاب کو نکال کر نہیں لکھ سکا۔ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے جتنا کام الاتقان فی

علوم القرآن پر کیا ہے اصول تفسیر، ترتیب سور یا باقی جتنی بھی کتابیں لکھی ہیں یہ سب اس زرکشی سے مستعار لی ہوئی باتیں ہیں۔"(1)

جب علوم قرآن والوں نے بمع امام جلال الدین سیوطی کے، علامہ زرکشی کی کتاب سے اکتساب کیا ہے تو موصوف نے آیت تطہیر میں شان نزول کو وجہ اختصاص علامہ زرکشی کے حوالہ سے دیا ہے تو پھر علامہ زرکشی پر کون سے علماء تفسیر کو سخت کلام ہے؟ تفصیل مطلوب ہے۔اور امام جلال الدین سیوطی پر اعتراض اس لیے بھی درست نہیں کہ خود موصوف نے لکھا ہے کہ امام سیوطی نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں جتنا کام کیا ہے یہ سب زرکشی سے مستعار لی ہوئی باتیں ہیں۔تو جب ان سے مستعار لیں ہیں تو امام سیوطی تو ناقل ہیں ناقل کے ذمہ تصحیح نقل ہے اور وہ آپ کو تسلیم ہے۔لہذا آپ اعتراض علامہ زرکشی پر کریں تاکہ اہلسنت کے ہاں آپ کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔وہی علامہ زرکشی ہیں جب آیت تطہیر ہو تو ان کے بیان کی وجہ سے اس کا شان نزول وجہ اختصاص ہو جاتا ہے اور صاحب زبدۃ التحقیق کے نزدیک علامہ زرکشی معتبر بھی ہو جاتے ہیں لیکن جب الاتقی کی بحث آئے تو نہ تو علامہ زرکشی کی کہی ہوئی بات (کہ شان نزول وجہ اختصاص ہے) مانی جاتی ہے اور نہ خود علامہ زرکشی موصوف کے نزدیک معتبر رہتے ہیں اور ان کی اس بات پر علمائے تفسیر کو سخت کلام ہو جاتا ہے۔

یوں تو ہم لوگ بلانے پہ بھی کم بولتے ہیں
مگر جہاں کوئی نہیں بولتا ہم بولتے ہیں

اعتراض

صاحب زبدۃ التحقیق فرماتے ہیں۔" قاعدہ یہ ہے کہ جب حکم مشتق پر لگے تو مادہ اشتقاق علت حکم ہوتا ہے۔اب اس قاعدے کو اس آیت پر جاری کرتے ہیں۔الاتقی تقوی کے مادہ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔چونکہ جہنم سے بچائے جانے کا حکم "الاتقی" پر لگا ہے۔جس کا مادہ اشتقاق تقوی ہے۔اب علت حکم تقوی ہو گا اور وہ عام ہے جو سارے صحابہ میں پایا جاتا ہے

(1) نعرہ حیدری ص ۱۱ قادریہ جیلانیہ پبلیکشنز

لہذا اس آیت مبارکہ کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے صحابہ کو جہنم کی آگ سے بچائے گا اور یہی عقیدہ جملہ اہلسنت کا ہے"۔(1)

جواب اول

تقویٰ کلی مشکک ہے

موصوف نے یہ جو قاعدہ بیان کیا ہے "جب حکم مشتق پر لگے تو مادہ اشتقاق علت حکم ہوتا ہے"۔ یہ اپنی جگہ بجا ہے لیکن اس کو آیت پر منطبق کر کے اتقی الاتقیاء سیدنا صدیق اکبر کی تخصیص اور سورج سے بھی زیادہ روشن افضلیت کی نفی کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں بات صرف تقویٰ کی نہیں بلکہ اتقی کی ہو رہی ہے۔ تقویٰ تو عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پایا جاتا ہے جملہ صحابہ کرام متقی ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کو جہنم سے بچائے گا اس سے کسی صاحب ایمان کو انکار نہیں۔ لیکن موصوف اگر منطق کی ابتدائی کتب ہی پڑھ لیتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ تقویٰ کلی مشکک ہے جس کا صدق اپنے جمیع افراد پر علی الاستواء نہیں ہوتا بلکہ تفاوت کے ساتھ ہوتا ہے، جب کہ موصوف تو اس کا صدق علی الاستواء ماننے پر مصر ہیں جو کہ جہالت اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔

اتقی الاتقیاء صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں:

کیونکہ یہ کلی سیدنا صدیق اکبر پر اشد طور پر سچی آتی ہیں اور آپ کی بنسبت دوسرے صحابہ پر اضعف طور پر سچی آتی ہے۔ لہذا اتقی الاتقیاء علی الاطلاق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور اگر درس نظامی کے فاضل ہیں تو تفسیر بیضاوی میں صاحب بیضاوی کی **ھدی للمتقین** کے تحت بیان کردہ تقویٰ کی اقسام و مراتب بھی دیکھ لیں تو حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ تقویٰ جس درجہ کمال اور اکمل واتم طریقہ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سچا آتا ہے کسی دوسرے پر اس درجہ کا سچا نہیں آتا اس لئے یہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ اور مراتب میں جس درجہ و مرتبہ کا تقویٰ صدیق اکبر کو حاصل ہے وہ آپ کی ذات ستودہ صفات کے ہی شایان

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۵۹،۳۶۰

شان ہے۔ لہذا متقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں مگر تقویٰ کے سب سے اعلی معیار پر جسے "متقیوں کا بادشاہ" اور "اتقی الاتقیاء" کہا جائے وہ صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ نتیجتاً موصوف کو کامیابی یہاں بھی نہ ہو سکی۔

جواب دوم

قرآن وحدیث عربی قوانین سے مقدم ہیں:

موصوف اگر کسی استاذ سے پڑھے ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ یہ قاعدہ مبتدی طالبعلم کو ہی ازبر کروادیا جاتا ہے کہ "قرآن وحدیث مقدم ہیں اور عربی قوانین موخر"۔ لہذا جب قرآن کی تفسیر بالقرآن، تفسیر بالحدیث تفسیر باقوال الصحابہ اور جملہ متقدمین ومتاخرین کا اجماع یہ ثابت کررہا ہے کہ الاتقی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو اس تصریح کے بعد اگر بالفرض محال قواعد کی رو سے الاتقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر علی الاستواء سچا آئے بھی تو قابل التفات نہیں، کیونکہ قرآن وحدیث کی قوانین عربی پر بالاتفاق تقدیم مسلم ہے جس میں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ لہذا الاتقی صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

جواب سوم:

اصل میں ان سب خرابیوں کا سبب جہالت ہے کیونکہ بر سبیل تنزل بالفرض قواعد کے اعتبار سے الاتقی کا مصداق تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علی الاستواء قرار دے دیا جائے اور قرآن وحدیث کی تقدیم کو تسلیم نہ بھی کیا جائے تو موصوف غایۃ التحقیق شرح کافیہ پڑھ لیں تو حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ قوانین اکثری ہوتے ہیں کلی نہیں۔ لہذا آپ کا بے بہا علم جو آپ کو آیا ہوا ہے اس جگہ ہی صرف کرنا بے سود ہے۔ (فتامل)

اگر حضرت یہ کہیں کہ کسی متن کا حوالہ پیش کریں یہ تو شرح ہے جو جوابا عرض ہے کہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزنی تمر تاشی، مصنف "تنویر الابصار الغفار" میں فرماتے ہیں:

"ان العجب من اصحاب المتون فانعم یترکون فی متوفهم قیودا۔"(1)

(1) ردالمختار کتاب الجہاد فصل فی کیفیۃ القسمۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ج ۳ ص ۲۳۵

اصحاب متون سے تعجب ہے اس لئے کہ وہ اپنے متون میں ضروری قیدیں چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے یہاں اکثر کی قید چھوڑ دی گئی ہے اور غبی لوگوں نے کلی سمجھ کر بہت بڑی خطاء کی ہے۔(فتامل)

اعتراض: صاحب زبدۃ التحقیق فرماتے ہیں۔" امام جلال الدین سیوطی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کرنے کیلئے جو استشہاد کیا ہے وہ ناکافی ہے کیونکہ کسی کے حق میں کوئی آیت یا آیات نازل ہونا سبب تخصیص نہیں ہوتا جب کہ کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو"...اس کے بعد مناہل العرفان سے یہ اقتباس بطور دلیل پیش کیا ہے کہ "جمہور کا یہ مذہب ہے کہ کسی لفظ کے مدلول کے جتنے افراد ہوتے ہیں حکم ان سب پر مشتمل ہوتا ہے"۔(1)

جواب: صاحب زبدۃ التحقیق یا تو بات کو سمجھ نہیں سکے یا پھر خیانت سے کام لیا ہے کیونکہ مناہل العرفان سے جو دلیل ذکر کی وہ یہ ہے "کہ کسی لفظ کے مدلول کے جتنے افراد ہوتے ہیں حکم ان سب پر مشتمل ہوتا ہے"۔ حضرت اگر غور فرمائیں تو اتنی مشکل نہیں کہ زیادتی عمر کی وجہ سے سمجھ ہی نہ آسکے ،اسلیے کہ قاعدہ وہ نہیں جو آپ نے ذکر کیا بلکہ قاعدہ تو یہ ہے کہ "ایک آیت یا چند آیات کا کسی شخص معین کیلئے نازل ہونا جبکہ اس میں کسی طرح عموم پایا جاتا ہو ،اس کے افراد ہوں تو یہ سبب تخصیص نہیں ہے۔اوراگر مدلول کے افراد ہی نہیں،اس میں عموم پایا ہی نہیں جاتا تو پھر شان نزول سبب تخصیص بن سکتا ہے"۔

امام جلال الدین سیوطی "الاتقان "میں فرماتے ہیں کہ مدلول افراد میں عموم سرے سے ہو ہی نہ تو شان نزول سبب تخصیص بن سکتا ہے۔

شان نزول سبب تخصیص بن سکتا ہے:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"قد علمت مما ذكران فرض المسئالة فى لفظ له عموم اما آية نزلت فى معين ولا عموم للفظها فانها تقصر عليه قطعا كقوله

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۳۶۰

تعالیٰ وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی۔ (اللیل ۱۷،۱۸)
فانھا نزلت فی ابی بکر الصدیق بالاجماع وقد استدل بھا الامام فخرالدین الرازی مع قولہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم(الحجرات ۱۳)علی انہ افضل الناس بعد رسول اللہ ﷺووھم من ظن ان الآیۃ عامۃ فی کل من عمل عملہ اجراءلہ علی القاعدۃوھذ غلط فان ھذہ الایۃ لیس فیھا صیغہ عموم"۔(1)

تحقیق تو جان چکا مذکورہ بیان سے کہ اس مسئلہ کا فرض اس لفظ کے بارے میں تھا جس میں کسی طرح کا عموم پایا جاتا ہو۔ اب یہ آیت جس کا نزول کسی شخص متعین کے بارے میں ہوا اور اس کے لفظ میں کوئی عموم نہیں تو اس کا انحصار قطعا اس شخص کے حق میں ہو گا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی یعنی آیت مقدسہ بالاجماع ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس لئے امام فخر الدین رازی نے اس کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ان اکرمکم عند اللہ اتقکم کے ساتھ ضم کر کے یہ دلیل قائم کی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام آدمیوں سے افضل ہیں۔ لہذا جو شخص یہ وہم کرے کہ آیت مقدسہ کا حکم ہر اس شخص کے بارے میں عام ہے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا کام کرے اس مذکورہ قاعدہ پر جاری کرتے ہوئے تو یہ غلط ہے درست نہیں۔ اس لیے کہ آیت میں سرے سے عموم کا کوئی صیغہ ہے ہی نہیں۔

موصوف خود بھی اس کے قائل ہیں کہ جب شان نزول متعین ہو جائے تو اس کو امت کے اجماع سے بھی خارج نہیں کیا جا سکتا ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں حوالہ گزر چکا۔ اور جب لفظ میں عموم ہی نہیں تو موصوف کو معلوم ہونا چاہیے کہ

---

(1) الاتقان فی علوم القرآن ص۸۸ دار الکتاب العربی بیروت

مراعاۃ اللفظ ہی مقتضی الحال ہے

لفظ کی رعایت کرنا ہی مقتضی الحال ہے کیونکہ کلام بلیغ کہتے ہی اس کلام کو ہیں جو فصیح ہو اور مقتضی الحال کے مطابق ہو اور قرآن سے بڑھ کر بلیغ کلام کون سا ہے؟ اور یہاں چونکہ لفظ میں عموم نہیں ہے اس اعتبار سے علیہ عموم مراعاۃ اللفظ ہے اور اسی کو امام بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی (م ۷۹۴ھ) نے مقتضی الحال بتایا ہے:

"فمن يقول بمراعاة اللفظ كان الاتفاق ماهنا هو مقتضى الاصل۔"[1]

پس جو حضرات کہتے ہیں کہ لفظ کے حکم کی رعایت کی جائے تو اس جگہ پر اتفاق ہے کہ یہ مقتضی الاصل ہے۔

یعنی اصل کا جو تقاضا ہے اس کے مطابق ہے اور صیغہ مفرد کا صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے خاص ہونا ہے جس سے ثابت ہے کہ الاتقی صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اسی وجہ سے صاحب زبدۃ التحقیق نے یہ قاعدہ "کسی لفظ کے مدلول کے جتنے افراد ہوتے ہیں حکم ان سب پر مشتمل ہوتا ہے" (جب کہ یہاں افراد ہیں ہی نہیں بلکہ ایک ہی فرد ہے اور وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں) ذکر کرنے کے بعد آیت ظہار، آیت لعان اور حد قذف کی جو مثالیں ص ۳۶۱ پر دی ہیں انمیں الفاظ عموم پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے "الذين يظهرون" اور "والذين يرمون ازواجهم" اس کے علاوہ الذين يرمون المحصنات جیسی تمام مثالوں میں شان نزول سبب تخصیص اس لیئے نہیں بن سکا کہ ان آیات میں الفاظ عموم کے ہیں۔ لہذا یہ مثالیں پیش کر کے انطباق الاتقیٰ پر کرنا قطعا درست نہیں کیونکہ الاتقیٰ میں تو عموم سرے سے ہے ہی نہیں بلکہ عموم ممتنع ہے اور قرینہ صارفہ بھی موجود ہے۔

الاتقی میں عموم ممتنع ہے:

خاتم المحدثین جلال الملۃ والدین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

"فاقول قول الجوجری (ان العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب فرع ان يكون فی اللفظ عموم حتی يكون العبرة به والاية لا عموم فيها اصلا وراسا بل هی نص فی الخصوص"۔[1]

---

(1) البرہان فی علوم القرآن ص ۲۹ دار الحدیث قاہرہ

میں کہتا ہوں (جلال الدین سیوطی) جو جری کا یہ قول کہ "لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے سبب کی خصوصیت کا نہیں۔ اس بات کی فرع ہے کہ لفظ میں عموم موجود ہو تاکہ عموم کا اعتبار کیا جاسکے۔ جبکہ یہ آیت (جس کے بارے میں بحث ہو رہی ہے) اس میں سرے سے کوئی عموم ہے ہی نہیں بلکہ یہ خصوصیت پر نص ہے۔ (اس عموم و خصوص کی مزید تفصیل تکرار سے بچنے کیلئے آئندہ صفحات میں آئے گی)

جب آیت میں خصوص ہی خصوص ہے عموم ہے ہی نہیں تو لفظ کے عموم کا اعتبار کرنا چہ معنی دارد؟ لہذا سبب کے خصوص کا اعتبار دو وجہ سے ہوگا۔

ایک تو لفظ میں عموم کے نہ ہونے کیوجہ سے

اور دوسرا بالفرض اگر عموم ہو بھی تو قرینہ صارفہ موجود ہو تو بالاتفاق سبب کی خصوصیت کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ عموم لفظ کا۔

قرینہ کے وقت سبب کی خصوصیت کا اعتبار ہوگا:

شیخ محمد عبدالعظیم زرقانی فرماتے ہیں:

"ویجب ان نلاحظ ان ھذا الخلاف القائم بین الجمھور وغیرھم محلہ اذالم تقم قرینۃ علی تخصیص اللفظ الایۃ العام بسبب نزولہ اما اذا اقامت تلک القرینۃ فان الحکم یکون مقصورا علی سببہ لامحالۃ باجماع العلماء"۔ (2)

اور واجب ہے کہ ہم لحاظ کریں اس بات کا کہ بے شک یہ اختلاف (لفظ کے عموم کا اعتبار ہوگا یا سبب کی خصوصیت کا) جو قائم ہے جمہور اور ان کے غیر کے درمیان۔ اس کا محل یہ ہے کہ شان نزول کے سبب آیت کے لفظ عام کی تخصیص پر قرینہ موجود نہ ہو (تو تب یہ اختلاف ہے)۔ بہرحال جب یہ

---

(1) الحاوی للفتاوی ص ۳۳۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(2) مناہل العرفان ج ۱ ص ۱۱۲، ۱۱۳ مطبوعہ دار الحدیث القاہرہ

قرینہ قائم ہو جائے تو بے شک بہر صورت علماء کے اجماع کے ساتھ حکم سبب خصوص پر ہی ہو گا اور یہاں پر قرینہ صارفہ موجود ہے۔لہذا الا تقی یعنی اتقی الاتقیاء علی الاطلاق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

"الا تقی" کے سبب خصوص پر قرینہ:

"الا تقی" کے سبب خصوص پر قرینہ مابعد آیت مقدسہ ' ومالا حد عندہ من نعمۃ تجزی" ہے جس کا حمل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی ایک پر بھی درست نہیں (تفصیل کیلئے گذشتہ صفحات میں الا تقی کی تفسیر بالقرآن دیکھئے) اور اس کے علاوہ سیدنا صدیق اکبر کا سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی فرمان مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں الا تقی ہونا، سیدنا حسان بن ثابت کا الا تقی کہنا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا مہر تصدیق ثبت فرماتے ہوئے صدقت یا حسان فرمانا اور اس حدیث تقریری کا قابل حجت ہونا، حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس، عبد اللہ ابن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عمر، سعید بن المسیب اور امام حسن بصری رضی اللہ عنہم کا آپ کو الا تقی فرمانا (کمامر) قرینہ نہیں تو کیا ہے؟

نتیجہ یہ نکلا جب لفظ میں عموم سرے سے ہے ہی نہیں اور قرینہ بھی موجود ہے تو سبب خصوص کا اعتبار کرتے ہوئے الا تقی صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اعتراض: صاحب زبدۃ التحقیق نے "سائل کا سوال اور اس کا جواب" عنوان قائم کر کے خود ہی ایک سوال کیا ص ۳۶۲ پر، اس کا جواب کچھ یوں دیا "جواباً عرض ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام لے لیا گیا ہوتا یا ان کے کسی عمل کی تخصیص کی گئی ہوتی اور ان کے ایسے اوصاف بیان کئے گئے ہوتے جو کسی دوسرے کیلئے ممکن نہ ہوتے تو احتمال تخصیص تھا مگر جب حکم اوصاف پر لگایا گیا تو ان اوصاف کو علت حکم مانا جائے گا۔[1]

جواب: قارئین! توجہ اور یکسوئی کے ساتھ سوال کو دیکھیں ادھر موصوف رقمطراز ہیں کہ "ان کے ایسے اوصاف بیان کئے گئے ہوتے جو کسی دوسرے کیلئے ممکن نہ ہوتے تو احتمال

---

(1) زبدہ ص ۳۶۳

تخصیص تھا"۔ پھر آگے یوں گل فشانی فرمائی۔ "مگر جب حکم اوصاف پر لگایا گیا تو ان اوصاف کو علت حکم مانا جائے گا"۔

یعنی پہلے خود ہی لکھا" اگر اوصاف بیان کیے گئے ہوتے تو احتمال تھا" پھر خود ہی اس کا بھی رد کر دیا کہ" جب حکم اوصاف پر لگایا گیا تو ان اوصاف کو علت حکم مانا جائے گا"۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جب اوصاف پر حکم لگایا گیا ہے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایسے اوصاف بیان کئے گئے ہیں جو کسی دوسرے کیلئے ممکن نہیں جیسے وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی ہے ۔اور موصوف کسی ایک جگہ پر ٹھہرتے بھی نہیں کہ پہلے اوصاف سے تخصیص پھر اوصاف سے ہی عموم۔ واہ!

خرد کا نام جنون پڑ گیا جنون کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

کیا ابھی بھی تخصیص نہیں ہوئی؟

موصوف خود فرما رہے ہیں کہ " اگر نام لے لیا گیا ہوتا تو تخصیص تھا"۔ تو گزارش یہ ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو "اتقیٰ" فرمادیا صحابہ کرام نے تصریح فرمادی کہ اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور پوری امت کے مفسرین کا اجماع ہو گیا کہ اتقیٰ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے تو اس کے بعد بھی موصوف کیلئے نام لینے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اور صاحب زبدۃ نے مزید یہ بھی لکھا کہ " ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی عمل کی تخصیص کی گئی ہوتی اور ایسے اوصاف بیان کئے گئے ہوتے جو کسی دوسرے کیلئے ممکن نہ ہوتے تو احتمال تخصیص تھا"۔ تو جواباً عرض ہے کہ ہم آپ کو آیات میں عمل کی تخصیص اور ایسے اوصاف جو کسی کیلئے ممکن نہیں دکھاتے ہیں۔

آیات میں صدیق اکبر کے عمل کی تخصیص اور اوصاف کا انحصار:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی جس پر کسی کا کوئی احسان نہیں وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس کی وضاحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۶ھ) یوں فرماتے ہیں:

"وانما قلنا انه لا یمکن حملها علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ لانه قال فی صفة هذه الاتقی۔("وما لاحد عنده من نعمة تجزی")وهذ الوصف لا یصدق علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ لانه کان فی تربیة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانه اخذه من ابیه وکان یطعمه ویسقیه ویکسوه ویربیه وکان الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منعما علیه نعمة یجب جزاؤها۔"

ہم نے کہا کہ اس آیت کریمہ کو سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ "اتقی" (متقیوں کا بادشاہ) کا وصف "وما لاحد عنده من نعمة تجزی" (اور اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) بیان کیا گیا ہے۔ یہ وصف حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سچا ہی نہیں آتا اس لئے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کے باپ سے لے لیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کھلاتے، پلاتے، لباس عطا کرتے تھے اور ان کی تربیت فرماتے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان پر انعام تھے جن کا بدلہ ان پر واجب تھا۔

"اما ابوبکر فلم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیه نعمة دنیویة بل ابوبکر ینفق علی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔"

لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی دنیاوی احسان نہیں تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مال خرچ کرتے تھے۔(1)

جب اس آیت سے مراد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مراد ہونا متعین ہے تو گویا آپ رضی اللہ عنہ کی تصریح ہو گئی کیونکہ اتقیٰ کے اوصاف ہی وہ بیان کیے گیے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی میں نہیں پائے جاتے۔ لہذا جب عمل کی تخصیص قرآن سے ثابت ہو گئی تو موصوف کے قاعدہ کے مطابق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تخصیص ثابت ہو گی۔

---

(1) تفسیر کبیر ج ۳۱ ص ۲۰۶

جب تخصیص ثابت ہو گئی تو واضح ہو گیا کہ الاتقیٰ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس خداداد وصف اکمل واتم میں تمام امتوں کا کوئی شخص شریک وحصہ دار نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ موصوف نے لکھا" چونکہ تقوی ہر مسلمان کیلئے عام ہے لہذا یہ حکم ہر مسلمان کیلئے عام ہے کوئی وجہ خصوصیت نہیں"۔ جواباً عرض ہے کیا ایک عام آدمی کا تقویٰ اور صدیق اکبر کا ایک جیسا ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ تو جس طرح ایک عام آدمی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تقویٰ برابر نہیں ہو سکتا اسی طرح صحابہ کرام اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کا تقویٰ برابر نہیں ہے۔ تقویٰ کلی مشکک ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا۔ بہر حال ذکر کردہ بحث سے تخصیص ثابت ہو گئی۔

اعتراض:

مصنف زبدۃ التحقیق نے اپنی کتاب کے ص ۳۶۴ اور ۳۶۵ پر جو اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے کہ" الاتقی پر جو الف لام ہے یہ استغراقی ہے عہد خارجی نہیں"۔ اور بطور دلیل علامہ جلال الدین محلی کا حوالہ جلالین سے پیش کیا کہ" انہوں نے ترجمہ الف لام استغراقی کا کیا ہے عہدی کا نہیں"۔

جواب:

الاتقی کا الف لام عہدی ہے استغراقی نہیں۔ استغراقی ہونے پر چونکہ صاحب زبدۃ التحقیق کو چودہ صدیوں میں ایک حوالہ علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۶۴ھ) کا ملا ہے اور وہ بھی یہ کہ انہوں نے ترجمہ الف لام استغراقی والا کیا ہے صراحتاً الف لام استغراقی کا قول نہیں کیا۔ تو ہم قارئین کو دکھانا چاہتے ہیں کہ اس کے برعکس ان کا صریح قول موجود ہے کہ یہ الف لام عہدی ہے استغراقی نہیں جس کو موصوف نے خود بھی "سائل کا بڑا علمی سوال" کا عنوان قائم کر کے ص ۳۶۴ پر نقل کیا ہے۔ الاتقی میں الف عہدی ہے اور اس کا معہود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (1)

---

(1) مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ا ص ۱۱۱ دار الحدیث القاہرہ

صاحب زبدۃ التحقیق کا اعتراض: اگر ان کے نزدیک الف لام عہدی ہے تو انہوں نے ترجمہ الف لام استغراقی والا کیوں کیا ہے؟

جواب: یہ علامہ جلال الدین محلی (م ۸۶۴ھ) کا تسامح ہے اس لیے کہ وہ الف لام کے عہدی ہونے پر تصریح فرما چکے ہیں۔ لہذا مبنی بر تسامح قول حجت نہیں بن سکتا۔ خصوصاً اس وقت کے اجماع مفسرین اور اجماع امت کے خلاف ہو۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ الف لام استغراقی کا ترجمہ کرنا سہو کتابت ہے لہذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے مطابق موصوف کا مدعا یہاں سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔

الاتقی میں الف لام کا عہدی ہونا قطعی ویقینی ہے:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) نے دو وجوہ سے الف لام کے استغراقی ہونے کو رد فرمایا ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت والدین امام کبیر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تعالی رقمطراز ہیں:

"احدهما ان العموم انما يستفاد في مثل هذه الصيغة من(ال)الموصولة او لتعريفية وليست(ال)هذه موصولة قطعا لان الاتقى افعل تفضيل، (وال)الموصولة لا توصل بافعل التفضيل باجماع النحاة وانما توصل باسم الفاعل والمفعول وفى الصفة المشبهة خلاف واما افعل التفضيل فلا توصل به بلا خلاف واما التعريفية فانما تفيد العموم اذا دخلت على الجمع فان دخلت على مفرد لم تفده كما اختار الامام فخر الدين ومن قال(انما تفيده فيه)قيده بان لا يكون هناك عهد فان كان لم تفده قطعا هذا هو المقرر فى علم الاصول والاتقى مفرد لا جمع والعهد فيه موجود فلا عموم فيه قطعا فعلم بذلك انه لا عموم فى الاتقى فتامل فانه نفيس فتح الله به على تائيدا للجناب الصديقى"۔[1]

---

(1) الحاوی للفتاوی ص ۳۳۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

ان دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس قسم کے صیغہ میں عموم کا فائدہ (ال)موصولہ یا تعریفیہ سے ہوا کرتا ہے جبکہ یہ "ال" قطعا موصولہ نہیں ہے۔ کیونکہ اتقی اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اس بات پر نحاۃ کا اجماع ہے کہ الف لام موصولہ اسم تفضیل پر داخل نہیں ہوتا۔ بلکہ الف لام موصولہ اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے اور اس کے صفت مشبہ پر داخل ہونے کے بارے میں نحاۃ کا اختلاف ہے۔ بہر حال اسم تفضیل پر بالاتفاق الف لام موصولہ داخل نہیں ہوتا۔ اور رہا الف لام تعریفیہ تو یہ عموم کا فائدہ صرف اس وقت دیتا ہے جب جمع پر داخل ہو اور جب مفرد پر داخل ہو تو عموم کا فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اختیار کیا ہے۔ اور جس نے یہ قول کیا ہے کہ یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے تو اس نے بھی یہ قید لگائی ہے کہ یہ (عموم کا فائدہ) اس صورت میں ہوگا جب کہ وہاں الف لام عہد کا نہ ہو بصورت دیگر یہ فائدہ ہر گز نہیں حاصل ہوگا یہ علم الاصول میں مقررہ قاعدہ ہے۔ اور اتقی مفرد ہے نہ کہ جمع اور عہد اس میں موجود ہے تو یوں اس میں قطعا عموم نہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ الاتقی میں عموم نہیں ہے۔ تو پوری توجہ سے سمجھو یہ نفیس تحقیق ہے جو اللہ تعالی نے بارگاہ صدیقیت کی حمایت میں مجھ پر کھولی ہے۔

"الوجه الثانی: ان الاتقی افعل تفضیل وافعل التفضیل لا عموم فیه بل وضعه للخصوص فانه لتفرد الموصوف بالصفة وان لا مساوی له فیها کما تقول زید افضل الناس اوالافضل فانها صیغة خصوص قطعاً عقلاً و نقلاً ولا یجوز ان تتناول غیره ابدا فبان بذلك انه لا عموم فی الاتقی والی ذلك یشیر تقریر الاصبهانی حیث قال: فان قلت کیف قال لایصلها الا الاشقی(اللیل: 15) وسیجنبها الاتقی (اللیل :17) وقد علم ان کل شقی یصلاها وکل تقی یجنبها لا یختص

بالصلی اشقی الاشقیاء ولا بالنجاۃ اتقی الاتقیاء؟ وان زعمت انہ نکر النار فاراد نارا بعینھا مخصوصۃ بالاشقی! فما تصنع بقولہ وسیجنبھا الاتقیٰ فقد علم ان افسق المسلمین یجنب تلك النار المخصوصۃ لا الاتقی منھم خاصہ۔"[1]

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اتقیٰ اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل میں عموم نہیں ہے۔ بلکہ اس کی وضع ہی تخصیص کے لیے ہے۔ کیونکہ اسم تفضیل کا صیغہ موصوف کی صفت کے ساتھ تفرد پر دلالت کرتا ہے اور اس پر کہ کوئی دوسرا اس صفت میں اس کے مساوی نہیں ہے۔

جیسے تو کہے "زید افضل الناس" یا "زید الافضل" جس کی بنا پر یہ قطعی، عقلی اور نقلی طور پر خصوص کا صیغہ اور اس کا غیر زید کو شامل ہونا جائز ہی نہیں قطعاً ابداً۔ لہٰذا ظاہر ہو گیا کہ الاتقیٰ میں بالکل عموم نہیں ہے اسی کی طرف امام اصبہانی نے اشارہ کیا ہے۔ بایں طور کہ فرمایا ہے اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے ارشاد فرمایا "لایصلھا الاالاشقی۔ وسیجنبھا الاتقیٰ یعنی دخول نار کو اشقی کے ساتھ خاص فرمایا اور نجات نار کو اتقیٰ کے ساتھ خاص فرمایا۔ یہ کیونکر درست ہو گا حالانکہ یہ معلوم ہے کہ ہر شقی اس دہکتی آگ میں داخل ہو گا۔ اور ہر متقی اس سے محفوظ ہو گا۔ اشقی الاشقیاء اس دخول کے ساتھ مختص نہیں ہے اور نہ ہی اتقی الاتقیاء اس سے اجتناب کے ساتھ مختص ہے اور اگر تو گمان کرے کہ بے شک نار کو نکرہ لایا گیا ہے اور اس سے مخصوص آگ مراد ہے جو اشقی کے ساتھ خاص ہے تو بس تو کیا معاملہ کرے گا وسیجنبھا الاتقیٰ کے ساتھ۔ پس معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا فاسق بھی اس مخصوص آگ سے محفوظ رہے گا نہ کہ یہ اتقیٰ کے ساتھ خاص ہے کہ صرف اس کو دخول نار سے دور رکھا جائے گا۔"

---

(1) الحاوی للفتاویٰ، صفحہ: 339، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

"قلت : الآیة واردہ فی موازنة بین حالتی عظیم من المشرکین وعظیم من المؤمنین فارید ان یبالغ فی صفتھما المتناقضتین فقیل الاشقی وجعل مختصا بالصلی کان النار لم تخلق الا له وقیل الاتقی وجعل مختصا بالنجاۃ کان الجنة لم تخلق الا له"۔ (1)

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت کریمہ دو اشخاص کے درمیان موازنہ کے لیے ذکر کی گئی ہے۔ ایک مشرکین کا عظیم فرد اور دوسرا اہل ایمان کا عظیم فرد۔ لہٰذا ان دونوں کی متضاد صفات میں مبالغہ کرتے ہوئے کہا گیا الاشقی اور اس کو صلی یعنی استغراق فی النار کے ساتھ مخصوص کیا گیا گویا کہ جہنم کی یہ آگ صرف اسی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اور کہا گیا الاتقیٰ اور اسکو نجات کے ساتھ مخصوص کیا گیا گویا کہ جنت صرف اسی کے لیے پیدا کی گئی۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"ھذہ عبارۃ وھی صریحة فی ادلة الخصوص اخذا من صیغة افعل التفضیل ومن جنح من اھل العربیه الی انھا للعموم احتاج الی تاویل الاتقی بالتقی لیخرج عن التفضیل، وھذا مجاز قطعا والمجاز خلاف الاصل، ولا یصار الیه الا بدلیل ولا دلیل یساعدہ بل الدلیل یعارضه وھو الاحادیث الواردۃ فی سبب النزول واجماع المفسرین کما نقله من تقدم فثبت بھذا کله ان الکلام علی حقیقته للتفضیل وان اللام للعھد وانه لا عموم فیه اصلا فان قلت لم یؤخذ العموم من لفظ الاتقی بل من لفظ (الذی یؤتی) فان (الذی) من صیغ العموم ! قلت ھذہ غفلة منك وجھل بالعربیة فان الذی وصف للاتقی وقد تبین ان الاتقی خاص فیجب ان

(1) الحاوی للفتاوی، صفحہ: 339، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

تکون صفته کذلك لما تقرر فی العربیة ان الوصف لا یکون اعم من الموصوف بل مساویا له او اخص منه فاشدد بهذا الکلام یدیك وعض علیه بنا جذیك"۔[1]

یہ امام اصبہانی کی عبارت ہے اور اس بات پر صراحتاً دلالت کر رہی ہے کہ آپ نے الاتقیٰ اسم تفضیل سے خصوص ہی مراد لیا ہے۔اور اہل عربیت میں سے جن کا جھکاؤ اس طرف ہے کہ یہ عموم کے لیے ہے تو وہ محتاج ہیں اتقیٰ کی تقی کے ساتھ تاویل کرنے کی طرف۔ تاکہ یہ اسم تفضیل سے خارج ہو جائے جبکہ یہ تاویل تو قطعی طور پر مجاز ہے اور مجاز خلاف اصل ہے خلاف اصل کی طرف بغیر دلیل کے کسی کلام کو پھیرا ہی نہیں جا سکتا اور دلیل تو یہاں ہے ہی نہیں بلکہ دلیل اس کے معارض پر ہے یعنی وہ احادیث جو سبب میں وارد ہوئی ہیں اور مفسرین کا اجماع جیسا کہ پہلے ذکر کر دیا گیا۔

پس ثابت ہو گیا کہ کلام اپنے حقیقی معنیٰ پر اسم تفضیل کے لیے مستعمل ہے اور لام عہد خارجی ہے اور عموم بالکل نہیں ہے۔

پس اگر تو یہ کہے کہ عموم لفظ اتقیٰ سے مراد نہیں لیتے بلکہ "الذی یؤتی" میں لفظ الذی جو کہ عموم کا صیغہ ہے سے مراد لیتے ہیں

میں کہتا ہوں یہ تیری غفلت ہے اور عربی قوانین سے جہالت ہے اس لیے کہ الذی اتقیٰ کی صفت ہے اور یہ بات واضح ہو چکی کہ اتقیٰ خاص ہے تو ضروری ہے کہ اس کی صفت بھی اسی طرح خاص ہو کیونکہ عربی قواعد میں یہ بات ثابت ہے کہ صفت موصوف سے عام نہیں ہوتی بلکہ اس کے مساوی یا اخص ہوتی ہے۔ بس تیرے ہاتھوں میں یہ پختہ کلام آ گیا اسکو مضبوطی کے ساتھ تھام لے۔

نوٹ: اس کے بعد امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) نے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۰۶ھ) کا کلام نقل کیا ہے جو اس سے پہلے گزر گیا کہ اتقیٰ کو کسی دوسرے کی صفت قرار دینا قطعاً درست نہیں۔ فانظر هناك

---

(1) الحاوی للفتاویٰ، صفحہ :340، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

امام جلال الدین سیوطی کی مذکورہ تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ عربی قواعد وضوابط کے مطابق الاتقی میں قطعی اور یقینی طور پر الف لام عہدی ہے نہ کہ استغراقی۔ لہذا الاتقی سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں اور وہی اتقی الاتقیاء علی الاطلاق ہیں۔

اور مصنف زبدۃ التحقیق کا یہ کہنا کہ "یہ صرف امام جلال الدین سیوطی کا موقف ہے" ایک بھونڈی بات ہے۔ کیونکہ پوری امت مسلمہ اور علم نحو کے آئمہ کی تصریحات کے مطابق بات وہی ہے جو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ اور اگر بالفرض محال صرف امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی موقف ہو تو تب بھی کہاں امام جلال الدین سیوطی جو مقبول بارگاہ مصطفی ہیں اور کہاں موصوف جو۔۔۔۔۔۔

آیئے مزید تشفی کیلئے علم نحو کے آئمہ کی تصریح پیش خدمت ہے کیونکہ یہ مسئلہ نحو کا ہے۔ لہذا بات بھی آئمہ نحاۃ کی معتبر ہوگی تو دیکھئے۔

علامہ عبدالرحمن جامی (م۸۹۸ھ) ی، شرح ملا جامی میں رقمطراز ہیں:

"واما مع اللام فهو فی حكم المذكور ظاهرا لانه يشار باللام الى معين بتعيين المفضل عليه مذكور قبل لفظا او حكما كما اذا طلب شخص من زيد قلت عمرون الافضل ای الشخص الذی قلنا انه افضل من زيد فعلى هذا لا تكون اللام فی افعل التفضيل الا للعهد"۔[1]

اسی قاعدہ کو توضیح کے ساتھ مجدد مائۃ حاضرہ وسابقہ، مؤید ملت طاہرہ، الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلی کے فتاوی رضویہ شریف میں ملاحظہ فرمایئے:

"قال المولى السامی نور الملة والدين الجامی قدس سره الله تعالى وضعه لتفضيل الشی على غيره فلا بد فيه من ذكر الغير الذی هو المفضل عليه وذكره مع من والاضافة ظاهر واما مع اللام فی حكم المذكور ظاهرا لانه يشار باللام الى

---

(1) شرح جامی ص ۲۸۸،۲۸۹ قدیمی کتب خانہ کراچی

معین بتعیین المفضل علیہ مذکور قبل لفظاً او حکماً کما اذا طلب شخص افضل من زید قلت عمرو الافضل ای الشخص الذی قلنا انہ افضل من زید فعلی ھذا لا تکون اللام فی افعل التفصیل الا للعھد"۔ انتھی۔[1]

حضرت بلند مرتبت نور الملۃ والدین جامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا اسم تفضیل کی وضع شئ کی غیر پر فضیلت بتانے کیلئے ہے، لہذا اس میں غیر جو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ضروری ہے من اور اضافت کے ساتھ، تو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ظاہر ہے۔ رہا لام تعریف کے ساتھ تو مفضل علیہ ظاہراً مذکور کے حکم میں ہے اس لئے کہ لام تعریف سے ایک معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو لفظ میں مذکور یا حکم میں موجود مفضل علیہ کی تعیین سے متعین ہوتا ہے جیسے کہ اگر کوئی شخص زید سے افضل مطلوب ہو تو تم کہو کہ عمرو افضل ہے (لام تعریف کیساتھ) تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جسے ہم نے زید سے افضل کہا عمرو ہے، تو اس بنا پر صیغہ افعل التفضیل میں لام عہد (تعین) ہی کے لیے ہوگا۔ انتہی۔

اس وضاحت اور تصریح کے بعد کوئی بھی حق شناس اور منصف مزاج آدمی "الاتقیٰ" کے الف لام کو استغراقی قرار نہیں دے سکتا بلکہ عہدی ہی مانے گا اور یہی حق ہے (لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کا علاج ہمارے پاس نہیں)۔

صاحب زبدۃ التحقیق کا امام جلال الدین سیوطی پر اعتراض:

اب امام سیوطی کے اس قول کا جائزہ لیتے ہیں کہ یہ "الف لام" عہدی ہے:
الف لام اپنے گھر میں یا اسمی ہوتا ہے یا حرفی۔ اسمی وہ ہوتا ہے جو اسم فاعل یا اسم مفعول بمعنی حدوث پر آتا ہے، وہ اسم تفضیل پر باجماع نحاۃ نہیں آسکتا۔ چونکہ یہ الاتقیٰ لفظاً و ظاہراً اسم تفضیل ہے لہذا اس الف لام کے لیے اسمی ہونا ممکن نہیں ہے۔

---

(1) فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۶۰۷-۶۰۶ رضا فاؤنڈیشن لاہور

دوسرا الف لام حرف تعریف ہوتا ہے اور وہ دو قسم کا ہوتا ہے:(1)عہدی (2) جنسی
پھر عہدی کی تین قسمیں ہیں:

(1) عہد ذکری، حسی یا خارجی۔ اس عہدی کے لیے تین نام استعمال ہوتے ہیں۔

(2) عہد ذہنی (3) عہد حضوری

اب عہد حسی، ذکری، خارجی پر گفتگو کرتے ہیں یہ الف لام عہد ذکری (خارجی، حسی) وہ ہوتا ہے:

- جو اس ماہیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو فرد واحد میں متحقق ہوتی ہے
- خارج میں موجود ہوتی ہے
- سامع اور متکلم کے درمیان متعین ہوتی ہے۔
- اس کا مدخول پہلے مذکور ہونا بھی ضروری ہوتا ہے اور اس کی علامت صحت یہ ہوتی ہے کہ اگر اس کو ہٹا کر اس کی جگہ ضمیر لگادی جائے تو معنیٰ میں خرابی لازم نہ آئے۔

الف لام عہد ذکری (خارجی، حسی) کی تطبیق عملی:

یہاں تو کوئی فرد واحد سابقہ مذخور نہیں جس میں "الاتقیٰ" کی ماہیت متحقق ہو اور خارج میں موجود ہو اور سامع اور متکلم (باری تعالیٰ اور جناب رسول کریم ﷺ) کے درمیان متعین ہو اور معہود کو ہٹا کر اس کی جگہ اس کی ضمیر لگائی جائے تو کوئی معنوی خرابی لازم نہ آئے اور پہلے بھی اس کا ذکر آیا ہوا ہو چونکہ یہ چار شرائط پورے ہوئے بغیر الف لام (1) عہد ذکری (خارجی، حسی) قرار نہیں دیا جائے گا چونکہ یہ ساری شرائط بھی مفقود ہیں۔ لہذا الف لام عہد ہونے کا قول باطل ہے۔ بنابریں تخصیص کا قول بھی باطل ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ آیت جس میں "الاتقیٰ" واقع ہے۔ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تخصیص کا فائدہ نہیں دے سکتی"(1)

جواب: جواب سے پہلے تمہیدی طور پر الف لام کی اقسام ملاحظہ فرمائیں:

الف لام کی اقسام:

ابتدا الف لام کی دو قسمیں ہیں: 1۔اسمی 2۔حرفی

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ نمبر 377،378

1۔ **الف لام اسمی:** وہ ہے جو اسم فاعل اور اسم مفعول حدوثی پر داخل ہوتا ہے اور الذی کا معنٰی دیتا ہے۔ مثلاً **الضارب، المضروب**

2۔ **الف لام حرفی:** وہ الف لام جو ان (اسم فاعل اور اسم مفعول حدوثی) کے علاوہ اسماء پر داخل ہوتا ہے۔

الف لام حرفی کی اقسام

الف لام حرفی کی دو قسمیں ہیں: 1۔زائدہ 2۔غیر زائدہ

1۔ **الف لام زائدہ:** وہ الف لام جو تعریف کا فائدہ نہ دے محض تحسین کلام کے لیے لایا جائے۔

2۔ **الف لام غیر زائدہ:** وہ الف لام جو تعریف کے لیے آتا ہے۔

الف لام زائدہ کی اقسام:

الف لام زائدہ کی دو قسمیں ہیں: 1۔زائدہ عوضی 2۔زائدہ غیر عوضی

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں:

- زائدہ عوضی لازم
- زائدہ عوضی غیر لازم
- زائدہ غیر عوضی لازم
- زائدہ غیر عوضی غیر لازم

1۔ زائدہ عوضی لازم:

وہ الف لام زائدہ جو کسی کلمہ کا بدل ہو اور اپنے مدخول کو لازم ہو۔ جیسے لفظ "اللّٰہ" کا لام جو کہ الٰہ کے ہمزہ کا بدل ہے۔ ہمزہ کو حذف کیا الف لام کو شروع میں لائے لام کا لام میں ادغام کیا تو "اللّٰہ" ہو گیا۔

2۔ زائدہ عوضی غیر لازم:

وہ الف لام زائدہ جو کسی کلمہ کا بدل ہو اور اپنے مدخول کو لازم نہ ہو۔ جیسے الناس کا الف لام جو کہ اناس کے ہمزہ کا بدل ہے اصل میں اناس تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے

الف لام لائے تو الناس ہو گیا۔ البتہ یہ اپنے مدخول کو لازم نہیں جسکی بناء پر الناس اور اناس دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔

3۔ **زائدہ غیر عوضی لازم:**

وہ الف لام زائدہ جو کسی کلمہ کا بدل نہ ہو اور اپنے مدخول کو لازم ہو جیسے **النجم، الثریا**

4۔ **الف لام زائدہ غیر عوضی غیر لازم:**

وہ الف لام زائدہ جو کسی کلمہ کا بدل بھی نہ ہو اور اپنے مدخول کو لازم بھی نہ ہو۔ جیسے الحسن

الف لام غیر زائدہ کی اقسام:

الف لام غیر زائدہ کی چار قسمیں ہیں:

1۔ جنسی　2۔ استغراقی　3۔ عہد خارجی　4۔ عہد ذہنی

1۔ **الف لام جنسی:**

وہ الف لام جس کے مدخول سے مراد ذات یعنی جنس ہو۔ جیسے الرجل خیر من المراۃ (جنس رجل جنس عورت سے بہتر ہے)

2۔ **الف لام استغراقی:**

وہ الف لام جس کے مدخول سے اس کے تمام افراد مراد ہوں۔ جیسے ان الانسان لفی خسر

3۔ **الف لام عہد خارجی:**

وہ الف لام جس کے مدخول سے بعض معین افراد مراد ہوں جیسے: **وسیجنبہا الاتقیٰ**

4۔ **عہد ذہنی:**

وہ الف لام جس کے مدخول سے بعض غیر معین افراد مراد ہوں جیسے: **فاخاف ان یاکلہ الذئب**

الف لام عہد خارجی کی اقسام:

الف لام عہد خارجی کی تین قسمیں ہیں:

1۔ عہد ذکری 2۔ عہد حضوری 3۔ عہد ذہنی

1۔ عہد ذکری:

وہ الف لام عہدی کہ جس کا معہود نکرہ کی صورت میں پہلے مذکور ہو۔ جیسے زجاجة الزجاجة

2۔ عہد حضوری:

وہ الف لام عہدی جس کا معہود بوقت تکلم حاضر ہو جیسے الیوم اکملت لکم دینکم

3۔ عہد ذہنی:

وہ الف لام عہدی جس کے معہود کی خاص صورت ذہن میں موجود ہو۔ جیسے اذھما فی الغار

اب پانچ وجوہ سے ہم صاحب زبدہ کے اعتراض کا جواب دیتے ہیں:

- **وجہ اول:** جب امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقیٰ کے الف لام کو عہد خارجی قرار دے دیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا ہی حجت ہے۔ صاحب زبدہ کی اتنی علمی استعداد و صلاحیت نہیں کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو رد کر سکیں۔
- **وجہ دوم:** صاحب زبدہ نے الف لام عہد خارجی کے لیے شرائط بغیر حوالہ کے لکھیں:

ہم موصوف سے پوچھنا چاہیں گے کہ بحیثیت امام النحو آپ خود ہی ان شرائط کے واضع ہیں؟ یا اگر امام النحو نہیں تو شرائط کو بغیر حوالہ سے کیوں پیش کیا۔ کیا دلیل بھی بغیر حوالہ تسلیم کی جاتی ہے؟

- **وجہ سوم:** آپ کی بیان کردہ شرائط درست نہیں ہیں: وہ اس طرح کہ آپ کی بیان کردہ تیسری شرط (سامع اور متکلم کے درمیان متعین ہو) اور چوتھی شرط (اس کے مدخول کا پہلے مذکور ہونا ضروری ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اگر اس کو ہٹا کر اس کی

جگہ ضمیر لگادی جائے تو معنیٰ میں خرابی لازم نہ آئے) کا بیک وقت پایا جانا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر تیسری شرط نہ پائی جائے تب چوتھی شرط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اس لیے اگر تیسری شرط پائی گئی تو چوتھی شرط کی ضرورت ہی نہیں رہتی یعنی چوتھی شرط ہے ہی اس لیے کہ اگر تیسری شرط مفقود ہو جائے تو اس چوتھی شرط کے ذریعے الف لام عہدی بن جائے۔ جیسا کہ متعدد قواعد نحویہ میں یہ بات موجود ہے کہ دو میں سے کسی ایک شرط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور اس کی تائید علمائے نحویین کی بیان کردہ الف لام عہد خارجی کی تعریف سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ کافیہ کے حاشیہ میں ہے۔

"وان اريد به فرد معين من افراد الجنس معهود بين المتكلم والمخاطب تسمى لام العهد الخارجي"۔[1]

یعنی اگر الف لام سے جنس کے افراد میں سے کوئی فرد معین مراد ہو جو متکلم اور مخاطب کے درمیان متعین ہے تو اس لام کو عہد خارجی کہا جاتا ہے۔

اب یہاں پر صرف ایک شرط کو بیان کیا گیا کہ متکلم اور سامع کے درمیان متعین ہو دوسری شرط کا ذکر نہیں۔ اسلیے کہ جب متکلم اور سامع کے درمیان متعین ہو گیا تو دوسری شرط (اس کے مدخول کا پہلے مذکور ہونا ضروری ہے) کی ضرورت ہی نہ رہی۔ اور یہاں الاتقیٰ کے الف لام کا معہود اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ کے درمیان متعین ہے اور وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جس پر وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ اور اس کے مابعد آیات، احادیث مبارکہ، اقوال صحابہ اور اجماع مفسرین دال ہیں۔

صاحب زبدہ اگر درسیات سے تھوڑا بھی شغف رکھتے ہوتے تو اپنی طرف سے یہ پچر کبھی نہ لگاتے کیونکہ الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد میں الکلمۃ پر الف لام عہد خارجی بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہاں الف لام کا مدخول نحویوں کے نزدیک متعین ہے اور وہ ہے کلمہ نحوی۔ اور اس کا معہود پہلے مذکور نہیں کیونکہ کتاب کی ابتدا ہی الکلمۃ سے ہو رہی ہے لیکن اس کے باوجود تمام نحویوں نے بالاتفاق الکلمۃ کے الف لام کو عہد خارجی قرار دینا درست گردانا ہے۔

---

(1) الحواشی الجدیدہ، صفحہ نمبر 2، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

باقی رہی صاحب زبدہ کی یہ بات کہ "اس کی علامت یہ ہوتی ہے اگر اس کو ہٹا کر اس کی ضمیر لگا دی جائے تو معنی میں خرابی لازم نہ آئے" تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ جب سامع اور متکلم (رب تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ) کے درمیان معہود (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) متعین ہے تو ضمیر لگانے سے کیا خرابی لازم آسکتی ہے؟

اسی طرح صاحب زبدہ کی بیان کردہ دوسری شرط (خارج میں موجود ہو) بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ اس سے تو یہ لازم آرہا ہے کہ الف لام عہد خارجی کے معہود کے لیے خارج میں پایا جانا ضروری ہے۔ حالانکہ متعدد جگہوں پر نحوی معہود کے خارج میں نہ پائے جانے کے باوجود اس کی طرف الف لام عہد خارجی کی نسبت کرتے ہیں۔ جیسا کہ الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد میں گزرا۔

- **وجہ چہارم:** بفرض محال ان شرائط کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو آپ کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ قانون نحوی اکثریہ ہیں کلیے نہیں۔
- **وجہ پنجم:** اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ قانون اکثریہ میں سے ہے جو لاگو ہوتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ اکثریہ میں سے ہو کر بھی آپ کا مدعیٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ قرآن و احادیث مقدم ہیں اور قانون نحوی موخر۔ کیونکہ قرآن و حدیث اور اجماع سے یہ بات ثابت ہو چکی کہ اتقیٰ سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں تو ان کے مقابلے میں قانون نحوی کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔؟

اعتراض: صاحب زبدۃ التحقیق نے ص ۳۶۷۔۳۶۶ پر اعتراض کیا ہے کہ ان آیات کے شان نزول کے متعلق امام ابو منصور ماتریدی نے مذہب بعض نقل کیا ہے اور علامہ تفتازانی نے "مذہب جمہور" اور علامہ سیوطی نے "ظلم کرتے ہوئے اجماع" کا قول کیا ہے۔[1]

جواب: موصوف نے اکابرین کی توہین کرتے ہوئے یہ لکھا کہ "امام سیوطی نے ظلم کیا ہے اور اجماع کا بے دردی سے استعمال کیا ہے"۔ تو نرمی کا درس دینے والے اور سختی پر طعنہ دینے والے امام سیوطی کی گستاخی کا جواب دیں؟

---

(1) ملخص زبدۃ التحقیق ص ۳۶۷۔۳۶۶

ہزاروں ڈگریاں لے کر، علم پر دسترس پاکر
برستے لفظ کتابوں سے نہ پڑھ پاؤ تو جاہل ہو

حالانکہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وہ ہستی ہیں جنہیں حالت بیدار میں 75 مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہوا۔ اور سیدی اعلیٰ حضرت محدث بریلی فرماتے ہیں کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کبریٰ پر اجماع ہے۔

اس آیت کا شان نزول صدیق کے علاوہ کسی کو قرار دینا درست نہیں جیسا کہ ہم اس باب کی ابتداء میں شان نزول کی بابت نقل کر چکے ہیں۔ لہٰذا اصح قول امام جلال الدین سیوطی کا ہی ہے دیگر اکابرین کے اقوال کو تسامح یا عدم علم کے مطابق عدم اطلاع پر محمول کیا جائے گا (واللہ اعلم بالصواب)

اعتراض:

مصنف زبدۃ التحقیق نے "الاتقی" پر توھمات میں سے ایک یہ وہم بھی پیش کیا کہ "الاتقی" تقی کے معنی میں ہے اور اس پر سب سے پہلے تفسیر نیشاپوری کا حوالہ پیش کیا کہ انہوں نے لکھا "تتناول الایۃ غیرھما۔ (1)

جواب:

"اتقی" کو تقی کے معنی میں لینا چند وجوہات کی بناء پر جائز نہیں۔ تفصیل درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ "اتقی" کو تقی کے معنی میں لینا "خارجی" کا قول ہے: امام اہل سنت سیدی اعلیحضرت محدث بریلی فتاویٰ رضویہ شریف، رسالہ "الزلال الانقی" میں "چوتھا مقدمہ" کا عنوان قائم کر کے فرماتے ہیں۔

"یہ تاویل جس کے ضعف بتانے کیلئے ہم نے کلام کے دروازے کھولے (یعنی اتقی کی تفسیر تقی سے کرنا) یہ صرف ابو عبیدہ سے منقول ہے چنانچہ اس کی تصریح علامہ نسفی نے مدارک لتنزیل میں کی ہے"۔ (1)

---

(1) زبدۃ ص ۳۶۹

ابو عبیدہ خارجی ہے:

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت محدث بریلی فرماتے ہیں کہ "یہ ابو عبیدہ ایک آدمی ہے نحو ولغت کا عالم، جو ساتویں طبقہ پر ایک فرد ہے اس کا نام معمر بن المثنی ہے، خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا اور یہ بدزبان علماء کا بدگو تھا"۔ (2)

جبکہ ہم اس سے قبل سیدنا عبد اللہ ابن مسعود، عالم امت سلطان المفسرین عبد اللہ ابن عباس، عروہ بن زبیر ان کے سگے بھائی عبد اللہ اور افضل التابعین سعید بن المسیب اور امام حسن بصری وغیرہم کی تصریحات اس آیت کی تفسیر میں نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے تو اس کو اپنے حقیقی معنی پر ہی محمول کیا ہے کوئی تاویل وغیرہ نہیں کی۔ تو کون ہے جو صحابہ کرام کی کی ہوئی تفسیر کو چھوڑ کر ایک خارجی کی تفسیر کو ترجیح دے گا؟ اور مزید یہ کہ موصوف ادھر تو عکرمہ پر خارجی ہونے کیوجہ سے جرح قدح کرتے ہیں اور جو بھی اہل سنت ہو صرف شان صحابہ اور اہلبیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیان کر دے اسے خارجیت کا تغمہ تھما دیتے ہیں لیکن ادھر ابو عبیدہ کی خارجیت کو یوں گلے لگا لیا جیسے برسوں سے بچھڑا ہوا موصوف کا جگری یار ہے۔

المختصر یہ کہ ہمیں ایک خارجی کی نقل پر قطعاً کوئی بھروسہ نہیں۔ لہذا ہم "اتقی" کو تقی کیساتھ تفسیر کرنے کو قطعا جائز نہیں سمجھتے کیونکہ یوں خارجیوں کی ایک ایک بات ہر کوئی اپنے مطلب کے مطابق لیتا رہا تو معاملہ کہاں سے کہاں پہنچ جائے گا؟

۲۔ "اتقی" کو تقی کے معنی میں لینا "تفضیلیہ" کا مذہب ہے:

شیخ المحدثین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں کہ:

"فرقہ تفضیلیہ گویند مراد از اتقی دریں آیت تقی است نہ آنکہ تقویٰ او افزوں تر از ہمہ کس باشند زیرا کہ ابو بکر صدیق در تقوی کم تر از جناب پیغمبر بودند پس اتقیٰ باں معنیٰ بر ایشاں راست نیاید بلکہ ایں لفظ مخصوص بجناب

---

(1) فتاویٰ رضویہ جلد 28، صفحہ 556، رضا فاؤنڈیشن لاہور

(2) فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۵۶ رضا فاؤنڈیشن لاہور

پیغمبر ﷺ چوں اتقیٰ بمعنیٰ تقی باشد دلالت بر افضلیت ایشاں نگردد اہل سنت جواب می گویند کہ اتقی رابہ معنی تقی گرفتن خلاف لغت عربی است پس حمل کلام الٰہی کہ قرآن عربی است براں درست نہ باشد وضرورتے کہ دریں حمل بیان کردہ اند مندفع است بآں کہ کلام در سائر ناس است نہ در پیغمبراں الخ ملخصاً"۔(1)

فرقہ تفضیلیہ کا کہنا ہے کہ اس آیت میں اتقی سے مراد تقی ہے نہ یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کا تقویٰ ہر کسی سے بڑھا ہوا ہے کیوں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تقوی میں پیغمبر اعظم ﷺ سے کمتر ہے پس اس معنیٰ میں اتقی کا اطلاق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر درست نہیں بلکہ یہ لفظ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو گا اور جب اتقیٰ تقی کے معنی میں ہو تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دلالت نہیں ہوتی۔ اہل سنت اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اتقی کو تقی کے معنی میں لینا عربی لغت کے قوانین کے خلاف ہے تو کلام الٰہی کو جو کہ عربی زبان میں ہے اس پر محمول کرنا کب درست ہو سکتا ہے؟ لہٰذا اس اشکال کو ختم کرنے کی بس یہی صورت ہے کہ یوں کہا جائے یہاں خطاب لوگوں سے ہے نہ کہ پیغمبروں سے۔

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے واضح طور پر فرمادیا کہ اتقی کو تقی کے معنی میں لینا تفضیلیہ کا مذہب ہے۔ ہم موصوف سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ تفضیلی ہیں؟ ------------ اگر موصوف جواباً ارشاد فرمائیں کہ "نہیں"

تو پھر ہم موصوف سے پوچھیں گے کہ تفضیلیوں والا کام کیوں کرتے ہیں؟

اتقی کو تقی کے معنی میں لینا عربی قوانین کے خلاف ہے:

آیت کریمہ (وسیجنبھا الاتقیٰ) میں مذکور لفظ "الاتقی" واحد مذکر اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور مزید یہ کہ اس پر الف لام بھی عہد خارجی ہے تو اس کی واحدیت اور عہدیت اس بات کی

---

(1) تفسیر عزیزی، جلد 3، صفحہ 211، مکتبہ حقانیہ پشاور

متقاضی ہیں کہ اتقی کو اس کے حقیقی معنی پر ہی محمول کیا جائے کہ یہی عربی قوانین وضوابط کے عین مطابق ہے اور اس کو تقی کے معنی میں لینا عربی قوانین کے خلاف ہے۔ موصوف اس بات سے تو آگاہ ہوں گے کہ جب تک لفظ کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنا ممکن ہو اس کو مجاز کی طرف نہیں پھیرا جاسکتا تو یہاں بھی لفظ اتقی کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنے میں کوئی مانع نہیں بلکہ حقیقی معنی لیناہی احسن ہے اور قرآن، حدیث اجماع امت کے موافق اور مثبت عقیدہ اہل سنت ہے، لہذا اس کا حقیقی معنی ہی مراد ہوگا اور اس کا مصداق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

لفظ کو حقیقی معنیٰ پر محمول کیا جائے:

رئیس المتکلمین علامہ مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ) رقمطراز ہیں الفاظ کو شارع نے واضع فرمائے مانند صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ کے حمل ان کا تا امکان معانی موضوع لہا پر واجب ہے (کمافی التوضیح)

"اذا استعمل اللفظ یجب ان یحمل علی المعنی الحقیقی فاذا لم یمکن فعلی المعنی المجازی"۔ (1)

لفظ کو جب استعمال کیا جائے تو اس کو معنی حقیقی پر محمول کرنا واجب ہے ہاں جب معنی حقیقی پر حمل ممکن نہ ہو تو اس کو معنی مجازی پر محمول کیا جائے گا۔

نور الانوار میں ہے:

"(ومتی امکن العمل بما سقط المجاز) هذا اصل کبیر لنا یتفرع علیه کثیر من الاحکام ای ما دام العمل بالمعنی الحقیقی سقط المعنی المجازی لانه مستعار والمستعار لایزاحم الاصل"۔ (2)

---

(1) التوضیح شرح التنقیح ج۱ ص۱۹۵

(2) نور الانوار باب الکتاب الفصل الرابع ج۸ ص۲۳۱

اور جب معنی حقیقی پر عمل کرنا ممکن ہو تو معنی مجازی ساقط ہو جائے گا ہمارے لئے یہ بہت بڑی اصل ہے اور کثیر احکام اس پر متفرع ہوتے ہیں۔یعنی ہمیشہ جب تک ممکن ہو عمل معنی حقیقی پر ہو گا معنی مجازی ساقط ہو جائے گا کیونکہ معنی مجازی مستعار ہے اور مستعار اصل کے مقابل نہیں ہو سکتا۔

کشف المنار میں ہے:

"لانہ خلف والحقیقۃ اصل"۔(1)

اس لئے کہ مجاز خلیفہ ہے اور حقیقت اصل ہے۔

مسلم الثبوت میں ہے:

"واجیب بالتجوز قلنا خلاف الاصل فلا مصیر الا بدلیل"۔(2)

جواز کا قول کرنے والوں کو جواب دیا گیا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ مجاز خلاف اصل ہے اور اصل کے خلاف کی طرف دلیل کے بغیر نہیں پھیرا جائے گا۔

بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حقیقت کو مجاز متعارف پر بھی ترجیح دیتے ہیں اور بعض محققین علم اصول باعتبار سامع کے مجاز کو ضروری کہتے ہیں کہ اسکی طرف مصیر محض بضرورت بوجہ تعذر حقیقت ہوتی ہے۔

علمائے اصول وادب کا اس بات پر کہ " تا امکان حقیقت ہی پر عمل ضرور" اتفاق رہا ہے اور ائمہ مجتہدین نے بحالت عدم تعذر اسی پر عمل کیا ہے اس زمانہ میں کچھ لوگوں نے بر خلاف اس قاعدہ کے نصوص کتاب و سنت کو مجاز شرعی اور اپنی اصطلاح اختراعی پر حمل کرنے کی عادت کی ہے۔(3)

---

(1) کشف الاسرار شرح المنار بالکتاب الفصل الرابع جلد ا ص ۲۴۱

(2) مسلم الثبوت المقالۃ الثلاثۃ فی المبادی اللغویہ الفصل الثالث ص ۱۲۶ ابتصرف

(3) اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد ص ۴۱، ۴۰ مطبوعہ دار اہل السنۃ کراچی

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا صاحب زبدۃ التحقیق اور ان کے جملہ ہمنوا اپنی اختراع کے سبب حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرنے پر مصر ہیں تا کہ ایک اجماعی عقیدہ میں رخنہ ڈالا جا سکے۔

مجدد مائۃ حاضرہ و سابقہ، سیدی اعلیحضرت، محدث بریلی رقمطراز ہیں:

عقل و نقل کی بکثرت دلیلیں اس پر متفق ہیں کہ الفاظ کو اپنے ظاہری معنی سے پھیرنا منع ہے جب تک کہ سخت حاجت نہ ہو جو لفظ کو ظاہری معنی سے پھیرے بغیر دفع نہ ہو ورنہ یہ بے ضرورت پھیرنا تاویل نہ ہو گا بلکہ تغیر و تبدیل ٹھہرے گا اور اگر بے ضرورت پھیرنے کا دروازہ کھل جائے تو نصوص شرعیہ سے امان اٹھ جائے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور یہ مسئلہ چونکہ نہایت ظاہر ہے اس لئے اس نے ہمیں دلیل قائم کرنے کی زحمت سے بے نیاز کر دیا۔

بعض علماء نے اسے عقائد کے متون میں رکھا، اور یہ مسئلہ اس کا سزاوار ہے اس لئے کہ سب بدمذہبوں کی ساری کوشش یہی ہے کہ عبارات شرعیہ کو ان کے ظاہری معنی سے پھیر دیں اور فاسد تاویلوں اور کھوٹے احتمالوں اور نہ چلنے والے بہانوں کے مرتکب ہوں۔ تو ہم پر واجب ہے کہ نصوص شرعیہ کو مقام ضرورت کے سوا ہمیشہ ان کے ظاہری معنی پر رکھنا واجب بتا کر ان تاویلات کا مادہ کاٹ دیں، اور یہ بات خوب ظاہر ہے۔[1]

امام اہل سنت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کی حفاظت واجب ہے یعنی لفظ کو ظاہر سے پھیرنا جائز نہیں مگر بہ ضرورت، اور ضرورت کہاں؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ جس تاویل کی طرف لوگ مائل ہوئے اس سے تو قباحت ہی زیادہ ہوئی تو لازم ہے کہ ہم اس سے منہ پھیریں اور ابو عبیدہ نے جو پاپڑ بیلے اس کاوش میں وہ نہ صواب کو پہنچا اور نہ کوئی مفید بات کہی۔ تو ہم اللہ تعالیٰ کے قول کے ظاہری معنی کو ایسے شخص کے کہنے سے کیسے چھوڑ دیں جو نہ معصوم تھا نہ صحابی تھا نہ تابعی نہ سنی نہ اپنے مطلب میں صواب کو پانے والا نہ اپنے مفر میں نفع بخش۔۔۔؟؟[2]

---

(1) فتاویٰ رضویہ ج ۲۸، ص ۴۳۲، ۵۳۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور

(2) فتاویٰ رضویہ ج ۲۸، صفحہ ۶۰۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور

تفضیلی بتائیں:

اعلیٰ حضرت ایک سوال پوچھ رہے ہیں تفضیلی اس کا جواب دیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"اے لوگو! میں تم سے ایک بات پوچھوں تو کیا جواب دو گے، مجھے بتاؤ اگر آیت لفظ تقی کے ساتھ وارد ہوتی اور ابو عبیدہ لغوی اسے اتقی سے تفسیر کرتا تو ہم اس کے قول سے چمٹ جاتے اور تمہیں اسے قبول کرنے کی دعوت دیتے اب تم کیا کرتے؟

لیکن انصاف کمیاب شیءہے اور بڑے نصیب والے ہی کو ملتا ہے"۔ (1)

قارئین کرام! ائمہ معتمدہ اکابرین اہل سنت کی توضیحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اتقی کو تقی کے معنی میں لینا بالکل ناجائز ہے کیونکہ یہ تاویل اس جگہ تبدیل و تغییر ہے جیسا کہ بدمذاہب کا شیوہ ہے الفاظ کو ان کے ظاہری معانی سے پھیرنا۔

بقول امام اہلسنت: ہم تو یہی عرض کریں گے للہ انصاف! اللہ کے حضور جانا ہے اور اسے منہ دکھانا ہے ایک ذرا دیر منہ زوری، ہماہمی، ڈھٹائی ہٹ دھرمی کی نہیں سہی آدمی اپنے گریبان میں منہ ڈالے ان اکابر ائمہ عظام کے حضور اپنی لیاقت و قابلیت دیکھ بھالے تو کہیں تحت الثریٰ تک بھی پتہ چلتا ہے؟ ایمان نہ نکلے تو ان کے ادنیٰ تو ان کے ادنیٰ شاگردان شاگرد کی شاگردی وکفش برداری کی بھی لیاقت نہ نکلے خدارا جو شکاران شیران سرزہ کی جست سے باہر ہو لومڑیاں گیدڑ اس پر ہمکنا چاہیں۔

ایسا نہ ہو یہ درد بنے درد لادوام
ایسا نہ ہو کہ تم بھی مداوا نہ کر سکو

اعتراض:

صاحب زبدۃ التحقیق نے ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ "بقول تمہارے یہ بات مان لی جائے کہ اتقی کو تقی کے معنی میں لینا درست نہیں تو جن مفسرین کرام نے اتقی کی تفسیر تقی سے کی (جیسا کہ صاحب زبدۃ التحقیق نے حوالاجات بھی نقل کئے ہیں) تو ان کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟" (2)

---

(1) فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۰۱ رضا فاؤنڈیشن لاہور

(2) زبدۃ التحقیق، صفحہ 373، 375، 374

جواب:

مفسرین کی ہر بات کو ماننا ضروری نہیں۔ جیسا کہ سیدی اعلیحضرت محدث بریلوی فرماتے ہیں:
بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول کرنا ضروری ہو اگرچہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی مؤید ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جز بلکہ ایک جز کو بھی نہیں پہنچتا۔
امام جوینی کا قول ہے علم تفسیر مشکل اور کم ہے، اس کا مشکل ہونا تو کئی وجوہ سے ظاہر ہے، ان میں روشن تر وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے متکلم (عز جلالہ) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس سے سن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف رسائی کا امکان ہے بخلاف امثال واشعار اور ان جیسی اور باتوں کے کہ انسان کو بولنے والے کی مراد معلوم ہو سکتی ہے جب وہ بولے بایں طور کہ وہ اس سے خود سنے یا اس سے سنے جس نے اس سے سنا ہو۔ رہی قرآن کی قطعی طور پر تفسیر تو وہ رسول اللہ ﷺ سے سنے بغیر معلوم نہ ہو گی۔[1]
لہذا مفسرین کی ہر بات کو ماننا ہمارے لئے ضروری نہیں خصوصاً جبکہ ان کی منقولہ بات قرآن، حدیث اور اجماع امت کے بھی خلاف ہو۔

اعتراض:

صاحب زبدۃ التحقیق نے "الا تقیٰ" کو تقی کے معنیٰ میں استعمال کرنے کے لیے ایک دلیل شرح ابن عقیل سے بھی ذکر کی ہے اور موصوف نے قلت اطلاع کا بھی طعنہ دیا ہے۔
موصوف رقمطراز ہیں:

> ”نیز یہ کہنا کہ صیغہ اسم تفضیل کا بمعنیٰ صفت مشبہ استعمال نہیں کیا جا سکتا یہ بھی قلت اطلاع کی بات ہے ورنہ اسکی مثالیں جملہ اہل علم کے نزدیک مسلمہ ہیں“[2]

---

(1) اس سے آگے فتاویٰ رضویہ ج 28 ص 532 رضا فاؤنڈیشن لاہور

(2) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۳۷۴

اور پھر کتاب کی اصل عبارت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"شرح ابن عقیل مصنفہ بہاؤالدین عبداللہ بن عقیل العقیلی المصری الہمدانی متوفی ۷۶۹ھ جلد ۳، صفحہ ۱۸۲ پر حوالہ ملاحظہ ہو:

"ومن استعمال صیغة افعل لغیر التفضیل قوله تعالیٰ وهو الذی یبدا الخلق ثم یعیده وهو اهون علیه (30/27) وقوله تعالیٰ ربكم اعلم بكم (17/54) ای وهو هین علیه وربكم عالم بكم۔"

پہلی آیت میں "اھون" بمعنیٰ ھین اور دوسری میں "اعلم" بمعنیٰ عالم ہے۔
قرآن مجید کی ان دو آیات میں صیغہ اسم تفضیل اسم فاعل وصفت مشبہ کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے جب قرآن مجید میں اسم تفضیل کا اسم فاعل وصفت مشبہ کے معنیٰ میں استعمال ہونے کے دو نمونے مل گئے پھر کیا شک باقی رہ گیا؟
اب ایک قول شاعر بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

وان مدت الایدی الی الزاد لم اکن
باعجلهم اذا جشع القوم اعجل

یہاں اعجل بمعنیٰ عجل ہے (شرح ابن عقیل، ص:182/3)"[1]

جواب نمبر ۱: سب سے پہلی گزارش تو یہ ہے کہ موصوف لغت عرب کے ذخیرہ میں سے دو اشعار اور اس کے علاوہ چند مثالیں لا کر امت مسلمہ کے اجماعی عقیدے کے خلاف الفاظ کو قوانین عربی کے خلاف استعمال کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اب کہاں لغت عرب کا ایک ان گنت ذخیرہ جہاں افعل اسم تفضیل کے معنیٰ میں مستعمل ہے اور کہاں موصوف کی مذکورہ چند مثالیں؟ تو کیا ایک قطعی اور اجماعی عقیدے کے خلاف مذکورہ چند مثالیں کفایت کریں گی؟؟

جواب نمبر ۲: موصوف کو شرح ابن عقیل کے استدلال پر ہم یہی عرض کریں گے کہ

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ:۳۷۶

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

یعنی موصوف کو شرح ابن عقیل کی مذکورہ عبارت تو نظر آگئی لیکن اس سے پہلے لکھا ہوا لفظ ”قیل“ نظر نہ آسکا۔ یا پھر نوبت بایں جا رسید کہ

ہر نقش محبت میں الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

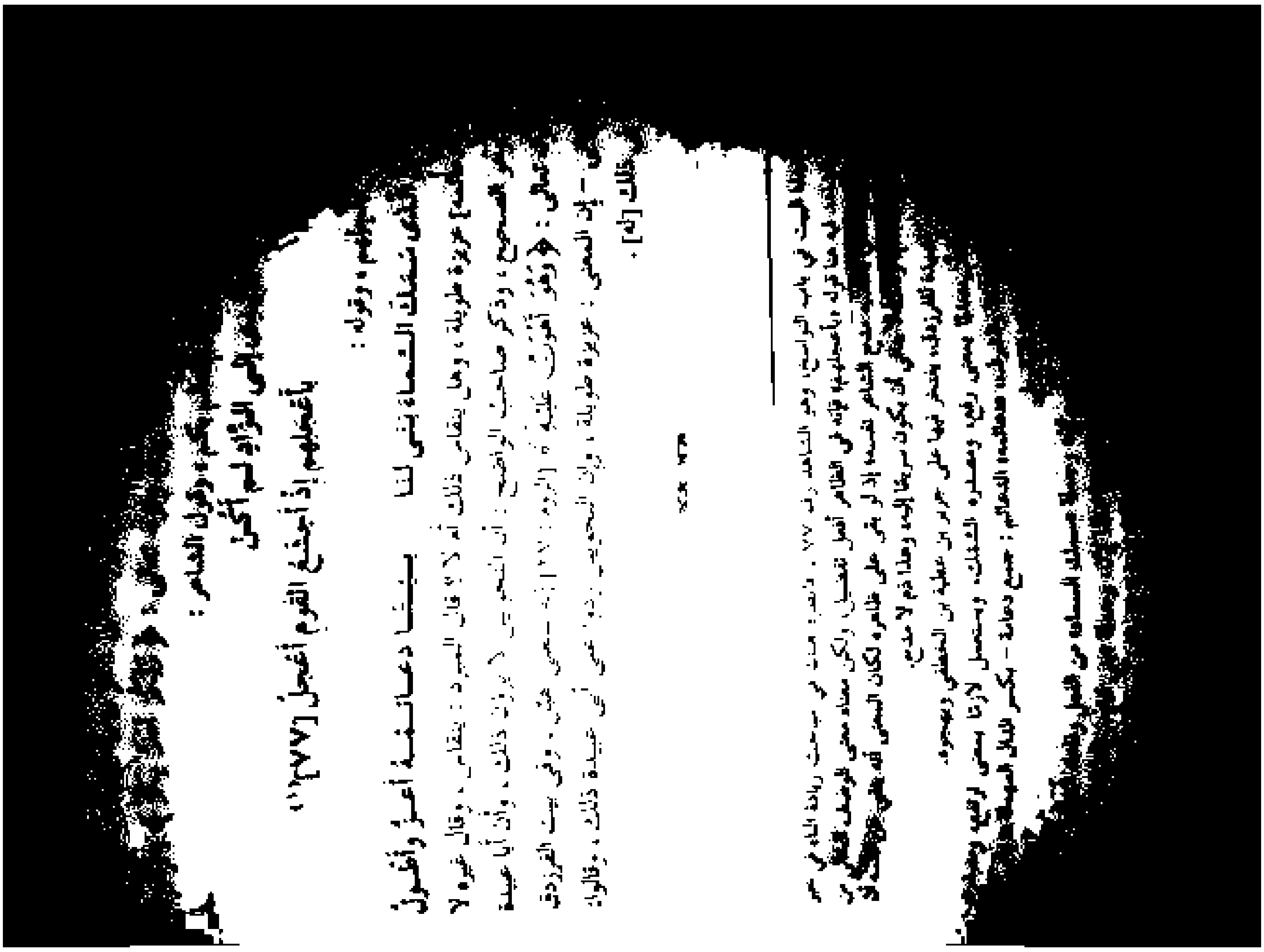
یعنی موصوف نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کمال خیانت کا مظاہرہ فرمایا اور ”قیل“ کو بھی خمس سمجھ کر ہضم کر گئے۔

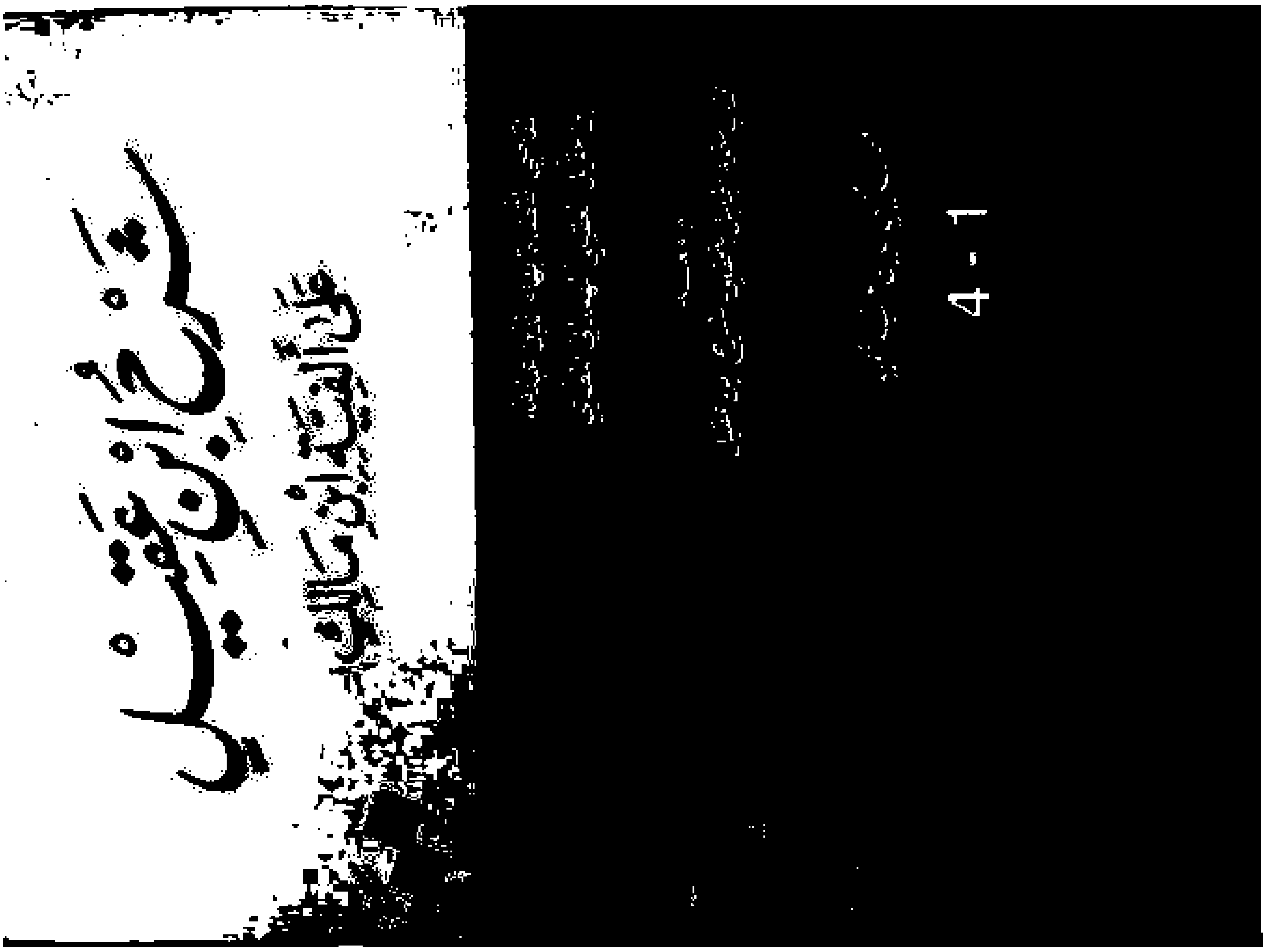
”یہ اپنی اپنی عادت ہے اور اپنا اپنا شیوہ ہے“

قارئین کرام! موصوف کی متدل عبارت سے قبل صاحب شرح ابن عقیل نے لفظ ”قیل“ ذکر کیا ہے جس کا واضح مطلب اس مؤقف کے ضعف کو بیان کرنا تھا۔ تو موصوف ایک ضعیف قول کو لے کر چلے عقیدہ اجماعی کو رد کرنے۔ صاحب زبدۃ التحقیق سے عرض یہ ہے کہ کیا ضعیف قول سے بھی اجماعی عقیدہ کا رد ہو سکتا ہے یا ضعیف قول بھی کسی عقیدے کی بنیاد بن سکتا ہے؟؟؟

قارئین کی تشفی کے لیے
شرح ابن عقیل کی اصل عبارت
جو قیل کے ساتھ مذکور ہے کا عکس
اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:

(شرح ابن عقیل، جلد ۳، صفحہ: ۱۲۴)




4 - 1

جواب نمبر ۳

صاحب زبدۃ قلت اطلاع کا طعنہ علمائے حقہ کو دے رہے تھے لیکن معاملہ اس کے برعکس نکلا کیونکہ موصوف اگر شرح ابن عقیل کی شرح "العذب السلسبیل بتیسیر شرح ابن عقیل" دیکھ لیتے تو اتقی کو تقی کے معنیٰ میں لینے والا "لایعنی" قول کبھی نہ فرماتے۔ اس لیے کہ شارح نے اتقی کو تقی کے معنیٰ لینے والوں کا رد کیا ہے اور اس کو جمہور کے مذہب کے خلاف لکھا ہے۔

شارح شرح ابن عقیل میں عبارت مذکورہ کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

الخلاف فی قیاس مجیء (افعل) لغیر التفضیل

سوال: اختلف النحاة فی قیاس استعمال صیغة (افعل) لغیر التفضیل، اذکر المذهبین فی ذلك؟

جواب: ورد فی قیاس استعمال صیغة (افعل) لغیر التفضیل مذهبان

الاول: للمبرد، وهو انه ینقاس

الثانی: لغیره، وهو انه لا ینقاس وهو الصحیح ویؤکد ذلك ان النحویین ردوا علی ابی عبیدة تفسیره "اهون" بهین واعز واطول فی بیت الفرزدق بعزیزه وطویله وقالوا لا حجة له فی ذلك۔ (1)

افعل کا غیر تفضیل کے لیے استعمال ہونے میں اختلاف

سوال: نحویوں نے افعل کے صیغہ کو غیر تفضیل کے لیے استعمال ہونے میں اختلاف کیا ہے اس کے متعلق دو مذاہب ہیں وہ دونوں بیان فرمائیں؟

جواب: افعل اسم تفضیل کا غیر تفضیل کے لیے استعمال ہونے میں دو مذاہب ہیں۔

پہلا مذہب: مبرد کا ہے کہ اسم تفضیل کا صیغہ غیر تفضیل کیلیے استعمال ہو سکتا ہے۔

(1) العذب السلسبیل بتیسیر شرح ابن عقیل، صفحہ: ۴۹۲، دار احیاء التراث الاسلامی مکۃ المکرمہ

دوسرا مذہب: مبرد کے علاوہ (جمہور) کے نزدیک اسم تفضیل کا غیر تفضیل کے لیے استعمال ہونا درست نہیں۔ اور یہی صحیح مذہب ہے۔

اور جمہور کی اس بات کو نحویوں کی تائید مزید پختہ کرتی ہے کہ نحویوں نے ابو عبیدہ (جس نے سب سے پہلے اتقیٰ کو تقی کے معنیٰ میں لیا) کا رد کیا ہے کہ اس نے اھون کی تفسیر ھین کے ساتھ اور اعز کی عزیزۃ کے ساتھ اور اطول کی طلیۃ کے ساتھ فرزدق کے شعر میں کی ہے درست نہیں ہے۔

نحوی حضرات کہتے ہیں کہ اسم تفضیل کو غیر تفضیل کے لیے استعمال کرنا جیسا کہ ابو عبیدہ نے مبرد کے مذہب کے مطابق کیا ہے پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے۔

قارئین کرام! اسم تفضیل کو غیر تفضیل کے لیے استعمال کرنا صرف ایک شخص مبرد کا مذہب ہے۔ سب سے پہلے اسم تفضیل کو غیر تفضیل میں استعمال کرنے والا ابو عبیدہ خارجی ہے اس کے علاوہ جس نے بھی نقل کیا ابو عبیدہ سے ہی نقل ہوتا ہوا آیا۔ مزید بر آں کہ ان کے پاس غیر تفضیل کے لیے استعمال ہونے پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں ہے یعنی دعویٰ بلا دلیل ہے اور دعویٰ بلا دلیل چودہ صدیوں میں نہ ثابت ہوا ہے نہ قیامت تک ثابت ہوگا۔

لہٰذا ہمارا مدعیٰ ثابت ہے کہ اتقیٰ اپنے حقیقی معنیٰ میں استعمال ہے اور اس سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

صاحب زبدۃ التحقیق پر اعتراض

اگر اسم تفضیل کو اسم فاعل یا صفت مشبہ کے معنیٰ میں ہی استعمال کرنا ہے تو ان معانی (اسم فاعل اور صفت مشبہ) کے لیے تو الگ اوزان موجود ہیں پھر اسم تفضیل کو کیوں وضع کیا گیا؟؟؟

اگر آپ کہتے ہیں کہ اسم تفضیل کبھی اسم تفضیل کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی دیگر معانی (اسم فاعل اور صفت مشبہ) میں، تو پھر وہ قرینہ اور قانون اصولیین کی تصریح کے مطابق بتائیں جس قرینہ اور قانون کے تحت اسم تفضیل اپنے غیر (اسم فاعل اور صفت مشبہ) کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے؟؟

اھون میں مخلوق کے اعتبار سے اسم تفضیل والا معنیٰ ہے

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ) رقمطراز ہیں:

”میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے، رہی وہ بات جو شاہ صاحب (عبدالعزیز محدث دہلوی) نے ذکر کی کہ یہ (اتقیٰ بمعنیٰ تقی ہونا) ممنوع و مدفوع ہے، کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کا قول وھو الذی یبدا الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ (اور وہی ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہیے) حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز دوسری چیز سے زیادہ آسان نہیں (یعنی رب تعالیٰ کو ہر چیز پر یکساں قدرت حاصل ہے) اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ بنانا تمہاری نظر میں زیادہ آسان ہونا چاہیے۔[1]

یعنی اھون اپنے حقیقی معنی اسم تفضیل میں ہی مستعمل ہے لیکن اس میں تفضیل والا معنیٰ مخلوق کے اعتبار سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے۔لہذا موصوف کو یہاں بھی ناکامی کے سوا کچھ نہیں آیا

جواب چہارم: موصوف نے دھوکہ دہی کے لیے شرح ابن عقیل کی عبارت نقل کی اگر اس سے ایک صفحہ پہلے اسم تفضیل کے استعمال کے تینوں طریقے من، اضافت اور الف لام کے الگ الگ احکام پڑھ لیتے تو اتقیٰ کو تقی کے معنیٰ میں لینے کی بات کبھی نہ کرتے۔

اس کی تفصیل بیان کرنے سے قبل تمہیدی طور پر اسم تفضیل کے استعمال کے طریقے اور احکام ملاحظہ فرمالیں:۔

اسم تفضیل کے استعمال کی صورتیں

اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقے ہیں:

ا۔الف لام کے ساتھ

---

(1) فتاویٰ رضویہ جلد 28، صفحہ 604، رضافاؤنڈیشن لاہور

۲۔ اضافت کے ساتھ

۳۔ الف لام اور اضافت کے بغیر

ا۔ الف لام اور اضافت کے بغیر استعمال کا حکم

اسم تفضیل جب "الف لام" اور "اضافت" کے بغیر استعمال ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ لازماً واحد مذکر کے صیغہ میں آتا ہے اور اس کے بعد حرف جر "من" آتا ہے۔ مثلاً

الجمل اصبر من غیرہ علی العطش
الجملان اصبر من غیرھما علی العطش
الجمال اصبر من غیرھم علی العطش

اسی طرح

الناقة اصبر من غیرھا علی العطش
الناقتان اصبر من غیرھما علی العطش
النوق اصبر من غیرھن علی العطش

اسی طرح

الشمس اکبر من الارض
المنافقون اضطر من الاعداء الظاھرین
العلم انفع من المال

ان مثالوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم مفضل (جسے فضیلت دی گئی) خواہ مذکر ہو یا مؤنث، مفرد ہو، تثنیہ ہو یا جمع ہر صورت میں اسم تفضیل مذکر مفرد کے صیغے میں ہی آتا ہے۔

نوٹ

اگر قرینہ موجود ہو تو حرف جر 'من' اور اس کے بعد والے اسم (یعنی مفضل علیہ جس پر فضیلت دی گئی) کو حذف کیا جاسکتا ہے جیسے ارشاد ربانی ہے والآخرة خیر و ابقیٰ (اور آخرت بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے) اصل میں یوں تھا والاخرة خیر من الدنیا

وابقی منھا (اور آخرت دنیا سے بہتر اور اس سے زیادہ باقی رہنے والی ہے) آخر سے من الدنیا اور منھا کو حذف کر دیا گیا۔
اسی طرح اللہ اکبر ہے کہ اصل میں یوں تھا اللہ اکبر من کل شی (اللہ ہر چیز سے بڑا ہے) آخر سے من کل شی کو حذف کر دیا گیا۔

صاحب شرح ابن عقیل کی تائید

تفصیل کو صاحب شرح ابن عقیل نے اجمالاً یوں بیان کیا ہے

فیکون افعل فی ھاتین الحالتین مذکرا مفرداً ولا یؤنث ولا یثنی ولا یجمع۔[1]

یعنی افعل (اسم تفضیل) جب من کے ساتھ استعمال ہو چاہے من لفظوں میں مذکور ہو یا محذوف ہو دونوں حالتوں میں اسم تفضیل کا صیغہ مذکر مفرد استعمال ہو گا۔ مؤنث تثنیہ اور جمع نہیں ہو گا۔ اس کی تفصیل ما قبل امثلہ کے ساتھ ذکر کر دی گئی ہے۔

اسم تفضیل کا الف لام کے ساتھ استعمال کا حکم

الف لام کے ساتھ "اسم تفضیل" آئے تو وہ صفت کے طور پر ہوتا ہے۔ لہٰذا تذکیر و تانیث اور مفرد و تثنیہ و جمع میں اپنے موصوف کے مطابق آئے گا۔ جیسا کہ صاحب شرح ابن عقیل رقمطراز ہیں:۔

اذا کان افعل التفضیل ب(ال) لزمت مطابقته لما قبله فی الافراد والتذکیر وغیرھما فتقول (زید الافضل) و(الزیدان الافضلان) ،(والزیدون الافضلون)،(وھند الفضلی) ، والھندان الفضلیان) (والھندات الفضل، او الفضلیات) ولا یجوز عدم مطابقته لما قبله. فلا تقول:۔(الزیدون الافضل)ولا (الزیدان الافضل) ولا

---

(1) شرح ابن عقیل، جلد:۳، صفحہ ۱۲۱، دار ابن کثیر بیروت

(هند الافضل)ولا (الهندان الافضل) ،ولا (الهندات الافضل)؛ ولا یجوز ان تفترن به"من"فلا تقول"زید الافضل من عمرو"[1]

یعنی جب افعل التفضیل "الف لام" کے ساتھ استعمال ہو تو اس وقت صیغہ اسم تفضیل کی افراد اور تذکیر وغیرہ میں ما قبل کے ساتھ مطابقت لازم اور ضروری ہے۔ جیسے تو کہے:

زید الافضل	الزیدان الافضلان
الزیدون الافضلون	هند الفضلى
هندان الفضلیان	هندات الفضل او الفضلیات

اور جب اسم تفضیل الف لام کے ساتھ استعمال ہو تو ما قبل کے ساتھ "عدم مطابقت" جائز نہیں ہے اس بناء پر درج ذیل مثالیں درست نہیں۔

الزیدون الافضل	الزیدان الافضل
هند الافضل	الهندان الافضل
الهندات الافضل	

کیونکہ ان میں ما قبل کے ساتھ واحد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مطابقت نہیں پائی گئی۔

اور جب اسم تفضیل الف لام کے ساتھ استعمال ہو تو اس کے ساتھ من کا لانا بھی جائز نہیں یعنی "زید الافضل من عمرو" کہنا جائز نہیں۔

اسم تفضیل جب اضافت کے ساتھ استعمال ہو

اگر اسم تفضیل مضاف ہو کر آئے تو اس صورت میں اس کے بعد من نہیں آتا۔ اس کی اضافت کے لیے ضروری ہے کہ مضاف، مضاف الیہ میں سے ہو (یعنی اس کا جز ہو)

اسم تفضیل جب اضافت کے ساتھ مستعمل ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ اضافت اسم نکرہ کی طرف ہو گی

۲۔ اضافت اسم معرفہ کی طرف ہو گی

---

(1) شرح ابن عقیل، جلد ۳، صفحہ ۱۲۲، دار ابن کثیر بیروت

اضافت اسم نکرہ کی طرف ہو

اضافت اگر اسم نکرہ کی طرف ہو تو لازم ہے کہ اسم تفضیل مفرد مذکر کے صیغے میں آئے اور مضاف الیہ تذکیر و تانیث اور مفرد تثنیہ جمع میں اس ذات یا چیز کے مطابق ہو جس کے لیے اسم تفضیل آیا ہے مثلاً:۔

هذا الوجه احسن وجه

هذان الوجهان احسن وجهين

وجوه الشرفاء احسن وجوه

هذه الصورة احسن صورة

هاتان الصورتان احسن صورتين

هذا الصور احسن صور

اسم تفضیل اسم معرفہ کی طرف مضاف ہو

اگر اسم تفضیل اسم معرفہ کی طرف مضاف ہو تو تذکیر و تانیث میں اس کا مفضل کے مطابق ہونا اور مطابق نہ ہونا (یعنی مفرد مذکر کے صیغے میں ہی آنا) دونوں درست ہیں جیسے:

عدم مطابقت کی مثالیں:۔

عمر اعدل الامراء

العمران اعدل الامراء

الخلفاء الراشدون اعدل الامراء

مطابقت کی مثالیں:۔

هذه كبرى التلميذات

هاتان كبريا التلميذات

هؤلاء كبريات التلميذات

"الاتقی" (اسم تفضیل) الف لام کے ساتھ مستعمل ہے

قارئین کرام! مذکورہ بحث میں ہم نے اسم تفضیل کے تینوں طریقوں کے استعمال کے احکام بالتفصیل ذکر کئے ہیں۔ جن میں اسم تفضیل الف لام کے ساتھ مستعمل ہونے کی صورت میں

یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ اس صورت میں اسم تفضیل ما قبل کی صفت واقع ہوتا ہے اور ما قبل کے ساتھ اس کی مطابقت افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں ضروری ہے۔ تو یہاں اتقیٰ واحد مذکر کا صیغہ ہے جو ما قبل۔ کی ضمیر ھو (واحد مذکر) سے صفت واقع ہو رہا ہے اور اس بات کا مقتضی ہے کہ اس میں جمع والا معنیٰ لینا قطعاً درست نہیں۔ لہٰذا الاتقیٰ واحد مذکر کے لیے ہی مستعمل ہے اور وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

صاحب زبدہ کا قیاس باطل ہے

یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ "الف لام" کے ساتھ مستعمل اسم تفضیل کو "من" کے ساتھ مستعمل اسم تفضیل پر قیاس کرنا درست ہی نہیں اس لیے کہ دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ جبکہ صاحب زبدہ نے "الف لام" کے ساتھ مستعمل اسم تفضیل کو "من" کے ساتھ مستعمل اسم تفضیل پر قیاس کیا ہے وہ اس طرح کہ صاحب زبدہ نے اسم تفضیل کو غیر تفضیل میں استعمال ہونے کی جتنی بھی مثالیں پیش کی ہیں وہاں اسم تفضیل من کے ساتھ مستعمل ہے جبکہ محل نزاع اسم تفضیل کا الف لام کے ساتھ (الاتقیٰ) ہونا ہے نہ کہ من کے ساتھ۔ لہٰذا موصوف ایک مرتبہ پھر بری طرح ناکام ہوئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صاحب زبدہ نے جو مثالیں پیش کی ہیں وہ مرجوع اور شاذ ہیں جیسا کہ ان کے شروع میں مذکور لفظ "قیل" چیخ چیخ کر بتا رہا ہے۔ جس کی بنا پر یہ قیاس درست ہوتا بھی تو مرجوع اور شاذ سے استدلال کسی صورت بھی باصواب نہیں۔

اعتراض:

صاحب زبدۃ التحقیق نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ "اگر اشقیٰ بمعنیٰ شقی نہ لیا جائے تو یہ خرابی لازم آتی ہے کہ جہنم کی آگ صرف سب سے بڑے بدبخت کو جلائے گی اور سب سے بڑا بدبخت کافر ہی ہو سکتا ہے۔ تو حاصل معنیٰ یہ ہوگا کہ کافر کے سوا کوئی جہنم میں نہیں جائے گا یعنی کسی گنہگار کو جہنم میں نہیں جانا پڑے گا۔ حالانکہ ایک گناہ گار مسلمان نے اگر گناہوں سے توبہ نہ کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت بھی نہ فرمائی اور فضل الٰہی بھی نہ ہوا تو اسکو بھی جہنم کی آگ میں جلنا ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ سوائے کافر کے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا تو یہ عقیدہ مرجئہ کا ہے جس کو اہلسنت نے بری طرح مسترد کیا ہے۔

اسی طرح علماء اہلسنت نے الاتقیٰ کا معنیٰ تقی کیا ہے کیونکہ الاتقیٰ کا معنیٰ الاتقی ہی رہے تو معنیٰ یہ ہوگا کہ جہنم کی آگ سے صرف وہی دور رکھا جائے تو جو سب سے بڑا پرہیز گار ہوگا باقی جو چھوٹے درجے کے پرہیز گار ہوں گے وہ آگ میں ڈالے جائیں گے۔ یہ عقیدہ معتزلہ کا ہے اہلسنت کا نہیں۔(1)

جواب: موصوف کے اعتراض مذکور کا جواب علامہ زمخشری (م۵۳۸ھ) نے تفسیر کشاف میں دیا ہے، وہ رقمطراز ہیں:

"قلت الاية واردة فی الموازنة بين حالتي عظيم من المشركين وعظيم من المؤمنين فاريد ان يبالغ فی صفتيهما المتناقضتين فقيل الاشقیٰ وجعل مختصا بالصلی كان النار لم تخلق الاله وقيل الاتقیٰ وجعل مختصا بالجنة كان الجنة لم تخلق الاله"۔(2)

یعنی میں نے کہا یہ آیت وارد ہے مشرکین میں سے بہت بڑے مشرک اور مؤمنین میں سے بہت بڑے مومن کی حالتوں کے درمیان موازنہ کرنے کے لیے پس ارادہ کیا گیا ہے کہ ان دونوں کی متناقض صفتوں میں مبالغہ کیا جائے، تو "الاشقیٰ" کو خاص کیا گیا دخول نار کے ساتھ گویا کہ دوزخ کی آگ پیدا ہی اسی کے لیے کی گئی ہے اور "الاتقیٰ" کو جہنم کی آگ سے نجات کیساتھ خاص کیا گیا گویا کہ جنت پیدا ہی اسی کے لیے کی گئی ہے۔

صاحب کشاف علامہ زمخشری کے جواب باصواب سے واضح ہو جاتا ہے کہ اتقیٰ اور اشقیٰ کو اپنے حقیقی معنیٰ سے عدول کر کے مجازی معنیٰ میں استعمال کرنا درست نہیں۔

قارئین کرام! آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ نحو کا ہے اور زمخشری باوجودیکہ معتزلی ہے اس فن کا امام ہے لہذا اس میں زمخشری کی بات ہی معتبر ہو گی نہ کہ موصوف جیسے علم و عقل سے بالکل پیدل اور وہ بھی ننگے پاؤں کی۔

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ:۳۷۴

(2) الکشاف، جلد:۴، صفحہ:۷۶۴

جواب دوم

امام اہلسنت، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے اس میں اس مقام کا مطالعہ کیا اور میں نے دیکھا کہ مولیٰ فاضل استاذ استاذی عبد العزیز نے اس اعتراض کے دفع کے لیے یعنی اس حصر کا کفار میں بعض فجار کے آتش جہنم میں داخل ہونے سے منقوض ہونا دو اور بہتر وجہیں ذکر کیں۔ پہلی یہ کہ نار سے مراد وہ نار ہے جو کافروں کے لیے مخصوص ہے دوسری یہ کہ بعض مسلمانوں کا آگ میں جانا جبکہ ان کی تطہیر و تہذیب کے لیے ٹھہرا تو یہ آگ میں جانا نہ جانے کی مثل ہے اور آگ میں بالکل جانا وہ جانا ہے جس کے بعد آگ سے نکلنا نہ ہوگا تو آیت کا حصر کفار میں اس معنیٰ پر ہے اور بے شک حق و صواب ہے۔

الحاصل میں کہتا ہوں یہ دونوں وجہیں کس قدر اچھی ہیں اور ہر خرابی کی کیسے دافع ہیں لیکن اے جاننے والے! تم خبر دار کہ یہ دونوں وجہیں عبارت کی قدرے تفسیر کے بعد اس صورت میں بھی جاری رہتی ہیں جب ہم اشقی کو اس کے معنی حقیقی پر رکھیں جیسا کہ تم ہم سے سنو گے ان شاء اللہ۔ تو کاش مولائے فاضل جب ہماری طرح ان دونوں وجہوں پر متنبہ ہوئے اسی طرح تاویل سے بچتے جیسے ہم بچے، اس لیے کہ پہلے اشقی کی تاویل شقی سے کرنا پھر ان دو محکم وجہوں جو اصل تاویل سے مانع ہیں سے تمسک ایسی چیز ہے جو تعجب کا سبب ہے تو یہ ایسا ہوا جیسے کوئی ایک نشانہ چاہے اور دوسرے کو مارے تو نشانے پر تیر پہنچنے کے قریب ہو کر چوک جائے اور میری توفیق اللہ ہی سے ہے اس پر میں بھروسا کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔ (1)

(1) فتاویٰ رضویہ جلد 28، صفحہ 565، رضا فاؤنڈیشن لاہور

بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) اس اعتراض کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وقيل: الاشقى بمعناه للتفضيل والمراد به الكافر فانى اشقى من الفاسق لكى يصلى ههنا ليس على اطلاقه بل المراد سنة المقيد اللزوم والشدة قال البيضاوى لا يصلاها لا يلزمها مقاسيا شدتها الا الاشقى اى الكافر فان الفاسق وان دخلها ان لم يغفره لا يلؤها فلا نقض فى الحصر. وقيل لا حاجة الى هذه التكليف بل الضمير فى لا يصلاها عائد الى نارا تلظى ولايصلى نارا تتلظى وتتلهب الا الكافر واما الفاسق فادخل جهنم لا يصلى ناراً تتلهب بل نارا ضعيفة بالنسبة الى الكافر وهى الطبقة العليا من النار وعندى ان المراد بالاشقى هو الكافر كما هو الظاهر النار ايضا على عمومها فان التلهب توصف بها نار الدنيا ايضا ونار جهنم وان كانت ضعيفة فهى اشد من نار الدنيا البتة لكن الحصر فى الآية اضافى بالنسبة الى المؤمنين الموجودين فى زمان النبى ﷺ فالآية تدل على عدم دخول احد من الصحابة فى النار كيف وقد انعقد الاجماع على ان الصحابة كلهم عدول و قد قال الله تعالىٰ " وكلا وعد الله الحسنىٰ " وقال : " كنتم خير امة اخرجت للناس "وقال: "محمد رسول الله والذين معه" الآية وقال رسول الله ﷺ: " لا تمس النار مسلما رانى او رأى من رانى" رواه الترمذى عن جابر وقال: "اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم واهتديتم "رواه رزين عن عمر بن الخطاب فمن صدر منه معصية فهم على سبيل الندرة وفق غالبا للتوبة فان "التائب من الذنب كمن لا ذنب له" رواه ابن ماجه عن ابن مسعود مرفوعا. او ادركته

الرحمة ببركة صحبة النبی ﷺ كيف وقد قال رسول الله ﷺ فی حق الصلحاء من امته "هم قوم لا يشقى جليسهم" ولا يخاب انيسهم فی حديث فی الصحيحين والترمذی عن ابی هريرة فما ظنك فيمن جالس سيد المرسلين فی حين من الدهر والله تعالیٰ اعلم. ولما كان الناس فی زمن النبی ﷺ منحصرين فی فريقين اما مومن تقی اتقی الناس ممن سواهم او كافر فلذلك ترى كلام الله مشحونا من ذكر هذين الفريقين وقلما يستفاد حال عصاة المؤمنين من القرآن لأن الكلام غالباً يبحث عن احوال الموجودين والله تعالیٰ اعلم فلا يجوز بهذه الآية استدلال المرجئة على ان المومن ان كان فاسقا لا يدخل النار وان السيئات من الكبائر والصغائر مطلقاً لا يضر مع الايمان. لان الحسنات مطلقاً لا تنفع مع الكفر وبه قال الروافض شيعة علی ولا استدلال المعتزلة على ان مرتكب الكبيرة مخلد فی النار وليس بمومن وجه استدلالهم ان ارتكاب الكبيرة موجب لدخول النار بالاجماع وان خالف المرجئة فلو كان مرتكب الكبيرة مؤمناً لم يكن اشقى الناس فلا يصلاها بهذه الآية واهل السنة يؤولون هذه الآية بما ذكرنا من التاويلات جمعاً بين النصوص وجريا على ما انعقد عليه الاجماع من ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذٰلك لمن يشاء سواء تاب اولم يتب وقال الله تعالیٰ "يعبادی الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم" وقال " يغفر لمن يشاء ويعذب من يشاء" وقال: "فمن يعمل مثقال ذرةٍ خيرا يره" فلا يجوز فی حق المومن من الخلود فی النار وان كان فاسقاً غير مغفور وقد تواتر

قولہ ﷺ "من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة" وقال اللہ تعالیٰ "ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ" یعنی ان شاء اللہ ان یعذبہ ولم یغفرہ یری جزاء السیئة فی النار ولولا مقتضی اتیان المحرمات وترك الواجبات دخول النار كما قالت المرجئة لصارت الشریعة الآمرة بالمعروف والناهیة عن المنكر كلها سفسطة ولا یقولها الا كاهن او مجنون۔[1]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اشقیٰ اس جگہ اسم تفضیل کے معنی میں ہی مستعمل ہے اور اس سے مراد کافر ہی ہے (مگر دوزخ میں تو مسلم فاسق بھی جائیگا پھر دخول جہنم کا حصر کافر میں کیوں کیا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) اس جگہ داخلہ جہنم سے مراد عام داخلہ نہیں بلکہ لزومی اور دوامی داخلہ مراد ہے (اور یہ صرف کافر کے لیے ہی ہو گا) اسی لیے بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ شدت جہنم کو برداشت کرنے والا اور دوامی طور پر داخل ہونے والا صرف اشقیٰ یعنی کافر ہو گا مسلم بدکار بھی جہنم میں اگرچہ داخل ہو گا لیکن اس کا داخلہ دوامی نہ ہو گا۔ اس توضیح کے بعد آیت کا عمومی حصر یعنی صرف کافر کا ہی داخل جہنم ہونا صحیح ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا ان توجیہات کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ لا یصلاھا میں ھا ضمیر نارا تلظی کی طرف راجع ہے (صرف ناراً کی طرف راجع نہیں ہے) مطلب یہ ہے کہ بھڑکتی ہوئی شعلہ زن آگ میں صرف کافر جائیگا، رہا فاسق مسلمان وہ بھی اگرچہ جہنم میں داخل ہو گا مگر بھڑکتی آگ میں داخل نہ ہو گا کافر کی آگ سے اس کی آگ کا درجہ کم ہو گا یعنی جہنم کے بالائی طبقہ میں مسلم فاسق کا داخلہ ہو گا۔

---

(1) تفسیر مظہری، جلد 10، صفحہ 255، 254، 253، داراحیاء التراث العربی بیروت

میرے نزدیک الاشقیٰ سے مراد کافر ہی ہے اور نار کا لفظ بھی اپنے عموم پر ہے کیونکہ جب دنیا کی آگ بھی بھڑکتی اور شعلہ زن ہوتی ہے تو جہنم کی آگ جو دنیا کی آگ سے بہر حال زیادہ تیز ہے خواہ کتنی ہی کمزور ہو ضرور شعلہ زن ہوگی (جہنم کی آگ خواہ بالائی طبقہ کی ہی ہو التہاب واشتغال سے خالی نہیں ہوسکتی) مگر آیت میں حصر (حقیقی نہیں کہ صرف کافر ہی جہنم میں جائینگے بدکار مؤمن نہ جائیں گے بلکہ) اضافی ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو مؤمن موجود تھے وہ جہنم میں نہیں جائیں گے (ان کو آیت کے عموم حکم سے نکالنا مقصود ہے) پس آیت بتارہی ہے کہ کوئی صحابی جہنم میں نہیں جائیگا کیونکہ باجماع اہل سنت ثابت ہے کہ تمام صحابہ عادل تھے (کوئی فاسق نہ تھا)

اللہ نے بھی فرمایا ہے وکلا وعد اللہ الحسنیٰ ہر ایک سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ دوسری آیت میں (صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تیسری آیت میں ہے: محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے مجھے دیکھ لیا اس کو آگ نہیں چھوئے گی (رواہ الترمذی عن جابر)۔ یہ بھی حضور ﷺ نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کے پیچھے چلوگے ہدایت پاؤ گے۔ (رواہ رزین عن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ)۔ اگر کسی صحابی سے کسی گناہ کا صدور ہو ہی گیا ہو تو اول تو ایسا ہوا ہی کم ہے پھر اس کو توبہ کی توفیق بھی عطاء فرمادی گئی اور اس نے توبہ کرلی اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہما میں آیا ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی طرح ہو جاتا ہے (رواہ ابن ماجہ)۔

رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی برکت سے اللہ کی رحمت اس کو اپنی آغوش میں لے لیگی کیونکہ (برکت صحبت کے متعلق) رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے نیک لوگوں کی بابت فرمایا تھا وہ ایسے لوگ ہونگے کہ ان سے انس رکھنے والا نامراد نہ ہوگا (بخاری، ترمذی، مسلم بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) جب عام صالحین کی صحبت میں رہنے والوں کی یہ کیفیت ہے تو ان لوگوں کی کیا حالت ہو گی جو مدت تک سید المرسلین کی صحبت میں رہے۔ واللہ اعلم

چونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو ہی گروہ تھے:

۱۔ کامل مومن متقی

۲۔ کافر

اسی لیے اللہ کا کلام انہی دو گروہوں کے تذکرہ سے بھرا ہوا ہے گناہ گار مسلمانوں کا ذکر تو بہت کم آیا ہے کیونکہ کلام کا رخ عموماً حاضرین کی طرف ہوتا ہے (اور آنے والوں کے لیے حکم شمول بطور نیابت ہوتا ہے اگر حاضرین کے ساتھ اس حکم کی خصوصیت نہ ہو)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا مرجئہ کو جواب:

فرقہ مرجئہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ داخلہ جہنم کافروں کے لیے مخصوص ہے۔ کوئی بدکار مسلمان آگ میں نہیں جائیگا گناہ چھوٹا ہو یا بڑا اگر ایمان موجود ہو تو ضرر رساں نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ کفر کی حالت میں جب کوئی نیکی سود مند نہیں تو ایمان کی حالت میں گناہ ضرر رساں کس طرح نہ ہو گا؟ رافضیوں کا بھی یہی قول ہے۔ معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہیگا وہ مومن ہی نہیں ہے کیونکہ مرجئہ کو چھوڑ کر اور سب لوگ قائل ہیں کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب موجب جہنم ہے اب اگر مرتکب کبیرہ کو مومن کہا

جائیگا تو وہ اشقیٰ نہ ہو گا اور اشقیٰ نہ ہو گا تو جہنم میں کیسے جائے گا؟ اہل سنت نے آیت کی توضیح مختلف وجوہ کے ساتھ کی ہے جن کا ذکر ہم نے اوپر کر دیا ان توجیہات کی ضرورت مختلف نصوص کا تعارض دور کرنے کے لیے پڑتی ہے پھر تمام علماء سلف و خلف کا اجماع بھی ہے کہ اللہ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا اور شرک کے سواء جس کو چاہیگا بخشدے گا خواہ اس نے توبہ کی ہو یا نہ کی ہو۔

اللہ نے فرمایا ہے:

"یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمة اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھو الغفور الرحیم"

اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنے اوپر خود زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ سب گناہ بخشدے گا بلاشبہ وہی غفور و رحیم ہے۔

دوسری آیت ہے

یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء

جس کو چاہیگا بخشدے گا اور جس کو چاہیگا عذاب دیگا۔

تیسری آیت ہے

من یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ

جو شخص ذرہ برابر نیکی کریگا وہ اس کے سامنے آئیگی۔

لہذا مومن کے لیے دوامی دوزخ کا قول درست نہیں خواہ وہ بدکار ہو اور اس کے گناہ معاف نہ کیے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة (جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت داخل ہو گیا) تو حد تواتر تک پہنچ گئی ہے یعنی اس کے لیے دوامی دوزخ نہیں خواہ گناہوں کا عذاب اس کو ایک مدت تک ہوتا رہے۔

پھر اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو ذرہ برابر بدی کریگا تو وہ اس کے سامنے آئیگی یعنی اگر اللہ اسکو معاف نہ کرے گا اور عذاب دینا چاہیگا تو دوزخ کے

اندر گناہ کی سزا اس کے سامنے آئیگی۔ اگر ممنوعات کے ارتکاب اور واجبات کے ترک کا تقاضا جہنم نہیں تو شریعت کے اوامر و نواہی فریب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھیں گے اور اس کا قائل سوا کاہن یا دیوانہ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

صاحب زبدۃ التحقیق کا منطقی اعتراض

صاحب زبدۃ التحقیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر ان دو آیات (وسیجنبہا الاتقیٰ اور ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم) سے منطقی استدلال پر اعتراض کرتے ہیں۔

صغریٰ پر اعتراض

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ صغریٰ (وسیجنبہا الاتقیٰ) میں باعتبار مادہ کے اعتراض کرتے ہوئے اپنی قلم کو جنبش دی اور بھولی بھالی عوام کو گمراہ کرنے کے لیے فرمایا کہ صغریٰ (وسیجنبہا الاتقیٰ) میں الاتقیٰ سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی نہیں ہے یعنی اس سے کوئی معین شخص مراد نہیں ہے بلکہ یہ تقی کے معنی میں ہے اور اس سے مراد ہے ہر متقی۔ لہذا جب اتقیٰ اپنے حقیقی معنیٰ پر ہی محمول نہیں اور اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں ہیں تو وسیجنبہا الاتقیٰ کو صغریٰ بنانا درست نہیں۔ لیکن صغریٰ پر اعتراض صورت کے اعتبار سے نہ کیا یعنی یوں نہ کہا کہ اس کو صغریٰ بنانا اس لیے درست نہیں کہ "یہ موجبہ نہیں" کیونکہ اگر یوں اعتراض کرتے تو ان کی منافقت صاف ظاہر ہو جاتی کیونکہ تیسرے سال درس نظامی میں پڑھنے والا طالبعلم بھی جانتا ہے کہ شکل اول کی شرائط "ایجاب صغریٰ" اور "کلیت کبریٰ" ہیں۔

صغریٰ پر اعتراض کا خلاصہ

خلاصہ صغریٰ پر اعتراض کا یہ ہے کہ صاحب زبدۃ التحقیق نے صغریٰ پر اعتراض صورت کے اعتبار سے نہیں کیا کیونکہ یہ روز روشن کی طرح ظاہر ہے یعنی صغریٰ (وسیجنبہا الاتقیٰ)

موجبہ ہے۔ صغریٰ پر اگر صورت کے اعتبار سے اعتراض کرتے تو شاہ سندھو سید ان کی اصلیت لوگوں پر عیاں ہو جاتی۔

لیکن مادہ کے اعتبار سے اعتراض کیا اس لیے کہ اس سے بھولی بھالی عوام خوب گمراہ ہو سکتی تھی اور موصوف نے جوہر ’’بیلیہ‘‘ دکھاتے ہوئے عوام کو خوب گمراہ کرنے کی کوشش کی اور فرمایا (وسیجنبھا الاتقیٰ) میں اتقیٰ سے مراد معین و مشخص شخص یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

یہاں تک تو بات صغریٰ پر اعتراض کی تھی اب آیئے کبریٰ پر صاحب زبدۃ التحقیق کا اعتراض سماعت فرمائیں۔

کبریٰ پر اعتراض

کبریٰ (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ کلیہ نہیں جبکہ شکل اول کے درست نتیجہ دینے کی شرائط ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ ہیں۔ لہذا اذا فات الشرط فات المشروط کے تحت شرط کے فوت ہونے سے نتیجہ بھی باطل ہو گا۔ یعنی صورت کے اعتبار سے کبریٰ پر اعتراض کیا مادہ کے اعتبار سے اعتراض نہ کیا۔ کیونکہ اگر مادہ کے اعتبار سے اعترض کرتے تو صاحب زبدۃ التحقیق کی چالا کی عوام کے سامنے آجاتی اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (یعنی بے شک اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو) اس ارشاد گرامی میں کم ضمیر جمع کی ہے اور اس کی مخاطب حضور نبی کریم ﷺ کی ساری امت ہے۔ مادہ کے اعتبار سے اللہ کا یہ ارشاد گرامی کلیہ ہے یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی ساری امت کو خطاب ہے۔

اعتراض کا خلاصہ

خلاصہ کبریٰ پر اعتراض کا یہ ہے کہ صاحب زبدۃ التحقیق نے کبریٰ پر اعتراض مادہ کے اعتبار سے نہ کیا کیونکہ یہ بات بالکل ظاہر وباہر ہے۔ یعنی کبریٰ (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) میں حضور

نبی کریم ﷺ کی ساری امت کو خطاب ہے۔ کبریٰ پر اگر مادہ کے اعتبار سے اعتراض کرتے تو مفکر اسلام کی اصلیت لوگوں پر عیاں ہو جاتی۔
لیکن صورت کے اعتبار سے اعتراض کیا اس لیے کہ اس سے بھولی بھالی عوام اور منطق سے نا آشنا لوگ خوب گمراہ ہو سکتے تھے اور موصوف نے عوام کو گمراہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" کلیہ نہیں ہے۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ موصوف نے صغریٰ پر اعتراض کیا مادہ کے اعتبار سے اور کبریٰ پر اعتراض کیا صورت کے اعتبار سے۔ اس لیے کہ موصوف بظاہر صغریٰ پر صورت کے اعتبار سے اور کبریٰ پر مادہ کے اعتبار سے اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا تھا۔[1]
(اسے ہم مفکر اسلام کی علم منطق سے عدم واقفیت سمجھیں یا تجاہل عارفانہ)

یا تو میری بینائی پہ ہے خوف مسلط
یا نہر کے پانی میں شجر کانپ رہا ہے

جواب:

صغریٰ پر اعتراض کا جواب

صغریٰ پر موصوف کا اعتراض یہ تھا کہ اتقیٰ تقی کے معنی میں ہے یعنی اس سے معین مشخص ذات جو کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے مراد نہیں۔ اس کے جواب میں عرض یہ ہے اتقیٰ واحد مذکر اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس سے معین و مشخص ذات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی مراد ہے۔ کیونکہ شان نزول آپ کے متعلق متعین ہے اور مفسرین کا بھی اجماع ہے کہ یہ آیت آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جیسا کہ امام بغوی، امام خازن، امام رازی، امام جلال الدین سیوطی اور محدث ابن جوزی نے نقل کیا ہے اور الاتقیٰ سے بالاجماع مراد بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں بلکہ متکلمین میر سید شریف جرجانی، علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرھم نے بھی اتقیٰ کا مصداق آپ رضی اللہ عنہ کو ہی دیا ہے۔ علاوہ ازیں قواعد نحویہ بھی اس پر دال ہیں کہ

---

(1) ملخصاً زبدۃ التحقیق، صفحہ: 387،386،385

الاتقیٰ پر الف لام عہد خارجی ہے اور اس کے مدخول سے معین مشخص ذات مراد ہے۔لہذا اس کو کلی قرار دینا اور تقی کے معنیٰ میں لینا متکلمین، مفسرین، اصولیین کسی کے ہاں بھی درست نہیں۔ بلکہ سب سے پہلے اس کو تقی کے معنیٰ میں لینے والا خارجی ہے اور بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تقی کے معنیٰ میں لینا فرقہ تفضیلیہ کا مذہب ہے۔ بنابریں اتقیٰ واحد مذکر اسم تفضیل الف لام عہدی خارجی کے ساتھ جزئی حقیقی ہے جو کہ معین و مشخص ذات پر دلالت کر رہی ہے اور وہ ذات سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ پس ہمارا اصغریٰ مادہ کے اعتبار سے ثابت ہے۔ لہذا اصغریٰ پر باعتبار مادہ کے اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

نوٹ:

اس جواب میں ذکر کیے جانے والے اشارات کی تفصیل "الاتقیٰ پر توہمات اور ان کے جوابات" والے باب کے شروع میں ملاحظہ فرمائیں۔

کبریٰ پر اعتراض کا جواب

کبریٰ پر صورت کے اعتبار سے اعتراض یہ تھا کہ کبریٰ (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) کلیہ نہیں۔ تو اس کے جواب میں عرض یہ ہے کہ آپ کا یہ اعتراض لایعنی ہے جیسا کہ مقولہ مشہور ہے المعترض کالاعمیٰ۔ اس لیے کہ یہ اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا۔ آپ کا یہ اعتراض تب وارد ہو سکتا ہے جب ہم ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم کو بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ شکل اول کا کبریٰ بنائیں۔ حالانکہ ہم ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم کو بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ کبریٰ نہیں بناتے ہم تو شکل اول اس طرح بناتے ہیں۔

ابوبکر ھو اتقی....وکل من اتقیٰ فھو اکرم....فابوبکر اکرم

اس شکل اول میں دونوں شرائط (ایجاب، صغریٰ اور کلیت کبریٰ) پائی جا رہی ہیں۔ لہذا اس پر صورۃً کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

صغریٰ اور کبریٰ پر اعتراضات کے جوابات کا خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اتقیٰ سے مراد معین شخص ذات یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جس کو ہم دلائل کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں۔ لہذا اسے صغریٰ بنانا درست ہوا۔ اور کبریٰ (ان

اکرمکم عنداللہ اتقاکم) باعتبار مادہ کے کلیہ ہے لہذا اسے وکل من اتقیٰ فھو اکرم کے ساتھ تعبیر کرنا درست ہے لہذا یہی کبریٰ ٹھہرا۔

ہم نے شکل اول جواب میں ذکر کر دی ہے جس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

مذکورہ جواب میں صورۃ اور مادہ کی بحث ہوئی تو قارئین کی وضاحت کے لیے ہم چند چیزیں یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ بات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

قیاس کی تعریف

وھو قول مؤلف من قضایا یلزم عنھا قولا خر بعد تسلیم تلك القضایا

اور وہ ایسا قول ہے جو ایسے چند قضیوں سے مرکب ہو جن سے لازم آجائے دوسرا قول ان قضیوں کو تسلیم کر لینے کے بعد

قیاس کی تقسیم دو طرح ہوتی ہے

۱۔ باعتبار صورت کے　　　۲۔ باعتبار مادہ کے

باعتبار صورت کے قیاس کی اقسام

قیاس کی صورت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ اقترانی　　　۲۔ استثنائی

۱۔ قیاس اقترانی

وان لم تکن النتیجة ونقیضھا مذکوراً یسمی اقترانیاً

اگر نتیجہ اور اس کی نقیض قیاس میں مذکور نہ ہو تو اس کا نام اقترانی رکھا جائے گا۔

زید انسان　　　وکل انسان حیوان　　　زید حیوان

۲۔ قیاس استثنائی

ان کان النتیجة اونقیضھا مذکوراً فیه یسمی استثنائیاً

اگر نتیجہ یا اس کی نقیض قیاس میں مذکور ہو تو اس کا نام استثنائی رکھا جائے گا۔ مثلاً

ان کان زید انسانا کان حیوانا لکنه انسانا ینتج فھو حیوان

قیاس اقترانی کی اقسام

قیاس اقترانی کی اقسام: ا۔ حملی ۲۔ شرطی

قیاس اقترانی حملی کی نتیجہ دینے کی چار شکلیں ہیں موصوف نے ان چار اشکال میں سے شکل اول کی شرائط کو بنیاد بنا کر افضلیتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر لایعنی اعتراض وارد کیا تھا جس کا ہم جواب دے چکے ہیں۔

قیاس استثنائی کی اقسام

قیاس استثنائی کی بھی دو قسمیں ہیں: ا۔ اتصالی ۲۔ انفصالی۔[1]

باعتبار مادہ کے قیاس کی اقسام

قیاس کی مادہ کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں جنہیں صناعات خمسہ کہا جاتا ہے

ا۔ برہان ۲۔ جدل ۳۔ خطابت ۴۔ شعر ۵۔ سفسطہ

ا۔ برہان

ان البرهان قياس مؤلف من اليقينيات بديهية كانت اونظرية منتهية اليهاوليس الامر كما زعم ان البرهان انما يتالف من البديهيات فحسب۔[2]

برہان ایسا قیاس ہے جو یقینیات سے مرکب ہو خواہ وہ یقینیات بدیہی ہوں یا ایسے نظری ہوں جو بدیہی کی طرف منتہی ہوتے ہوں اور بات ایسی نہیں جیسا کہ گمان کیا گیا کہ برہان بدیہیات سے مرکب ہوتی ہے۔

۲۔ جدلی

قياس مركب من مقدمات مشهورة او مسلمة عند الخصم صادقة كانت او كاذبة۔[3]

---

(1) مرقاۃ، صفحہ 88،89، مکتبہ قادریہ لاہور

(2) مرقاۃ، صفحہ: 103

(3) مرقاۃ صفحہ: 110

جدلی وہ قیاس ہے جو مقدمات مشہورہ یا ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو فریق مخالف کے نزدیک مسلم ہوں خواہ وہ صادق ہوں یا کاذب

۳۔ خطابی

قیاس مفید للظن و مقدماته مقولات ماخوذات ممن ویحسن الظن فیهم کالاولیاء والحکماء۔[1]

خطابی وہ قیاس ہے جو ظن کا فائدہ دے اور اس کے مقدمات وہ مقبول مقدمات ہیں جو لیے گئے ہوں ان حضرات سے جن کے بارے میں حسن ظن رکھا جاتا ہے جیسے اولیاء اور حکماء۔

۴۔ شعری

قیاس مؤلف من المخیلات الصادقة او الکاذبة المستحیلة او لممکنة المؤثرة فی النفس قبضا و بسطا۔[2]

شعری وہ قیاس ہے جو خیالی قضیوں سے مرکب ہو خواہ وہ قضیے سچے ہوں یا ایسے جھوٹے ہوں جنہیں محال سمجھا جاتا ہو یا ایسے ممکن ہوں جو نفس میں اثر کرنے والے ہوں قبض وبسط کے اعتبار سے۔

۵۔ سفسطی

هو قیاس مرکب من الوهمیات الکاذبة المخترعة للوهم کقیاس غیر المحسوس نحو کل موجود مشار الیه۔[3]

سفسطی وہ قیاس ہے جو ان وہمی قضیوں سے مرکب ہو جو جھوٹے ہوں اور وہم کی پیداوار ہوں جیسے غیر محسوس کو محسوس پر قیاس کرنا مثلاً ہر موجود مشار الیہ ہے۔

---

(1) مرقاۃ، صفحہ:112

(2) مرقاۃ ، صفحہ:113

(3) مرقاۃ، صفحہ:116، مکتبہ قادریہ لاہور

فصل ششم:

افضلیت کی قطعیت تواتر معنوی سے بھی ثابت ہے

اس فصل میں ہم تواتر معنوی سے افضلیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت کا ثبوت پیش کریں گے لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ تواتر کی اقسام اور ان کا حکم بیان کر دیا جائے تا کہ واضح ہو جائے کہ تواتر معنوی بھی قطعیت کا فائدہ دیتی ہے۔

متواتر کی تعریف:۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۳ھ) خبر متواتر کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"هو خبر بلغت روايته فى الكثرة مبلغاً احالت العادة تواطؤهم على الكذب كالمخبرين عن وجود مكة وغزوة بدر"۔[1]

متواتر ایسی خبر ہے جس کی روایت کثرت کے اعتبار سے اس درجے کو پہنچ جائے کہ عادت اس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال جانے مثلاً مکہ شہر کے وجود کی خبر اور غزوہ بدر کی خبر۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) حدیث متواتر کے متعلق فرماتے ہیں کہ متواتر کے لیے ان شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

"فاذا جمع هذه الشروط الاربعة وهى عدد كثير احالت العادةتواطئهم وتوافقهم على الكذب رووا ذلك عن مثلهم من الابتداء الى الانتهاء وكان مستند انتهاءهم الحس وانضاف الى ذلك ان يصحب خبرهم افادة العلم لسامعه فهنا هو المتواتر"۔[2]

---

(1) الخلاصہ، صفحہ ۳۲

(2) نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، صفحہ: ۲۲۔۲۱، مکتبہ رحمانیہ

متواتر کی شرائط

جب یہ چار شرائط جمع ہو جائیں

- اس کی اسناد بلا تعیین کثیر ہوں
- راویوں کی تعداد اتنی کثیر ہو کہ عادۃ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔
- یہ کثرت ابتدا سے انتہا تک یکساں ہو، کسی جگہ کمی نہ آئی ہو۔
- خبر کا تعلق حس سے ہو عقل سے نہ ہو۔

اور اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ مفید علم یقینی ہو۔

لہذا علامہ ابن حجر کی تصریح کے مطابق جس حدیث میں یہ پانچ شرائط پائی جائیں وہ حدیث متواتر ہے۔

متواتر کی اقسام

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) متواتر کی تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قد قسم اهل الاصول المتواتر الی لفظی وهو ما تواتر لفظه ومعنوی وهو ان ینقل جماعة یستحیل تواطؤهم علی الکذب وقائع مختلفة تشترك فی امر یتواتر ذلك القدر المشترك كما اذا نقل رجل عن خاتم مثلاً انه اعطی جملا واخر انه اعطی فرسا وآخر انه اعطی دیناراً وهلم جرا فیتواتر القدر المشترك بین اخبارهم وهوالا عطاء لان وجوده مشترك من جمیع هذه القضایا۔"(1)

اہل اصول نے متواتر کی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) لفظی (۲) معنوی

تواتر لفظی: وہ خبر ہے کہ جس کے الفاظ تواتراً ثابت ہوں یعنی اسے رواۃ کی جماعت اول، وسط اور آخر سند میں ایک ہی الفاظ سے روایت کرے۔

---

(1) تدریب الراوی، صفحہ ۴۶۱۔۴۶۰، قدیمی کتب خانہ کراچی

تواتر معنوی: تواتر معنوی یہ ہے کہ اس کو نقل کرنے والی ایسی جماعت ہو جن کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔ خبر کے واقعات مختلف ہوں لیکن کسی ایک امر میں وہ سب مشترک ہوں تو یہ قدر مشترک تواتر معنوی ہے۔

جیسا کہ ایک شخص حاتم سے نقل کرتا ہے کہ اس نے اونٹ دیا ہے دوسرا کہتا ہے کہ اُس نے گھوڑا دیا ہے۔ اور تیسرا کہتا ہے کہ اس نے دینار دیا ہے۔ اب ان تینوں کے ملانے سے جو قدر مشترک حاصل ہوتی ہے وہ ہے "اعطاء" یعنی دینا۔ اس لیے کہ ان تمام واقعات میں جو چیز مشترک ہے وہ دینا" ہے لہذا یہی تواتر معنوی ہے۔

یعنی متواتر معنوی میں مطابقت لفظی شرط نہیں معانی کا ادا کر دینا کافی ہے۔

متواتر کی دونوں اقسام کا حکم

"کله تواتر یفید القطع"۔[1]

متواتر کی تمام اقسام یقین یعنی قطعیت کا فائدہ دیتی ہے۔

خلاصہ کلام: مذکورہ بحث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ متواتر کی دونوں قسموں سے چاہے متواتر لفظی ہو یا معنوی قطعیت ثابت ہوتی ہے ۔ چونکہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تواتر معنوی سے بھی ثابت ہے لہذا یہ بھی قطعی ہے۔

احادیث متواترہ دربارہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اب وہ احادیث ذکر کیجاتی ہیں جو افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بیان کرتی ہیں اور تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں۔

حدیث نمبر ۱

خاتم المحدثین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) رقمطراز ہیں:

"وابن السمان در کتاب الموافقة از حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بسند صحیح روایت میکند که ایشان از والد

---

(۱) نیل الفرقدین، صفحہ: ۳۰

بزرگوار خود امام محمد باقر وایشاں از والد بزگوار خود امام زین العابدین وایشاں از جناب سید الشہدا خاتم آل عبا سبط رسول الثقلین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم وایشاں از حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ روایت کردہ اند کہ می فرمودند کہ من از آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شنیدم کہ آفتاب طلوع و غروب نکردہ است بعد از پیغمبراں و مرسلاں بر کسیکہ بہتر باشد از ابو بکر رضی اللہ عنہ۔"(1)

"ابن السمان کتاب الموافقہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد بزرگوار امام محمد باقر انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت امام زین العابدین انہوں نے جناب سید الشہداء، خاتم آل عبا، سبط رسول الثقلین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اور انہوں نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت فرمایا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد کسی ایسے پر سورج طلوع ہوا نہ غروب جو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو"

قارئین کرام! اس حدیث مبارکہ میں افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ظاہر و باہر ہے اور یہی حدیث مبارکہ ماطلعت الشمس علی احد منکم افضل من ابی بکر کے الفاظ کے ساتھ ایک دوسری سند سے جو کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان کتب میں بھی موجود ہے۔

- حلیۃ الاولیاء — جلد ۱۰، صفحہ: ۳۰۲
- العلل لدارقطنی — جلد ۲، صفحہ: ۵۷۰، رقم ۳۲۷
- کنز العمال — جلد ۱۰، صفحہ: ۴۹۸، رقم ۳۵۶۳۱
- مرام الکلام — صفحہ: ۲۵۰ مکتبہ زمزم

(1) تفسیر عزیزی فارسی، جلد ۲، ۳، صفحہ: ۲۱۳، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ

اور یہی حدیث مبارکہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ " ان ابا بکر خیر من طلعت علیه الشمس او غربت" اور "والله ما طلعت شمس ولا غربت بعد النبین والمرسلین علی رجل افضل من ابی بکر " ان کتب میں بھی موجود ہیں۔

- فضائل الصحابہ — صفحہ ۴۲، دارالکتب العلمیہ بیروت
- ابن حبان — جلد ۱، صفحہ ۱۲۷
- العلل لابن جوزی — جلد ۱، صفحہ ۱۸۷
- فضائل الخلفاء الراشدین لابی نعیم — جلد ۱، صفحہ ۱۵، رقم: ۹
- مسند عبد ابن حمید — جلد ۱، صفحہ: ۱۰۱، رقم: ۲۱۲
- امام ابن بشران — جلد ۲، صفحہ: ۱۲۵، رقم ۵۸۹
- شرح مواقف — جلد ۴، صفحہ: ۳۹۸، النوریہ رضویہ لاہور

حدیث نمبر ۲

"عن محمد بن الحنفیه قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال ابو بکر قلت ثم من قال عمر وخشیت ان یقول ثم عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمین اخرجه الامام البخاری فی صحیحه فی باب فضل سیدنا الصدیق الاکبر رضی اللہ عنہ۔"[1]

حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے والد محترم حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا "حضرت ابو بکر"۔ میں نے عرض کی ان کے

(1) صحیح بخاری، رقم ۳۶۷۱، مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ لبنان بیروت

بعد کون ہے؟ فرمایا "حضرت عمر"۔ اب مجھے اندیشہ ہوا کہ ان کے بعد آپ حضرت عثمان کا نام لیں گے تو میں نے خود ہی کہہ دیا "ان کے بعد آپ ہیں"؟ فرمایا: میں تو دیگر مسلمانوں کیطرح ایک مسلمان مرد ہوں۔

اس حدیث کو امام بخاری (م۲۵۶ھ) نے اپنی کتاب صحیح البخاری باب فضیلت سیدنا صدیق اکبر میں روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳

"رواه الطبراني عن اسعد بن زرارة مرفوعاً ولفظه ان روح القدس اخبرني ان خير امتك بعدك ابو بكر ـ"(1)

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک روح القدس یعنی جبرائیل امین نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کی امت میں آپ کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

حدیث نمبر ۴:

"حافظ خطیب بغدادی از جابر روایت میکنند که روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند که حالا شخصے می آید که حق تعالیٰ بعد از من کسے را بهتر از وپیدا نکرده است و شفاعت اورا روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد جابر گوید مهلتی نگزشته بود که حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف آوردند پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برخاستند و بر پیشانی ایشان بوسه دادند و در کنار گرفته ساعتی آنست حاصل کردند و از اینجا معلوم شد که چنانچه رضا مندی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محصور در شفاعت

(1) مرام الکلام، صفحہ: ۲۵۰، مکتبہ زمزم۔، طبرانی اوسط، جلد: ۶، صفحہ 292

امت است همچنین رضا مندی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نیز در شفاعت امت است زیرا کہ رضائے ابو بکر رضی اللہ عنہ در رضائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانی بود"۔[1]

اور حافظ خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی وہ شخص آرہا ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر کسی کو پیدا نہیں فرمایا ہے اور قیامت کے دن اسکی شفاعت انبیاء کرام علیہم السلام کیطرح ہو گی۔ جابر فرماتے ہیں تھوڑا سا وقت گزرنے نہ پایا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ایک ساعت انہیں بغل میں دبا کر انس حاصل کیا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا امت کی شفاعت میں منحصر ہے اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رضا بھی امت کی شفاعت میں ہے اس لیے رضائے ابو بکر رضی اللہ عنہ رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فانی تھی۔

حدیث نمبر ۵

"عن عامر الشعبي عن ابی جحیفة وهب بن عبدالله السوار قال قال لی علی رضی اللہ عنہ یا ابا جحیفة الا اخبرکم افضل هذه الامة بعد نبیها صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال قلت بلیٰ قال ولم اکن امرنی ان احد افضل منه قال افضل هذه الامة بعد نبیها صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر وبعد ابو بکر عمر وبعدهما آخر ثالث ولم یسمه اخرجه الامام احمد فی مسنده۔"[2]

---

(1) تفسیر عزیزی، جلد ۳۔۲، صفحہ: ۲۱۴۔۲۱۳، مکتبہ حقانیہ کوئٹہ پاکستان

(2) مسند احمد بن حنبل، رقم: ۸۷۹، الطریقۃ المحمدیہ فی حقیقۃ القطع بالافضلیۃ، صفحہ: ۱۳۵، پروگیسو لاہور

حضرت عامر شعبی، حضرت ابو جحیفہ وھب بن عبد اللہ السوار سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے ابو جحیفہ! کیا میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ساری امت میں سب سے بہتر شخص کے بارے نہ بتاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔ (ابو جحیفہ فرماتے ہیں پہلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کسی کو نہیں مانتا تھا)۔ حضرت علی نے فرمایا۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد حضرت عمر ہیں اور ان دونوں کے بعد تیسرے ایک اور ہیں آپ نے ان کا نام بیان نہیں فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں روایت فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ٦

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قال کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حی افضل هذه الامة بعد نبیها صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر و عمر عثمان فیسمع ذٰلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلا ینکرہ"۔ (1)

یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابو بکر اور عمر اور عثمان ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات سنتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکار نہ فرماتے تھے۔

اس حدیث مبارکہ کے تحت علامہ بدر الدین عینی حنفی (م ٨٥٥ھ) فرماتے ہیں:

"ای کنا نقول فلان خیر من فلان و فلان خیر من فلان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبعدہ کنا نقول ابو بکر خیر الناس"۔ (2)

---

(1) معجم کبیر، جلد: ١٢، صفحہ: ٢٨٥، رقم ١٣١٣٢، مجمع الزوائد، جلد: ٩، صفحہ ٤٩، رقم ١٤٣٨٥، سنن ابی داؤد، جلد: ٢، صفحہ: ١١٧، مسند الحارث، جلد: ١، صفحہ ٣٢٤، معجم ابن الاعرابی، جلد: ١، صفحہ ٢٢٣، اتحاف الخیرة المهرة للبوصیری، جلد: ٣، صفحہ 159

(2) عمدة القاری شرح صحیح بخاری، جلد ١٦، صفحہ: ١٧٧

یعنی حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری میں ہم کہا کرتے تھے کہ فلاں فلاں سے اور فلاں فلاں سے افضل ہے۔ تو اس کے بعد کہا کرتے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں میں (حضور نبی کریم ﷺ کے بعد) سب سے افضل ہیں۔

حدیث نمبر ۷

"عن الاصبغ بن نباتة قال قلت لعلی رضی اللہ عنہ یا امیر المؤمنین من خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ قال ابو بکر رضی اللہ عنہ قلت ثم من؟ قال عمر رضی اللہ عنہ قلت ثم من؟ قال عثمان رضی اللہ عنہ قلت ثم من؟ قال انا اذا اخرجه ابو القاسم بن خبابه واورده الطبری فی ریاض النضره۔"(1)

اصبغ بن عساکر نے فرمایا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اے امیر المؤمنین! رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ، میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، میں نے عرض کی پھر کون؟ فرمایا میں۔ اس کو ابو القاسم بن خبابہ نے روایت کیا ہے اور محب طبری نے ریاض النضرہ میں نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۸

حاکم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں:

"ماصحب النبین والمرسلین ولا صاحب یاسین افضل من ابی بکر"۔(2)

---

(1) ریاض النضرہ، جلد:۱، صفحہ:۲۲

(2) تاریخ دمشق لابن عساکر، جلد:۶۲، صفحہ:۲۴۷، سبل الھدیٰ والرشاد، جلد:۱۱، صفحہ ۲۴۷

یعنی انبیاء و مرسلین کے جس قدر صحابی ہیں اور صاحب یاسین (یعنی حبیب نجار جن کا قصہ حق سبحانہ نے یاسین شریف میں ذکر فرمایا اور ان کا جنتی اور مکرم ہونا بیان کیا) ان میں سے کوئی بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں۔

حدیث نمبر ۹

"حدثنا عن ابی هریرة قال کنا نعد واصحاب رسول اللہ ﷺ متوافرون خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکر و عمر"۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ اگرچہ کثیر تعداد میں تھے مگر ہم کہتے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابو بکر اور عمر ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"خیر امتی بعدی ابو بکر و عمر"۔[2]

میری امت میں میرے بعد سب سے بہتر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ابو بکر و عمر خیر الاولین والاخرین وخیر اهل السمٰوٰت و خیر اهل الارضین الا النبیین والمرسلین"۔[3]

ابو بکر و عمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں سے، اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے اور بہتر ہیں سب زمین والوں سے، سوائے انبیاو مرسلین علیہم السلام کے۔

---

(1) فضائل الصحابہ، صفحہ:۲۴، دارالکتب العلمیہ بیروت، مسند احمد بن حنبل، جلد:۲، صفحہ:۱۴

(2) کنزالعمال، حدیث ۳۲۶۶۰

(3) جمع الجوامع، حدیث ۱۲۴

قارئین کرام! مذکورہ فصل میں ہم نے افضلیت ابو بکر صدیق h کی قطعیت پر دلالت کرنے والی گیارہ احادیث نقل کی ہیں جو کہ تواتر معنوی کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ رہی یہ بات کہ افضلیت کی قطعیت کو تواتر معنوی کے ذریعے بیان کرنے والی احادیث کی تعداد تو وہ سینکڑوں میں ہے جن کی یہ مختصر کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔ سات سو کے قریب احادیث تو صرف مخدوم مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الطریقۃ المحمدیہ" میں نقل فرمائی ہیں دیگر ذخیرہ احادیث میں بھی کثرت کے ساتھ احادیث موجود ہیں جو مسئلہ افضلیت کو بیان کرتی ہیں۔ لہٰذا ان سب احادیث سے مسئلہ افضلیت کا تواتر معنوی سے ثابت ہونا ظاہر و باہر ہے۔ بنابرایں افضلیت کی قطعیت کا انکار کوئی معاند ہی کر سکتا ہے شخصی دیگر نیست۔

فصل ہفتم:

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت کے قائلین

قارئین کرام! اس باب کی گذشتہ فصول میں ہم افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت کو قرآن اور احادیث سے ثابت کر چکے ہیں اب ہم قطعیت کے قائلین میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی ذکر کرتے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

قرآن و حدیث کے بعد افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قائلین میں سب سے پہلی شخصیت خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

"حدثنا عبد الله قال حدثني ابي حدثنا هشيم قال انا حصين عن عبد الرحمٰن بن ابي ليلى قال خطب عمر بن الخطاب فحمد الله واثنى عليه ثم قال الا ان خير هذه الامة بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بكر فمن قال سوى ذلك بعد مقامي هذا فهو مفتر عليه ما على المفتري۔"(1)

"حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: بے شک اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پس جو آج کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کو افضل کہے گا وہ مفتری ہے اس پر مفتری کی حد جاری ہو گی۔

افضل الامہ سیدنا علی المرتضیٰ مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ

(1) فضائل الصحابہ، صفحہ:۵۲، دار الکتب العلمیہ بیروت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے قطعیت کے دوسرے قائل خود مولائے کائنات شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"لا اجد احداً فضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری"۔[1]

"یعنی میں جسے پاؤں گا مجھے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اسی (۸۰) کوڑے ماروں گا۔"

قطعی مسئلہ میں حد جاری ہوتی ہے:

قارئین کرام! ان حوالہ جات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے منکر پر حد مفتری جاری کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، اور یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ کسی بھی ظنی مسئلہ میں حد جاری نہیں ہوتی۔ جیسا کہ خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں: "اذلا عقوبة فی الظنیات بالاجماع"۔[2]

یہ بات اجماع سے ثابت ہے کہ امور ظنیہ میں حد جاری نہیں ہوتی۔

بلکہ حدود کے اثبات کیلئے دلیل قطعی کی ضرورت ہوتی ہے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حد جاری کرنے کا حکم اس بات کو مستلزم ہے کہ ان کے پاس افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت پر دلیل موجود تھی چاہے وہ نص کی صورت میں ہو یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کی صورت میں ہو۔ کیونکہ اگر اس مسئلہ میں انہیں شک یا احتمال دیگر تک ہوتا تو یہ حد کا حکم جاری نہ کرتے، اس لیے کہ ان کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی موجود تھا۔

---

(1) الاعتقاد والھدایہ الی سبل الرشاد، للبیھقی، صفحہ ۳۸۵، السنہ لابن ابی عاصم، رقم الحدیث:۱۰۱۸، المؤتلف والمختلف للدار قطنی، جلد ۳، صفحہ:۹۲

(2) فتاویٰ عزیزی، جلد ۲، صفحہ:۹۴، چمن گل پبلیشرز پشاور

"ادرؤ الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلو سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبة"۔[1]

یعنی جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو اگر اس کے لیے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو۔ امام کا غلطی سے معاف کر دینا غلطی کی سزا دینے سے بہتر ہے۔

ابو بکر ابن لمنذر نیشاپوری (متوفی ۳۱۲ھ) فرماتے ہیں:

اجماع ہے کہ شبہہ کی بنیاد پر حد نہیں لگائی جائے گی بلکہ ٹالی جائے گی۔[2]

بنا بر ایں جب یہ دونوں حضرات حضور نبی کریم ﷺ کے اس واضح ارشاد کے باوجود حد کے جاری ہونے کا حکم دیتے تھے۔ تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہر دو حضرات مسئلہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قطعی سمجھتے تھے لہذا پوری امت کو ان خلفائے راشدین کے طریقے پر چلتے ہوئے افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قطعی ماننا چاہیے اور الحمد اللہ امت نے مانا بھی ہے (ماسوا چند لوگوں کے۔)

خلفاے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو

کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین بعضوا ابو بکر و عمر و عثمان و علی فسما هم خلفاء"۔[3]

میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ جو میرے بعد ہوں گے ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ہیں پس ان کا نام خلفا ہے.

(1) معرفة السنن والآثار، رقم ۵۳۴۳، السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم ۱۶۸۳۴، السنن للترمذی، رقم: ۱۴۲۴

(2) کتاب الاجماع، صفحہ: ۱۴۴، مکتبہ امام بخاری کراچی

(3) التمہید لما فی الموطا المعانی والاسانید، جلد 3، صفحہ: 485

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت چونکہ خلفاے راشدین کا عقیدہ و نظریہ ہے لہذا اہل سنت کا بھی یہی نظریہ ہے اور قیامت تک رہے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان تواتر کے ساتھ ثابت ہے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل ہیں اس کا منکر مفتری ہے اور اس پر مفتری کی حد جاری کرونگا" یہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

امام ذہبی (م۷۴۸ھ) فرماتے ہیں

"قال علی رضی اللہ عنہ بالکوفة علی منبرھا فی ملا من الناس ایام خلافته خیر ھذہ الامة بعد نبیھا ابو بکر و خیرھا بعد ابی بکر عمر ولوشئت ان اسمی الثالث لسمته وھذا متواتر عن علی رضی اللہ عنہ فقبح اللہ الرافضة"۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایام خلافت میں بر سر مجمع کوفہ میں اپنے منبر پر فرمایا: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں اگر میں تیسرے کا نام لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں"۔ امام ذہبی فرماتے ہیں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متواتر روایت ہے پس روافض کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کرے۔

حافظ ابن کثیر (م۷۷۴ھ) نے لکھا:

"قد ثبت عنہ بالتواتر انه قال علی منبر الکوفة ایھا الناس ان خیر ھذہ الامة بعد نبیھا ابو بکر ثم عمر ولو شئت ان سمی الثالث لسمیت"۔[2]

---

(1) تاریخ الاسلام للذہبی، جلد:۳، صفحہ:۲۶۴

(2) البدایہ والنہایہ، جلد:۷، صفحہ:۳۷۰

یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کوفہ کے منبر پر فرمایا: اے لوگو! نبی ﷺ کے بعد اس امت میں افضل ابو بکر ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر میں تیسرے کا نام لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں۔

خاتم المحدثین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں:

"آنکه هشتاد نفر از اجله اصحاب و احباب آنجناب مسئله تفضیل شیخین را روایت کرده اندو بتقریبات مختلفه مسئله را از آنجناب شنیده اند و دار قطنی و بعض محدثین دیگر از آنجناب روایات صحیحه آورده اند که فرمودند لایفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری واین الفاظ کمال صراحت دارد بر قطعیت"۔[1]

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اجلہ صحابہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احباب سے اسی (80) حضرات نے تفضیل شیخین کا مسئلہ روایت کیا ہے اور ان حضرات نے مختلف مواقع میں یہ مسئلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا ہے۔ دار قطنی اور دوسرے بعض محدثین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایات بیان کی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

"جو شخص مجھ کو فضیلت دے گا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر تو میں اس کو اس قدر درے ماروں گا کہ جس قدر اس شخص کو مارنے چاہیں جو افترا کا مرتکب ہوتا ہے" ان الفاظ سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ قطعی ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید:

قارئین کرام! یہ بات واضح ہو گئی کہ اس روایت سے قطعیت کا اثبات صرف آج کے علما کی رائے نہیں بلکہ اکابر اس سے قطعیت ثابت کرتے آئے ہیں۔ جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ "ان الفاظ سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ قطعی ہے۔

(1) فتاویٰ عزیزی، جلد: ۲، صفحہ، ۹۴، مطبوعہ پشاور

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی (م ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

"قال الذہبی وقد تواتر ذٰلك عنه فی خلافته و کرسی مملکته و بین الجم الغفیر من شیعته ثم بسط الاسانید الصحیحه فی ذٰلك قال ویقال رواه عن علی نیف و ثمانون نفسا وعدد منهم جماعة ثم قال فقبح الله الرافضة ما اجهلم انتہی۔"[1]

امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) کہتے ہیں یہ روایت آپ سے آپ کی خلافت اور حکومت کے زمانے میں بھی تواتر سے بیان ہوتی رہی اور آپ کے محبین کے جم غفیر میں بھی۔ پھر آپ نے اس کی صحیح اسانید کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے کہا جاتا ہے کہ اسے اسی (۸۰) سے زیادہ آدمیوں نے حضرت علی سے روایت کیا ہے اور ان میں ایک جماعت بھی شامل ہے۔ پھر فرمایا: اللہ رافضیوں کا برا کرے کہ یہ کس قدر جاہل ہوگ ہیں؟

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

"قال الذہبی قد تواتر عن علی فی خلافته و کرسی مملکته و بین الجم الغفیر من شیعته ان ابا بکر و عمر افضل الامة قال و رواه عن علی کرم الله وجهه نیف و ثمانون نفسا وعد منهم جماعة ثمه قال فقبح الله الرافضة ما اجهلم"۔[2]

نوٹ: اس کا ترجمہ پہلے ہو چکا ہے۔

نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی (متوفی ۱۲۲۴ھ) رقمطراز ہیں:

باقی رہی وہ روایات جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرات شیخین کریمین کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور جسے شیعہ

---

(1) الصواعق المحرقہ، صفحہ ۶۰، کتب خانہ مجید ملتان

(2) مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب ۲۶۶ حصہ ۴ مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

حضرات "تقیہ" کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بھی ضعیف رواۃ سے روایت کی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ بات حضرت علی کرم اللہ وجھہ جیسے بہادر اور دلیر انسان کی شان کے خلاف ہے (یعنی وہ کہتے ہیں یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے بہادر انسان کی شان کے خلاف ہے کہ وہ بطور تقیہ شیخین کی افضلیت کو بیان فرمائیں۔ لہذا ایسی روایات ضعیف رواۃ سے مروی ہیں) پھر اگر تقیہ کے بارے میں ان کی رائے کو حقیقت تسلیم بھی کیا جائے کہ جیسا کہ شیعہ حضرات کہتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "تقیہ" اور "مجبوری" کی وجہ سے شیخین کی بیعت کی تو بھی یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ انسان اس سے ڈرتا ہے جو زندہ ہو بھلا جو شخص دنیا میں موجود ہی نہ ہو اس سے اس کی وفات کے بعد پھر کیا ڈرنا اور کیسا "تقیہ" کرنا؟ جبکہ یہ بات صحیح روایات کی روشنی ہیں واضح ہو چکی ہے کہ تینوں خلفاء کے وصال کے بعد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں ان کی افضلیت کا اعتراف اور اعلان فرمایا۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں ملی جلی روایات ہیں۔ (1)

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت محدث بریلی (م ۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:

مسئلہ تفضیل کو سب سے زیادہ بیان فرمانے والے اور مخالفین کو سخت سزا کا خوف دلانے والے سیدنا علی المرتضیٰ، اللہ بلند و بالا کے شیر کرم اللہ وجہہ الکریم اس لیے کہ ان کے ایام خلافت اور کرسی زعامت میں ان کا شیخین ابو بکر و عمر کو خود پر اور تمام امت پر فضیلت دینا تواتر سے ثابت ہوا۔ اس کو لوگوں کے کندھوں اور پشتوں پر مارا یعنی اس مسئلہ کو لوگوں کے سامنے اور ان کے پیچھے خوب روشن کیا یہاں تک کہ تیرہ و تار شبہات کی اندھیری کو دور کر دیا۔ (2)

---

(1) اصدق التصدیق بافضلیۃ الصدیق، صفحہ:۱۵،۱۶، جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کراچی

(2) فتاویٰ رضویہ، جلد:28، صفحہ:674، رضا فاؤنڈیشن لاہور

سید احمد ذینی دخلان مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

"وتواتر عن علی رضی اللہ عنہ قوله خیر الامة بعد نبیها ابو بکر و عمر وکان یقول لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری اخرجه ابن عساکر"۔[1]

اور تواتر کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس امت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر و عمر ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کوئی بھی مجھے ابو بکر و عمر پر فضیلت نہ دے ورنہ میں اُس پر مفتری کی حد جاری کروں گا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"قال الذهبی هذا متواتر عن علی فلعن الله الرافضة ما اجهلهم"۔[2]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تفضیل شیخین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تواتراً منقول ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی رافضیوں پر لعنت ہو۔ یہ کیسے جاہل ہیں؟

امام احمد بن سالم السفارینی الحنبلی (م ۱۱۸۸ھ) بھی فرماتے ہیں:

"قال الذهبی هذا متواتر عن علی فلعن الله الرافضة ما اجهلهم"۔[3]

تمام صحابہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قائل تھے:

خلفاء راشدین میں سے دو صحابہ کیصراحت کے ذکر سے کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ افضلیت کے قائل صرف یہ ہی ہیں بلکہ امام شعبی (م ۱۰۴ھ) جو امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین عالی مقام رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں:

"قال الامام الشعبی ادرکت خمیس مائة من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلهم یقولون ابو بکر و عمر و عثمان و علی"۔[1]

---

(1) الفتح المبین فی فضائل الخلفاء الراشدین المهدیین صفحہ 39 دار الفکر بیروت

(2) تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۴، مطبوعہ بیروت

(3) لوامع الانوار البهیہ و سواطع الاسرار، جلد 2، صفحہ: 312

میں نے پانچ سو صحابہ کرام سے ملاقات کی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کہتے تھے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم۔[1]

اور اسی پر مزید گواہی صحابی رسول ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"مضت السنه بتفضیل ابی بکر و سبق حب علی الی القلوب"۔[2]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت سلف کی سنت ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت قلوب پر غالب ہے۔

مزید توضیح کے لیے حضرت یحییٰ ابن سعید انصاری کا فرمان دیکھیے:

حضرت جبیر بن عبد الحمید فرماتے ہیں کہ میں یحییٰ بن سعید انصاری سے کہا کہ آپ نے جن صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا فرماتے تھے۔

"قال یحیٰ بن سعید الانصاری من ادرکت من اصحاب النبی ﷺ والتابعین لم یختلفوا فی ابی بکر و عمر فضلهما انما کان الاختلاف فی علی و عثمان"۔[3]

یحییٰ بن سعید انصاری فرماتے ہیں میں نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا وہ شیخین کی تفضیل میں اختلاف نہیں کرتے تھے جزی نیست اختلاف حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں تھا۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۹۶ھ) فرماتے ہیں:

"من فضل علیا علی ابی بکر و عمر فقد ازری علی اصحاب رسول اللہ ﷺ المهاجرین والانصار ولا ادری یعطب امر لا"۔[4]

---

(1) تاریخ دمشق، جلد ۲۵ صفحہ ۳۴۸

(2) شرح اصول اعتقاد، رقم: 2611، جلد 2، صفحہ: 325، دار الحدیث القاہرہ

(3) شرح اصول اعتقاد، رقم: 2609، جلد 2، صفحہ: 325، دار الحدیث القاہرہ

(4) فضائل صحابہ، صفحہ 76، رقم 309، دار الکتب العلمیہ

جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی تحقیق اس نے مہاجرین اور انصار پر عیب جوئی کی۔ اور میں نہیں جانتا کہ وہ ہلاک ہو جائے گا یا بچ جائے گا۔

حضور مولائے کائنات کے شاگرد سیدنا امام حسن بصری سے پوچھا گیا:

"سأل النضر بن عمرو الحسن البصری فقال ابو بکر افضل ام علی؟ فقال سبحان الله ولا سواء سبقت لعلی سوابق شرکه فیها ابو بکر واحدث احداثا لم یشرکه فیها ابو بکر ابو بکر افضل۔"[1]

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ سبحان اللہ یہ برابر نہیں ہیں جو خصائص و خوبیاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں پائی جاتی ہیں وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ میں بھی پائی جاتی ہیں مگر کچھ ایسی بھی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان میں شریک نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر امام حسن بصری کے متعلق منقول ہے:

" اتاه قوم من الکوفة والجزیرة فسالوه عن ابی بکر و عمر فالتفت الیّ فقال انظر هؤلاء یسالونی عن ابی بکر و عمر لهما عندی افضل من علی"۔[2]

ان (امام حسن بصری) کے پاس کوفہ اور جزیرہ سے لوگ آئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا:" کہ ان لوگوں کو دیکھو کہ مجھ سے

(1) شرح اصول اعتقاد، جلد2، صفحہ:328 رقم:2626، دار الحدیث القاہرہ

(2) شرح اصول الاعتقاد، جلد2، صفحہ 328، رقم:2627، دار الحدیث القاہرہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھتے ہیں حالانکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں"۔

امام مالک (م ۱۷۹ھ) بھی قطعیت کے قائل ہیں:

امام دار الھجرۃ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو قطعی مانتے ہیں جیسا کہ امام لالکائی رحمۃ اللہ علیہ (م ۴۱۸ھ) رقمطراز ہیں:

"اخبرنا عبداللہ بن محمد بن جعفر بن شاذان البزاد قال نا ابو سلمة اسامة بن علی التجیبی قال نا الحارث بن مسکین قال سئل مالك عن علی و عثمان فقال ما ادرکت احدا فمن یقتدی به الا وهو یری الکف عنهما یرید التفضیل بینهما فقلت له فابو بکر و عمر فقال لیس فی ابی بکر و عمر شك یرید انهما افضل من غیرهما"۔[1]

"امام حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق۔ تو آپ نے فرمایا: کہ میں کسی ایک کو بھی نہیں پایا جس کی اقتدا کی جاتی ہے مگر یہ کہ وہ ان دونوں کی تفضیل میں توقف کا قائل ہے۔ امام حارث بن مسکین فرماتے ہیں کہ میں نے تفضیل شیخین کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کی تفضیل میں کوئی شک نہیں۔"

امام احمد بن سالم السفارینی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۸۸ھ) امام مالک کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ:

"ای الناس افضل بعد نبیهم فقال ابو بکر ثم عمر ثم قال أو فی ذلك شك"۔[2]

---

(1) شرح اصول اعتقاد اہل السنہ والجماعۃ، جلد ۲، صفحہ: ۳۲۶، دار الحدیث قاہرہ

(2) لوامع الانوار البھیہ، جلد ۲، صفحہ ۳۶۵

"نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما، پھر فرمایا: کیا اس میں شک ہے؟"

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو امام زین العابدین عراقی (م۸۰۶ھ) نے بھی نقل فرمایا
دیکھیے: شرح التبصرہ والتذکرہ، صفحہ ۲۱۵

امام مالک کے قول کو امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م۹۰۲ھ) نے بھی نقل فرمایا
دیکھیے: فتح المغیث، باب معرفۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۱۰۵، مرکز اہلسنت برکات رضا ہندوستان

امام ابراہیم بن موسیٰ بن ایوب (المتوفیٰ ۸۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ:
"فعند الاشعری و مالك قطعی". [1]
"مسئلہ تفضیل امام اشعری اور امام مالک کے ہاں قطعی ہے"

امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (م۳۳۰ھ) کے نزدیک بھی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے:

امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م۹۷۴ھ) رقمطراز ہیں:

"ثم الذی مال الیه ابو الحسن اشعری امام اهل السنة ان تفضیل ابی بکر علی من بعده قطعی". [2]

پھر جس طرف امام اہل سنت ابو الحسن اشعری مائل ہوئے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت آپ سے بعد کے افراد پر قطعی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"مایأتی عن الاشعری ان تفضیل ابی بکر ثم عمر علی بقیة الامة قطعی". [1]

---

(1) الشند الضیاح، جلد ۲، صفحہ: ۵۰۷

(2) الصواعق المحرقہ، صفحہ: ۵۸، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

وہ جو امام ابو الحسن اشعری سے ثابت ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باقی تمام امت پر قطعی ہے۔

اسی سے صاحب زبدہ کے جھوٹ کا بھانڈا بیچ چورائے پھوٹ گیا کیونکہ صاحب زبدۃ التحقیق فرماتے ہیں کہ " امام ابو موسیٰ اشعری سے پہلے کوئی قطعیت کا قائل نہیں ہے"۔ حالانکہ امام مالک دوسری صدی کے ہیں جبکہ امام ابو الحسن اشعری چوتھی صدی کے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

"وقال الاشعری قطعی"۔ [2]

امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے۔

یہی بات امام زین الدین عراقی (م ۸۰۶ھ) نے " شرح التبصرہ والتذکرہ " صفحہ :۲۱۵ پر اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) نے فتح المغیث، جلد ۳، صفحہ ۱۰۵ پر اور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) نے مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم مکتوب نمبر ۳۶ پر بھی نقل کی ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی افضلیت قطعی ہے:

شاہ ابو الحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت "امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ الوالی کہ از اکابر عارفین بودنش ہمچو ماہ نیم ماہ ومہر نیم روز روشن ست در کتاب قواعد العقائد فرماید افضل الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی پس نرمی گوید فمن اعتقد جمیع ذالک حوقنابہ کان من اھل الحق وعصابۃ السنۃ فارق رھط الضلال وضرب العبد "۔ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: امام غزالی کے اس کلام سے یہ بات ظاہر ہے کہ وہ تفضیل شیخین کی قطعیت کی طرف راہ دکھاتے ہیں۔ [3]

---

(1) الصواعق المحرقہ، صفحہ ۵۷، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

(2) تدریب الراوی، صفحہ ۴۸۹، باب معرفۃ الصحابہ، قدیمی کتب خانہ کراچی

(3) دلیل الیقین من کلمات العارفین ص ۲۵ مطبوعہ عکس لاہور

امام موفق الدین (م ۶۲۰ھ) کے نزدیک بھی مسئلہ افضلیت قطعی ہے:

"اخبار تبلغ رتبة التواتر انه قال خیرا لناس بعد رسول ﷺ ابو بکر ثم عمر"۔[1]

"مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایات درجہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آقا کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر (افضل) حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں"۔

لہذا جب امام موفق الدین کے نزدیک سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ تو تواتر کے مفید قطعیت ہونے کے بنا پر ان کے نزدیک بھی مسئلہ افضلیت قطعی ہے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) کے نزدیک بھی افضلیت قطعی ہے:

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں یہ بات مذکور ہے کہ حافظ ابن کثیر نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تواتر سے منقول لکھا ہے۔ جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ان کے نزدیک بھی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔[2]

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کے نزدیک بھی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے

جیسا کہ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۳ھ) رقمطراز ہیں:

"وعبارة الشیخ فی الباب الثالث والتسعین من الفتوحات اعلم انه لیس فی امة محمد ﷺ من هو افضل من ابی بکر غیر عیسی علیہ السلام"۔[3]

---

(1) منہاج القاصدین لابن قدامہ، صفحہ ۳۸

(2) البدایہ والنہایہ، جلد: ۷، صفحہ: ۳۷۰

(3) الیواقیت والجواہر، صفحہ ۳۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت

شیخ اکبر کی عبارت جو فتوحات مکیہ کے تراسی (83) نمبر باب میں موجود ہے
کہ تو جان کہ بے شک امت محمدیہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے
کوئی بھی افضل نہیں ہے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے"۔

ایک دوسرے مقام پر علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وکان الشیخ محی الدین رضی اللہ عنہ یقول تقدیم ابی بکر فی الفضل علی عمر قطعی"۔[1]

شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تقدیم افضلیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قطعی ہے۔

نوٹ: شیخ اکبر کی عبارت سے اتنی بات تو واضح ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر افضلیت قطعی ہے۔جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قطعی ہے تو باقی سب پر بدرجہ اولیٰ قطعی اور یقینی ہے۔

امام قرطبی (م٦٥٦ھ) نے افضلیت کو قطعی قرار دیا:

"المقطوع بفضله وافضلیة بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عند اهل السنة وهوالذی یقطع به من الکتاب والسنة ابوبکر الصدیق ولم یختلف فی ذلك احد من ائمه السلف ولا الخلف"۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کتاب وسنت کی روشنی میں قطعی طور پر حضرت صدیق اکبر افضل ہیں۔ائمہ سلف وخلف میں سے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م٧٤٨ھ) بھی افضلیت کی قطعیت کے قائل ہیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والافضل عنهما بلا شك ابو بکر و عمر"۔[1]

---

(1) الیواقیت والجواہر، صفحہ ۳۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت
(2) المفہم للامام القرطبی، جلد ۳، صفحہ: ۱۰۵۹

اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بغیر کسی شک کے ان دونوں (حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) سے افضل ہیں"۔

اور امام ذہبی نے یہ بھی لکھا کہ:"ھذا متواتر عن علی"۔[2]

یعنی تفضیل شیخین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔

تواتر قطعیت کا فائدہ دیتا ہے لہٰذا امام ذہبی کے نزدیک بھی افضلیت صدیق اکبر قطعی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) کے نزدیک بھی افضلیت قطعی ہے:

" اذا تقرر ذلك فالمقطوع به بين اهل السنة والجماعة افضلية ابي بكر ثم عمر ثم اختلفو فيمن بعدهما فالجمهور على تقديم عثمان"۔[3]

جب ترتیب افضلیت علی ترتیب الخلافہ پر اہل سنت کا اجماع ثابت ہے تو شیخین کی افضلیت پر تو اجماع قطعی ہے باقی دو بزرگوں میں اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

امام جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) کے نزدیک بھی افضلیت قطعی ہے:

آپ نے بھی امام ذہبی کے حوالہ سے تفضیل شیخین کے تواتر کے ساتھ منقول ہونے کی تصریح کی ہے جس سے آپ کا افضلیت صدیق کی قطعیت کا قائل ہونا واضح ہے ملاحظہ فرمائیں[4]

امام قسطلانی شارح صحیح بخاری (م ۹۲۳ھ) بھی افضلیت کی قطعیت کے قائل ہیں:

آپ لکھتے ہیں:

پس اہلسنت و جماعت کے نزدیک قطعی بات یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔[1]

---

(1) سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۰، صفحہ ۶۱۲، رقم: ۳۶۷۹

(2) تاریخ الاسلام، جلد ۳، صفحہ: ۱۱۵

(3) فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد: ۸، صفحہ ۲۹، دار الکتب العلمیہ بیروت

(4) تاریخ الخلفاء، صفحہ ۴۴، مطبوعہ بیروت

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی "شرح ارشاد الساری" میں مسئلہ افضلیت کے متعلق بحث کرتے ہوئے فرمایا:

"لئن سلمنا التخصیص به فهو معارض بالاحادیث الکثیرة البالغة درجة التواتر المعنوی الدالة علی افضلیة الصدیق رضی اللہ عنہ فلا تعارضا الآحاد ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اهل السنة والجماعة علی افضلیة وهو قطعی فلا یعارضه ظنی"۔[2]

اگر ہم یہ تخصیص ان (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجے پر ہیں اور افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دلالت کرتی ہیں اور آحاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہل سنت وجماعت افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دال ہے اور وہ قطعی ہے تو ظن اس کے معارض کیسے ہو سکتا ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۴ھ) بھی قطعیت کے قائل ہیں

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

"ان افضلية ابی بکر رضی اللہ عنہ علی الثلاثه ثم عمر علی الاثنين مجمع علیه عند اهل السنة لاخلاف بينهم فی ذٰلك والاجماع يفيد القطع"۔[3]

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت باقی تین خلفاء پر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت باقی دو خلفاء پر اجماع اہلسنت سے ثابت ہے۔ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں اور اجماع مفید قطعیت ہے"

---

(1) المواہب اللدنیہ، جلد:۲، صفحہ:۷۵۲

(2) ارشاد الساری، جلد:۱، صفحہ 106 دار الکتب العلمیہ بیروت

(3) الفتاویٰ الحدیثیہ، صفحہ:۲۰۸، قدیمی کتب خانہ کراچی

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) نے بھی مسئلہ افضلیت کو قطعی قرار دیا

فرماتے ہیں:

"هذا والذی اعتقده وفی دین الله اعتمده ان تفضیل ابی بکر قطعی حیث امره رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بالامامة علی طریق النیابة مع ان المعلوم من الدین ان الاولی بالامة افضل وقد کان علی رضی اللہ عنہ حاضرا فی المدینة و کذا غیره من اکابر الصحابة وعینه علیہ السلام لما علم انه افضل الانام فی تلك الایام حتیٰ انه تاخر مرة تقدم عمر رضی اللہ عنہ فقال علیہ السلام ابیٰ الله والمؤمنون الا ابابکر رضی اللہ عنہ۔"(1)

وہ قول جس پر میرا اعتقاد ہے اللہ کے دین پر میرا مکمل اعتماد ہے کہ افضلیت ابو بکر قطعی ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بطریق نیابت امامت کا حکم دیا۔ اور یہ بات دین سے معلوم ہے کہ جو امامت میں اولیٰ ہو وہ افضل ہے حالانکہ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور اکابر صحابہ بھی۔ اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے معین کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھی یہاں تک کہ ایک مرتبہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مصلیٰ مبارک سے پیچھے ہٹے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آگے کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور سب مؤمن انکار کرتے ہیں کہ سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کوئی اور امامت کرے۔

(1) شرح فقہ اکبر، صفحہ:64، قدیمی کتب خانہ کراچی

امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) کے نزدیک بھی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بالجملۃ افضلیت شیخین یقینی است وافضلیت حضرت عثمان دون اوست اما احوط آن است کہ منکر افضلیت حضرت عثمان رابلکہ منکر افضلیت شیخین را نیز حکم بکفر نکنیم ومبتدع وضال وانیم چہ علماء رادر تکفیر او اختلاف است"۔[1]

الغرض شیخین کی افضلیت قطعی ہے اور حضرت عثمان کی افضلیت اس سے کم تر ہے لیکن احوط یہی ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے منکر بلکہ شیخین کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ دیں۔ مبتدع اور گمراہ جانیں۔ کیونکہ اس کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) بھی اس مسئلہ کو قطعی مانتے ہیں:

"اکنون سخن در آں ماند کہ مسئلہ ترتیب افضلیت یقینی است کہ برھان قاطع برآن گزشتہ"۔[2]

بات یہ ہے کہ مسئلہ ترتیب افضلیت کا یقینی ہے یعنی قطعی ہے کیونکہ دلائل قطعیہ اس پر گزر چکے ہیں۔

علاوہ ازیں شیخ محقق نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول تفضیل شیخین کو بھی متواتر قرار دیا ہے جو آپ کے نزدیک اس مسئلہ کے قطعی ہونے کی دلیل ہے۔ دیکھیے (تکمیل الایمان، صفحہ: ۱۵)

---

(1) مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ ۴، مکتوب ۲۶۶، ص ۱۳۱ مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

(2) تکمیل الایمان اردو، صفحہ: ۱۰۸، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (م۱۰۶۷ھ) کے نزدیک بھی افضلیت قطعی ہے:

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دال حدیث متواتر "واللہ ماطلعت الشمس ولاغربت بعد النبیین والمرسلین علی احد افضل من ابی بکر" پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ھذا دفع مایقال ان منطوق الحدیث نفی افضلیۃ احد علی ابی بکر لا نفی المساواۃ فلایثبت افضلیتہ وحاصل الدفع ان مثل ھذا الکلام انما یقال فی العرف لاثبات الافضلیتہ وان کان المنطوق لایفی بذالک فانک اذا قلت لارجل افضل من زید یفھم منہ اثبات افضلیتہ زید قطعا"۔ (1)

یہ جواب ہے اس بات کا کہ جو کہا جاتا ہے کہ منطوق حدیث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کسی ایک کے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہے نہ کہ ان کی مساواۃ کی نفی پر لہذا اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی تو اس اعتراض کا جواب ہے کہ عرف میں ایسا کلام افضلیت کے اثبات کے لئے ہی کیا جاتا ہے۔ اگرچہ منطوق سے یہ ثابت نہ بھی ہو کیونکہ جب تو "لارجل افضل من زید" کہے تو اس سے قطعی طور پر زید کی افضلیت ہی سمجھی جائے گی۔

تبصرہ: علامہ سیالکوٹی کا یہ فرمان کہ "لارجل افضل من زید" سے زید کی قطعی افضلیت سمجھی جاتی ہے تو بلاشبہ آپ کے نزدیک "علی احد افضل من ابی بکر" سے بھی افضلیت ابو بکر صدیق کی قطعیت ہی مفہوم ہے۔

(1) شروح وحواشی العقائد النسفیہ ج۵ ص۱۶۹ دارالکتب العلمیہ بیروت

علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی (م ۱۱۷۴ھ) نے بھی افضلیت کو قطعی قرار دیا

آپ رقمطراز ہیں:

"ان الحق ان مسئلة الافضلية قطعية ثابتة بالتواتر والاجماع"۔(1)

"حق یہی ہے کہ مسئلہ افضلیت قطعی ہے جو کہ تواتر اور اجماع سے ثابت ہے"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ) کے نزدیک بھی مسئلہ افضلیت قطعی ہے:

"افضلیت شیخین در ملت اسلامیہ قطعی است"۔(2)

ملت اسلامیہ میں افضلیت شیخین کا مسئلہ قطعی ہے"

امام احمد بن سالم (م ۱۱۸۸ھ) بھی قطعیت کے قائل ہیں:

چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تفضیل شیخین تواتر کے ساتھ امام ذہبی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ تو تواتر کے قطعی ہونے کی بنا پر آپ بھی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قطعی مانتے ہیں۔(3)

نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی (متوفیٰ ۱۲۲۴ھ) کے نزدیک بھی افضلیت قطعی ہے:

گزشتہ صفحات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ بات بالتفصیل گزر چکی ہے کہ جن احادیث مبارکہ اور فرامین مولائے کائنات رضی اللہ عنہ میں افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بیان کیا گیا ہے وہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ تواتر مفید

---

(1) الطریقۃ المحمدیہ فی حقیقۃ القطع بالافضلیہ، صفحہ:۱۱۹، پروگیسو بک لاہور

(2) ازالۃ الخفا، جلد ا، صفحہ ۳۰۱

(3) لوامع الانوار البھیہ وسواطع الاسرار، جلد ۲، صفحہ ۳۱۲

قطعیت ہے جس سے واضح ہے کہ آپ بھی افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قطعیت کے قائل ہیں۔ (1)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) بھی قطعیت کے قائل ہیں:

صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ قطعی ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ قطعی ہے بلکہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قطعی ہونے پر اجماع ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"قال ابو الحسن الاشعری تفضیل ابی بکر علی غیرہ من الصحابة قطعی قلت قد اجمع علیه السلف"۔ (2)

امام ابو الحسن اشعری فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت باقی صحابہ پر قطعی ہے اور میں کہتا ہوں کہ افضلیت کے قطعی ہونے پر سلف کا اجماع ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) نے بھی مسئلہ افضلیت کو قطعی لکھا:

"قال مولانا آل الرسول الاحمدی قال سمعت الشاہ عبدالعزیز الدھلوی یقول تفضیل الشیخین قطعی او کالقطعی"۔ (3)

مولانا آل رسول احمدی نے فرمایا کہ میں نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیخین کی افضلیت قطعی ہے یا قطعی جیسی ہے۔

---

(1) اصدق التصدیق بافضلیۃ الصدیق، صفحہ: ۱۵، جمعیت اشاعت اہلسنت کراچی

(2) تفسیر مظہری، جلد ۹، صفحہ: ۱۷۳، دار حیاء التراث العربی

(3) فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۸، صفحہ ۶۷۸، رضا فاؤنڈیشن لاہور

امام عبدالعزیز پرہاروی (م۱۲۴۱ھ) کے نزدیک بھی مسئلہ افضلیت قطعی ہے:

آپ رقمطراز ہیں:

"افضلية الصديق قطعية عند الشيخ ابي الحسن الاشعری وظنية عند القاضی الباقلانی و امام الحرمين ومن نظر فی الاحاديث البالغة مبلغ التواتر و اجماع السلف عرف ان الحق مع الاشعری۔"[1]

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امام ابو الحسن اشعری کے نزدیک قطعی ہے اور قاضی باقلانی اور امام حرمین کے نزدیک ظنی ہے۔ اور جس شخص نے بھی احادیث میں نظر کی جو کہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور سلف کے اجماع کو دیکھا تو اسے یہ معلوم ہو گیا کہ حق امام ابو الحسن اشعری کے ساتھ ہے یعنی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے۔

امام فضل حق خیر آبادی (م۱۲۷۸ھ) کے نزدیک بھی افضلیت قطعی ہے

آپ فرماتے ہیں:

"و این فضل شیخین رضی اللہ عنہما قطعی و یقینی است ارتباب در آن مکابرہ و بیدینی است۔"[2]

شیخین کی یہ افضلیت قطعی و یقینی ہے جس میں شک وشبہ الحاد و بے دینی ہے۔

اسی طرح چند سطور کے بعد امام فضل حق خیر آبادی رقمطراز ہیں:

"افضلیت حضرت شیخین رضی اللہ عنہ باین فضل کلی بر سائر صحابہ رضی اللہ عنہم قطعی است پس بتحقیق پیوست کہ مسئلہ تفضیل شیخین کہ از عقائد دینیہ است از مسائل قطعیہ یقینیہ است"۔[3]

---

(1) مرام الکلام، صفحہ: ۲۵۲، مکتبہ زم زم

(2) امتناع النظیر، صفحہ: ۲۴۸، مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

(3) امتناع النظیر، صفحہ: ۲۴۸، مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

"اس کلی فضلیت کے سبب حضرات شیخین کا تمام صحابہ سے افضل ہونا قطعی یقینی ہے لہذا یہ مسئلہ ثابت ہو گیا کہ شیخین کریمین کی افضلیت جو دین کے عقائد میں سے ہے قطعی اور یقینی مسائل سے ہے"۔

امام فضل حق خیر آبادی کے نزدیک افضلیت کی قطعیت پر اجماع ہے:

"قطعیت تفضیل حضرت شیخین رضی اللہ عنہما که نزد اهلسنت مجمع علیه است"۔ (1)

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کی قطعیت اہلسنت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہے یعنی شیخین کی افضلیت کے قطعی ہونے پر اہلسنت کا اجماع ہے۔

سید احمد زینی دحلان مکی (م ۱۳۰۴ھ) بھی افضلیت کی قطعیت کے قائل ہیں:

قارئین کرام! امام اہلسنت کے شیخ اور خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ سید احمد زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قطعی مانتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے بھی افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سے تواتراً منقول لکھا ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی افضلیت کے قطعی ہونے پر دال ہے۔ دیکھیئے۔ (2)

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ) نے بھی افضلیت کو قطعی قرار دیا

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیل شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا؟ ہمارا اور ہمارے مشائخ طریقت و شریعت کا یہی مذہب ہے۔ (3)

---

(1) امتناع النظیر، صفحہ:۲۴۹، مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

(2) الفتح المبین، صفحہ:۳۹، دار الفکر بیروت

(3) مطلع القمرین، صفحہ:۸۱

پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (م۱۳۵۶ھ) کے نزدیک بھی مسئلہ قطعی ہے

قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکر بن عیاش کا قول نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"ابو بکر بن عیاش کہتے ہیں میں نے ابو حفص سے سنا کہ کہتا تھا بعد از پیغمبر کوئی شخص ابو بکر سے افضل نہیں کیونکہ اس نے مقاتلہ مرتدین میں نبی کا سا کام کیا ہے۔"(1)

تبصرہ: فاتح قادیاں پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکر بن عیاش کا یہ قول نقل کیا ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس قول کی تائید اور تصویب پر دال ہے اور اس کے بعد افضلیت کی یہ دلیل بیان کی ہے کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مقاتلہ مرتدین میں نبی کا سا کام کیا ہے"۔ آپ کا سلسلہ تلمذ چونکہ خیر آبادی ہے لہذا امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی افضلیت کی دلیل کو مد نظر رکھا جائے تو نتیجہ روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس قول کو لا کر امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح افضلیت کی قطعیت کو بیان فرما رہے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۹۱ھ) کے نزدیک بھی مسئلہ افضلیت قطعی ہے:

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بعد انبیاء ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بڑا پرہیز گار ہونا بھی قرآن سے ثابت ہے اور بڑے پرہیز گار کا افضل ہونا بھی قرآن سے ثابت ہے لہذا افضلیت صدیق قطعی ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔"(2)

---

(1) تصفیہ ما بین السنی والشیعہ، صفحہ ۱۹، گولڑہ شریف اسلام آباد

(2) تفسیر نور العرفان، تفسیر سورہ اللیل، آیت ۱۵، صفحہ: ۹۸۳

امام محقق ملا احمد جنیدی فرماتے ہیں:

صاحب مجموعۃ الحواشی علی شرح العقائد نے بھی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو قطعی قرار دیا۔

"کان السلف کانوا متوقفین لا یققطعون بتفضیل عثمان کما قطعوا بتفضیل ابی بکر و عمر"۔(1)

سلف توقف کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تفضیل کو قطعی قرار نہیں دیتے تھے جیسا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کو قطعی قرار دیتے تھے۔

سیدی آل رسول مارہرہ شریف نے بھی افضلیت کو قطعی قرار دیا:

شاہ ابو الحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

حضرت والد جدی و شیخی و مرشدی سیدنا آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کے متعلق میں نے سنا کہ وہ اپنے استاد جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے یہ بات نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے تفضیل شیخین قطعی ہے یا فرمایا کہ قطعی کے قریب ہے شک فقیر کی جانب سے ہے اور فقیر کے دوسرے اقرباء میں سے ثقاہت کے ساتھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت والد سے سو سے زائد بار سنا ہے کہ آپ بغیر کسی تردد کے فرماتے تھے کہ تفضیل شیخین قطعی ہے۔(2)

قارئین کرام! مذکور ائمہ کی تصریحات سے یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ قطعی ہے اور اس کا منکر اہل سنت سے خارج ہے اس میں کوئی دوسری رائے قابل التفات نہیں ہے اور ان ائمہ اعلام کی تصریحات کو اگر صاحب زبدہ بھی بنظر انصاف دیکھیں تو ان کے پاس بھی اس موقف کے خلاف کوئی راستہ نہیں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

---

(1) مجموعۃ الحواشی علی شرح العقائد النسفیہ، جلد 1، صفحہ 69، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(2) دلیل الیقین من کلمات العارفین ص ۲۶ عکس لاہور

فصل ہشتم:

اجماع اور مسئلہ افضلیت

شریعت محمدیہ کے جملہ احکام میں سے ہر ایک حکم، ہر مسئلہ اور اس کی ہر شق اپنے ثبوت کے لیے کسی نہ کسی دلیل شرعی کا تقاضا کرتا ہے۔ تاکہ وہ مسئلہ اس دلیل شرعی سے ثابت ہو کر پایہ ثبوت تک پہنچے کیونکہ کسی بھی حکم یا مسئلہ کی جب تک کوئی دلیل بیان نہ کی جائے اور وہ کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو تو اسے نہ تو فقہی مسئلہ کا عنوان دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ اسلامی قانون بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مسئلہ افضلیت چونکہ ایک عقیدہ ہے جیسا کہ علم کلام کی کتب میں متکلمین اس سے بحث کرتے ہیں تو ہم بھی اس باب میں اسی کے متعلق بحث کر رہے ہیں کہ مسئلہ افضلیت قطعی ہے۔ اس کی قطعیت پر جہاں نصوص قرآنیہ اور تواتر معنوی دلیل ہے وہاں اس کی قطعیت پر اجماع بھی دلیل قطعی موجود ہے۔ لہذا اس فصل میں ہم اس مسئلہ کو ثابت کریں گے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع ہے لیکن ابتداً ہم اجماع کی تعریف، اقسام اور حکم کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اجماع کا لغوی معنیٰ

اجماع کے لغت میں دو معنیٰ ہیں:

پہلا معنیٰ: اجماع کا ایک معنیٰ "عزم کرنا / ارادہ کرنا" ہے۔ جیسا کہ علامہ فخر الاسلام بزدوی فرماتے ہیں۔

"الاجماع فی اللغۃ ھو العزم یقال اجمع فلان علی کذا اذا عزم علیہ ومنہ قولہ تعالیٰ اخبارا فاجمعوا امرکم ای اعزموا علیہ قولہ علیہ السلام لا صیام لمن لم یجمع الصیام من اللیل ای لم یعزم"۔[1]

---

(1) کشف الاسرار، جلد ۳، صفحہ ۲۲۶، الصدف پبلیشرز کراچی

اجماع لغت میں عزم کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے "اجمع فلاں علی کذا" جب کوئی بندہ کسی چیز کا عزم اور ارادہ کرلے۔ اسی معنٰی پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی "فاجمعوا امرکم وشرکائکم" بھی دال ہے یعنی تم ملکر کام کرو اور اپنے جھوٹے معبودوں سمیت اپنا کام پکا کر لو۔ یعنی یہاں "اجمعوا امرکم" "اعزموا امرکم" کے معنٰی میں ہے اور اسی معنٰی کی تائید حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہو رہی ہے کہ "من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلاصیام له" [1] یعنی جس نے رات کو روزے کا ارادہ نہیں کیا اس کا روزہ نہیں۔ تو یہاں بھی "لم یجمع" "لم یعزم" کے معنٰی میں ہے۔

دوسرا معنٰی: اجماع کا دوسرا معنٰی "اتفاق کرنا" ہے۔ جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی رقمطراز ہیں:۔

"الاجماع هو فی اللغة الاتفاق یقال اجمع القوم علی کذا ای اتفقوا"۔[2]

اجماع لغت میں اتفاق کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے "اجمع القوم علیٰ کذا" قوم کا فلاں کام پر اتفاق ہوا۔ تو یہاں 'اجمع' "اتفق" کے معنٰی میں ہے۔

اسی طرح ملاجیون نے بھی نورالانوار میں یہی معنٰی بیان کیا ہے۔

"الاجماع وهو فی اللغة الاتفاق"۔[3]

یعنی اجماع لغت میں اتفاق کرنے کو کہتے ہیں۔

---

(1) ترمذی، جلد ۱ صفحہ: ۱۵۴، کراچی

(2) التوضیح علی التلویح، جلد ۲، صفحہ ۵۲۲، میر محمد کراچی

(3) نورالانوار، صفحہ ۲۳۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور

مناسب معنیٰ: اجماع کے ان دونوں معانی میں سے اصطلاحی معنیٰ کے زیادہ مناسب دوسرا معنیٰ ہے کیونکہ اجماع کثرت کا تقاضا کرتا ہے اور کثرت والا معنیٰ "اتفاق" میں ہی پایا جاتا ہے۔

اجماع کی اصطلاحی تعریف:

علامہ سعد الدین تفتازانی (م ۷۹۳ھ) اجماع کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفی الاصطلاح اتفاق المجتھدین من امة محمد ﷺ فی عصر علی حکم شرعی"۔[1]

اجماع اصطلاح میں امت محمدیہ کے مجتہدین کا کسی زمانے میں کسی شرعی مسئلہ پر اتفاق کر لینے کو کہتے ہیں۔

ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۰ھ) اجماع کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفی الشریعة اتفاق مجتھدین صالحین من امة محمد فی عصر واحد علی امر قولی او فعلی"۔[2]

اجماع اصطلاح شرع میں امت محمدیہ کے صالحین مجتہدین کا کسی امر قولی یا فعلی پر کسی بھی زمانے میں "اتفاق" کرنے کو کہتے ہیں۔

شرائط اجماع:

اجماع کی شرائط کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

"صدور الاتفاق ان یکون رای کل واحد علی وفق رای للآخر لابد من موافقة جمیع المجتھدین فاذا خالف احدھم لم ینعقد الاجماع والمجتھدون وان یکون المجمعون من امة محمد ﷺ ای من المسلمین وھم کل من آجاب دعوة رسول اللہ ﷺ وآمن بما جاء به واتفاق المجتھدین بعد وفاة الرسول ﷺ ای فالجمھور یقولون لاعبرة بالاجماع فی عصره

---

(1) توضیح تلویح، جلد ۲، صفحہ ۵۲۲، میر محمد کتب خانہ کراچی

(2) نور الانوار، صفحہ: ۲۳۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور

ﷺ لانه اذا وافق الرسول المجمعین فالحجة هو قوله ﷺ وان خالفهم فلا عبرة بما اجمعوا علیه لانه صاحب التشریع لا ینعقد الاجماع فی عهد الرسول ﷺ اتفاق المجتهدین فی عصر من العصور ای لیس المراد بداهة جمیع مجتهدی الأمة فی جمیع الاعصار الی یوم القیامة والا ادی الی عدم تحقق الاجماع اصلاً اذلا اجماع قبل یوم القیامة وبعد یوم القیامة لا حاجة للاجماع الا تفاق علی حکم شرعی ای هو المختص بالامور الدینیة او الشرعیة کحلِ البیع اما الا تفاق علی الاحکام اللغویة لیس اجماعاً شرعیاً۔"[1]

یعنی اختصاراً تو اجماع کی شرائط مذکورہ بالا ہیں اور ان شرائط کو تفصیلاً یوں ملاحظہ فرمائیں۔

مجتہدین کا اتفاق:

اجماع کی پہلی شرط یہ ہے کہ مجتہدین کا آپس میں اتفاق ہو یعنی اتفاق سے مراد ہر ایک کی رائے دوسرے کی رائے کے موافق ہو اور اصل مقصود یہ ہے کہ وہ اعتقاد یا قول یا فعل میں ایک جیسے ہوں۔ اور یہ اشتراکیت مسئلہ متنازع فیہ میں ازروئے قول یا فعل یا سکوت یا بیان کی صورت میں ہوگی۔ اس لیے تمام مجتہدین کی موافقت ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی مخالفت کی تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ کیونکہ اتفاق کا تحقق نہیں پایا جارہا۔ مجتہدین کی رائے متفق علیہ ہونی چاہیے۔

اھل الرائے مجتہدین ہوں:

اجماع صرف مجتہدین کا منعقد ہوگا۔ ان کے علاوہ اجماع معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کو ایسا ملکہ حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعے سے مسائل کو مستنبط کرتے ہیں جب کہ غیر مجتہدین

---

(1) اصول الفقہ، جلد ۱، صفحہ: ۵۲۵۔۵۲۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان

کو یہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اس لیے اہل الرای اور اجتہاد والوں کا اجماع منعقد ہو گا۔ تو اجماع کی شرائط میں سے ایک شرط مجتہدین کا بھی ہونا ضروری ہے۔

مجتہدین کا امت محمدیہ میں سے ہونا:

اجماع کے منعقد ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجتہدین امت محمدیہ میں سے ہوں۔ اصل محل بحث یہ ہے کہ وہ مسلمان ہوں اور جناب نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول کیا ہو اور ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہوں جو جناب نبی کریم ﷺ لے کر آئے ہیں۔ اور علماء کا اتفاق ہے کہ اس موضوع میں کافر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور اسی طرح سابقہ امم کا بھی۔ اس لیے کہ کافر کا قول دینی مسائل میں غیر مقبول ہے اور دین کی مخالفت کی وجہ سے متہم ہے۔
اور نقلی دلائل بھی اجماع کے اثبات کے لیے دلالت کرتے ہیں کہ وہ لوگ امت محمدیہ ﷺ میں سے ہوں کیونکہ ان کا غلطی پر متفق ہونا، اس چیز کی نفی کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے ان کی مخالفت سے روکا گیا ہے اور ان کی رائے کی اتباع کرنا واجب ہے۔

اجماع نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات سے پردہ فرمانے کے بعد ہو:

اجماع کے انعقاد کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ اجماع جناب نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات سے پردہ فرمانے کے بعد ہو کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اجماع کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لیے جب لوگوں نے حضور ﷺ کی موافقت کی تو آپ ﷺ کا قول حجت ہو گا اور اگر انہوں نے مخالفت کی تو ان کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ صاحب تشریع ہیں۔ اسی وجہ سے عہد نبوی ﷺ میں اجماع کا انعقاد نہیں ہو گا۔ بلکہ اتفاق المجتہدین رسول اللہ ﷺ کے ظاہری حیات سے پردہ فرمانے کے بعد شرط ہے۔

مجتہدین کا اجماع اسوقت ہو جب واقعہ پیش آیا ہو:

مجتہدین کا اجماع اس وقت منعقد ہو گا جس وقت کوئی واقعہ یا حادثہ پیش آیا ہو اور لوگوں نے اس وقت مسئلہ جدید کا شرعی حل طلب کیا ہو۔ اس وقت اھل الرای اور اھل النظر لوگوں کا متفق ہونا شرط ہے۔

مجتہدین کا اتفاق زمانے میں سے کسی زمانہ میں ہو:

اجماع کے انعقاد کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ کسی بھی زمانے میں مجتہدین کا اتفاق حکم شرعی پر ہو اس کا یہ مطلب نہیں کہ امت کے تمام مجتہدین کا زمانوں میں متفق ہوں یہ محال ہے۔ اس صورت میں تو اجماع کا بالکل ہی تحقق نہیں ہو گا اور اجماع قیامت کے دن سے پہلے ممکن نہیں اور قیامت کے بعد اس کی ضرورت ہی نہیں۔

یہاں اصل مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ جن کا مختلف فیہ مسائل میں اتفاق یا اختلاف متصور ہو اور ایسے لوگ ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں۔ اور عصر سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں حادثہ پیش آیا ہو اور اس زمانے میں اہل اجتہاد بھی ہوں اور اس میں شرعی حکم بھی طلب کیا گیا ہو۔ اسی وجہ سے اگر کوئی اس مسئلہ کے پیدا ہونے کے بعد والے زمانے میں مجتہد بنا ہو تو اس کا اجماع منعقد نہیں ہو گا۔ بے شک جب مجتہدین کا زمانے میں سے کسی زمانے میں پیدا ہونے والے شرعی مسئلہ پر اتفاق ہو جائے تو یہ اجماع منعقد ہو جائے گا اور اس کی اتباع واجب ہو جائے گی۔

مجتہدین کا اتفاق حکم شرعی پر ہو:

اجماع میں محل بحث یہ ہے کہ وہ حکم امور دینیہ کے ساتھ مختص ہو یا امر شرعی ہو جیسے بیع کی حلت و حرمت وغیرہ۔ تو اجماع کے منعقد ہونے کے لیے ایک شرط یہ بھی ضروری ہے وہ امر شرعی ہو جس پر مجتہدین کا اتفاق ہو۔ اگر اتفاق کسی حکم لغوی پر ہو جیسے فا تعقیب کے لیے یا قضیہ عقلیہ پر ہو جیسے عالم حادث ہے یا امور دنیوی میں سے کسی امر پر ہو جیسے حرب میں اور رعایا کے امور میں تدبر وغیرہ جن کو عام طور پر پہنچانا جاتا ہے اور بحیثیت مکلف ہونے کے ان کا تعلق افعال مکلفین کے ساتھ نہیں تو ان میں اتفاق، یہ اجماع شرعی نہیں ہے۔

شرائط اجماع کی تفصیل بیان کرنے سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اجماع کی ابتداء کب ہوئی اور اجماع کسطرح وجود میں آتا ہے؟ لیکن صاحب زبدہ کی یہ عادت ہے کہ ضمناً مسئلہ متعدد بار ذکر کر بھی دیا جائے تو جواب یہی ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ میری کتاب کا رد لکھنے والوں نے نہیں لکھا۔ تو آیئے ان دو مسائل کی بھی وضاحت دیکھئے۔

اجماع کی اقسام اور حکم:

صاحب اصول الشاشی (م ۳۴۴ھ) اجماع کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ثم الاجماع علی اربعة اقسام اجماع الصحابة رضی اللہ عنہم علی حکم الحادثة نصاً ثم اجماعهم بنص البعض وسکوت الباقین عن الرد ثم اجماع من بعدهم فیما لم یوجد فیه قول السلف ثم الاجماع علی احد اقوال السلف اما الاول فهو بمنزلة اٰیة من کتاب الله تعالیٰ ثم الاجماع بنص البعض و سکوت الباقین فهو بمنزلة المتواتر"۔[1]

یعنی اجماع کی چار اقسام ہیں:

قسم اول: اجماع نصی تام:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کسی پیش آمدہ مسئلہ پر صراحت کے ساتھ اجماع، اجماع نصی تام کہلاتا ہے۔ یعنی اجماع کی اہلیت رکھنے والے مجتہدین کسی زمانہ میں اپنے قول یا فعل سے کسی دینی مسئلہ پر اتفاق ظاہر کریں۔ قول کے ذریعے اجماع اسطرح ہو گا کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے "اجمعنا علیٰ کذا" کی تصریح ثابت ہو جائے یا فعل کے ذریعے اجماع جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔

اجماع نصی تام کا حکم:

صاحب اصول الشاشی اجماع کی قسم اول کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "فهو بمنزلة اٰیة من کتاب الله تعالیٰ" (حوالہ مذکور)

یعنی اجماع کی پہلی قسم جس میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی واقعہ کے حکم پر صراحۃً اجماع کریں۔ بمنزلہ کتاب اللہ کی آیت کے ہے۔ جس طرح کتاب اللہ کی آیت علم و عمل کی

---

(1) اصول الشاشی، صفحہ: ۱۲۴، مکتبہ رحمانیہ لاہور

قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اور اس آیت کا انکار کرنا کفر ہوتا ہے اسی طرح اجماع کی یہ قسم علم و عمل کی قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اور اس اجماع کا منکر کافر ہوگا۔ جیسے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کرنا، کسی صحابی نے کوئی انکار نہیں کیا، صراحۃً تمام صحابہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ اس لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ماننا ضروری ہے اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

قسم ثانی: اجماع سکوتی:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع بعض صحابہ کی صراحت اور بعض کا اسکی تردید کرنے سے سکوت کے ساتھ ہوا ہو۔

یعنی اجماع کی اہلیت رکھنے والے مجتہدین میں سے کچھ حضرات متفقہ فیصلہ زبانی یا عملی طور پر کردیں اور دوسرے خاموش رہیں اور اس قول یا عمل کو رد نہ کریں۔ اس قسم میں بعض کی تصریح کے ساتھ دوسرے بعض کا جو سکوت ہے وہ اختلاف کی وجہ سے نہیں بلکہ اتفاق کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ اگر ان کو اختلاف ہوتا تو وہ ضرور بولتے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام کسی شرعی حکم کے اظہار میں کسی سے ڈرنے والے نہیں تھے۔ ان کی شان میں اللہ تعالیٰ نے "لا یخافون لومۃ لائم" ارشاد فرمایا ہے۔

اجماعِ سکوتی کا حکم:

صاحب اصول الشاشی اجماع سکوتی کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: " فھو بمنزلۃ المتواتر" (حوالہ مذکور)

یعنی یہ اجماع خبر متواتر کی طرح ہے جس طرح خبر متواتر علم و عمل کی قطعیت کا فائدہ دیتی ہے لیکن اس کا منکر کافر نہیں ہوتا اسی طرح یہ اجماع بھی علم و عمل کی قطعیت کا فائدہ دیتا ہے لیکن اس کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ اس میں بعض صحابہ کی طرف سے چونکہ سکوت ہے اس لیے اس کا مرتبہ بنسبت اجماع کی پہلی قسم کے کم ہوگا اور اس کا منکر کافر نہیں ہوگا۔ جیسے ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک مرتبہ دینے سے تین کا واقع ہونا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصریح سے

ثابت ہے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے تردید سے سکوت اختیار کیا انکار نہیں کیا باقی صحابہ کا سکوت اتفاق کی وجہ سے تھا۔ اختلاف کی وجہ سے نہیں تھا اگر انہیں کوئی اختلاف ہوتا تو وہ ضرور اس کا اظہار کرتے۔

اجماع نصی اور سکوتی میں باعتبار حکم کے فرق:

اجماع کی پہلی قسم اور دوسری قسم ادلہ قطعیہ میں سے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پہلی قسم کا منکر کافر اور دوسری قسم کا منکر کافر نہیں ہے۔

قسم ثالث:

صحابہ کے بعد کسی زمانے کے تمام مجتہدین فقہاء نے کسی ایسے مسئلہ پر اجماع کیا ہو جس کے متعلق صحابہ کا کوئی قول نہ پایا جاتا ہے۔

قسم ثالث کا حکم:

صاحب اصول الشاشی اجماع کی قسم ثالث کا حکم بیان فرماتے ہیں:

"ثم اجماع من بعدهم بمنزلة المشهور من الاخبار"۔ (حوالہ مذکور)

پھر صحابہ کے مابعد کا اجماع بمنزلہ خبر مشہور ہے۔

یعنی جسطرح خبر مشہور علم طمانیت کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح یہ اجماع بھی علم طمانیت کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے استصناع کے صحیح ہونے پر تابعین کا اجماع ہوا۔

قسم رابع:

صحابہ کے اقوال کسی مسئلہ پر مختلف ہوں پھر صحابہ کے بعد والے حضرات کا صحابہ کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر اجماع ہو جائے۔

قسم رابع کا حکم:

صاحب اصول الشاشی قسم رابع کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ثم الاجماع على احد اقوال السلف بمنزلة الصحيح من الاحاد" (حوالہ مذکور)

یعنی پھر متاخرین کا اجماع اقوال سلف میں سے کسی کے قول پر بمنزلہ خبر صحیح کے ہے۔

یعنی جسطرح خبر واحد صحیح ظنی کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح اجماع کی چوتھی قسم بھی علم ظنی کا فائدہ دیتی ہے۔

نوٹ: اجماع کی چار اقسام اور ان کا حکم بیان کر دیا گیا اس کے علاوہ اجماع مرکب وغیر مرکب اور دیگر اقسام کی تفصیلات کے لیے اصول فقہ کی کتب کیطرف رجوع فرمائیں۔ اگرچہ اجماع کی مذکورہ وضاحت کی بھی ضرورت نہیں تھی لیکن موصوف کی تقریروں میں بار بار اصرار پر ہم نے ذکر کر دی۔ البتہ اس بحث کے آخر میں ایک انتہائی اہم مسئلہ بھی قارئین کی نظر کرتے چلیں۔

دلیل ظنی پر اجماع ہو جائے تو وہ قطعی بن جاتی ہے:

"ان الاجماع قد یجعل الدلیل المجمع علیہ قطعیاً بعد ان کان فی الاصل ظینا کحدیث الآحاد الذی اجمعت الامۃ علی قبولہ والعمل بہ"۔[1]

دلیل ظنی پر اجماع ہو جائے تو اب وہ ظنی نہیں رہتی بلکہ قطعی ہو جاتی ہے جیسے وہ آحاد حدیثیں جن کے قبول و عمل پر امت نے اجماع کر لیا ہو۔

بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی رقمطراز ہیں:

"لو ثبت ان اھل الاجماع تمسکوا بھذا الخبر (الواحد) فصار مقطوعاً کالمتواتر بل فوقہ اذ لا یتوھم فی الاجماع للخطاء وانما منع نسخ خبر الواحد للمتواتر اذا لم یعتضد بما یفید القطع وھٰھنا قد اعتضد بالاجماع المصیر ایاہ قطیعا"۔[2]

(1) معالم اصول الفقہ، صفحہ: ۱۸۴

(2) فواتح الرحموت، جلد ۲، ص: ۸۰

یہ ثابت ہوا کہ اہل اجماع نے اس خبر واحد سے استدلال کیا ہے تو وہ خبر متواتر کی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر قطعی ہو جائے کیونکہ خطا پر اجماع کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ خبر واحد سے متواتر اس وقت منسوخ نہیں ہوتی جب اس کی تائید دلیل قطعی سے نہ ہو اور یہاں اسے دلیل قطعی بنا دینے والے اجماع سے تائید ہو چکی ہے۔

عمل صحابہ نے مضمون حدیث کو قطعی بنادیا:

میر سید شریف جرجانی (م۸۱۶ھ) رقمطراز ہیں:

"ان الصحابة عملوا بمضمون هذا الحديث واجمعوا عليه فصار قاطعاً"۔[1]

صحابہ نے اس حدیث کے مضمون پر عمل کیا اور ان کا اس پر اجماع ہو گیا تو وہ دلیل قطعی ہو گئی۔

شوافع کے نزدیک "اجماع سکوتی" حجت نہیں:

اجماع کی دوسری قسم "اجماع سکوتی" اگرچہ احناف کے نزدیک حجت بلکہ دلیل قطعی ہے لیکن شوافع کے نزدیک اجماع سکوتی معتبر بھی نہیں اور حجت بھی نہیں۔ صاحب اصول الفقہ الاسلامی رقم طراز ہیں:

"مذهب الشافعي وعيسىٰ بن ابان والمالكية لا يكون اجماعا ولا حجة ومذهب اكثر الحنفيه والامام احمد بن حنبل يعتبر اجماعا وحجة قطعية"۔[2]

امام شافعی عیسیٰ بن ابان اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ اجماع سکوتی نہ تو اجماع ہے اور نہ ہی حجت۔ اور اکثر احناف اور امام احمد بن حنبل اس کے اجماع ہونے کا اعتبار کرتے ہیں اور اس کو حجت قطعی بھی تسلیم کرتے ہیں۔

---

(1) شرح مواقف، جلد۸، صفحہ: ۳۵۰

(2) اصول الفقہ الاسلامی، جلد: 1، صفحہ 552، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان

ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۳۰ھ) رقمطراز ہیں:

"اجماعا سکوتیا وهو مقبول عندنا وفيه خلاف الشافعي رحمۃ اللہ علیہ لان السكوت كما يكون للموافقة يكون للمهابه ولايدل على الرضاء"۔(1)

اجماع سکوتی ہمارے نزدیک مقبول ہیں اور اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس طرح سقوط موافقت کے لیے آتا ہے اسی طرح مخالفت کے لیے بھی آتا ہے۔ پس سکوت رضامندی پر دلالت نہیں کرتا

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ شوافع کے نزدیک "اجماع سکوتی" حجت نہیں ہے۔ لہٰذا امام شافعی یا آئمہ شوافع میں سے جب کوئی امام اجماع کا قول کرے گا تو اس سے مراد اجماع نصی تام ہی ہو گا۔

اجماع میں بدمذہب کا اختلاف معتبر نہیں:

اجماع کے منعقد ہونے کی اہلیت صرف فقہاء مجتہدین اور اہل نظر لوگ رکھتے ہیں۔ تو اجتہاد کے لئے ضروری ہے کہ آدمی فسق اور بدعت سے محفوظ ہو یعنی ان کا مرتکب نہ ہو۔ فسق سے آدمی پر تہمت کا خدشہ ہوتا ہے جو کہ اجتہاد اور اجماع کے منافی ہے اور اسی طرح اس سے عدل ہونا بھی ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ یہ غلطی کا ارتکاب کرنے والا ہے جبکہ عصمت کی بشارت وارد ہے۔ صاحب بدعت وہ تو لوگوں کو بدعت کی دعوت دے گا جبکہ یہ فعل اس میں داخل نہیں ہے۔ یعنی امت کے مجموعہ میں یہ تو فرداً چیز معرض وجود میں آئے گی جبکہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجموعہ اس چیز سے پاک اور محفوظ ہے۔ اس لئے اجماع کی اہلیت میں یہ لوگ داخل نہیں ہیں۔

"الاجماع وهي لكل مجتهد ليس فيه فسق ولا بدعة فان الفسق يورث التهمة ويسقط العدالة وصاحب البدعة يدعوالناس اليها وليس هو من الامة على الاطلاق ان

---

(1) نورالانوار، صفحہ:219، ایچ، ایم سعید کراچی

البدعة لا تخلو عن احد الامرين اما تعصب واما سفه لانه ان كان وافر العقل عالما بقبح ما يعتقده ومع ذلك يعاند الحق ويكابر فهو المتعصب وان لم يكن وافر العقل كان سفيها اذا السفه خفة واضطراب يحمله على فعل مخالف للعقل لقلة التامل۔"[1]

امام فخر الدین بزدوی رحمۃ اللہ علیہ اس مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ صاحب بدعت اور اہل ھوای کی اتباع منع ہے کیونکہ ان میں اجماع کی اہلیت نہیں ہے اور نہ ہی اجماع منعقد کرنے کے اھل ہیں اور ان کی بے وقوفی اور تعصب کیوجہ سے صفت عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور یہ لوگ دین کے معاملہ میں متہم ہو جاتے ہیں اس لئے ان کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں ہے یعنی یہ چیزیں اجماع کی اہلیت سے مانع ہیں۔

علامہ موصوف اپنی تصنیف کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:

"اتباع الهوى و البدعة مانع من اهلية الاجماع بشرط ان يكون صاحبه داعيا اليه فانه اذا كان يدعو الناس الى معتقده سقطت عدالته لانه يتعصب لذلك حينئذ تعصبا باطلا حتى يوصف بالسفه فيصير متهما في امر الدين فلا يعتبر قوله في الاجماع۔"[2]

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ انعقاد اجماع کیلئے دیگر شرائط کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اجماع کرنے والے حضرات اھلسنت وجماعت ہوں کیونکہ اھلسنت کا ہی اجماع معتبر ہے کسی بدمذہب، بدعتی، گمراہ اور خارج از اھلسنت کی مخالفت سے اجماع کے منعقد ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

---

(1) التوضیح، جلد:1 صفحہ 527، میر محمد کتب خانہ کراچی

(2) کشف الاسرار، ج۳، ص۲۳۸، الصدف پبلشرز کراچی

اجماع میں عوام کا اعتبار نہیں:

قارئین کرام! اجماع کی بحث میں جہاں دیگر ضروری مسائل ذکر کیے گئے وہاں یہ مسئلہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ اجماع کے اندر عام آدمی کا اعتبار نہیں کیونکہ عام آدمی میں مسائل کے استنباط کی صلاحیت نہیں ہوتی بلکہ عام علماء بھی اصولیین کے معروف طریقہ کے مطابق استنباط واستخراج کی صلاحیت نہیں رکھتے جس کی بناء پر اھل فن کے نزدیک ان کی رائے بھی معتبر نہیں چہ جائیکہ عام آدمی جو اس فن سے بالکل ہی نابلد ہے اس کو احکام شرعیہ کے ماخذ و مراجع تو درکنار عام مسائل کی بھی سمجھ بوجھ نہیں ہوتی تو اس کی رائے کا اجماع کے اندر غیر معتبر ہونا بالکل واضح ہے جیسا کہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی رقمطراز ہے:

"وقال جمهور العلماء لايعتبر دخول العوام في الاجماع وينعقد بدونهم ودليلهم ان الاجماع في فنون العلم هو اجماع اهل كل فن العارفين به بدون من عداهم ۔"[1]

یعنی جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اجماع میں عام آدمی کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں اجماع ان کے بغیر بھی منعقد ہو جائے گا۔ اس پر جمہور کی دلیل یہ ھیکہ اجماع اھل علم کا ایک فن ہے اور فن کو اس کے اھل و عارفین ہی جانتے ہیں جو اھل رائے ہونے کے ساتھ ساتھ شرعی اعتبار سے بھی کامل ہوتے ہیں جبکہ عام آدمی کا اس کو سمجھنا اور جاننا مشکل ہے کیونکہ عوام کو یہ ملکہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ اس کی دلیل کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔

اجماع کس طرح وجود میں آتا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ بعض حضرات نے انعقاد اجماع کے طریقہ پر غور نہیں کیا اس لیے وہ الفاظ کے پیچوں کی دلدل میں پھنس کر رہ گئے۔ ورنہ انعقاد اجماع کی حقیقت جاننے والوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عام طور پر اجماع غیر شعوری طور پر وجود میں آتا ہے اس کے لیے

---

(1) اصول الفقہ الاسلامی، جلد:1، صفحہ:499 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان

دستور ساز اسمبلی کی طرح کوئی اجتماعی مجلس یا کونسل نہیں ہوتی کہ سب مجتہدین ایک جگہ جمع ہو کر بحث و تمحیص کے ذریعہ کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں اور پھر اس کا باضابطہ اعلان کر دیں کہ ہم نے فلاں مسئلہ پر اجماع منعقد کر لیا۔ چنانچہ آج تک کسی مسئلہ پر اس طرح اجماع منعقد نہیں ہوا۔ بلکہ عام طور پر اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کسی مجتہد سے کوئی قول یا فعل صادر ہوتا ہے یا کئی مجتہد مل کر کسی قول یا فعل پر اتفاق کر لیتے ہیں جب دوسرے مجتہدین کو اس کی اطلاع ملتی ہے تو وہ بھی اپنے قول یا فعل سے ان سے اتفاق کر لیتے ہیں یا سکوت اختیار کر کے موافقت کر لیتے ہیں اس طرح جب اس زمانہ کے تمام مجتہدین اس قول یا فعل سے اتفاق کر لیتے ہیں تو اجماع منعقد ہو جاتا ہے اسطرح تدریجاً اجماع وجود میں آتا ہے۔ چونکہ اس کا باضابطہ اعلان نہیں کیا جاتا اس لیے جس زمانہ میں اجماع منعقد ہوتا ہے اس زمانہ کے لوگوں کو بھی بسا اوقات اس کا علم نہیں ہوتا اس کا صحیح علم بعد کے لوگوں کو ہوتا ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ فلاں زمانے کے تمام مجتہدین نے فلاں مسئلہ پر قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اتفاق کر لیا ہے۔ اور اجماع منعقد ہو گیا ہے۔ چنانچہ موفق ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"ولم یوجد الاجماع الا القول المنتشر"۔[1]

اجماع قول منتشر ہی کا نام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اجماع ایسے قول کا نام ہے جو منتشر یعنی مشہور ہو اور کسی مجتہد سے اس کے خلاف منقول نہ ہو۔ کسی مجتہد سے خلاف منقول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمام مجتہدین نے اس قول سے اتفاق کر لیا ہے کیونکہ مجتہد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ قول اگر غلط ہو تو اس پر خاموشی اختیار کرے۔ اظہار خلاف اس کے فرائض منصبی میں داخل ہے جب خلاف نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ وہ قول اس کے نزدیک حق ہے اور وہ اس سے متفق ہے۔ ظاہر ہے کہ اسطرح اجماع منعقد ہونے میں کوئی عقلی استحالہ یا عادی استحالہ لازم نہیں آتا۔

(1) المغنی، جلد ۴، صفحہ: ۱۷

اصل میں موصوف اور ان کے حواریوں کو جو مغالطہ ہوا ہے وہ اجماع کے وجود میں آنے کے بارے میں عدم معلومات کی بناء پر ہوا ہے اگر تھوڑی توجہ فرمائیں تو ممکن ہے انہیں سمجھ آجائے۔

اجماع کی ابتداء کب ہوئی:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اجماع کا تحقق اور اس سے استدلال کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کی ظاہری حیات سے پردہ فرمانے کے بعد شروع ہوا۔ عہد رسالت میں نہ اجماع کا کوئی ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی اسوقت اجماع کی کوئی ضرورت تھی کیونکہ اجماع کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے کہ جب کوئی حادثہ پیش آئے اور اس کے بارے میں کوئی نص قطعی موجود نہ ہو اور نہ آئندہ پائے جانے کی امید ہو۔ عہد رسالت میں یہ صورت پیش نہیں آسکتی تھی اس لیے اس وقت ہر حادثے کا حکم وحی متلو یا غیر متلو سے معلوم ہو جاتا تھا۔ جب تک وحی نہ آئے اس کا انتظار کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ذخیرہ احادیث میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ آنحضرت ﷺ نے کسی حادثہ میں صحابہ سے مشورہ اور اتفاق کر کے اجماع کی شکل میں کوئی حکم شرعی نافذ فرمایا ہو اس کے برعکس اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ کوئی حادثہ پیش آیا یا آپ ﷺ سے کسی مسئلہ کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے اس حادثہ کا حکم اور استفسار کا جواب صحابہ سے اجماع منعقد کر کے دینے کی بجائے وحی کا انتظار کیا اور وحی آنے پر حکم بتادیا خواہ وحی آنے میں کتنی ہی دیر کیوں نہ لگے۔ بہر حال جہاں وحی کا سلسلہ موجود ہو وہاں اجماع کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی اس لیے اس میں کسی کا اختلاف نہیں رہا کہ عہد رسالت میں اجماع متحقق نہیں ہوا۔

سب سے پہلا اجماع کب منعقد ہوا؟

جہاں تک بات ہے کہ اجماع کب منعقد ہوا؟ تو اس حوالہ سے گزارش ہے کہ سب سے پہلے اجماع اس وقت منعقد ہوا جب حضور نبی کریم ﷺ نے ظاہری حیات سے پردہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔

سب سے پہلے اجماع کس مسئلہ پر ہوا؟

سب سے پہلا اجماع افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ہوا کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب امر خلافت کے لیے جمع ہوئے تو انہوں نے متفقہ رائے سے خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا اور کیا بھی۔ لیکن سقیفہ بنی ساعدہ میں جس چیز کو دلیل اور بنیاد بنا کر خلیفہ کا انتخاب ہوا وہ افضلیت تھی یعنی سقیفہ بنی ساعدہ میں ہی خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر بھی اجماع ہوا لیکن اس سے پہلے آپ کے افضل ہونے پر اجماع ہوا۔

جیسا کہ بحث و تمحیص کے دوران سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان "ابو بکر سیدنا و خیرنا واحبنا الی رسول اللہ a" اور سیدنا عبیدہ بن الجراح کا یہ فرمان "انت خیرنا وافضلنا" دال ہے۔

امام اہلسنت، سیدی اعلیٰ حضرت (م ۱۳۴۰ھ) رقمطراز ہیں:

> "مع ہذا خلافت میں تقدیم شیخین باجماع صحابہ و تابعین متواتر و معلوم بالقطع جس میں کسی مخالف حیادار غیر منکر آفتاب کو بھی مجال نہیں اور ان اساطین ملت کے معاملات و محاورات علی الاعلان شہادت دے رہے ہیں کہ یہ تقدیم بربنائے تفضیل ہوئی اور انہیں افضل کے حضور تقدیم مفضول گوارہ نہ تھی تو ان کا یہ اتفاق تفضیل شیخین پر دلیل کافی۔"(1)

(1) مطلع القمرین، صفحہ:125، کتب خانہ امام احمد رضا لاہور

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نصی تام ہے

"عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: لما قبض رسول اله صلی اللہ علیہ وسلم قالت الانصار: منا امیر ومنکم امیر قال فاتاهم عمر رضی اللہ عنہ فقال: یا معشر الانصار الستم تعلمون ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قد امر ابا بکر یؤم الناس فایکم تطیب نفسه ان یتقدم ابا بکر رضی اللہ عنہ فقالت الانصار ۔ نعوذ بالله ان نتقدم ابا بکر هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجا ۔"(1)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انصار نے کہا ایک امیر تم میں سے ہوگا اور ایک امیر ہم سے ہوگا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے معشر انصار تم کو معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابو بکر لوگوں کی امامت کریں۔ کون شخص ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ پر پیش قدمی کرے؟ انصار نے کہا: اللہ کی پناہ کہ ہم ابو بکر پر پیش قدمی کریں۔

"وقال سعد بن عبادہ لابی بکر نحن الوزراء وانتم الامراء فاخذ عمر رضی اللہ عنہ بید ابی بکر رضی اللہ عنہ فبایعه ثم المهاجرون ثم الانصار ونفصل هذه القصة فی الصواعق فاجمعوا علی ذالك"۔(2)

اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی ہم وزراء ہوں گے اور تم امراء تو اس کے بعد متصل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کرلی پھر مہاجرین نے پھر انصار نے بیعت کی اور اس قصہ کی تفصیل صواعق المحرقہ میں ہے لہذا سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماع کرلیا۔

(1) المستدرک جلد ۴، صفحہ ۱۱ دار المعرفہ بیروت۔ نبراس شرح شرح عقائد ص ۴۹۳ مطبوعہ لاہور

(2) نبراس ص ۴۹۴ مطبوعہ لاہور

استدلال: سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین و انصار کا جمع ہونا اور انصار کا یہ کہنا کہ "منا امیر و منکم امیر" اور اس کے جواب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمان عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہ "ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں امام مقرر کیا ہے "تو یہ انکی افضلیت کی بناپر ہی تھا کیونکہ امام کے لیے افضل ہونا شرط ہے۔ تو امامت سے استدلال کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ افضلیت کو ہی خلافت کی دلیل ٹھہرایا گیا اور پھر یہ بات صرف فرمان عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک محدود نہیں بلکہ وہاں موجود دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسکی ان الفاظ میں تصدیق و تائید فرمائی کہ

"رضینا رسول الله لدیننا افلا نرضاه لدنیانا"۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا ہے تو کیا ہم ان کو اپنی دنیا (خلافت) کے لیے پسند نہ کریں؟ اس کے جواب میں انصار کا "نعوذ بالله ان نتقدم علی ابی بکر" کہنا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیے جانے کے جواب میں خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک:

"وقال وقال لسعد بن عبادة الذی اراد الانصار مبایعنه ولقد علمت یاسعد ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال وانت قاعد" قریش ولاة هذا الامر فبر الناس تبع لبرهم ووفاجرهم تبع لفاجرهم"۔[2]

اس بات کی دلیل ہے کہ مہاجر و انصار رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ پر بحث و تکرار ہوا اور جوابا انصار کے امام حضرت سعد بن عبادہ کا یہ کہنا کہ وزراء ہم میں سے ہوں گے اور امراء تم میں سے اور پھر ان کا اور تمام مہاجرین و انصار کا بیعت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ خلافت کی بنیاد افضلیت کو بنایا گیا اور افضلیت پر بحث و تکرار کے دوران سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کے جواب میں انصار کا انکے موقف و دلائل کو تسلیم کرنا اور خاموشی اختیار کر کے بیعت کرنے سے اجماع کا نصی تام ثابت ہونا ظاہر و باہر ہے۔

---

(1) الکشف، جلد:۳، صفحہ:۹۸۴

(2) نبراس، صفحہ:۴۹۴ موسسۃ الشرف لاہور

سوال: آپ کی مذکورہ دلیل سے تو خلافت پر اجماع نصی تام ثابت ہوا جو کہ ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے۔ جبکہ محل نزاع افضلیت پر اجماع ہے نہ کہ خلافت پر؟

جواب: سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین و انصار کا اجتماع اگرچہ انتخاب خلیفہ کے لیے تھا لیکن جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث مبارکہ "**الائمۃ من قریش**" پیش کی تو قریش خاندان میں سے خلافت اور امامت کبریٰ کے لیے سب سے موزوں اور اہل کو خلافت کے لیے منتخب کیا اسکی بنیاد اور دلیل افضلیت کو قرار دیا گیا۔ لہذا مہاجرین و انصار میں بحث و تمحیص کے وقت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو دلائل پیش فرما کر انصار کو خاموش کروایا تھا ان میں پہلی دلیل یہ پیش فرمائی تھی:

"ابو بکر سیدنا و خیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ ابو بکر ہمارے سردار ہیں ہم سب میں سے افضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا افضلیت کو دلیل خلافت بنانا اس بات کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیتا ہے کہ خلافت اور افضلیت دونوں پر اجماع نصی تام ہوا ہے۔ لہذا صحابہ کرام کے بحث مباحثہ اور دلائل و براہین کے تبادلہ کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دے کر خلیفہ منتخب کرنا اجماع نصی تام کے سوا کچھ بھی نہیں۔ البتہ مصنف زبدۃ التحقیق اور ان کے حواریوں نے جو شور وغل اور واویلہ مچا رکھا ہے کہ اجماع نصی تام نہیں کیونکہ تمام صحابہ وہاں پر موجود ہی نہیں تھے اور سب نے بول کر آپ کو افضل قرار نہیں دیا یہ فحش خطا ہے۔ کیونکہ درس نظامی اور علوم عربیہ سے ادنیٰ سی آگاہی رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ اجماع اسطرح کبھی بھی وجود میں نہیں آتا کیونکہ ایک مسئلہ پر تمام مجتہدین کا ایک وقت ایک مقام پر جمع ہو کر اس مسئلہ میں اتفاق کرنا عقل سے ماوراء بات ہے۔ اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں "اجماع کس طرح وجود میں آتا ہے" کے عنوان سے گزر چکی ہے تاکہ ذہنوں سے تفضیلیہ کی طرف سے ڈالے جانے والا وہم بالکلیہ طور پر رفع ہو جائے۔

فصل نہم:

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع قطعی تام ہے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (م1176ھ) فرماتے ہیں:

"وقت انعقاد خلافت صدیق جمعے از فقہائے صحابہ صدیق را افضل امت گفتند وباآں استدلال کردند بر استخلاف او دیگران تسلیم نمودند و موافقت کردند در اول حالت یا بعد "توقف" و سکوت و تسلیم قبل تدوین مذاہب اجماع است کما بین فی محلہ "۔(1)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوتے وقت فقہائے صحابہ کی ایک جماعت نے صدیق اکبر کو افضل کہا اور افضلیت سے آپ کی خلافت پر استدلال فرمایا۔ اور دوسرے صحابہ نے اسی وقت یا کچھ "توقف" کے بعد تسلیم کیا اور موافقت کی۔ اور مذاہب کی تدوین سے پہلے سکوت و تسلیم اجماع ہے جیسا کہ اپنے مقام پر بیان ہوا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اس عبارت سے بھی ہمارے موقف کی تائید بالکل واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع سے قبل آپ کی افضلیت پر اجماع کیا اور آپ کی افضلیت کو بنیاد بنا کر آپ کو خلیفہ اول منتخب کیا۔ یعنی سقیفہ بنی ساعدہ میں پہلا اجماع افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہوا اور دوسرا خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہوا۔

امام اہلسنت، سیدی اعلیحضرت فاضل بریلی (م ۱۳۴۰ھ) رقمطراز ہیں:

ہم انشاء اللہ باب ثانی کی فصل میں ثابت کریں گے کہ خلافت صدیق بر بنائے تفضیل تھی فاروق اعظم وغیرہ صحابہ نے ان کی فضیلت مطلقہ ثابت کی اور اسی پر نزاع منقطع ہو کر بیعت واقع ہو گئی۔(2)

---

(1) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، صفحہ:۲۶۔۲۵، حاجی فقیر محمد اینڈ سنز تاجران کتب و پبلشر قصہ خوانی پشاور

(2) مطلع القمرین، ص145، کتب خانہ امام احمد رضا لاہور

اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں:

"مع ہذا خلافت میں تقدیم شیخین باجماع صحابہ و تابعین متواتر و معلوم بالقطع جس میں کسی مخالف حیادار غیر منکر آفتاب کو بھی مجال نہیں اور ان اساطین ملت کے معاملات و محاورات علی الاعلان شہادت دے رہے ہیں کہ یہ تقدیم بربنائے تفضیل ہوئی اور انہیں افضل کے حضور تقدیم مفضول گوارہ نہ تھی تو ان کا یہ اتفاق تفضیل شیخین پر دلیل کافی۔"[1]

امام قاضی علی بن علی بن محمد بن ابو العز دمشقی (م۷۹۸ھ) فرماتے ہیں:

اہلسنت و جماعت کے عقیدہ کی مشہور و معروف کتاب "عقیدہ طحاویہ" کے شارح نے بھی خلافت پر اجماع کی بنیاد افضلیت کو ہی قرار دیا۔

آپ فرماتے ہیں:

"قوله ونثبت الخلافة بعد رسول الله ﷺ اولا لابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ تفضيلاً له وتقديماً على جميع الامة"۔[2]

ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اول خلیفہ ثابت کرتے ہیں اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ ساری امت سے افضل اور مقدم ہیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی (م۷۹۳ھ) نے بھی بیعت خلافت کی وجہ افضلیت کو قرار دیا:

جیسا کہ آپ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق رقمطراز ہیں۔

"بايعوه لما كان افضل اهل عصره واولاهم بالخلافة"۔[3]

---

(1) مطلع القمرین، ص 125، کتب خانہ امام احمد رضا لاہور

(2) شرح العقیدہ الطحاویہ، صفحہ: ۴۴۳، مکتبہ حقانیہ پشاور

(3) شرح عقائد للتفتازانی، صفحہ: ۳۲۶، مکتبۃ المدینہ کراچی

صحابہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت اس لیے کہ آپ اپنے زمانے میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے۔

استدلال:

قارئین کرام! آپ نے علامہ تفتازانی کی اس عبارت کو ملاحظہ فرمایا کہ جس میں تفتازانی فرما رہے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس لیے کی کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔

اس سے دو مسئلے ثابت ہو رہے ہیں:

پہلا یہ کہ آپ اپنے زمانے یعنی خلفاے ثلاثہ کے بعد سب سے افضل تھے۔ خلفاے ثلاثہ کے زمانے میں اگر خلفاے ثلاثہ سے آپ افضل ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا جاتا۔

دوسرا یہ کہ افضل ہی خلیفہ مقرر ہوتا ہے نہ کہ مفضول۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلفاے ثلاثہ کے بعد خلیفہ مقرر کیا گیا۔

مذکورہ بالا سطور سے ہمارا مدعا بھی ثابت ہو چکا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے افضلیت پر اجماع نصی تام ہوا۔ اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کبھی بیعت نہ کرتے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ سے افضل کو خلیفہ مقرر کرتے جیسا کہ علامہ تفتازانی نے فرمایا۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی (م ۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

"وهو احق خلق الله بالخلافة بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لفضله وسابقته تقديم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم له فی الصلوٰة علی جميع الصحابة رضی اللہ عنہم"۔(1)

حضرت ابو بکر صدیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلق خدا میں خلافت کے زیادہ حقدار تھے کیوں کہ وہی افضل و سابق تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ہی کو تمام صحابہ کی امامت کے لیے آگے بڑھایا تھا۔

---

(1) لمعۃ الاعتقاد، جلد ا، صفحہ: ۳۴

شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

"فیه دلیل علی فضله فی الدین علی جمیع الصحابه فکان تقدیمه فی الخلافة ایضاً اولیٰ وافضل ولهذا قال سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قدمك رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی امر دیننا فمن الذی یوخرك فی دنیانا"۔(1)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دین کے معاملہ میں تمام صحابہ سے افضل تھے لہذا خلافت کے معاملہ میں بھی آپ کی تقدیم سب سے اولیٰ وافضل ہے۔اسی لیے سیدنا علی المرتضیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دینی معاملہ میں سب پر مقدم رکھا تو کون ہے جو دنیوی معاملوں میں موٴخر کر سکے؟

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۱ھ) فرماتے ہیں:

یعنی نہ تو اللہ تعالیٰ کسی اور دوسرے کی خلافت پسند فرمائے گا کیونکہ وہ فیصلہ فرما چکا ہے کہ خلیفہ رسول جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں اور نہ مسلمان کسی اور کو ووٹ دیں گے کیونکہ ان سب کو معلوم ہے کہ افضل خلیفہ ہونا چاہیے اور بعد رسول افضل خلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور ایسا ہی ہوا کہ سعد ابن عبادہ نے خلیفہ ہونے کی تمنا بلکہ کوشش کی مگر مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ہوا۔(2)

صحابہ کرام نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہی افضل ہونے کی وجہ سے کی:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) رقمطراز ہیں:

"در قصه سقیفه فقال عمر بل نبایعك انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔(3)

---

(1) لمعات التنقیح، جلد:۹، صفحہ:۲۰۱

(2) مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۸، صفحہ:۳۰۲ حسن پبلیشر لاہور

(3) قرۃ العینین، صفحہ:۲۷، قصہ خوانی بازار پشاور

سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا: کہ ہم آپ کی بیعت اس لیے کر رہے کہ آپ ہمارے سردار ہیں ہم سب سے افضل ہیں اور ہم میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

غلطی کی بنیادی وجہ:

موصوف کا افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع کا انکار ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم ہے جو لاعلاج مرض ہے۔ البتہ کسی حقائق پسند شخص کو اس مسئلہ میں غلطی لگی ہو تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس نے یہ سمجھا کہ افضلیت کی بنیاد خلافت میں مقدم ہونا ہے۔ جبکہ معاملہ اسکے برعکس ہے کہ جو افضل تھا اسکو پہلے خلافت ملی۔ یعنی افضلیت دلیل خلافت ہے خلافت دلیل افضلیت نہیں۔

امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۳۷ھ) نے عقائد نسفیہ میں بھی افضلیت کو دلیل خلافت ٹھہرایا: آپ فرماتے ہیں:

"افضل البشر بعد نبینا ابو بکر الصدیق ثم عمر ثم عثمان ذوالنورین ثم علی المرتضیٰ وخلافتھم علی ھذا الترتیب ایضاً"۔(1)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور اسی ترتیب پر ان کی خلافتیں ہیں۔

شرح عقائد کے حاشیہ عصام میں ہے:

"قوله علی ھذا الترتیب ایضاً یشعر انه مبنی ترتیب الخلافة علی ترتیب الافضلیة"۔(1)

---

(1) شرح عقائد، صفحہ: ۳۲۴، ۳۲۳، ۳۲۲، ۳۲۱، المدینۃ العلمیہ کراچی

ماتن کا قول۔"خلافت کی ترتیب بھی افضلیت کی ترتیب پر ہے"اس بات کی مشعر ہے کہ خلافت کی ترتیب کی بنیاد افضلیت کی ترتیب پر ہے۔

علامہ عبد العزیز پرھاروی رحمۃ اللہ علیہ (م1239ھ) فرماتے ہیں:

"(علی ھذا الترتیب)ای ترتیب الافضلیۃ"۔[2]

یعنی خلافت کی ترتیب افضلیت کی ترتیب پر ہے۔

شرح رمضان آفندی میں ہے:

شرح رمضان آفندی از رمضان بن محمد اشہیر برمضان آفندی کان حیا قبل سنۃ 1017ھ فرماتے ہیں:"وخلافتھم علی ھذا الترتیب ایضاً ای کالافضلیۃ"۔[3]

اور ان کی خلافت اسی ترتیب پر ہے یعنی جس ترتیب پر افضلیت ہے۔

شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

طریقہ محمدیہ کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے:

"افضلھم ابو بکر الصدیق ثم عمر ثم عثمان ثم علی وخلافتھم علی ھذا الترتیب"۔[4]

سب سے افضل ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کی خلافت بھی اسی ترتیب کے مطابق ہے۔

افضلیت پر اجماع کے قطعی تام ہونے کی دوسری دلیل:

گزشتہ اوراق میں اس بات پر ہم دلائل کیساتھ تفصیلاً لکھ چکے ہیں کہ خلیفہ کے لیے افضل ہونا شرط ہے جیسا کہ مصنف زبدۃ التحقیق کے ممدوح قاضی ابو بکر باقلانی (م۴۰۳ھ) رقم طراز ہیں:

---

(1) شروح وحواشی شرح عقائد ص۷۶ ادارالکتب العلمیہ بیروت

(2) نبراس، صفحہ:۲۹۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(3) المجموعۃ السنیۃ علی شرح العقائد النسفیہ، ص:۵۷۹، الغنی پبلشرز کراچی

(4) طریقہ محمدیہ شرح حدیقہ ندیہ، جلد ا، صفحہ:۲۹۳

"فالمسلمون متفقون علی ان الامامة الکبریٰ ھی اعظم الامة وان امام الامة الاعظم یجب ان یکون الافضل"۔[1]

تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ بیشک امامت کبریٰ سب سے بڑی امامت ہے اور بے شک امت کے امام اعظم کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام امت سے افضل ہو۔

ابو منصور عبد القاہر بن طاہر تمیمی بغدادی (متوفیٰ ۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

"فقال ابو الحسن الشعری)المتوفیٰ ۳۳۰) یجب ان یکون الامام افضل اھل زمانه فی شروط الامامة ولا ینعقد الامامة لاحد مع وجود من ھو افضل منه فیھا فان عقدھا قوم للمفضول کان المعقود له من الملوك دون الائمة افضلھم قال فی الخلفاء الاربعة ولھذا ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی"۔[2]

امام ابو الحسن اشعری نے کہا کہ شرائط امامت سے ہے کہ امام کا اہل زمان سے افضل ہونا ضروری ہے۔ اگر قوم غیر افضل کو خلیفہ بنالے تو وہ بادشاہ ہو گا خلیفہ نہیں ہو گا بشرطیکہ بوقت انتخاب افضل موجود ہو۔ اسی قانون اور قاعدہ کے تحت امام ابو الحسن اشعری نے فرمایا کہ خلفاء اربعہ میں سے ابو بکر صدیق افضل ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم یعنی اس قاعدے کی بنیاد اور اصل اجماع صحابہ ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) رقمطراز ہیں:

"وازلوازم خلافت خاصه آں اس که خلیفه امت افضل باشد در زمان خلافت خود عقلا و نقلا"۔[3]

---

(1) مناقب ائمہ اربعہ صفحہ: ۳۸، دار المنتخب العربی بروت

(2) اصول الدین صفحہ: 293

(3) ازالۃ الخفاء، جلد ۱، صفحہ ۶۴ قدیمی کتب خانہ

اور منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ ایسا شخص ہو جو اپنے عہد میں تمام امت سے افضل ہو عقلاً و نقلاً

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) نے فرمایا:

"واما الخليفة فليس لهم ان يولو الخلافة الا افضلهم وهذا فی الخلفاء خاصة عليه اجماع الامة"۔[1]

سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں صحابہ نے لازماً سب سے افضل شخص ابو بکر صدیق کو ہی خلیفہ بنانا تھا اور یہ اس بنا پر کہ خلیفۃ المؤمنین کے لیے سب سے افضل ہونا اس کی ماہیت کیلیے خاصہ ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔

امام الحرمین (م ۴۷۸ھ) فرماتے ہیں:

مسئلہ تفضیل کی بنیاد اس پر ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز نہیں ہے۔[2]

فاتح قادیاں، مجدد زماں، قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۶ھ):

"لہذا خلافت ان کی خلافت راشدہ خاصہ ٹھہری جسمیں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔"[3]

علامۃ الدھر مولانا عبد السمیع بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۵ھ) رقمطراز ہیں:

"خلافت نبوت مقیس علی النبوۃ ہے پس سنت الٰہی یوں جاری ہے کہ جس کو خداوند نبی بناتا ہے وہ مبعوث الیہم سے افضل ہوتا ہے بناء علی ہذا جسکو وہ خلیفہ بنائے گا وہ بھی افضل قوم ہو گا۔"[4]

---

(1) شرح فقہ اکبر، صفحہ: ۶۳، قدیمی کتب خانہ کراچی
(2) تکمیل الایمان، صفحہ ۱۰۹ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور
(3) تصفیہ مابین سنی شیعہ صفحہ ۲۳ مطبوعہ گولڑہ شریف
(4) تحفۃ الاتقیاء، صفحہ ۱۳ ای پریس محمود نگر لکھنؤ

استدلال:

مذکورہ اکابرین کی تشریحات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ خلافت کے لیے افضلیت شرط ہے۔ لہٰذا جب خلافت کے لیے افضلیت شرط ٹھہری تو خلافت پر اجماع نصی تام صاحب زبدۃ التحقیق کو بھی مسلم ہے دیکھیے۔[1]

تو خلافت پر اجماع نصی تام ماننا افضلیت پر بھی اجماع نصی تام ماننے کو مستلزم ہے خلاصہ کلام یہ کہ افضلیت پر بھی اجماع نصی تام ثابت ہے۔

ایک اور عقدہ کا حل:

گزشتہ سطور میں اس بات کا ضمناً تذکرہ ہو چکا ہے کہ خلافت پر اجماع نصی تام صاحب زبدۃ التحقیق بھی مانتے ہیں۔ تو دیکھیے

زبدۃ التحقیق صفحہ ۲۶۹ پر موصوف یوں رقم طراز ہیں:

> "سب سے مضبوط اجماع صحابہ کرام کا اجماع نصی ہے مثلاً سب یوں کہیں ہم نے ایسی ایسی بات پر اتفاق کر لیا ہے۔ پس وہ (اجماع) آیت یا خبر متواتر کی مانند ہے جس کا منکر کافر مرتد قرار دیا جائے گا۔ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اسی برادری کا اجماع ہے"۔

خلاصہ کلام یہ ہوا موصوف کے نزدیک خلافت پر اجماع نصی تام ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟

مصنف زبدۃ التحقیق کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

> "کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو افضل نہ جاننے کو سنیت سے اخراج کے لیے کافی مانا جائے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو سنیت سے خارج مانا جائیگا؟ جنہوں نے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو افضل ماننا تو بجائے خود خلیفہ بھی نہیں مانا اور بیعت

---

(1) زبدۃ التحقیق صفحہ ۲۶۹

کیئے بغیر مدینہ شریف چھوڑ کر شام چلے گئے۔ وہیں ان کا وصال ہوا اور وہیں دفن ہوئے آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے"۔(1)

صاحب زبدۃ التحقیق روافض کی روش پر:

مذکورہ دو حوالوں میں قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ موصوف نے ایک مقام پر تو لکھا کہ خلافت کا منکر کافر ہے اور دوسرے مقام پر خود ہی لکھ ڈالا کہ انصار کے امام حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خلافت سے انکار کیا۔ جس کا نتیجہ ایک عظیم صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکفیر کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ فقیر کی موصوف سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ صحابہ کی تکفیر تو روافض کا طریقہ ہے یہ آپ کے ہتھے کیسے چڑھ گیا؟

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بیعت نہ کرنے کی حقیقت:

موصوف کا اغلوطہ کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بیعت نہیں کی سورج کو انگلی کے پیچھے چھپانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہی بیعت کرلی تھی اور پھر آپ کی اتباع میں ہی انصار نے بھی بیعت کی تھی:

"قال لسعد بن عبادہ الذی اراد الانصار مبایعته ولقد علمت یا سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال وانت قاعد" قریش ولاۃ ھذا الامر فبر الناس تبع لبرھم وفاجر ھم تبع لفاجر ھم فقال له سعد صدقت نحن الوزراء وانتم الامراء"۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جب خطبہ دیا تو انصار کی کوئی فضیلت نہ تھی جو آپ نے بیان نہ کی ہو۔ اس کے بعد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا جبکہ انصار ان کی بیعت کرنا چاہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب قریش ولاۃ ھذا الامر (قریش امر خلافت کے

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ:۱۹، بحوالہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۲۲۳ الاستیعاب، جلد ۲ صفحہ ۱۶۴

سربراہ ہوں گے) فرمایا تھا اور یہ کہ لوگوں میں سے نیک ان کے نیکوں کے تابع اور فاجر ان کے فاجر کے تابع ہوں گے تو اے سعد رضی اللہ عنہ آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو یاد ہے ناں؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بولے: جی ہاں۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد سعد بن عبادہ نے کہا

"نحن الوزراء وانتم الامراء"۔

یعنی ہم (انصار) وزیر ہوں گے اور آپ (قریش) امیر ہو گے۔[1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متفق ہو گئے تھے۔ اور دونوں میں کوئی اختلاف باقی نہ رہا۔ صاحب زبدہ کا نقل کردہ حوالہ ضعف کی بنا پر قابل التفات ہی نہیں۔

حافظ ابن حجر مکی الھیتمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں:

"ویؤخذ منه ضعف ما حکاه ابن عبد البر ان سعدا ابی ان یبایع ابابکر حتی لقی الله تعالی"۔[2]

یعنی کہ ابن عبد البر نے جو یہ لکھا ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی یہاں تک کہ انکی وفات ہو گئی اس روایت (مسند امام احمد) سے اسکی تضعیف ثابت ہوتی ہے۔

تاریخ طبری میں حضرت سعد بن عبادہ کی بیعت:

تاریخ طبری میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں لکھا ہے:

"فتتابع القوم علی البیعة وبایع سعد"۔[3]

---

(1) ترمذی رقم ۲۲۲۷، ص ۵۱۱، دارالسلام ریاض سعودی عرب۔ فتح الباری جلد ۷ صفحہ: ۳۱ مجمع الزوائد جلد ۵، صفحہ ۱۹۱ / مسند امام احمد، رقم الحدیث ۱۸۔۱۹ / الفتح المبین صفحہ ۷۸ دار الفکر بیروت

(2) الفتح المبین صفحہ: ۷۹، دار الفکر بیروت، الصواعق المحرقہ، صفحہ ۱۲ کتب خانہ مجیدیہ ملتان

(3) تاریخ طبری جلد: ۳، صفحہ ۲۲۳

یعنی قوم نے اطاعت کرتے ہوئے بیعت کی اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کرلی۔

علامہ عبدالعزیز پرھاروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۱ھ) اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"قال سعد بن عبادہ لابی بکر نحن الوزراء وانتم الامراء فاخذ عمر بیدابی بکر رضی اللہ عنہ فبایعہ ثم المھاجرون ثم الانصارو تفصیل ھذہ القصۃ فی الصواعق المحرقہ فاجمعوا علی ذلک وما قیل ان سعد ابن عبادہ لم یبایعہ وخرج من المدینۃ وما روی انھم ازوحموا علی بیعۃ ابی بکر فقتلوہ باقدامھم فلم یصح شیء منھا"۔[1]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہم (انصار) وزیر ہوں گے اور آپ (قریش) امیر۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرلی اسکے بعد مہاجرین نے بیعت کی پھر انصار نے۔ اور اس واقعہ کی تفصیل الصواعق لمحرقہ میں بیان کی گئی ہے کہ آپ کی خلافت پر اجماع ہو گیا تھا اور یہ جو کہا گیا ہے کہ "سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی، اور آپ رضی اللہ عنہ مدینہ سے تشریف لے گئے تھے، اور انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کی مخالفت کی، اسی وجہ سے ان کو قتل کر دیا گیا"۔ اس طرح کی کوئی بات بھی درست نہیں اور صحت کو نہیں پہنچتی۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تھی۔

موصوف کا یہ کہنا کہ "سعد بن عبادہ نے بیعت نہیں کی اور احتجاجاً ملک شام تشریف لے گئے" قطعاً قابل التفات نہیں۔ یا پھر موصوف بتائیں کہ سعد بن عبادہ نے کتنے احتجاجی مظاہرے کیے؟ کہاں کہاں کیے؟ اور آپ نے کن کن میں شرکت فرمائی؟

---

(1) نبراس، صفحہ 494، موسۃ الشرف لاہور

افضلیت پر اجماع کے نصی تام ہونے کی تیسری دلیل:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے افضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ "مناقب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ علیہ" اور "کتاب الاعتقاد للبیہقی" میں مذکور ہے

" و روینا عن ابی ثور عن الشافعی انه قال ما اختلف احد من الصحابه و التابعین فی تفضیل ابی بکر و عمر و تقدیمهما علی جمع الصحابه و انما اختلف من اختلف منهم فی علی و عثمان و نحن لا نخطئی واحدا من اصحاب رسول الله ﷺ فیما فعلو "۔[1]

اور ہم نے ابو ثور سے روایت کی وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ سے افضل قرار دینے اور مقدم جاننے پر صحابہ و تابعین میں سے کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ اور جس نے اختلاف کیا اس نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے جو بھی کیا ہم اس میں کسی کو بھی خطاکار قرار نہیں دیتے۔

اس کے علاوہ شوافع میں سے امام جلال الدین سیوطی نے بھی افضلیت پر اجماع نقل کیا ہے

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم"۔[2]

اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت سیدنا عمر فاروق پھر حضرت سیدنا عثمان غنی پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔

---

(1) کتاب الاعتقاد، ص440، پروگریسو بکس، لاہور

(2) تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۴ میر محمد کتب خانہ کراچی

امام محمد بن عمیر الحمیری الشافعی (م ۹۳۰ھ) فرماتے ہیں:

"واما ترتیبھم فی الفضل فاجمع اهل السنة فیه علی ترتیبھم فی الخلافة"۔[1]

افضلیت میں ترتیب اور جس میں اجماع اہل سنت ہے یہ کہ خلافت کی ترتیب پر افضلیت ہے۔

اور اس کے علاوہ علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حجر عسقلانی وغیرھم جو شوافع کے معتمد آئمہ میں سے ہیں نے افضلیت پر اجماع نقل کیا ہے۔ اور موصوف اس سے آگاہ ہوں گے اور اگر نہیں بھی تو اجماع کے باب میں ہم شرح وبسط کیساتھ اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں کہ شوافع اجماع سکوتی کے قائل نہیں بلکہ ان کے نزدیک اجماع اجماعِ نصی تام ہی ہے جس سے یہ بات اظھر من الشمس وابین من الامس ہو جاتی ہے کہ افضلیت پر اجماع نصی تام ہی ہوا ہے نہ کہ سکوتی۔

افضلیت پر اجماع کے نصی تام ہونے کی چوتھی دلیل:

اکابرین اہلسنت اور اسلاف نے افضلیت کے باب میں جو اجماع نقل کیا ہے اسکے ساتھ قطعیت کی قید کو بڑھایا ہے اور اجماع قطعی اجماع نصی تام ہی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت پر اجماع نصی تام ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے

امام قسطلانی (م ۹۲۳ھ) شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں:

"اجماع اهل السنة والجماعة علی افضلیة وھو قطعی فلا یعارضه ظنی"۔[2]

اہل سنت وجماعت کا افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع ہے اور یہ قطعی ہے ظنی اسکا معارض نہیں ہو سکتا۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ) فرماتے ہیں:

"ان الحق ان مسئلة الافضلیة قطعیة ثابته بالتواتر والاجماع"۔[1]

---

(1) الحسام المسلول علی منتقصی اصحاب الرسول ص ۵۶

(2) ارشاد الساری، جلد ۱ صفحہ ۱۰۳

حق یہی ہے کہ مسئلہ تفضیل قطعی ہے جو کہ تواتر اور اجماع سے ثابت ہے۔

فخر المتکلمین مولانا عبد العزیز پرھاروی (م ۱۲۴۱ھ) رقمطراز ہیں:

"ان الاجماع علی الافضلیة ظنی وھو من سوء الظن بالسلف بل اجمع الصحابة علیھا للاحادیث التی سمعوھا من النبی ﷺ فاین الظن"۔[2]

اس اجماع کو ظنی کہنا اسلاف سے سوء ظن ہے اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم افضلیت شیخین پر متفق اس لیے ہوئے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس موضوع پر واضح احادیث سن لی تھیں۔لہذا اب ظن کہاں رہا؟؟؟

الشاہ امام احمد رضا خان محدث بریلی (م ۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:

"دامن اجماع غبار نزاع سے یک سرپاک وصاف ہو گیا اور قطعیت اجماع میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ ایسے احتمالات واوہام کی بنا پر اجماع کو درجہ ظنیت میں اتار لانا جیسا کہ بعض علماء سے واقع ہوا ہرگز ٹھیک نہیں۔ اور جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیل شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا۔ ہمارا اور ہمارے مشائخ طریقت وشریعت کا یہی مذہب"۔[3]

اختصاراً معتمد اکابرین کے چند حوالہ جات پیش کرنے کے بعد اہلسنت وجماعت یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نصی تام ہوا ہے جو کہ ہمارا مدعی اور مقصود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

---

(1) الطریقة المحمدیہ فی حقیقة القطع بالافضلیة، صفحہ 119، پروگیر یسو بکس لاہور

(2) مرام الکلام فی عقائد الاسلام صفحہ ۲۵۵ مکتبہ زم زم کراچی

(3) مطلع القمرین، صفحہ ۱۵۰، کتب خانہ امام احمد رضا لاہور

فصل دہم

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع ہے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نصِ تام ہے اس کے متعلق ہم گزشتہ اوراق میں تفصیلاً بحث کر چکے ہیں۔ آئندہ فصل میں صرف چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں جن میں اکابرین اہلسنت نے تصریح فرمائی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہے کیونکہ صاحب زبدۃ التحقیق اور ان کے حواری اس بات پر مصر ہیں کہ افضلیت پر اجماع نہیں ہے بلکہ جمہور کا موقف ہے ملاحظہ فرمایئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

"اجمع اهل السنة على ان افضلهم على الاطلاق ابو بكر ثم عمر"۔[1]

اہل سنت نے اجماع کیا کہ مطلقاً سب صحابہ سے افضل ابو بکر ہیں پھر عمر۔

امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

"اجمعوا على ان خير العشرة الائمة الاربعة ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي"۔[2]

اس بات پر اجماع ہے کہ عشرہ مبشرین میں سے سب سے افضل ائمہ اربعہ ہیں یعنی سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر فاروق رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۷۳ھ) فرماتے ہیں:

"قال محمد بن الفضل: اجمعوا على ان خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر ثم عمر الخ"۔[1]

---

(1) تہذیب الاسماء واللغات للنووی، فصل فی حقیقۃ الحابی جلد ۱، صفحہ ۲۸

(2) رسالۃ الاشعری الی اھل الثغر، صفحہ ۲۲۹

امام محمد بن فضل فرماتے ہیں سنیوں کا اجماع ہے کہ اس امت کے بہتر بعد نبی ﷺ کے ابو بکر ہیں پھر عمر۔

امام ابو بکر کلاباذی (م۳۷۸ھ) رقمطراز ہیں:

"اجمع اهل السنة والجماعة ان خير الناس بعد رسول الله ﷺ ابابکر ثم عمر"۔(2)

اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

امام عبد القادر ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ (م۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

"اجمع اهل السنة والجماعة على ان افضل الصحابة ابو بكر فعمر فعثمان فعلى"۔(3)

اہل سنت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام میں افضل حضرت ابو بکر، پھر عمر، پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

"وقال الغزالي اجماعهم على ذلك من احسن ما يستدل به على مراتبهم في الفضل ومن هذا اعتقد اهل السنة هذا الترتيب في الفضل ثم بحثوا عن الاخبار فوجدوا فيها ماعرف به مستند الصحابة واهل الاجماع في هذا الترتيب"۔(4)

---

(1) بستان العارفین، الباب السادس والعشرون بعد المائۃ فی القول فی الصحابۃ صفحہ ۱۲۹

(2) الشذ الفراح، جلد ۲، صفحہ:۵۰۶

(3) اصول دین۔ صفحہ:۳۰۴

(4) الاسالیب البدیعۃ، جلد ا صفحہ ۱۶

امام غزالی نے فرمایا: اس پر حضرات صحابہ کا اجماع ان دلائل میں سب سے اچھی دلیل ہے جس سے فضلیت کے اعتبار سے صحابہ کے الگ الگ درجات و مراتب ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اہل سنت کا یہ عقیدہ بن گیا کہ ان کی فضیلت کی ترتیب یہی ہے۔ اس کی بعد انہوں نے احادیث و ارشادات نبویہ کی تلاش و جستجو شروع کی جن میں ان کو یہی ملا کہ وہ احادیث اسی ترتیب پر اجماع کی سندیں ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کے درجات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس بات کا وحی کے سوا پتہ نہیں چل سکتا ہے اور جس ہستی پر وحی آئی یعنی نبی کریم ﷺ اس ہستی سے سنے بغیر جان نہیں سکتا۔ اور اس ہستی سے سننے کا تمام لوگوں سے زیادہ حق صحابہ کو ہے جو ہمیشہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ چمٹے رہے ،ان صحابہ کا اس پر اجماع ہوا کہ سب سے پہلے ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی الخ۔ (1)

امام عزالدین ابن اثیر جزری (م ۶۳۰ھ) فرماتے ہیں:

"اجمع اهل السنه علی ان افضل الصحابه بعد النبی ﷺ علی الاطلاق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ثم عمر ولا مبالاة باقوال اهل التشیع واهل البدعة وممن حکی اجماعهم علیٰ ذلك ابو العباس القرطبی فقال لم یختلف احد فی ذلك ممن ائمة السلف ولا الخلف"۔ (2)

اہل سنت کا اجماع ہے کے نبی کریم ﷺ کے بعد تمام صحابہ کرام میں سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ اور اہل تشیع اور اہل

(1) الاقتصاد فی الاعتقاد، صفحہ ۷۹

(2) اسد الغابہ، جلد ا، صفحہ ۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت

بدعت کے اقوال کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے ان میں ابو العباس قرطبی بھی ہیں اور ائمہ سلف و خلف میں سے کسی نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا۔

امام ابو العباس قرطبی (م ۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

"ولم یختلفها فی ذلك احد من ائمه السلف والخلفاء قال ولا مبالاة باقوال اهل التشیع"۔[1]

تفضیل شیخین میں ائمہ سلف و خلف میں سے کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا اور فرمایا اہل تشیع کے اقوال کی پرواہ نہ کی جائے۔ (اسی لیے ہم صاحب زبدۃ کے قول کی پرواہ نہیں کرتے)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

"اتفق اهل السنة علی ان افضلهم ابو بکر ثم عمر"۔[2]

"اہلسنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ افضل صحابی ابو بکر ہیں اور پھر عمر رضی اللہ عنہ"۔

امام زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ (۷۰۶ھ) فرماتے ہیں:

"اجمع اهل السنة علی ان افضل الصحابة بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الاطلاق ابو بکر ثم عمر"۔[3]

اہل سنت کا اجماع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد افضلیت شیخین پر منعقد ہو چکا ہے۔

---

(1) بحر الفوائد، جلد ۱، صفحہ ۲۷۹

(2) شرح صحیح مسلم ۱۵۔۱۴۸

(3) شرح التبصرہ والتذکرہ للعراقی، صفحہ ۲۱۵

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م۷۴۸ھ) کے متعلق امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال لی شیخ مرۃ من فی الامۃ افضل من ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ بالاجماع"۔[1]

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ امام ذہبی نے ایک مرتبہ فرمایا:
"اس امت میں کون حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اجماع کے ساتھ افضل ہو سکتا ہے؟ یعنی افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع امت ہے۔

امام عبد القادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ (م۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

" افضل الصحابۃ علی الاطلاق ابو بکر ثم عمر باجماع اهل السنۃ ثم عثمان ثم علی ھذا قول جمھور اھل السنۃ"[2]

اہل سنت کا اجماع ہے کہ افضلیت مطلقہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ افضل ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جمہور اہل سنت کا قول ہے۔

علامہ جمال الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۷ھ) فرماتے ہیں:

"اجمع اهل السنۃ والجماعۃ علی ان افضل ھذہ الامۃ"۔[3]

اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ اس امت کے سب سے افضل شخص (ابو بکر رضی اللہ عنہ) ہیں۔

محقق اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی الحنفی (م۷۸۹ھ) فرماتے ہیں:

"اقول اجمع اهل السنۃ والجماعۃ علی ان افضل ھذہ الامۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ"۔[1]

---

(1) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد۹، صفحہ ۵۱۱

(2) طبقات الحنفیہ ا۔۴۱۲

(3) شرح الطحاویہ صفحہ ۱۱۹

میں کہتا ہوں کہ اہلسنت کا اجماع ہے کہ اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ابن جماعہ کنانی رحمۃ اللہ علیہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

"افضلهم على الاطلاق ابو بكر ثم عمر باجماع اهل السنة"۔[2]

اہل سنت کے اجماع سے افضلیت مطلقہ حضرت ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ) بیان فرماتے ہیں:

"اکابر اولیاء کا اجماع ہے کہ معرفت وولایت میں صدیق کو کوئی نہیں پہنچتا"۔[3]

امام ابراہیم بن موسیٰ انباسی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۸۰۲) فرماتے ہیں:

" افضلهم على الاطلاق ابو بكر ثم عمر اى باجماع اهل السنة"۔[4]

اہل سنت کے اجماع سے مطلقا افضل حضرت ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

" ان الاجماع انعقد بين اهل السنة ان ترتيبهم فى الفضل كترتيبهم فى الخلافه رضى الله عنهم"۔[5]

---

(1) شرح وصیہ امام ابو حنیفہ، صفحہ:۱۰۸، دار الفتح اردن

(2) المنہل الروی۔ صفحہ:۱۱۲

(3) الرشحات العنبریہ، صفحہ ۲۵

(4) الشذ الفیاح من علوم ابن الصلاح۔ صفحہ ۳۵۷

(5) فتح الباری رقم ۳۶۷۸

اہل سنت و جماعت کے درمیان اس بات پر اجماع ہے کہ خلفائے راشدین میں فضیلت اسی ترتیب پر ہے جس ترتیب سے خلافت ہے۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

"والافضل منهم مطلقا باجماع اهل السنة"۔ (1)

ان میں سے اجماع اہل سنت پر مطلقا افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

شیخ کمال الدین بن ابی شریف (۹۰۵ھ) فرماتے ہیں:

" اعلم ان الامام الحق بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر فعمر فعثمان فعلى رضی اللہ عنہم اجمعين" والا دلة على ذلك من السنة يتظافر دلائل مجموعها على تقديم ابى بكر حتى يظهر ذالك للواقف عليها كفلق الصبح"۔ (2)

جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام بر حق حضرت سیدنا ابو بکر پھر حضرت سیدنا عمر پھر حضرت سیدنا عثمان پھر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہم ہیں اور اس پر احادیث سے بیشمار دلائل موجود ہیں جو مجموعی طور پر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقدم ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ حتی کہ ان پر واقفیت رکھنے والے کے لیے یہ مسئلہ طلوع صبح کی طرح ظاہر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم على رضی اللہ عنہم"۔ (3)

---

(1) فتح المغیث ۳۔ ۱۱۵

(2) الیواقیت والجواہر ص۔ ۳۲۹ دار الکتب العلمیہ بیروت

(3) تاریخ الخلفا صفحہ ۴۴ میر محمد کتب خانہ کراچی

اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق ہیں۔ پھر سیدنا عمر، پھر حضرت سیدنا عثمان غنی پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

"اجماع اهل السنة والجماعة على افضلية وهو قطعى فلا يعارضه ظنى"۔[1]

افضلیت پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے اور یہ قطعی ہے ظنی اس کا معارض نہیں ہو سکتا۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"افضلهم عند اهل السنة اجماعا ابو بكر ثم عمر"۔[2]

اہل سنت کے نزدیک بالاجماع افضل الصحابہ ابو بکر ہیں پھر عمر۔

مزید فرماتے ہیں:

"الافضل بعد الانبياء عليهم السلام ابو بكر رضي الله عنه وقد اطبق السلف على انه افضل الامة حكى الشافعى وغيره اجماع الصحابة التابعين على ذٰلك۔[3]

انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل البشر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور تحقیق سلف صالحین نے ان کے افضل امت ہونے پر اتفاق کیا۔ امام شافعی وغیرہ اس امر پر صحابہ و تابعین کا اجماع نقل کرتے ہیں۔

امام محمد بن عمر الحمیری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (۹۳۰ھ) فرماتے ہیں:

"واما ترتيبهم فى الفضل فاجمع اهل السنة فيه على ترتيبهم فى الخلافة"۔[1]

---

(1) ارشاد الساری ۱۔۱۰۲

(2) مواہب اللدنیہ المقصد السابع، الفصل الثالث ذکر محبۃ اصحابہ جلد ۲، صحہ ۵۴۵

(3) ارشاد الساری شرح بخاری، فضل ابی بکر بعد النبی جلد ۶، صفحہ ۴۳۰، رقم ۳۶۵۵

اہل سنت کا اجماع ہے کہ فضیلت میں وہی ترتیب ہے جو خلافت کی ترتیب ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

"اجمع اهل السنة والجماعة على ان افضلهم العشرة المشهود لهم بالجنة على لسان النبى الكريم فى سياق واحد وافضل هؤلاء ابو بكر فعمر"۔[2]

اہل سنت وجماعت نے اجماع کیا ہے کہ افضل صحابہ وہ دس ہیں جن کے لیے جنت کی شہادت دی گئی سرور عالم ﷺ کی زبان اطہر سے ایک سیاق میں، اور افضل ان سب میں سے ابو بکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہم۔

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۶ھ) رقمطراز ہیں:

"فان قيل فما حكم من جوز ذلك فهل يكفر به او يبدع او يلام او يمدح ويحسن بحسن فهمه لدليل لاح له دون غيره من حذاق الامة وفضلاء الملة قلت ان كان المخالف من بعض المتكلمين من اهل البدعة وهو الظاهر اذ لم يوجد فى اكثر نسخ الكلام خلاف من اهل السنة فيه فللاول وجه اذا التفضيل مجمع عليه قبل ابن عبد البر وان كان ذلك البعض من اهل السنة فللثانى وجه اذ مخالف الجمهور خصوصاً اذا كان المخالف اقل قليل يبدع كمن يخالف العمل بخبر الواحد يبدع ولو سلم ان المخالف فيه جمع معتد به فلا يخلو عن الملامة فان مخالفة الجمهور لمن ليس له راى لايحسن واى فائدة فيه ولعله يترتب عليه مآلا مالا يحمد عواقبه والله اعلم انتهى كلامه الشريف"۔[3]

---

(1) الحسام المسلول علی منتقصی اصحاب الرسول، صفحہ ۵۶

(2) الزواجر عن اقتراف الکبائر جلد ۳، صفحہ: ۳۲۴

(3) مجمع بحار الانوار، جلد ۵، صفحہ ۳۹۷

پس اگر کہا جائے کیا حکم ہے اس کا جو جائز رکھے اس تفضیل اجماعی کے خلاف کو آیا کافر کہا جائے گا یا بدعتی یا ملامت کیا جائے گا؟ یا اس کی تعریف و تحسین ہو گی اس کی اس خوش فہمی پر کہ وہ دلیلیں سمجھا جو اور حاذقان امت وفاضلان ملت پر ظاہر نہ ہوئیں؟ میں کہوں گا اگر خلاف کرنے والا کوئی متکلم بدعتی ہو اور یہی ظاہر ہے کہ اکثر کتب عقائد جو دیکھی گئیں تو ان میں اس مسئلے کا خلاف کسی سنی کی طرف نسبت نہ کیا جب تو کافر کہنے کی گنجائش ہے اس لیے کہ تفضیل پر ابن عبد البر سے پہلے اجماع تھا اور جو یہ بعض کو سنی ٹھہرایا جائے تو اسے بدعتی کہنے کی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مخالف جمہور کو بدعتی کہتے ہیں اور بالفرض اگر مان لیا جائے کہ اس میں خلاف کرنے والے ایک جماعت معتد بہ ہے تاہم تشنیع و ملامت سے خالی نہیں کہ مخالفت جمہور غیر ذی رائے کو خوب نہیں اور اس میں فائدہ ہی کون سا ہے اور کیا عجب کہ اس مخالفت پر بالآخر وہ باتیں مترتب ہوں جن کا انجام محمود نہ ہو۔ واللہ اعلم

میر سید عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۷ھ) فرماتے ہیں:

”پس چوں اجماع صحابہ کہ انبیا صفت اند بر تفضیل شیخین واقع شد و مرتضی نیز درین اجماع متفق و شریک بود مفضلہ در اعتقاد خود غلط کردہ است“۔(1)

پس جبکہ اجماع صحابہ جو نبیوں کا وصف رکھتے ہیں اس امر پر ہوا کہ شیخین کو فضیلت حاصل ہے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم خود بھی اس اجماع سے متفق اور اس میں شریک تھے۔ تو تفضیلی اپنے اعتقاد میں ضرور غلطی پر ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر میر سید عبد الواحد بلگرامی فرماتے ہیں:

”واجماع دارند کہ افضل از جملہ بشر بعد انبیا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ است و بعد از وی عمر رضی اللہ عنہ است و بعد از وی عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ است و بعد از وی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ است و بعد ایشان تتمہ عشرہ مبشرہ است“۔(1)

---

(1) سبع سنابل، ص، 17، مکتبہ قادیہ لاہور

اس پر بھی اہلسنت کا اجماع ہے کہ نبیوں کے بعد دوسری تمام مخلوق سے بہتر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق، ان کے بعد عثمان ذی النورین اور ان کے بعد علی رضی اللہ عنھم ہیں۔ اور ان سب کے بعد وہ لوگ ہیں جو عشرہ مبشرہ میں باقی بچتے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی (م ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

"افضلیت حضرات شیخین باجماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ است"۔[2]

حضرت ابو بکر و عمر کی افضلیت صحابہ و تابعین کے اجماع سے ثابت ہے۔

علامہ بدر الدین سرہندی (خلیفہ اجل امام ربانی) فرماتے ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علم باطن میں علم باللہ کی وجہ سے اولیائے امت میں اکمل و افضل اور سب سے زیادہ عالم ہیں بلکہ پیغمبروں کے بعد تمام صدیقوں سے زیادہ کامل اور صدیق اکبر ہیں۔ اکابر اہل بصیرت قدس اللہ تعالیٰ ارواحھم کا اس بات پر اتفاق ہے۔[3]

علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۰۹ھ) فرماتے ہیں:

"الاجماع علی افضلیۃ سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ علی سائر الصحابہ رضی اللہ عنھم"۔[4]

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر تمام صحابہ کا اجماع ہے۔

علامہ عبد الباقی زرقانی قدس سرہ السامی (م ۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں:

"ثم ان افضلھم علی الاطلاق عند اھل السنۃ اجماعا فھم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھما"۔[1]

---

(1) سبع سنابل، ص، 7، مکتبہ قادریہ لاہور

(2) مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۱۳۰ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

(3) حضرات القدس، جلد ا صفحہ ۳۸

(4) مطالع المسرات صفحہ ۲۹۰، اردو مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور

اھل سنت کے نزدیک اجماعی طور پر ان (صحابہ) میں علی الاطلاق ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما افضل ہیں۔

امام اسماعیل بن محمد البرامی العجلونی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۶۲ھ) فرماتے ہیں:

"ولیس فی ھذا کلہ ما یقدح فی اجماع اھل السنۃ من الصحابۃ والتابعین فمن بعدھم علی ان افضل الصحابۃ بعد النبی علی الاطلاق ابو بکر ثم عمر رضی اللہ عنہما"۔(2)

ایسی کوئی بات نہیں جس کی بنا پر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد ائمہ دین کے اس اجماع پر اعتراض کیا جائے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ.

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۴ھ) فرماتے ہیں:

" ان الحق ان مسئلۃ الافضلیۃ قطعیۃ ثابتۃ بالتواتر والاجماع"۔(3)

حق یہی ہے کہ مسئلہ تفضیل قطعی ہے جو کہ تواتر اور اجماع سے ثابت ہے۔

امام ابو العون محمد بن احمد سفارینی حنبلی (۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں:

"اجمع اھل السنۃ والجماعۃ علی ان افضل الصحابۃ والناس بعد الانبیاء ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی ثم سائر العشرۃ"۔(4)

---

(1) زرقانی علی المواھب، جلد ۷، صفحہ ۳۶، بیروت

(2) کشف الخفاء فزیل الالباس، جلد ۱، صفحہ ۲۰۵، دار احیاء والتراث بیروت

(3) الطریقۃ المحمدیہ فی حقیقۃ القطع بالافضلیۃ، صفحہ 119، پروگریسو بکس لاہور

(4) لوامع الانوار الہیہ فصل فی ذکر الصحابۃ جلد ۲، صفحہ: ۳۱۲

اہل سنت وجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کے بعد تمام لوگوں اور صحابہ سے افضل حضرت ابو بکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی اور پھر حضرات عشرہ مبشرہ ہیں رضی اللہ عنہم۔

خاتم المحدثین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۹ھ):

"تفضیل شیخین کہ مجمع علیہ جمیع اہل حق است"۔(1)

شیخین کی تفضیل تمام اہل حق کا اجماعی مسئلہ ہے۔

امام عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

" ان الاجماع علی الافضلیة الظنیة وھو من سوء الظن بالسلف بل اجمع الصحابة علیھا للاحادیث التی سمعوھا من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاین الظن"۔(2)

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع کو ظنی کہنا اسلاف سے سوء ظن ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا افضلیت شیخین پر اجماع اس لیے ہوا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس موضوع پر واضح احادیث سن لی تھیں۔ لہذا اب ظن کہاں رہا۔

صوفیاء کا اجماع:

علامہ پرہاروی رقمطراز ہیں:

"اجمع الصوفیة علی تقدیم ابی بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی"۔(3)

---

(1) فتاویٰ عزیزی، صفحہ ۱۲۸

(2) مرام الکلام فی عقائد الاسلام صفحہ ۷ ۴مکتبہ سلفیہ ملتان پاکستان

(3) نبراس شرح شرح عقائد، صفحہ ۲۹۴ طبوعہ مؤسسۃ الشرف لاہور

صوفیاء کرام کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:

شیخین کریمین کی افضلیت پر جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیل شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا؟ ہمارا اور ہمارے مشائخ طریقت و شریعت کا یہی مذہب ہے۔[1]

امام سید یوسف بن اسماعیل نبہانی (م ۱۳۵۰ھ) فرماتے ہیں:

"ومن ثمة اجمع اهل السنة من الصحابة والتابعين فمن بعدهم على ان افضل الصحابة على الاطلاق ابو بكر ثم عمر رضي الله عنهما".[2]

اسی وجہ سے اہل سنت کا یعنی صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ سے مطلقاً افضل ابو بکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہما۔

مزید فرماتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا افضلیت شیخین پر اجماع ہے اس لیے شریعت کی پیروی اور دین کی مسلمات کا یہ تقاضا ہے کہ شیخین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی جائے اور اہل بیت کرام کے لیے تو یہ زیادہ حق بنتا ہے کہ وہ اس حق مبین کی اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہمیں انکی برکتوں سے نفع دے۔[3]

---

(1) مطلع القمرین۔ صفحہ: ۸۱

(2) الاساليب البدیعہ، صفحہ: 96

(3) الاساليب البديعة فی فضل الصحابہ واقناع الشیعۃ، صفحہ ۹۶

سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ) فرماتے ہیں:

اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے کہ انبیائے کرام کے بعد تمام عالم سے افضل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد حضرت عمر ان کے بعد حضرت عثمان اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔[1]

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۲ھ) فرماتے ہیں:

فضیلت کلیہ مطلقہ تمام صحابہ کرام پر بلکہ تمام نبیوں کے امتیوں پر حضرت سیدنا ابو بکر صدیق و حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم کو ہے یہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔[2]

ناصر بن علی عائض نے لکھا ہے:

"وقد نقل الاجماع علی ان افضل الناس بعد الانبیاء هو ابو بکر الصدیق جماعة من اهل العلم منهم ابو طالب العشاری والامام الشافعي والنووی وشیخ الاسلام ابن تیمیه وابن حجر والبیهقي فقد روی ابو طالب العشاری باسناده الی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ انه قال من فضل علی ابی بکر و عمر احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد ازری بالمهاجرین والانصار وطعن علی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم".[3]

انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سارے انسانوں سے افضل ہونے پر اہل علم کی ایک جماعت نے اجماع نقل کیا ہے۔ جن میں ابو طالب عشاری، امام شافعی، علامہ نووی، ابن تیمیہ، علامہ ابن حجر اور

(1) سوانح کربلا صفحہ ۳۸

(2) فتاویٰ محدث اعظم، صفحہ ۱۴۲

(3) عقیدہ اہل السنۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۳۹

امام بیہقی شامل ہیں۔ چنانچہ ابو طالب عشاری نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا: جس نے ابو بکر و عمر پر کسی صحابی کو فضلیت دی اس نے مہاجرین وانصار کی توہین کی اور اصحاب نبی پر طعن کیا۔

قصیدہ بدء الامالی میں ہے:

"وللصديق رجحان جلی علی الاصحاب من غیر احتمال"۔[1]
صدیق رضی اللہ عنہ کو صریح افضلیت ہے تمام صحابہ پر بے شک وشبہ۔

شرح قصیدہ بدء الامالی میں ہے:

"رجحان جلی ای فضل واضح ثابت بالدلائل السمعیۃ واجماع الامۃ"۔[2]
حاصل یہ ہے کہ تفضیل صدیق قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے

علامہ مفتی محمد عنایت اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ سانگلہ ہل (متوفی ۱۴۰۲ھ)

فرماتے ہیں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فضیلت والے ہیں، ان کے بعد حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس عقیدہ پر تمام اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے جو اس کی مخالفت کرے وہ گمراہ اور اہل سنت سے خارج ہے۔[3]

---

(1) قصیدہ بدء الامالی، بیت ۳۴، صفحہ ۹
(2) شرح قصیدہ بدء الامالی، بیت ۳۴
(3) افادات وملفوظات شیر اہل سنت، غیر مطبوعہ

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق کی تفضیل جمیع صحابہ کرام پر اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے اس عقیدے کا مخالف سنی نہیں ہے اس لیے اس کی اقتداء بھی جائز نہیں ہے۔

حضرت سید محمد خادم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جواب علمائے کرام حق و صواب ہے یعنی میں متفق ہوں کہ یہی اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے اس کا مخالف اہلسنت سے خارج ہے امامت کے لائق بھی نہیں ہے۔

شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۰۰ء) فرماتے ہیں:

اہلسنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام امت سے افضل حضرت صدیق اکبر ہیں پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ آیت تطہیر جو آپ نے نقل کی ہے اس سے افضلیت مطلقہ کا اثبات نہیں ہوتا۔ ورنہ لازم آئیگا کہ جمیع ازواج مطہرات تمام امت سے افضل ہوں۔(1)

المختصر یہ کہ چودہ صدیوں سے علماء اہلسنت نے یہی عقیدہ رکھا اور امت مسلمہ کو بھی بتایا ہے۔ صرف چند حوالہ جات اختصاراً پیش کئے گئے ہیں اگر کسی کو یقین نہ آئے تو وہ برکۃ المصطفیٰ فی الہند، محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی "تکمیل الایمان شریف" کو دیکھ لے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جمہور علماء نے اس مسئلہ میں اجماع نقل کیا ہے۔

"جمہور آئمہ دریں باب اجماع نقل میکند"۔(2)

---

(1) فتاویٰ شارح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۶

(2) تکمیل الایمان صفحہ ۷۹، در مطبع نظام المطالع مدراس رونق طبع یافت

جمہور ائمہ نے مسئلہ افضلیت کے باب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نقل کیا ہے۔

گزشتہ اوراق میں مذکور دلائل وبراہین سے ثابت ہو گیا کہ افضلیت پر اجماع نصی تام ہوا ہے نہ کہ اجماع سکوتی یا اجماع مرکب جیسا کہ تفضیلیہ کی خام خیالی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی جمیع الصحابہ پر ہے رضی اللہ عنہم۔ اس اجماع کا منکر شذ فی النار کی وعید کے تحت ہے۔

شارح صحیح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل و برتر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ (1)

حافظ الحدیث علامہ پیر سید جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھکی شریف فرماتے ہیں:

"حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد امت مسلمہ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اولیہ پر اتفاق ہے۔ افضلیت مشکک ہے جس کا اعلیٰ ترین فرد حضرت صدیق اکبر ہیں پھر بحسب المراتب دیگر ارباب خلافت راشدہ رضی اللہ عنہم پھر یہ تسلسل حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کا اطلاق دیگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی ہوتا ہے۔

حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دلائل قطعیہ یقینیہ اجماعیہ سے ثابت اور مسلک اہل سنت کا جزء ہے جو صدیق اکبر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مولائے کائنات حیدر کرار کو افضل بتائے وہ اہل سنت سے نہیں فاسق وضال ہے۔

---

(1) مقام امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر، ص۔ ۷، حزب الاحناف پاکستان

حضرت مولانا حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ افضلیت خلفاء راشدین بہ ترتیب خلافت ہے۔

قارئین کرام! ہم نے نہایت دیانت داری کے ساتھ اکابر اہلسنت کے قریباً 50 حوالہ جات پیش کر دیئے کہ جس میں انہوں نے افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع نقل کیا ہے۔ جو کسی بھی منصف مزاج شخص کے لیے کافی ووافی ہے اور سر تسلیم خم کرنے کے لیے کوئی حجت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ مسئلہ بالکل بے غبار ہو گیا۔

اجماع کے خلاف ظنیت کا قول درست نہیں:

آیئے ہم افضلیت پر اجماع کے باب کو سمیٹتے ہوئے امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت، الشاہ امام احمد رضا محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت باصرہ نواز کروانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ امام اہلسنت رقمطراز ہیں:

> "بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے ان مباحث مہمہ کو ایسی روش بدیع پر تقریر کیا جس سے نگاہ حق بین میں اس روایت کی مطلق وقعت نہ رہی، اور دامن اجماع غبارِ نزاع سے یک سرپاک وصاف ہو گیا، اور قطعیت اجماع میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ ایسے احتمالات واوہام کی بنا پر اجماع کو درجہ ظنیت میں اتار لانا جیسا کہ بعض علماء سے واقع ہوا ہرگز ٹھیک نہیں، اور جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیل شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا۔ ہمارا اور ہمارے مشائخ طریقت وشریعت کا یہی مذہب ہے۔"(1)

شیخ محقق نے اسی لیے فرمایا:

> "جمہور ائمہ دراین باب اجماع نقل میکند"۔
>
> یعنی جمہور ائمہ نے مسئلہ افضلیت کے باب میں اجماع نقل کیا ہے۔

---

(1) مطلع القمرین، صفحہ 150، کتب خانہ امام احمد رضا لاہور

فصل یازدہم:

صحابہ، تابعین اور اہل بیت اطہار کے نزدیک انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں

صحابی رسول ﷺ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"من فضل علی ابی بکر و عمر احدا من اصحاب النبی ﷺ فقد اذری بالمهاجرین والانصار وطعن علی اصحاب النبی ﷺ"۔[1]

جس نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر کسی کو فضیلت دی پس اس نے مہاجرین وانصار کو عیب لگایا اور اصحاب نبی ﷺ پر طعن کیا۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۶ھ) فرماتے ہیں:

"من فضل علیا علی ابی بکر وعمر فقد اذری علی اصحاب رسول اللہ ﷺ المهاجرین والانصار"۔[2]

یعنی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی تحقیق اس نے مہاجرین وانصار پر عیب جوئی کی۔

فقیہ تابعی حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷ھ) فرماتے ہیں:

"میمون ابن مهران من فقهاء التابعین سئل ابو بکر و عمر افضل ام علی؟ فوقف شعره وارتعدت فرائصه حتی سقطت

---

(1) معجم الاوسط، جلد ۱، صفحہ: ۲۵۴، رقم ۸۳۲، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، باب اجماع فضائل الصحابۃ، جلد ۲، صفحہ: ۱۹۲، رقم ۲۱۳۹، فضائل ابی بکر الصدیق للعشاری، صفحہ: ۱۰، رقم الحدیث: ۴۱، مجمع الزوائد للہیثمی باب فیما ورد من الفضل لابی بکر وعمر وغیرھما جلد ۹، صفحہ: ۴۱، رقم: ۱۴۳۶۳

(2) فضائل الصحابۃ، رقم: ۳۰۹

عصاہ من یدہ وقال ما کنت اظن ان اعیش الیٰ زمان یفضل الناس فیہ احدا علی ابی بکر و عمر او کما قال رواہ ابو نعیم عن فرات السائب۔"[1]

حضرت میمون ابن مہران جو کہ فقہائے تابعین سے ہیں ان سے سوال کیا گیا کہ سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما افضل ہیں یا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ؟ تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ان کی رگیں پھڑکنے لگیں یہاں تک کہ چھڑی ان کے ہاتھ سے گر گئی اور انہوں نے فرمایا: مجھے یہ گمان نہ تھا کہ میں اسی زمانہ تک جیوں گا جس میں لوگ ابو بکر و عمر پر کسی کو فضیلت دیں گے۔ یا جیسا انہوں نے فرمایا اسکو فرات بن سائب نے ابراہیم سے روایت کیا ہے۔

طلحہ بن مصرف الیامی ابو حصین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸ھ) فرماتے ہیں:

"قال ابوالحصین ما ولد لادم فی ذریتہ بعد النبین والمرسیلن افضل من ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ"۔[2]

امام ابو الحصین طلحہ بن مصرف الیامی فرماتے ہیں کہ بنی آدم میں کوئی بھی شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل پیدا نہیں ہوا سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔

اقوال آئمہ اہلبیت علیہم السلام دربارہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

صاحبزادہ مولائے کائنات محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عن سالم بن ابی الجعد قلت لمحمد بن الحنفیۃ قلت فبم ابو بکر وسبق حتی لایذکر احد غیر ابو بکر قال لانہ کان افضلھم اسلاما حین اسلم حتی لحق بربہ"۔[1]

---

(1) حلیۃ الاولیاء، صفحہ، ۲۵۱، ترجمہ میمون من مہران، جلد ۴، صفحہ ۹۲،)(فتاویٰ رضویہ شریف، جلد ۲۸، صفحہ: ۶۷۶

(2) تاریخ دمشق، جلد ۳۰، صفحہ ۳۹۳

سالم بن ابی جعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ سے عرض کی۔ کیا بات ہے کہ ابو بکر سب سے بالا رہے اور سبقت لے گئے کہ لوگ ان کے علاوہ کسی اور کا تذکرہ ہی نہیں کرتے؟ تو آپ نے فرمایا: اس لیے کہ جب وہ اسلام لائے تو از روئے اسلام وہ سب سے افضل تھے اور اسی حال میں اپنے رب سے جا ملے۔

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (م ۹۴ھ) فرماتے ہیں:

"جاء رجل الی علی بن الحسین رضی اللہ عنہما فقال ما کان منزلۃ ابی بکر و عمر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال منزلتهما الساعة وهما ضجيعاه"۔[2]

ایک شخص نے امام حسین کے صاحبزادہ حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا مرتبہ کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: جو مرتبہ ان کا اب ہے وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں وہ آرام فرما رہے ہیں۔

اور ایک دوسرے مقام پر حضرت امام زین العابدین کے متعلق آتا ہے کہ آپ نے کوفیوں سے فرمایا:

"انطلقت الخورج فبرئت ممن دون ابی بکر و عمر ولم يستطيعوا ان يقولوا فيهما شيئا وانطلقتم انتم فظفرتم ای وثبتم فوق ذلك فبرئتم منهما فمن بقی فوالله مابقی احد الا برئتم منه"۔[3]

خوارج گزر گئے جنہوں نے عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے تبرا کیا جو ابو بکر و عمر سے کم درجہ تھے مگر ابو بکر و عمر کی شان میں کچھ کہنے کی گنجائش نہیں پائی۔ کوفیو! تم

---

(1) الصواعق المحرقہ، صفحہ: ۵۳، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

(2) مسند احمد بن حنبل، جلد ۲، صفحہ ۲۶۴، حدیث ۱۶۷۰۹

(3) الصواعق المحرقہ، صفحہ ۵۳، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

ان سے اوپر چلے گئے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے تبرا کر ڈالا۔ تو اب کون بچا؟ خدا کی قسم کوئی نہ بچا جس پر تم نے تبرا نہ کیا۔

نفس الزکیہ بن عبد اللہ بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ (م ۱۴۵ھ) فرماتے ہیں:

"انہ قال لما سئل عن الشیخین لھما عندی افضل من علی"۔[1]

نفس الزکیہ بن عبد اللہ سے جب شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ دونوں میرے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

امام حسن مجتبیٰ کے پوتے امام محمد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ:

"عن جندب الاسدی ان محمد بن عبداللہ بن الحسن اتاہ قوم من اھل الکوفۃ والجزیرۃ فسالوہ عن ابی بکر و عمر فالتفت الی فقال انظروا الیٰ اھل بلادك یسئلونی عن ابی بکر و عمر لھما عندی افضل من علی"۔[2]

جندب اسدی سے روایت ہے کہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے، حضرت حسن مثنیٰ کے صاحبزادے، امام محمد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ اور جزیرہ کے کچھ لوگ آئے اور صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا تو آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اپنے شہر والوں کو دیکھو مجھ سے ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کرتے ہیں وہ دونوں تو میری نزدیک بلاشبہ مولا علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اجمع بنو فاطمۃ رضی اللہ عنہم علی ان یقولو فی الشیخین احسن ما یقول من القول"۔[3]

---

(1) الصواعق المحرقہ، صفحہ: ۵۲، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

(2) الصوعق المحرقہ، صفحہ: ۵۵، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

(3) الصواعق المحرقہ، صفحہ: ۵۲، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہم کا شیخین کے بارے میں سب سے اچھی بات پر اجماع ہے یعنی شیخین انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل ہیں۔

امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما (م ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"عن سالم بن ابی حفصة وكان من رؤوس من يبغض ابی بكر وعمر قال دخلت على ابی جعفر وهو مريض فقال واراه قال ذلك من اجل اللهم انی اتولی ابا بكر وعمر واحبهما اللهم ان كان فی نفسی غير هذا فلا نالتنی شفاعتی محمد يوم القيامة"۔[1]

سالم بن ابی حفصہ سے روایت ہے جو کہ ان لوگوں کے پیشواؤں میں سے تھے جو حضرت ابو بکر وعمر سے بغض رکھتے تھے۔ سالم کہتے ہیں میں ابو جعفر کے پاس حاضر ہوا جبکہ وہ مریض تھے تو ابو جعفر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں تمہارے نظریہ شیخین کے بارے میں جانتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ اے اللہ! بے شک میں ابو بکر وعمر کو دوست رکھتا ہوں اور ان سے محبت کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر اس کا غیر میرے دل میں ہے تو قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مجھے نصیب نہ ہو۔

سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۶۵ھ:

سیدنا علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش علی ہجویری سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

شیخ الاسلام واز بعد انبیای خیر الانام خلیفہ پیغمبر وامام وسید اهل تجرید وشهنشاه ارباب تفرید واز آفات انسانی بعید امیر المومنین ابو بکر عبد اللہ بن عثمان الصدیق رحمۃ اللہ علیہ۔[2]

---

(1) فضائل الصحابہ للدار قطنی، صفحہ: 89، رقم، 72، مکتبہ الغربا الاثریہ سعودی عرب
(2) کشف المحجوب، ص ٦٧، النوریہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور

شیخ الاسلام انبیا کے بعد مخلوق میں سب سے افضل، خلیفہ پیغمبر ،امام المسلمین، اہل تجرید کے سردار، اور ارباب تفرید کے شہنشاہ، آفات نفسانی سے دور، امیر المومنین ابو بکر عبد اللہ بن عثمان الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں

غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۶۱ھ:

"افضل الاربعة ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم"۔ (1)

چاروں میں افضل حضرت ابو بکر ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

نوٹ: اگر کسی کو یہ مسئلہ ہو کہ غنیۃ الطالبین غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں ہے تو وہ یہ ہی حوالہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اصول الدین میں ملاحظہ کر سکتا ہے۔

حضرت شیخ سید احمد کبیر الرفاعی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۷۸ھ:

رقم طراز ہیں صحابہ میں سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ صحابہ سب کے سب ہدایت پر ہیں رضی اللہ عنہم۔ (2)

حضرت سید محمد مبارک کرمانی حسینی میر خورد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۷۰ھ:

رقم طراز ہیں بر امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کہ بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم فا   ترین ھمہ امت بود ب خلیفہ رسول رب العالمین وسید اہل تجرید و بادشاہ ارباب تفرید بود۔ (3)

خاص کر جناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت سے افضل ہیں اور رسول رب العالمین کے خلیفہ ہیں اہل تجرید کے سردار اور ارباب تفرید کے بادشاہ ہیں۔

---

(1) غنیۃ الطالبین، ج۱، صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی

(2) البرہان المؤید، ص ۵۰، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

(3) سیر الاولیا، ص ۱۲، مؤسسہ انتشارات اسلامی لاہور

حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۸۵ھ:

رقم طراز ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین انسان حضرت ابو بکر صدیق ہیں پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہیں، صحابہ کرام کا ذکر عیب و طعن سے نہیں کرنا چاہیے ان کو بھلائی سے یاد کرنا چاہیے۔(1)

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۹۱ھ:

رقم طراز ہیں کہ انبیا کرام کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تمام مخلوق میں سب سے افضل ہیں اور صحابہ کرام میں خلفائے راشدین یعنی حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم دیگر تمام صحابہ سے افضل ہیں۔(2)

حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۲۵ھ:

رقم طراز ہیں کہ صحابہ کرام کی فضیلت کے متعلق میرا عقیدہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں، ان کے بعد حضرت عمر، ان کے بعد حضرت عثمان اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔(3)

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ آپ کے ایک ملفوظ کو یوں لکھتے ہیں کہ:

فرمود چوں در مسائل کلامیہ سخن در فضل صحابہ افتد من ہیچ مباحثہ شروع نکنم شاید اتہام اکابر مخلصان اصحاب وقتی اگر بحثے کردہ ام بعد از تاکید و سوگند عقیدہ من بدل راست ست کہ فضل صحابہ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی۔

---

(1) حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، ص۱۴۶، مطبوعہ ایم سعید کمپنی، کراچی

(2) ذخیرہ الملوک، پہلا باب، ایمان کے احکام، ص۳۱، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلیکیشنز لاہور

(3) شرح جوامع الکلم، ص۱۷، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور

سید محمد گیسو دراز فرماتے ہیں جب کبھی افضلیت صحابہ کرام کا ذکر چھیڑا تو میں نے کسی مباحثہ میں حصہ نہیں لیا البتہ مخلص لوگوں سے دوران بحث میں بخدا یہ ضرور کہا ہے اور اب بھی سچے دل سے کہتا ہوں کہ (صحابہ میں) سب سے افضل حضرت ابو بکر اس کے بعد حضرت عمر اس کے بعد حضرت عثمان اور اس کے بعد حضرت علی ہیں۔ (1)

حضرت سید محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۷۰ھ:

رقم طراز ہیں کہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حکومت اسلامی کے پرچم کو لہرایا اور احکام شریعت کو سر بلند کیا لیکن آپ نے کسی کو باطن کی کوئی خبر نہ دی اور نہ کوئی علامت بتائی دوسروں کو احکام ظاہر یعنی شریعت کے احکام کا پابند بنایا اور خود باطن میں مستغرق ہو گئے ـــــ آپ ولایت کے اس درجہ کمال پر فائز تھے کہ کوئی دوسرا ولی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔۔۔ اس کے بعد خلافت عدالت حضرت امیر المومنین خلیفہ دوم عمر بن ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے عدل و انصاف کی حکومت کی اور خود آپ نے جو باطنی نسبت اور فیض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا اس کو صرف اپنی ذات تک محدود نہ رکھا۔۔۔ اس کے بعد خلیفہ سوم ذوالنورین امیر المومنین حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کو ملی آپ نے تمام قرآنی آیات کو مختلف حضرات سے مہیا کر کے یکجائی طور پر کتابی شکل میں جمع کر کے قرآن کو صحیح طور پر ترتیب دیا اس لیئے آپ اس عظیم کارنامہ کی وجہ سے جامع القرآن ہو گئے ـــ اس کے بعد خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت و حکومت و ولایت و شریعت و معرفت ملی۔ (2)

---

(1) اخبار الاخیار، طبقہ سوم، سید محمد، ص ۱۳۳، مطبوعہ النوریہ الرضویہ، پبلشنگ کمپنی لاہور

(2) اوراد غوثیہ نواں درجہ، ص ۸۷،۸۶، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی

حضرت السید الشاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۲۴ھ:

رقم طراز ہیں کہ افضل البشر بعد از انبیا ابو بکر صدیق ست پس عمر پس عثمان پس علی رضی اللہ عنہم۔

انبیا کرام کے بعد سب سے افضل بشر حضرت ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔(1)

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۵۸ھ:

''ترتیب الخلفا'' کے متعلق عقیدہ و نظریہ کو ان کے سوانح نگار نے لکھا کہ حضرت شاہ لاثانی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالترتیب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت بشمول خلافت و امامت کے قائل تھے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بشمول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عزت واحترام لازم ایمان جانتے تھے۔(2)

علامہ مولانا سید مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ:

رقم طراز ہیں کہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد تمام عالم سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں ان کے بعد حضرت عمر ان کے بعد حضرت عثمان ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم۔(3)

شارح بخاری علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۰۷ھ:

رقم طراز ہیں کہ انبیاو مرسلین کے بعد تمام مخلوقات الٰہی جن وانس وملائکہ سے افضل صدیق اکبر پھر فاروق اعظم پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم ہیں۔(4)

---

(1) سراج العوارف فی الوصایا و المعارف، خلافت بہ ترتیب افضلیت است نہ افضلیت بر ترتیب خلافت، ص۳۳، مطبوعہ وکٹوریہ پریس بدایون

(2) انوار لاثانی کامل، ص۴۵۸، مطبوعہ دربار شاہ لاثانی، علی پور سیداں شریف، ضلع نارووال

(3) سوانح کربلا، ص۱۱، مطبوعہ اہل سنت برقی پریس مراد آباد

(4) دین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۲۰۳۔۲۰۴، مطبوعہ رضوان قطب خانہ، گنج بخش روڈ لاہور

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر کون؟

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"قال الاعمش ما کنت انی اعیش فی زمان اسمعھم یفضلون فیہ علیا علی ابی بکر و عمر"۔[1]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس زمانے میں نہیں رہنا چاہتا کہ جس زمانے میں لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینا شروع کر دیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ) سے بسند صحیح منقول ہے:

"من قدم علیا علی عثمان فقد ازری علی اثنی عشر الفامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو عنھم راض رضی اللہ عنھم اجمعین"۔[2]

جس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان ذوالنورین پر مقدم اور افضل ٹھہرایا تو اس نے بارہ ہزار اُن صحابہ پر عیب لگایا اور ان کی تنقیص کی جن سے حالت وصال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی تھے۔

امام حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

"لان زعمت ان علیا افضل من عثمان لقد زعمت ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد خانوا"۔[3]

اگر تم نے یہ خیال کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں تو ضرور تم نے یہ گمان کیا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بد دیانت تھے۔

---

(1) تاریخ دمشق، جلد ۳۰، صفحہ: ۳۹۳

(2) الفوائد المنتقاۃ، رقم ۳۶

(3) شرح اصول الاعتقاد، رقم ۲۶۲۰

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

"قال ابن مبارك من لم يفضل ابابكر و عمر فهو اهل ان يجفى ويقصى "۔[1]

امام عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فضیلت نہ دے تو وہ اس بات کا اہل ہے کہ اس سے جفا کی جائے اور اس سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔

ابو بکر بن عیاش کوفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں:

"كان ابن المبارك يعظم الفضيل وابابكر بن عياش ولو كانا على غير تفضيل ابي بكر و عمر لم يعظمهما"۔[2]

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہما کی نہایت تعظیم فرماتے تھے۔ اگر وہ دونوں (حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت ابو بکر بن عیاش) حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے قائل نہ ہوتے تو حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ہر گز ان کی تعظیم نہ فرماتے۔

محمد بن عیسیٰ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

"يقول لئن قلت ان عليا افضل من عثمان لقد قلت ان القوم خانوا"۔[3]

محمد بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تو کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں تو تُو نے یہ کہا کہ تمام قوم نے خیانت کی (حالانکہ تمام قوم خیانت نہیں کر سکتی)۔

---

(1) شرح اصول الاعتقاد، رقم: ۲۶۱۸

(2) شرح اصول العقائد، رقم: ۲۶۱۸

(3) السنۃ لابن خلال، جلد ا، صفحہ ۳۱۳، رقم ۵۶۰، مطبوعہ قاہرہ مصر

امام یوسف بن عدی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۳۲ھ) فرماتے ہیں:

"سالت یوسف بن عدی فقلت له ابو بکر و عمر افضل هذه الامة بعد نبیها ؟ قال نعم ولیس یختلف فی ذلك الا من یعابه واذا اردت فضلهما فانظر الیهما مما جعلهما الله مع نبیه فی قبر قال یوسف انما وقع الاختلاف فی التفضیل بین عثمان وعلی وانا اقول ابو بکر و عمر و عثمان و علی هذا رایی ورای من لقینا من اهل السنة ولا یسع القول بما سوی ذلك"۔[1]

راوی کہتے ہیں میں نے حضرت یوسف بن عدی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضل الامت ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس میں کوئی اختلاف نہیں رکھتا اس میں اختلاف رکھنے والا خود معیوب ہے اور جب تو ان کی فضیلت کو دیکھنا چاہے تو غور کر، اللہ تعالیٰ نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبر میں بھی قرب عطا فرمایا ہے۔

امام یوسف بن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اختلاف تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان تفضیل میں ہے اور میں کہتا ہوں افضل الامت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں یہ میری اور جتنے اہل سنت علمائے کرام سے میں ملا ان سب کی یہی رائے ہے۔

(1) اصول السنۃ لابن زمنین، رقم ۱۹۶

باب ششم

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کا منکر اہلسنت سے خارج ہے

فصل اول:

افضلیت صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر اہلسنت سے خارج ہے

امام یعقوب بن سفیان الفسوی (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں

"عبید اللہ ھو شیعی وان قال قائل رافضی لم انکر علیه"۔[1]

عبید اللہ بن موسیٰ نے سیدنا علی المرتضیٰ کو شیخین سے افضل قرار دیا ہے اس بناء پر وہ شیعہ ہے اور اگر کوئی تفضیل علی کے قائل کو رافضی بھی کہے تو میں انکار نہیں کرتا۔

امام ابو العرب تمیمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۳ھ) فرماتے ہیں:

"تشیع اهل العلم الذی یقدم علیا علی عثمان، واما من قدم علیا علی ابی بکر فهو رافضی"۔[2]

اہل علم کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تقدیم دینا تشیع ہے۔ اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر تقدیم دے وہ رافضی ہے۔

امام ابو الیسر محمد البزدوی (م ۴۹۳ھ) کا ارشاد گرامی ہے:

"واقلهم شرا الزیدیة فانهم لایکفرون احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویقولون ان ابا بکر وعمر کانا امامی حق ولکن یفضلون علیا علی سائر الصحابة"۔[3]

روافض میں سے زیدیہ فرقہ اپنی شر میں سب سے کم تر ہے کیونکہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی کو کافر نہیں کہتا۔ (زیدیہ فرقہ) کہتا ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں امام برحق تھے مگر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر افضلیت دیتا ہے۔

---

(1) المعرفۃ والتاریخ، جلد ۳، صفحہ: ۱۴۰

(2) کتاب المحن، ص ۳۴۶

(3) اصول الدین للبزدوی، صفحہ: ۲۵۶۔۲۵۵، مکتبہ الازہریہ قاہرہ مصر

علامہ امام ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۰ھ) فرماتے ہیں:

"وبعض کلامهم بدعة ولایکون کفرا وهو قولهم بأن علیا رضی اللہ عنہ کان افضل من ابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم"۔[1]

اور بعض کلام ان کا بدعت ہے کفر نہیں اور وہ یہ قول ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم سے افضل تھے۔

امام طاہر بن احمد بخاری سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۴۲ھ) فرماتے ہیں:

"فی الروافض من فضل علیا علی غیرہ فهو مبتدع"۔[2]

جو رافضی مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دوسروں (یعنی حضرات شیخین کریمین) پر فضیلت دے وہ بدعتی ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"افضل العشرة :ابوبکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین ولا یشك فی ذلك الا مبتدع منافق خبیث"۔[3]

عشرہ مبشرہ میں سب سے افضل سیدنا ابو بکر پھر سیدنا عمر پھر سیدنا عثمان پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں اور اس بات میں سوائے بدعتی وخبیث منافق کے کسی کو شک نہیں۔

علامہ ابن ہمام (م ۸۶۱) رقمطراز ہیں:

"فی الروافض ان فضل علیا علی الثلاثه فمبتدع"۔[1]

---

(1) تمہید ابو شکور سالمی، ص ۱۸۱ النوریہ الرضویہ لاہور

(2) خلاصۃ الفتاوی / ۱۴۹

(3) کتاب الکبائر، الکبیرۃ السبعون، سب احد من الصحابۃ رضوان اللہ علیہم، ص ۲۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۲۷ھ ص دار الندوۃ الجدیدۃ بیروت

روافض میں سے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اصحاب ثلاثہ پر فضیلت دے وہ بدعتی ہے۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) نے فرمایا:

"وعقب القول بتفضيل العباس انه مرغوب عنه ليس قائله من اهلسنت بل ولا من اهل الايمان"۔[2]

جو شخص حضرت عباس کو حضرت ابو بکر و عمر سے افضل کہے وہ اہل سنت سے خارج بلکہ اہل ایمان سے خارج ہے۔

امام محی الدین محمد بن بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۵۶ھ) فرماتے ہیں:

"وشاع مسئلة التفضيل بين اهل السنة والشيعة فالشيعة فضلوا عليا وكذا جمهور المعتزله وقال اهل السنة الفضل بينهم على نسبة امامتهم"۔[3]

مسئلہ تفضیل اہل سنت واہل تشیع کے مابین مشہور ہے۔ شیعہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب پر فضیلت دیتا ہے اور اسی طرح جمہور معتزلہ بھی۔ لیکن اہل سنت کہتے ہیں کہ خلفاء کی باہمی فضیلت ان کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۵۶ھ) فرماتے ہیں:

"من فضل عليا فحسب فهو من المبتدعة"۔[4]

جو مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو صرف افضل بتاتا ہے وہ اہل بدعت سے ہے۔

---

(1) فتح القدیر لابن ہمام، جلد ۱ صفحہ ۳۰۴

(2) فتح المغیث جلد 3، صفحہ 107، مرکز اہلسنت برکات رضا الہند

(3) القول الفصل شرح فقہ الاکبر، صفحہ: ۲۹۱، مطبوعہ مکتبۃ الحقیقت ترکی

(4) غنیۃ المستملی ص ۴۴۳

علامہ زین العابدین ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۶۹ھ) فرماتے ہیں:

"الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع وان انکر خلافة الصدیق فھو کافر"۔(1)

رافضی اگر مولا علی رضی اللہ عنہ کو دوسروں (خلفائے ثلاثہ) پر فضیلت دے وہ بدعتی ہے۔اور اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔

امام عبد الوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

"ودلیل اھل السنة فی تفضیل ابی بکر عن علی رضی اللہ عنہ الحدیث الصحیح ما فضلکم ابو بکر بکثرة صوم ولا صلوٰة ولکن بشیء وقرفی صدرہ وقالت الشیعة وکثیر من المعتزلہ الافضل بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ"۔(2)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اہل سنت یہ حدیث صحیح پیش کرتے ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر تم سب سے کثرت صوم سے بڑھا ہے نہ کثرت صلوٰۃ سے بلکہ اس چیز (جذبہ ایمانی) سے جو اس کے سینے میں قرار پذیر ہے۔ کثیر معتزلہ اور شیعہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۶ھ) فرماتے ہیں:

"قلت ان کان المخالف من بعد للمتکلمین من اھل البدعة وھو الظاھر اذ لم یوجد فی اکثر نسخ الکلام خلاف من اھل السنة فیہ"۔(3)

---

(1) البحر الرائق، شرح کنز الدقائق، جلد 1، صفحہ:659، داراحیاء التراث العربی بیروت

(2) الیواقیت والجواہر، صفحہ:۳۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(3) مجمع بحار الانوار، جلد ۵، صفحہ ۳۹۷

یعنی متکلمین میں سے اگر کوئی تفضیل شیخین کا مخالف ہو تو وہ بدعتی ہے اور یہی ظاہر ہے۔اس لیے کہ علم کلام کی اکثر کتب میں اہلسنت میں سے کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے۔

محدث شہیر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

"ثم اعلم ان جمیع الروافض و اکثر المعتزلة یفضلون علیا علی ابی بکر"۔(1)

حضرت علی کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھنا تمام رافضیوں کا عقیدہ ہے اور اکثر معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

صوفی کامل حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۷ھ) نے فرمایا:

"قاضی شہاب الدین در تیسیر الاحکام نوشتہ کسی کہ امیر المؤمنین علی را خلیفہ نداند او از خوارج است و کسے کہ امیر المؤمنین ابو بکر و عمر تفضیل کند او از روافض است"۔(2)

قاضی شہاب الدین نے تیسیر الاحکام میں فرمایا: جو شخص امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجیوں میں سے ہے اور جو آپ رضی اللہ عنہ کو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل مانے وہ رافضیوں میں سے ہے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی (م ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

"بالجملہ تفضیل شیخین از کثرت رواۃ ثقات بحد شہرت وتواتر رسیدہ است انکار آں یا ازراہ جہل است یا ازراہ تعصب"۔(3)

---

(1) شرح فقہ اکبر، صفحہ:63، قدیمی کتب خانہ کراچی

(2) سبع سنابل صفحہ ۱۰ مکتبہ قادریہ لاہور

(3) مکتوبات امام ربانی، ج ۲ دفتر دوم حصہ ششم مکتوب ۱۵ ص ۱۴ مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

تفضیل شیخین کثیر ثقہ راویوں سے مروی ہونے کی بناپر حد تواتر اور شہرت کو پہنچی ہوئی ہے۔اس کا انکار جاہل کر سکتا ہے یا متعصب۔

ایک دوسرے مقام پر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وایں منکر قرین یزید بدولت است"۔[1]

افضلیتِ شیخین کا منکر یزید بدبخت کا ساتھی اور اس کا بھائی ہے۔

امام ربانی ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر در تقدیم و تفضیل حضرات شیخین متوقف است طریق اہلسنت را رافض است"۔[2]

حضرات شیخین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت و تقدیم میں توقف کرنے والا بھی اہلسنت سے خارج ہے۔

امام ربانی ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"بلکہ منکر افضلیت شیخین رانیز حکم بکفر نمی کنیم و مبتدع دانیم چہ علماء را در تکفیر او اختلاف است"۔[3]

بلکہ شیخین کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ دیں۔اور مبتدع اور گمراہ جانیں۔کیونکہ اس کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے۔

علامہ عبدالرحمن بن محمد شیخ زادہ (م۱۰۷۸ھ) فرماتے ہیں:

"الرافضی ان فضل علیا فھو مبتدع"۔[4]

رافضی اگر مولا علی رضی اللہ عنہ کو (شیخین کریمین اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم) پر فضیلت دے تو وہ بدعتی ہے۔

---

(1) مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر 266، صفحہ:130، مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

(2) مکتوبات امام ربانی دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب نمبر 15، صفحہ:41، مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

(3) مکتوبات امام ربانی، مکتوب 266، دفتر اول، حصہ چہارم، صفحہ 130، مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

(4) مجمع الانہر باب اولی الناس بالامامۃ ج۱ ص۳۲۲

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں:

”فرقہ شیعہ تفضیلیہ کہ جناب مرتضوی را بر جمیع صحابہ تفضیل می دادند ایں فرقہ ادنائے تلامذہ آں لعین شدند۔“(1)

یعنی شیعہ کا تفضیلی فرقہ جناب مرتضوی کو تمام صحابہ سے افضل مانتا ہے، یہ لوگ شیطان لعین کے قریبی شاگرد ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر شاہ عبد العزیز دہلوی فرماتے ہیں:

"قال فی الخلاصة الرافضی ان فضل علیا علی غیر فھو مبتدع۔"(2)

خلاصہ میں ہے: اگر رافضی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو تفضیل دیں تو وہ بدعتی یعنی اہلسنت سے خارج ہیں۔

بحر العلوم علامہ عبد العلی لکھنوی (م ۱۲۲۵ھ) فرماتے ہیں:

"اما الشیعة الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیھما اصلا کالزیدیة فتجوز خلفھم الصلوٰة لکن یکرہ کراھة شدیدة"۔(3)

وہ شیعہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما پر تفضیل دیتے ہیں اور شیخین کی شان پاک میں اصلاً طعن نہیں کرتے جیسے زیدیہ۔ ان کے پیچھے نماز جائز تو ہے لیکن سخت کراہت کے ساتھ مکروہ (یعنی مکروہ تحریمی) ہے۔

فاضل علامہ سید ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

"اذکان یفضل علیا اویسب الصحابة فانه مبتدع لا کافر"۔(4)

---

(1) تحفہ اثنا عشریہ صفحہ 5

(2) فتاویٰ عزیزی، جلد:2، صفحہ: 95، رحمٰن گل پبلشرز پشاور

(3) ارکان اسلام، صفحہ: ۲۸۵ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور

(4) رد المحتار، باب التعزیر، جلد ۶، صفحہ: ۲۲۱

جب کہ مولا علی کی تفضیل مانے یا صحابہ کو بُرا کہے تو وہ بدعتی ہے نہ کہ کافر۔

مزید فرماتے ہیں:

"وان کان یفضل علیا علیھما فھو متبدع"۔[1]

اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتا ہو تو بدعتی ہے۔

امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۸ھ) رقمطراز ہیں:

"واین فضل شیخین رضی اللہ عنہما قطعی ویقینی است ارتیاب در آن مکابرہ وبیدینی است"۔[2]

شیخین رضی اللہ عنہما کی یہ فضیلت قطعی ویقینی ہے جس میں شک وشبہ الحاد وبے دینی ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ) کا عقیدہ:

"جو مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر قرب الٰہی میں تفضیل دے وہ گمراہ مخالف سنت ہے"۔[3]

قطب عالم، فاتح قادیان، پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۶ھ) اور حضرت مولانا مفتی محمد عبد الرحمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف

یہ فتویٰ فتاویٰ مہریہ کے اندر موجود ہے۔ لکھنے والے مولانا مفتی محمد عبد الرحمان صاحب ہیں۔ انہوں نے قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم اور ان کی تصدیق کے ساتھ لکھا۔ جیسا کہ فتویٰ کے آخر میں اس کی تصریح موجود ہے۔ "حررہ"۔[4]

محمد عبد الرحمان بحکم حضرت قبلہء عالم مخدومنا ومولانا جناب پیر مہر علی شاہ صاحب بقلم خود

اب آپ پیر صاحب کا تصدیق شدہ فتویٰ جسمیں تفضیلی کو اہلسنت سے خارج قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

---

(1) فتاوی شامی ج۳ ص ۳۲۱

(2) امتناع النظیر، صفحہ: ۲۴۸، مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

(3) فتاوی رضویہ جلد 29 صفحہ: 613، رضا فاؤنڈیشن لاہور

(4) فتاویٰ مہریہ، صفحہ: ۲۴۶، گولڑہ شریف اسلام آباد

"واما الذی یکون بدعة ولا یکون کفرا فهو قولهم ان علیا کان افضل من الشیخین"۔(1)

لیکن ان کے وہ اقوال جو بدعت ہیں کفر نہیں بنتے۔ وہ یہ ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین سے افضل بتائے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی (م ۱۳۹۱ھ) فرماتے ہیں:

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر گمراہ ہے۔"(2)

الاشباہ والنظائر میں ہے:

"ان فضل علیا علیهما فمبتدع"۔(3)

اگر مولی علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہ اسے افضل بتائے تو بدعتی ہے۔

"عقائد بروزی" میں ہے:

"اقلهم غلوا الزیدیة فانهم کانوا لا یکفرون احدا من اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ویقولون ان ابابکر وعمر کانا امامی حق ویفضلون علیا سائر اصحابه"۔(4)

سب رافضیوں میں کم تر غلو وشدت میں زیدیہ ہیں کہ وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی کو کافر نہیں کہتے۔ اور کہتے ہیں کہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور تفضیل دیتے ہیں علی رضی اللہ عنہ کو باقی صحابہ پر۔

شرح قصیدہ امالی میں ہے:

"من انکره یوشك ان فی ایمانه خطرا"۔(1)

---

(1) فتاویٰ مہریہ، صفحہ: ۴۵۔ ۲۴۴، گولڑہ شریف اسلام آباد

(2) نور العرفان، پارہ: 30، سورۃ اللیل تحت وسیجنبها الاتقیٰ

(3) الاشباہ والنظائر، ص ۲۱۵

(4) مطلع القمرین ص ۱۲۹ مکتبہ امام احمد رضا لاہور

جو شخص تفضیل شیخین سے انکار کرے قریب ہے کہ اس کے ایمان میں خطرہ ہو۔

امام شمس قہستانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یکرہ امامۃ من فضل علیا علی العمرین رضی اللہ عنہم"۔[2]

جو مولا علی رضی اللہ عنہ کو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ سید ابو البرکات سید احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے وہ تفضیلی شیعہ ہے، ضال مضل گمراہ اور گمراہی پھیلانے والا ہے، وہ ہر گز اہلسنت سے نہیں ہے ایسے شخص کو امام بنانا ہر گز جائز نہیں۔"

شیخ الاسلام حضرت علامہ خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی جمیع الصحابہ پر ہے رضی اللہ عنہم، اس اجماع کا منکر شذ فی النار کی وعید کے تحت ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک)"۔

شاہ ابو الحسین نوری مارہرہ شریف (م ۱۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

دوسری بات یہ ہے کہ تفضیل حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا مذہب رافضیوں کا ہے بخلاف اہل سنت کے پس جو شخص اس عقیدہ (تفضیل علی بر شیخین کریمین) کا قائل ہو اس کو سنی نہیں کہا جا سکتا۔[3]

حضرت سید اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور جو شخص اس مذکورہ ترتیب (یعنی خلفاء اربعہ کی بالترتیب افضلیت) کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ گم راہ اور زندیق ہے اور میں اس سے بیزار ہوں اور خدا عزوجل بھی اس سے راضی نہیں۔[1]

---

(1) شرح بدء الامالی، تحت بیت ۳۴

(2) جامع الرموز للقہستانی، جلد ۱، صفحہ ۱۷۲

(3) دلیل الیقین ص ۴۳ مطبوع لاہور

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"شیخین کریمین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی تفضیل جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اہل سنت کا اجماعی (متفق علیہ) عقیدہ ہے۔ اس عقیدے کا مخالف سنی نہیں ہے اس لیے اس کی اقتداء (اسے امام بنانا) بھی جائز نہیں ہے۔"

حضرت علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل البشر بعد از انبیاء و مرسلین ہونا دلائل قطعیہ یقینیہ اجماعیہ سے ثابت اور مسلک اہل سنت کا جزء ہے۔ جو صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مولائے کائنات حیدر کرار کو افضل بتائے وہ اہل سنت سے نہیں فاسق و ضال ہے۔"

شیخ القرآن علامہ مولانا علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھے فاسق و مبتدع ہے۔ ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے اور جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے وہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو گی۔"

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سیدنا ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت حقہ کا منکر اسلام سے خارج اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنے والا بے دین گمراہ شیعہ ہے۔"

حضرت علامہ عبد المصطفیٰ الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جو شخص حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما سے بہتر کہے وہ سنی نہیں۔"

---

(1) دلیل الیقین ص ۱۴۱ مطبوع لاہور

حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یا کسی دوسرے صحابی کو حضرت ابو بکر یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے افضل بتائے یا سمجھے، گمراہ بدمذہب اور اہلسنت و جماعت سے خارج ہے۔“

حضرت پیر سید محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت کرماں والا شریف فرماتے ہیں:

”جو شخص شیخین کی افضلیت کا منکر ہو اہلسنت سے خارج ہے اسکی پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے ایسے کو امام نہ بنایا جائے۔“

حضرت مولانا شاہ عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جو شخص مولا علی رضی اللہ عنہ کو صدیق یا فاروق اعظم سے افضل بتائے گمراہ، بدمذہب اور اہلسنت سے خارج ہے۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔“

استاذ الکل مولانا محب النبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اہلسنت و جماعت کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابو بکر و عمر سے افضل سمجھنے والا گمراہ فاسق و فاجر ہے اور فاسق و فاجر شرعاً واجب الاہانت ہے۔“

پانچ سو علماء کا متفقہ فیصلہ:

”الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ باللہ فهو کافر وان کان یفضل علیا کرم اللہ تعالیٰ وجهه علی ابی بکر رضی اللہ عنہ لایکون کافراً الا انه مبتدع“۔[1]

رافضی اگر شیخین کو گالی دیتا اور ان پر معاذاللہ لعنت کرتا ہو تو وہ کافر ہے۔ اور اگر وہ مولا علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر افضلیت دیتا ہو تو وہ کافر نہیں البتہ بدعتی ضرور ہے۔

---

(1) فتاویٰ عالمگیری، کتاب السیر، باب ۹، فی احکام المرتدین، صفحہ: ۲۶۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

فصل دوم:

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر کافر نہیں گمراہ ہے

قارئین کرام! گزشتہ فصول میں ہم نے دلائل وبراہین کے ساتھ یہ بات ثابت کی کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے اور اس کا ثبوت بھی اکابر کی تصریحات سے پیش کیا کہ یہ قطعی ہے اور افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر اہلسنت سے خارج ہے۔ ہمارے اس موقف پر تفضیلیہ اور صاحب زبدۃ التحقیق کا اعتراض یہ ہے کہ اگر افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی ہے تو اس کا منکر کافر کیوں نہیں حالانکہ قطعی کا منکر تو کافر ہوتا ہے؟؟ موصوف لکھتے ہیں:

"اگر اجماع نصی تام ہوتا تو دلیل قطعی ہوتا تو اس کا منکر کافر ہوتا کیونکہ اس صفت کا اجماع دلیل قطعی ہوتا ہے اور ایسے اجماع سے افضلیت ثابت ہوئی ہوتی تو افضلیت قطعی ہوتی اور افضلیت کا منکر کافر ہوتا"۔(1)

نوٹ:۔ موصوف نے یہ راگ متعدد جگہوں پر الاپا ہے۔ صفحہ:۲۲۵ اور دیگر مقامات پر بھی۔

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر کافر نہیں گمراہ ہے

قارئین کرام! افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر گمراہ ہے کافر نہیں۔ اگر ہمارا مقصود صاحب زبدہ کی طرح فتنہ وفساد اور ایک ایک قول لیکر عقیدہ بنانا ہوتا تو ہم امام سخاوی کا قول لے کر منکر افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کافر کہہ دیتے اور اسی کو اپنا عقیدہ بنا لیتے۔ کیونکہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

"وعقب القول بتفضيل العباس انه مرعوب ليس قائل من اهل السنة بل ولا من اهل الايمان"۔(2)

جو شخص حضرت عباس کو حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہم سے افضل کہے وہ اہلسنت سے خارج بلکہ اہل ایمان سے خارج ہے۔

---

(1) زبدۃ التحقیق صفحہ:۲۲۸

(2) فتح المغیث ج۳ ص۱۰۷ مرکز اہل سنت برکات رضا ہند

لیکن ہم نے کفر کا حکم نہ لگایا۔ جسطرح ہم مسئلہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں پوری امت کے ساتھ ہیں اور اقوال کی پرواہ نہیں کرتے، اسی طرح ہم یہاں پر امت کے فقہاء و متکلمین کے ساتھ ہیں اور افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منکر کو گمراہ و بدعتی اور اہلسنت سے خارج سمجھتے ہیں نہ کہ کافر۔ کیونکہ مسئلہ افضلیت ضروریات مذہب اہلسنت سے ہے اور وہ اعتقادات جن کا تعلق ضروریات مذہب اہلسنت سے ہو اگرچہ ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اور وہ قطعی ہی ہوتے ہیں مگر انکے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا بلکہ گمراہ، بددین اور اہلسنت سے خارج قرار دیا جاتا ہے۔

امام اہل سنت، سیدی اعلیحضرت محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام اہلسنت، سیدی اعلیٰ حضرت، محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفصیل فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں: اعتقادی مسائل تین قسم پر ہیں: ۱۔ ضروریات دین
۲۔ ضروریات مذہب اہلسنت ۳۔ مختلف فیہ مسائل

ضروریات دین:

وہ اعتقادات جن کا تعلق ضروریات دین سے ہے یعنی جو دین میں بداہۃً ثابت ہوں اور ان معتقدات کو عوام و خواص سب جانتے ہوں البتہ عوام سے مراد وہ لوگ جو دینی مسائل سے ذوق و شغل رکھتے ہوں اور علما کی صحبت سے فیض یاب ہوں۔

ضروریات دین کے منکر کا حکم:

ضروریات دین کا منکر بلکہ ان میں ادنیٰ شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے اور جو ایسے کافر کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جیسے زید عمرو بکر بلکہ بچے اور پاگل اور چوپائے کو علم غیب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی و مماثل قرار دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی بناء پر کفر ہے اور جو ایسے کافر کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات، واضح الدلالات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہ کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔ اس وجہ سے ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

ضروریات مذہب اہل سنت:

وہ اعتقادات جن کا تعلق ضروریات مذہب اہلسنت سے ہوتا ہے اور یہ مسائل اہلسنت کے ہاں حتمی طور پر ثابت ہوتے ہیں اور ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے۔

ضروریات مذہب اہلسنت کے منکر کا حکم:

ضروریات مذہب اہلسنت میں سے کسی ایک کا بھی منکر گمراہ، بدمذہب اور بددین کہلاتا ہے۔ جیسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا منکر گمراہ، بدمذہب اور بددین ہے۔

مختلف فیہ مسائل:

وہ مسائل جو علماء اہلسنت میں مختلف فیہ ہوں۔ ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی جس نے جانب خلاف کیلیے بھی گنجائش رکھی ہو۔

مختلف فیہ مسائل کے منکر کا حکم:

مختلف فیہ مسائل کے منکر کو صرف مخطی و قصور وار کہا جائے گا نہ گنہگار، چہ جائیکہ گمراہ چہ جائیکہ کافر۔ (1)

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر کافر کیوں نہیں:

قارئین کرام! جیسا کہ آپ نے مذکورہ بحث میں ملاحظہ فرمایا کہ وہ اعتقادی مسائل جن کا تعلق ضروریات مذہب اہلسنت سے ہے ان کے قطعی ہونے کے باوجود ان کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا بلکہ گمراہ، بدمذہب اور اہلسنت سے خارج قرار دیا جاتا ہے۔ چونکہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسئلہ بھی ضروریات مذہب اہلسنت میں سے ہے لہذا اس کے قطعی ہونے کے باوجود اس کے منکر کو کافر نہیں بلکہ گمراہ، بدمذہب اور اہلسنت سے خارج کہا جاتا ہے۔

---

(1) ماخوذ از فتاویٰ رضویہ ج ۲۴ ص ۳۸۵ اور ۱۴۱۴ رضا فاؤنڈیشن لاہور

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی بالمعنیٰ الاعم ہے:

افضلیت کے منکر کو کافر نہ کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قطعی تو ہے لیکن قطعی بالمعنیٰ الاعم ہے اور قطعی بالمعنی الاعم کا منکر اہلسنت سے خارج ہوتا ہے کافر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ امام اہل سنت، سیدی اعلیٰ حضرت، محدث بریلی فرماتے ہیں:

"القطع علی ثلثة اوجه قطع عام یشترك فیه الخواص والعوام وهو الحاصل فی ضروریات الدین وخاص یختص بمن مارس العلم وهو الحاصل فی سائر الفرائض الاعتقادیة المجمع علیها الثالث قطع اخص یختلف فی حصوله العلماء کما اختلف فی حصول الثانی العوام والعلماء فربمایودی ذهن عالم الی قرائن هجمت وحفت، فرفعت عنده الظنی الی منصة الیقین ولا تظهرذلك لغیره او تظهرفتظهرله معارضات تردها الی المرتبة الاولیٰ من الظن واعتبره بمسئلة سمعها صحابی من النبی ﷺ شفاها وبلغ غیره باخباره فهو قطعی عنده ظنی عندهم "۔[1]

قطعی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔عام قطعی ۲۔خاص قطعی ۳۔اخص قطعی

- **عام قطعی:** جس میں خواص و عوام سبھی شریک ہوتے ہیں (اس کو قطعی بالمعنیٰ الاخص کہا جاتا ہے) یہ معنیٰ ضروریات دین میں پایا جاتا ہے۔
- **خاص قطعی:** یہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے جو علمی تجر رکھتے ہیں۔ یہ ان تمام فرائض اعتقادیہ میں پایا جاتا ہے جن پر (اہلسنت کے) تمام آئمہ کا اتفاق ہوتا ہے۔ (اسی کو قطعی بالمعنیٰ الاعم کہتے ہیں)

(1) فتاوی رضویہ، ج۔۱، صفحہ۔۲۴۹، رضا فاونڈیشن، لاہور

- **اخص قطعی:** جس کے حصول میں (اہلسنت کے) علماء کا اختلاف ہوتا ہے جس طرح دوسری قسم کے حصول میں عوام اور علماء کا اختلاف ہوتا ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم کا ذہن کثرت قرائن کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اس کے نزدیک دلیل ظنی کو یقین کے مقام تک پہنچادیتی ہے جب کہ یہ قرائن دوسرے عالم کو حاصل نہیں ہوتے یا اس کے نزدیک یہ قرائن تو ظاہر ہوتے ہیں لیکن ان کے خلاف قرائن بھی سامنے ہوتے ہیں جن کی بناء پر وہ دلیل پھر اپنے اس ظنی مقام پر چلی جاتی ہے۔ اسکی نظیر یہ ہے کہ کسی صحابی نے ایک مسئلہ نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے براہ راست سنا اور وہی مسئلہ ان کے بیان کرنے سے کسی تابعی کو پہنچا تو وہ مسئلہ اس صحابی کے نزدیک تو قطعی ہوا اور دوسروں کے لیے ظنی رہا۔

قطعی کی اقسام کی وضاحت:

قطعی کی تین قسمیں ہیں:

- **عام قطعی:** جس میں تمام اہل قبلہ شریک ہوں چاہے بد مذہب ہی سہی، اس کو قطعی بالمعنی الاخص سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں ظن کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں رہتا۔ ضروریات دین میں یہی قطعی ہوتی ہے۔
- **خاص قطعی:** جس میں تمام اہل قبلہ نہیں تمام اہلسنت شریک ہوں اسی کو قطعی بالمعنیٰ الاعم اور ظنی بالمعنی الاخص کہا جاتا ہے۔ ضروریات اہلسنت میں یہی ہوتی ہے۔
- **اخص قطعی:** اخص قطعی جس میں تمام اہلسنت بھی نہیں، صرف وہ افراد شریک ہوں جن کو قرائن کی بنیاد پر جزم ہو جاتا ہے۔ یہ قطعی اصل کے اعتبار سے تو ظنی واجتہادی ہی ہوتی ہے مگر قرائن کی وجہ سے کسی کے نزدیک قطعی بھی کہلاتی ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ قطعی کی اقسام میں سے قطعی بالمعنیٰ الاعم کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا۔ چونکہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی قطعی بالمعنیٰ الاعم ہے لہذا اس کے منکر کو کافر نہیں بلکہ بد مذہب، گمراہ اور اہلسنت سے خارج کہا جائے گا۔

باب ہفتم

مسئلہ افضلیت پر اعتراضات کے جوابات

مسئلہ افضلیت پر اعتراضات کے جوابات

مصنف زبدۃ التحقیق نے ص ۱۸۰ پر "مسئلہ افضلیت "کا عنوان قائم کیا۔ اس میں علامہ ابن عبدالبر اندلسی کی کتاب "الاستذکار" سے بکثرت عبارات نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسئلہ افضلیت کی کوئی اہمیت ہی نہیں جسے چاہیں افضل کہہ لیں یا سب کو برابر مان لیں۔ جیسا کہ صفحہ ۱۸۳ پر لکھا "کسی طریقہ صحیحہ 'حجت شرعیہ سے ثابت نہیں کہ سرکار ﷺ نے فرمایا ہو فلاں فلاں سے افضل ہے"۔

جواب: قارئین موصوف کو کذب بیانی سے بڑا شغف ہے جو کہ دلیل نہیں۔ اس اغلوطے (حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ فلاں فلاں سے افضل ہے) کی حقیقت دیکھئے

سب سے پہلے تو تفاوت درجات کو بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے:

"لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد الله حسنی والله بما تعملون خبیر"۔[1]

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح مکہ کے خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

اور دوسری دلیل حدیث مبارکہ ہے:

"ان ابالدرداء کان یمشی امام ابی بکر رضی اللہ عنہما فقال ﷺ تمشی امام من هو خیر منك فقال ابوالدرداء اهو خیر منی

(1) پارہ نمبر 27، سورہ حدید، آیت نمبر 10

فقال ﷺ واللہ ماطلعت شمس ولاغربت بعد النبیین والمرسلین علی رجل افضل من ابی بکر"۔[1]

ایک مرتبہ حضرت ابولدرداء رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آگے آگے چل رہے تھے مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس شخص سے آگے چلتے ہو جو تم سے افضل ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے عرض کی کیا وہ مجھ سے افضل ہیں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! انبیاء و مرسلین کے بعد سورج نہ ہی کسی ایسے شخص پر طلوع ہوا ہے اور نہ ہی غروب کہ جو ابو بکر صدیق سے افضل ہو۔

"صححہ الشاہ عبدالعزیز فی تفسیرہ وذکر ابن جوزی طرقہ وقال ابن حجر مکی لہ شواھد من وجوہ اخرہ تقضی لہ بالصحۃ اوالحسن وقد اشار ابن کثیر الی الحکم بصحتہ"۔[2]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے اور محدث ابن جوزی نے اسکے متعدد طرق بیان کیے ہیں اور علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ اس کے دیگر بہت سے شواہد ہیں جو اس کے صحیح ہونے کا تقاضہ کرتے ہیں۔ اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

اب یہ حجت شرعیہ صحیحہ بن گئی جس سے واضح ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فلاں فلاں سے افضل ہے۔اس مسئلہ کی تفصیل "مسئلہ افضلیت کی اہمیت" کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

(1) شرح مواقف ج۸ ص ۳۹۸ نوریہ رضویہ لاہور فضائل الصحابہ رقم ۱۳۷ مجمع الزوائد ج۹ ص۴۴ رقم ۱۴۳۱۳، المعجم الاوسط لطبرانی رقم ۷۳۰۶، تقریب البغیۃ بترتیب احادیث الحلیۃ ابونعیم رقم ۳۱۵۹ تاریخ بغداد للخطیب ج۱۲ ص۴۳۸، الریاض النضرہ ج۱ ص۱۳۶

(2) الصواعق المحرقہ ۶۸ کتب خانہ مجیدیہ ملتان

ص ۱۸۳ پر لکھا "قیامت کو اللہ تعالیٰ نہیں پوچھے گا کہ کون افضل ہے" ص ۱۸۴ پر لکھا کہ "امام مالک عشرہ مبشرہ میں سے کسی کو دوسرے پر فضلیت نہیں دیتے خواہ ابو بکر ہو یا علی رضی اللہ عنہم"۔

نوٹ: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ قول منسوب کرنا سفید جھوٹ ہے کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی قطعیت کے قائل ہیں جیسا کہ "توقف" دربارۂ افضلیت کی حقیقت" کے باب میں ہم نے اس بات کو مفصل اور مدلل ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ بھی افضلیت کی عدم قطعیت کے جتنے بھی اقوال آپ کی طرف منسوب ہیں وہ بر بنا کذب قابل التفات نہیں ہیں۔

صاحب زبدۃ التحقیق کا تضاد:

قارئین کرام! گذشتہ سطور میں آپ ملاحظہ فرما چکے کہ موصوف نے لکھا کہ "فلاں فلاں سے افضل ہے کسی حجت شرعیہ سے ثابت نہیں"۔ جبکہ ص ۱۹۰ پر یوں گل فشانی فرمائی کہ "حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا مجموعی عمل یہی بتاتا ہے کہ یہ لوگ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جانتے تھے"۔

موصوف سے سوال:

موصوف سے ایک انتہائی آسان سوال کر کے آگے چلتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب بقول آپ کے "فلاں فلاں سے افضل کسی حجت شرعیہ سے ثابت نہیں" اور آپ نے یہ بھی لکھا کہ "سرکار نے فلاں فلاں سے افضل ہے نہیں فرمایا تو ہمیں پتہ چل گیا کہ یہ کہنا کہ "فلاں فلاں سے افضل ہے" قول قول باطل ہے" (ص ۱۸۲)۔ تو پھر آپ حضرت عبد اللہ ابن مسعود کے حوالے سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو صحابہ کرام کا مجموعی عقیدہ قرار دے رہے ہیں (ص ۱۹۰) تو کیا صحابہ کا یہ عمل شریعت کے خلاف تھا اور ان کا عقیدہ ایسے قول پر تھا جو قول باطل ہے؟ جواب مطلوب ہے۔

تناقض کے پیچھے تعارض کا شور
تعارض کی دم میں تناقض کی ڈور

طریقۂ روافض آپ کے ہتھے کیسے چڑھ گیا:

اور یہاں بندہ ناچیز اتنی گزارش ضرور کرے گا کہ جناب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ ایک قول باطل پر موقوف بتانا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ایسی تحقیقات کرنا یہ تو روافض کا طریقہ ہے آپ کے ہتھے کیسے چڑھ گیا ہے؟

اعتراض: کیا خلیفہ کے لئے افضلیت شرط ہے؟

جواب: صاحب زبدۃ التحقیق نے صفحہ نمبر ۲۰۲ تا ۲۰۰۶ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "خلافت کیلئے افضلیت شرط نہیں بلکہ افضل کے ہوتے ہوئے بھی مفضول خلیفہ بن سکتا ہے افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کے خلیفہ بننے کو جائز قرار نہ دینا روافض کا مذہب ہے" تو جواباً عرض ہے کہ جناب مطلقاً خلافت کی بات کر رہے ہیں کہ خلافت میں افضلیت شرط نہیں جو کہ سراسر دھاندلی ہے کیونکہ خلافت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ خلافت عامہ ۲۔ خلافت خاصہ

خلافت عامہ میں تو افضلیت شرط نہیں لیکن خلافت خاصہ میں بالاتفاق افضلیت شرط ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت "خلافت خاصہ" ہے۔ اس لئے ان کے لئے افضلیت شرط تھی اور آپ کو سب سے پہلا خلیفہ منتخب کرنے کی ایک وجہ آپ رضی اللہ عنہ کا اس وقت تمام صحابہ سے افضل ہونا بھی تھا۔ تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

خلافت کی دو قسمیں ہیں:

فاتح قادیانیت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۶ھ) فرماتے ہیں:

> خلافت وریاست از روئے اسلام دو قسم کی ہے ایک خلافت عام جس کے لئے شرائط ذیل ہیں مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، حر (یعنی آزاد) ہونا، سمع وبصر وکلام میں بے عیب ہونا، کافی یعنی امور خلافت کے سرانجام دینے میں پورا ہونا، مجتہد ہونا گو مستقل نہ ہو منتسب ہی سہی، عادل ہونا، قریشی ہونا اور (اختلافی شرط) کاتب ہونا۔

دوسری خلافت خاص ہے اس کی شرائط میں علاوہ امور مذکورہ بالا وہ اوصاف بھی ہیں جن کی تصریح قرآن کریم میں موجود ہے اسی خلافت خاصہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی کہ دنیا میں کچھ عرصہ نبوت ورحمت پھر میرے بعد تیس سال خلافت ورحمت اس کے بعد آمرانہ سلطنت اور پھر اس کے بعد کبر اور حدود الٰہیہ سے تجاوز ہو گا۔ خلفاء اربعہ اور سیدنا حسن کا زمانہ تیس سال ہے جس پر خلافت ورحمت کا خاتمہ ہو گیا۔ (1)

مجدد گولڑوی کی عبارت سے آپ خلافت کی اقسام ملاحظہ فرما چکے کہ خلافت کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ خلافت عام ۲۔ خلافت خاص

اب آئیے، خلافت خاصہ کیلئے افضلیت شرط ہے ملاحظہ کیجئے۔

خلافت خاصہ کیلئے افضلیت شرط ہے:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ) رقمطراز ہیں:

"واز لوازم خلافت خاصہ آں است کہ خلیفہ افضل امت باشد در زمان خلافت خود عقلا و نقلا"۔ (2)

اور منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ ایسا شخص ہو جو اپنے عہد میں تمام امت سے افضل ہو عقلاً و نقلاً۔

خلافت خاصہ میں خلیفہ کا افضل ہونا شرط کیوں ہے؟

- وجہ اول:

"ازاں جہت کہ در نکتہ اولی تقریر کردیم کہ چوں خلافت ظاہرہ ہم دوش خلافت حقیقیہ باشد وضع شیء در محل خود ثابت گردد لیکن اینجا ایں نکتہ باید شناخت کہ غیر اخص خواص

---

(1) تصفیہ مابین سنی وشیعہ ص ۸ گولڑہ شریف

(2) ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

ریاست خواص رالائق نیست پس خلافت او مطلق نہ باشد و نصب غیر افضل حکم رخصت دارد بہ نسبت عزیمت در رخصت خالی از ضعفے نیست و مورد مدح مطلق نمی تواند شد"۔(1)

یہ بات خلافت خاصہ میں اس لئے ضروری ہے کہ نکتہ اولیٰ میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب ظاہری خلافت حقیقی خلافت کے ہم دوش ہوگی تو کام اپنے موقع پر رہے گا۔ اب اس جگہ یہ نکتہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ خواص پر حکومت کرنا اخص الخواص کے سوا کسی غیر کو لائق نہیں ہے پس غیر اخص کی خلافت سب کو شامل نہ ہوگی۔ لہذا صحابہ جو خواص امت ہیں ان پر حکومت اسی کو سزاوار ہوگی جو اخص الخواص بمعنی ان سب میں افضل ہو اور غیر افضل کا خلیفہ خاص مقرر کرنا رخصت کا حکم رکھتا ہے بہ نسبت عزیمت کے اور رخصت ضعف سے خالی نہیں اور نہ مطلقاً تعریف کے لائق ہے۔

- وجہ دوئم:

"وازاں جہت کہ در خلافتے خاصہ تمکین دین مرضی من کل وجہ مطلوب است وآں بغیر استخلاف افضل صورت بندد چنانکہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نزدیک استخلاف امام حسن رضی اللہ عنہ فرمود **ان یرد اللہ بالناس خیرا فسیجمعھم بعدی علی خیرھم رواہ الحاکم** بخلاف خلافت عامہ کہ آنجا تمکن دین مرتضی من وجہ دون وجہ مطلوب است لا من کل الوجوہ"۔(2)

اور اس لئے بھی خلیفہ خاص کو تمام امت سے افضل ہونا ضروری ہے کہ خلافت خاصہ میں دین کی تمکین ہر طرح مقصود ہوتی ہے اور یہ تمام امت سے افضل کو خلیفہ بنائے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناتے وقت فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بہتری چاہے گا تو میرے بعد سب لوگوں کو اس شخص پر متفق کر دے گا جو ان سب میں بہتر ہو۔ روایت کیا اس کو حاکم نے۔ بخلاف خلافت

(1) ازالۃ الخفاء ج ا ص ۶۵، ۶۴ قدیمی کتب خانہ کراچی

(2) ازالۃ الخفاء، ج۔ا، ص ۶۵ مطبوعہ کراچی

عامہ کے کہ اس میں دین پسندیدہ کی تمکین ہر طرح نہیں بلکہ بعض طریقوں کے ساتھ مقصود ہوتی ہے۔

- وجہ سوم:

"واز انجہت کہ خلافت خاصہ مقیس است بر نبوت زیرا کہ در حدیث آمدہ خلافۃ علی منہاج النبوۃ ونیز آمدہ تکون نبوۃ ورحمۃ ثم خلافۃ ورحمۃ وجامع ہر دو ریاست عامہ است در دین ودنیا ظاہرا وباطنا پس چنانکہ استنباء شخص دلالت مے کند بر افضلیت وے بر امت تا قبح از مستنبی جل ذکرہ مرتفع گردد ہمچناں استخلاف شخصے بر امت دلالت میںماید بر افضلیت وے"۔(1)

اور اس لئے بھی خلیفہ خاص کا افضل امت ہونا ضروری ہے کہ خلافت خاصہ کو نبوت کے ساتھ مشابہت ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں خلافت علی منہاج نبوت آیا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ کچھ دنوں نبوت ورحمت ہوگی پھر خلافت ورحمت اور نبوت کی طرح خلافت بھی دین ودنیا دونوں کی ریاست ظاہری وباطنی کو شامل ہے پس جس طرح کسی شخص کا نبی بنانا اس شخص کے تمام امت سے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے تاکہ نبی بنانے والے جل ذکرہ سے قباحت مرتفع ہوجائے اسی طرح کسی شخص کو امت پر خلیفہ بنانا اس کے تمام امت سے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

- وجہ چہارم:

"وازاں جہت کہ عامل ساختن شخص مفضول خیانت است عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من استعمل رجلا من عصابۃ وفی ھذہ العصابۃ من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ وخان رسولہ وخان المؤمنین"۔

"وعن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من ولی من امر المسلمین شیئا فامر علیھم احدا محاماۃ فعلیہ لعنۃ اللہ لا یقبل اللہ صرفا ولا عدلا حتی یدخلہ جھنم اخرجھما الحاکم ازینجا می تواں

(1) ازالۃ الخفاء، جلد 1، ص 65 قدیمی کتب خانہ کراچی

دانست کہ حال خلافت کبری چه خواھد بود آرے نزدیك تزاحم امور واختلاط خیر وشر وعدم انتظام امر علی ما ھو حقه می توان راہ ترخص پیش گرفت"۔ (1)

اور اس لئے بھی خلیفہ خاص کا افضل امت ہونا ضروری ہے کہ غیر افضل کو عامل بنانا خیانت ہے جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے جماعت میں سے کسی شخص کو عامل بنایا دراں حالیکہ اس جماعت میں ایسا شخص موجود ہو جو اللہ کو اس پہلے شخص سے زیادہ پسندیدہ ہو تو اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنین سے خیانت کی۔

اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کا والی بنایا جائے اور وہ رعایۃً کسی کو عہدہ پر مقرر کر دے تو اس پر خدا کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ قبول کرے گا نہ اس کا فدیہ۔ یہاں تک کہ اس کو جہنم میں ڈال دے گا ان دونوں حدیثوں کو حاکم نے روایت کیا۔ یہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب چھوٹے چھوٹے عہدوں پر باوجود قدرت کے مفضول کو مقرر کرنے کی یہ حالت ہے تو خلافت کبریٰ میں مفضول کو مقرر کرنے کا کیا حال ہو گا؟ ہاں مختلف صورتوں کے در پیش ہو جانے اور خیر و شر کے باہم مل جانے اور جیسا کہ چاہئے امر خلافت کا انتظام نہ ہو سکنے کی حالت میں رخصت کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔

● وجہ پنجم:

"وازاں جہت کہ در وقت مشاورت صحابہ مدار استخلاف افضلیت رانہادند ولفظ احق بہذا الامر گفتند وجمعے کہ مناقشہ سودند در استخلاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چوں خطائے رائے خود برایشان ظاہر شد قائل شدند بافضیلت او واین مبنی است برآنکہ استخلاف با افضلیت مساوق بود وافضلیت خلفائے اربعہ ثابت است بترتیب خلافت بادلہ بسیار"۔(2)

(1) ازالۃ الخفاء، جلد 1 ص ٦٦، کراچی

(2) ازالۃ الخفاء جلد 1، ص ٦٦، کراچی

اور اس لئے بھی خلیفہ خاص کا افضل امت ہونا ضروری ہے کہ خلافت کے متعلق مشورہ کرتے وقت صحابہ کرام نے استخلاف کا مدار افضلیت پر رکھا اور لفظ احق بھذا الامر کہا تھا اور جن لوگوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنائے جانے میں مناقشہ کیا تھا ان کو جب اپنی رائے کی خطاء معلوم ہوگئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہوگئے اور یہ اسی پر مبنی ہے کہ خلافت خاصہ افضلیت کے ساتھ ساتھ ہے خلفائے اربعہ کی افضلیت بہ ترتیب خلافت بہت سی دلیلوں سے ثابت ہے۔

مجدد گولڑوی پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۶ھ) رقمطراز ہیں:

سورہ حدید کی دسویں آیت لایستوی منکم من انفق .... تا .... بما تعملون خبیر۔ کا بیان پہلے آچکا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ "تم ان کے برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا۔۔۔ اور ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے نیک بات (یعنی نجات) کا وعدہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔" اس مقام پر شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ شیخین کی افضلیت اس جماعت پر جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے منطوق آیت سے ثابت ہے اور جماعت متقدمہ پر بمفہوم موافق یعنی جماعت متقدمہ میں سے جس کا انفاق و قتال مقدم ہوگا وہ سب سے افضل ہوگا۔ اور شیخین کا انفاق اور قتال احادیث صحیحہ سے مقدم ثابت ہے۔ لہذا خلافت ان کی "خلافت راشدہ و خاصہ" ٹھہری جس میں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔(1)

قاضی ابو بکر باقلانی (م ۴۰۳ھ) کی وضاحت کہ خلیفہ کیلئے افضل ہونا شرط ہے:

موصوف کے ممدوح اور جن کی کتاب "مناقب ائمہ اربعہ" سے صاحب زبدہ نے کثیر مواد لیکر اپنی کتاب کے متعدد صفحات سیاہ کئے لیکن ضیاع وقت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا کا حوالہ ملاحظہ کیجئے کہ خلیفہ کیلئے افضل ہونا شرط ہے۔۔۔

(1) تصفیہ مابین سنی و شیعہ ص ۲۳ مطبوعہ گولڑہ شریف

قاضی ابو بکر باقلانی اپنی اسی کتاب میں رقمطراز ہیں:

"فالمسلمون متفقون على ان الامامة الكبرى هى اعظم الامامة وان امام الامة الاعظم يجب ان يكون الافضل"۔[1]

تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ بے شک امامت کبریٰ سب سے بڑی امامت ہے اور بے شک امت کے امام اعظم کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام امت سے افضل ہو۔

خلیفہ کا تقرر اور اس کا اہل زماں سے افضل ہونا ضروریات دین میں سے ہے

ابو منصور عبد القاہر بن طاہر تمیمی بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

"فقال ابوالحسن الا شعرى (المتوفى ٣٣٠ ھ) يجب ان يكون الامام افضل اهل زمانه فى شروط الامامة ولا ينعقد الامامة لاحد مع وجود من هو افضل منه فيها فان عقدها قوم للمفضول كان المعقود له من الملوك دون الائمة ولهذا قال فى الخلفاء الا ربعة افضلهم ابوبكر،ثم عمر،ثم عثمان،ثم على"۔[2]

امام ابو الحسن اشعری نے کہا، کہ شرائط امامت سے ہے کہ امام (خلیفہ) کا اہل زماں سے افضل ہونا ضروری ہے، اگر قوم غیر افضل کو خلیفہ بنالے تو وہ بادشاہ ہو گا خلیفہ نہیں ہو گا بشرطیکہ بوقت انتخاب افضل موجود ہو، اسی قانون اور قاعدہ کے تحت امام ابو الحسن اشعری نے فرمایا کہ خلفاء اربعہ میں سے ابو بکر صدیق افضل ہیں۔ اس قاعدے کی بنیاد اور اصل اجماع صحابہ ہے۔

---

(1) مناقب ائمہ اربعہ ص ۳۸ دار المنتخب العربی بیروت

(2) اصول الدین، صفحہ: 293

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) کے نزدیک خلیفہ کا افضل ہونا ضروری ہے:

"واما الخلیفۃ فلیس لھم ان یولوا الخلافۃ الا افضلھم وھذا فی الخلفاء خاصۃ علیہ اجماع الامۃ۔"(1)

سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں صحابہ نے لازماً سب سے افضل شخص (ابو بکر صدیق) کو ہی خلیفہ بنانا تھا خلیفۃ المومنین کیلئے سب سے افضل ہونا اس کی ماہیت کیلئے خاصہ ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔

امام الحرمین (م ۴۷۸ھ) ان کا سوال وجواب:

امام الحرمین اپنی کتاب ارشاد میں علی الترتیب اثبات خلافت کے بعد بطریق سوال کہتے ہیں کہ اب اس بارے میں کیا کہو گے کہ آیا بعض صحابہ کو بعض پر فضیلت دو گے، یا مسئلہ تفضیل اور اس کی تفصیل سے سکوت واعراض کرو گے؟ اس کے جواب میں خود ہی فرماتے ہیں کہ مسئلہ تفضیل کی بنیاد اس پر ہے کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت جائز نہیں ہے۔ اور اکابر اہل سنت وجماعت کا مذہب یہی ہے کہ امام افضل ہونا چاہئے، لیکن اگر اس کا تقرر موجب فتنہ وفساد جنگ وجدال اور اشتعال وہیجان ہو، تب مفضول کا نصب وتقرر برائے امامت بر تقدیر اہلیت واستحقاق بموجودگی صفات وشرائط امامت مثلاً قرشیت علم حلال وحرام، مصالح ومہام دین اسلام، ورع عدالت شہامت کفایت جائز ہوگا۔(2)

اکابرین اہل سنت کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت "خلافت خاصہ" ہے جس کیلئے افضلیت شرط ہے۔ صاحب زبدۃ التحقیق مطلقاً خلافت کی بات کر کے یہاں بھی دھوکہ دینا چاہتے تھے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اور مزید یہ کہ جب یہ ثابت ہو گیا

(1) شرح فقہ اکبر ص ۶۳ قدیمی کتب خانہ کراچی

(2) نعیم العرفان ترجمہ تکمیل الایمان ص ۱۰۸، ۱۰۹ مکتبہ اعلیٰ حضرت پاکستان لاہور

کہ خلافت کے لیے افضلیت شرط ہے تو لا محالہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نصی تام بھی ثابت ہو گیا (کیونکہ خلافت پر صحابہ کا اجماع نصی تام ہوا تھا جو کہ صاحب زبدۃ التحقیق کو بھی مسلم ہے) جس کو پس پردہ رکھنے کیلئے صاحب زبدۃ التحقیق نے یہ سارا تانہ بانہ بنا تھا کہ خلافت کیلئے افضلیت شرط نہیں ہے۔

اعتراض:

صاحب زبدۃ التحقیق نے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ عزیزیہ سے ایک سوال اور جواب نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تفضیلیہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ موصوف کا نقل کردہ سوال وجواب ملاحظہ فرمایئے۔

سوال: تفضیلیہ کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر اس کے پیچھے اہل سنت نماز میں اقتداء کریں تو اس بارہ میں کیا حکم ہے؟

جواب: تفضیلیہ دو قسم کے ہیں: ایک قسم وہ لوگ ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہیں مگر شیخین کی محبت و تعظیم میں نہایت سرگرم ہیں اور شیخین کے مناقب و مدائح بیان کرنے اور ان کے طریقہ اور روش کی اتباع کرنے، شیخین کے اقوال وافعال پر عمل کرنے میں نہایت مستعد اور راسخ قدم ہیں جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرات شیخین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ان امور میں جو مذکور ہوئے ہیں فضیلت ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت وپیار میں نہایت سرگرم ہیں اور آپ کے قول و فعل پر عمل کرنے میں نہایت مستعد ہیں تفضیلیہ کی یہ قسم اہل سنت میں داخل ہے۔ البتہ ان لوگوں نے مسئلہ تفضیل میں خطا کی ہے۔ اور اس مسئلہ میں ان لوگوں کا جمہور اہل سنت سے اختلاف ایسا ہی سمجھنا چاہیے جیسا اشعریہ ماتریدیہ میں اختلاف ہے اس قسم کے تفضیلیہ کی امامت جائز ہے اور اہل سنت کے بعض علماء صوفیاء اسی روش پر ہوئے ہیں۔ مثلاً عبد الرزاق محدث اور سلمان فارسی اور حسان بن ثابت اور بعض دیگر صحابہ کا ایسا ہی خیال تھا۔

تفضیلیہ کی دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں کہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آنجناب کی اولاد کی محبت کافی ہے اور ایسا ہی ان حضرات کے طریقہ واقوال وافعال کی اتباع

ہے اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرات شیخین و دیگر صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو ہم لوگ برا نہیں کہتے۔ لیکن ان حضرات سے ہم کو سروکار بھی نہ محبت نہ عداوت نہ اتباع نہ ترک اتباع نہ ان حضرات کے قول و فعل پر عمل کرنا نہ اس سے اعراض کرنا یعنی ان امور کی جانب کچھ لحاظ نہیں، اس قسم کے تفضیلیہ بلاشبہ بدعتی ہیں۔ جو حکم بدعتی کی امامت کا ہے یہی حکم ان لوگوں کی امامت کے بارے میں بھی ہے۔ اور معتبر اہل سنت کوئی اس قسم کا تفضیلی نہیں ہوا ہے۔"(1)

جواب:

فتاویٰ عزیزی میں تحریف ہے:

اگر تفضیلیہ شاہ صاحب کے اسی فتوی پر عمل کرنے پر مصر ہیں تو شاہ صاحب کا ایک اور فتوی بھی اسی فتاویٰ میں دیکھیں:

"اب یہ امر بیان کرتا ہوں کہ شیعہ کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر اس کا عقیدہ اس درجہ تک نہ پہنچا ہو کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اور امہات المؤمنین کو کافر نہ جانتا ہو بلکہ صرف ظلم اور غصب اور جور کے ذکر پر اکتفا کرتا ہو تو ضرورت کی حالت میں اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔"(2)

قارئین کرام آپ انصاف کیجئے کہ ادھر شاہ صاحب کا پُر زور طریقہ سے شیعہ کا رد کرنا ان کے خلاف کتابیں لکھنا اور ان کو کافر قرار دینا اور ادھر ان کے پیچھے جواز نماز کا قول کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟؟ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شاہ صاحب کے فتاویٰ جات میں تحریفات ہو چکی ہیں اور تفضیلیہ کا پیش کردہ فتوی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

فتویٰ مذکورہ کی حقیقت اور تائید مزید:

اب ہم اصل فتوی کا تحقیقی طور پر سرسری جائزہ لیتے ہیں تاکہ قارئین پر یہ بات مزید واضح ہو جائے کہ شاہ صاحب کے فتاویٰ میں تحریفات والحاقات سو فیصد موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۲۰۸_۲۰۹

(2) فتاویٰ عزیزی مترجم صفحہ ۳۸۷

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس فتویٰ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے افضلیت ابو بکر صدیق کو مذہب جمہور کہا ہے جبکہ فتاویٰ عزیزی میں ایک دوسرے مقام پر شاہ صاحب نے یہ لکھا ہے کہ "تفضیل شیخین تمام اہل حق کا اجماعی مسئلہ ہے"۔[1]

لہٰذا ان دو عبارات کو دیکھنے کے بعد کسی بھی منصف مزاج شخص کیلئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ صاحب زبدہ کا نقل کردہ فتویٰ تحریف کا کرشمہ ہے کیونکہ شاہ صاحب کا افضلیت پر السر الجلیل رسالہ لکھنا اور افضلیت ابو بکر صدیق کو اجماعی اور قطعی کہنا اور آپ کے والد شاہ ولی اللہ کا بھی قطعیت کا قائل ہونا اس کی واضح دلیل ہے۔

شاہ صاحب کے فتوی میں پہلی قسم کے تفضیلی حضرات میں محدث عبدالرزاق، سلمان فارسی اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما کے اسماء آئے ہیں۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ محدث عبدالرزاق کے اندر ابتداء تشیع موجود تھا مگر بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا لہٰذا اب ان کی طرف تفضیلیت کی نسبت کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کے نزدیک محدث عبدالرزاق نے رجوع کیا ہے:

"ابا مسلم البغدادی الحافظ یقول عبید الله بن موسی من المتروکین ترکہ احمد لتشیع وقد عوتب احمد علی روایته عن عبدالرزاق فذکر عن عبدالرزاق رجع"۔[2]

ابو مسلم بغدادی حافظ کہتے ہیں کہ عبیدہ بن موسیٰ متروکین میں سے ہے اس کو امام احمد نے تشیع کی وجہ سے ترک کیا ہے۔ اور امام احمد پر اعتراض کیا گیا کہ انہوں نے ابو مسلم سے وہ روایت لی ہے جو اس نے عبدالرزاق سے نقل کی ہے۔ اور محدث عبدالرزاق کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے رجوع کر لیا تھا۔

---

(1) فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۸

(2) تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۵۳

محدث عبد الرزاق (م ۲۱۱ھ) کا وضاحتی بیان:

امام عبد الرزاق نے فرمایا میرا دل کبھی اس پر مطمئن نہیں ہوا کہ میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضلیت دوں جو حضرت ابو بکر و عمر و عثمان سے محبت نہیں رکھتا وہ مومن نہیں ہے۔[1]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بیان اور خود محدث عبد الرزاق کے بیان سے اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ محدث عبد الرزاق کا رجوع ثابت ہے لہذا اب ان کی طرف تشیع اور تفضیلیت کی نسبت کرنا قطعا درست نہیں ہے اور شاہ صاحب کے فتوی میں ان (عبد الرزاق) کی طرف تفضیلیت کی نسبت کی گئی ہے جو کہ شاہ صاحب جیسے صاحب بحر العلوم کی شان کے لائق نہیں۔ لہذا یہ بھی اس بات پر مزید تائید ہے کہ موجودہ فتوی خود شاہ صاحب کا ہے ہی نہیں بلکہ شیعہ کی تحریفات کے کرشمات میں سے ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بر سبیل تنزل اگر تشیع موجود بھی رہا ہو تو وہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قائل تھے۔ جیسا کہ مجدد صاحب اور اعلیٰ حضرت رحمہا اللہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

"عبد الرزاق کہ از کابر شیعہ است بے اختیار تفضیل شیخین قائل گشت و گفت کہ چوں علی شیخین را بر خود تفضیل دادہ من ہم تفضیل او ایشا نرا بروے تفضیل میدہم واگر او تفضیل نمیداد من ہم تفضیل نمیدادم گناہ است کہ من دعوی محبت علی نمایم وباو مخالفت کنم"۔[2]

اور عبد الرزاق جو اکابر شیعہ میں سے ہے جب انکار کی مجال جرأت نہ کر سکا تو بے اختیار تفضیل شیخین کا قائل ہوا اور کہنے لگا جب علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے شیخین کو اپنے اوپر فضیلت دی ہے تو میں بھی ان کو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر

---

(1) العلل والمعرفۃ الرجال ج ۱ ص ۲۵۶، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۱۲

(2) مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب، 36، صفحہ: 75، مکتبہ امدادیہ کوئٹہ

فضیلت دیتا ہوں۔ اور اگر علی المرتضیٰ تفضیل شیخین کے قائل نہ ہوتے تو میں بھی ان کی افضلیت کا قائل نہ ہوتا۔ یہ گناہ ہے کہ محبت علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ کروں پھر ان کی مخالفت کروں۔

امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:

یہاں تک کہ بعض منصفان شیعہ مثل عبدالرزاق محدث صاحب مصنف نے باوصف تشیع تفضیل شیخین اختیار کی اور کہا جب خود حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ انہیں اپنے نفس کریم پر تفضیل دیتے تو مجھے اس اعتقاد سے کیا مفر ہے۔ مجھے کیا یہ گناہ تھوڑا ہے کہ علی سے محبت رکھوں اور علی کا خلاف کروں۔ صواعق محرقہ میں ہے:

"ما احسن ماسلکه بعض الشیعة المنصفین کعبد الرزاق فانه قال افضل الشیخین بتفضیل علی ایاهما علی نفسه والا لما فضلتهما کفی بی وزرا ان احبه ثم اخالفه"۔

کیا ہی اچھی راہ چلے ہیں بعض منصف شیعہ جیسے عبدالرزاق کہ اس نے کہا میں اس لیے شیخین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں فضیلت دی ہے ورنہ میں انہیں آپ پر فضیلت نہ دیتا۔ میرے لیے یہ گناہ کافی ہے کہ میں آپ رضی اللہ عنہ سے محبت کروں اور آپ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کروں۔(1)

اور یونہی شاہ صاحب کے منقولہ فتویٰ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بھی تفضیل علی بیان کیا گیا جو کہ صریح جھوٹ اور کذب ہے کیونکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر اشعار پڑھنا اور ان میں یہ الفاظ "لھم ل بہ رجلا" کہ مخلوق میں کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہے یعنی انبیاء اور رسل کے بعد اور انہی اشعار میں آپ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اتقیٰ فرمانا بھی حضرت حسان بن ثابت کے افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے معتقد ہونے کی واضح دلیل ہے۔

---

(1) فتاویٰ رضویہ، جلد 28، صفحہ: 479،480، رضا فاؤنڈیشن لاہور

نیز شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی عزیزی میں الحاقات اور تحریفات کے کرشمے یارلوگوں نے دکھائے ہیں اور یہ فتوی بھی انہی کا ایک کرشمہ ہے اور بدمذاہب خصوصاً اہل تشیع کا کام ہی یہ ہے کہ علماء اہل سنت کی کتابوں میں تحریفات کرنا اس کے متعلق خود شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں:

”آنکہ جمعے کثیر از علمای ایشاں سعی بلیغ نمودہ اند و در کتب اہل سنت خصوصاً تفاسیر و سیر کہ بیشتر وستمال علماء وطلباء نصیبا شند وبعض از کتب احادیث کہ شہرت ندارند ونسخ آں کتب متعدد بدست نمی آیند اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ ومبطل مذہب سنیان باشد“۔(1)

"شیعہ علماء کی ایک جماعت بڑی سعی وکوشش سے اہل سنت کی تفاسیر اور سیرت کی ان کتابوں میں جو علماء وطلباء میں بہت کم معروف ومشہور ہوں یا نادر الوجود ہوں ایسی جھوٹی باتیں ملادیتے ہیں جو شیعہ مذہب کی تائید اور اہل سنت کے مذہب کی تردید کرتی ہیں"

تو یوں اہل سنت کی محرف شدہ کتابوں میں سے شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں الحاقات کی شکایت انھی کے زمانے میں لوگوں نے شاہ عبد العزیز سے کی تھی جس کا تذکرہ خود شاہ عبد العزیز نے اپنے ایک خط میں کیا ہے۔لہذا وہ لکھتے ہیں۔

”وتعریضات در باب معاویہ رضی اللہ عنہ ازین فقیر واقع نہ شد اگر در نسخہ از تحفہ اثنا عشریہ یافتہ شود الحاق کسے خواھد بود کہ بنا پر فتنہ انگیزی وکید ومکر کہ بنائے ایشاں یعنی گروہ رافضہ از قدیم بر ھمیں امور است ایں کار کردہ باشد چناچہ بسمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند۔ اللہ خیر حافظا۔ وایں تعریضات در نسخ معتبرہ البتہ یافتہ نخواھد شد“۔(2)

---

(1) تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۴ مطبوعہ دہلی انڈیا

(2) مکتوبات شاہ عبد العزیز نمبر سوم ص ۲۶۵۔۲۶۶

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اعتراضات اور نامناسب باتیں اس فقیر (شاہ عبدالعزیز) سے واقع نہیں ہوئیں۔ اگر تحفہ اثنا عشریہ کے کسی نسخہ میں ایسی عبارات موجود ہوں تو وہ فتنہ انگیزی کی بناء پر کسی نے الحاق کی ہیں۔ اور روافض کے گروہ اس طرح کے مکر اور فریب زمانہ قدیم سے کرتے چلے آرہے ہیں چنانچہ فقیر (شاہ عبدالعزیز) کے کانوں تک یہ بات پہنچی ہے کہ میری کتابوں میں الحاق شروع کر دیئے گئے ہیں، اللہ حفاظت و خیر فرمائے۔ لیکن اسطرح کی قابل اعتراض باتیں معتبر نسخوں میں نہیں پائی جاتیں۔

امام اہل سنت محدث بریلی کی فیصلہ کن بات:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کسی بھی کتاب یا عبارت کی صحت معلوم کرنے کے تین طریقے ہیں:

- کسی کتاب یا رسالہ کا کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہونا اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں۔
- کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں۔
- کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا۔(1)

امام اہل سنت کی اس تصریح کے بعد بھی اگر کوئی مذکورہ فتویٰ کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کا ہی سمجھتا ہے تو اسے ضرور دماغ کے ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہئے۔

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے فتاوی عزیزی کے بارے میں لکھا ہے:

"اول تو اس میں کلام ہے کہ وہ فتاوی شاہ عبدالعزیز کا ہے بھی؟ مجھ کو تو قوی شک ہے۔"(2)

---

(1) ملخصا فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵، ص ۵۵۵ تا ۵۶۰

(2) امدادالفتاویٰ: ج ۵ ص ۳۰۷ طبع مجتبائی، دہلی

شفیع عثمانی لکھتا ہے:

"فتاوی عزیزی کے نام سے جو مجموعہ شائع ہو رہا ہے اس کے متعلق یہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے نہ خود اس کو جمع فرمایا ہے اور نہ ان کی زندگی میں وہ شائع ہوا ہے۔ معلوم نہیں وفات کے کتنا عرصہ بعد مختلف لوگوں کے پاس جو خطوط و فتاوی دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ان کو جمع کرکے یہ مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس میں بہت سے احتمالات ہو سکتے ہیں کہ کسی نے کوئی تدسیس اس میں کی ہو اور کوئی غلط بات ان کی طرف منسوب کرنے کے لئے فتاوی کے مجموعے میں شامل کر دی ہو"۔ (1)

نوٹ: دیابنہ کے حوالہ جات نقل کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ صاحب زبدۃ التحقیق کے نزدیک ان کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔ اور موصوف ان کے پیشوا ابن تیمیہ کے بھی مداح ہیں اور یہ دیابنہ کو امت اجابت میں سے بھی مانتے ہیں۔ لہذا موصوف کو چاہئے کہ ان کی بات توجہ کے ساتھ سنیں اور اس پر عمل بھی کریں۔

لہذا اس تحقیق سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی پر کلیتاً اعتماد کرنا صحیح نہیں ہے۔

اعتراض: موصوف نے "فقہاء و محدثین کا ایک اور نقطہ نظر" کا عنوان قائم کیا اس میں تکمیل الایمان سے آدھی عبارت نقل کرکے یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ سیدنا صدیق اکبر کی افضلیت تمام امت پر بشمول اہل بیت کے نہیں ہے بلکہ اہل بیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہے۔ موصوف کی عبارت ملاحظہ ہو:

"شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تکمیل الایمان" ص ۵۶ پر وروطہ تحریر میں لاتے ہیں:

بعض ان فقہاء نے جو محدثین بھی ہیں قصیدہ امالیہ میں نقل کیا ہے کہ خلفائے اربعہ کی افضلیت امت پر، اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر

(1) مقام صحابہ، ص، ۶۰۔۶۱ مکتبہ معارف القران کراچی

ہے۔ قصیدہ امالیہ کے فقہاء و محدثین سے پتہ چلا کہ علمائے امت کے ایک طبقہ نے خلفائے اربعہ کی افضلیت اولاد رسول ﷺ پر تسلیم نہیں کی اور انہیں علمائے امت نے اہل سنت سے خارج نہیں سمجھا نہ اس بات کو ایسا درجہ قرار دیا جس سے ان کا اخراج اہل سنت سے لازم آتا ہو"۔ (1)

جواب: موصوف نے یہاں پر نہایت فریب کے ساتھ کام لیتے ہوئے شیخ محقق کی آدھی عبارت ذکر کی اور آدھی بھوک کی وجہ سے ہڑپ کر گئے۔ جبکہ محقق علی الاطلاق یہ عبارت نقل کرنے کے بعد اس کا رد کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں:

"وبایشان می گویند این ھمہ روایات ضرر بمقصود ندارند ومنافی مدعای مانیست مدعای ما این جا چنانچہ تحریر کردہ آمد اثبات فضیلت بوجھی خاص است وآن بمفضولیت بوجھی دیگر منافات ندراد واین فضائل کہ ذکر کردہ شدہ راجع بکثرت ثواب وطع اہل اسلام نیست بلکہ بمو ید شرف نسب و کرامت جوہر ذات است چہ شک نیست کہ در اولاد پیغمبر ﷺ کہ اجزای او یند شرفی وشانی ھست کہ در ذات شیخین نیست ھیچکس را در آنجا مجال توقف وانکار نخواھد بود وباوجود آن ثواب شیخین اکثر ونفع ایشان در اسلام واھل آن اعظم واو فراست"۔ (2)

"یہ ساری روایتیں جو ہم نے اوپر بیان کی ہیں (حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق) ہمارے موضوع کے خلاف نہیں جاتیں اور نہ ہی ہمارے مدعا کے مخالف ہیں۔ کیوں کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ خاص قسم کی افضلیت وہ عام حالات میں کسی کی افضلیت کے منافی نہیں ہوتی۔ فضائل ذات اور چیز ہے اور کثرت ثواب اور نفع اسلام سے افضلیت حاصل کرنے کا اور مقام ہے۔ شرف نسب کے اعتبار سے سید کونین کی اولاد پاک آپ کے

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۲۱۰،۲۰۹

(2) تکمیل الایمان ص 149 الرحیم اکیڈمی کراچی

گوشہ جگر ہیں وہ جگر پارے ہیں۔ ان میں جو شان پائی جاتی ہے شیخین میں نہیں اور کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا لیکن اس شرف النسب کے باوجود شیخین کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

"اور بعض فضیلت ایسی ہوتی ہے کہ وہ تبعاً ہوتی ہے، ذاتی نہیں ہوتی جیسے فضیلت حضرت ابراہیم بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی سب اطفال پر ہے اور فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادیوں اور ازواج مطہرات کی باقی سب عورتوں پر ہے اور فضیلت بنی ہاشم کی باقی سب قبائل پر ہے۔ اس قسم کی تفضیل میں کوئی نزاع نہیں ہے۔"(1)

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

"ففی ذات اولادہ من الشرف ما لیس فی ذات الشیخین ولکنهما اکثر ثوابا واعظم نفعا للمسلمین والاسلام واخشی للہ واتقی ممن عداهما من اولادہ اللہ واتقی بمن عداهما من اولادہ فضلا عن غیرهم"۔(2)

اولاد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں ایسا شرف ہے جو شیخین کی ذات میں نہیں لیکن کثرت ثواب، اسلام اور مسلمانوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈر اور سب سے بڑے متقی ہونے کی وجہ سے شیخین کو وہ شرف حاصل ہے جو باقی تو باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد مطہرہ کو بھی حاصل نہیں ہے۔

محقق علی الاطلاق کی مکمل عبارت اور دیگر اکابرین کی تشریحات نقل کرنے سے قارئین پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ شیخ صاحب کی عبارت فضیلت جزی کے بارے میں

---

(1) السر الجلیل ص ۱۲

(2) الصواعق المحرقہ ص ۵۹، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

ہے جبکہ موصوف کم علمی اور کم فہمی کی بناء پر اسے افضلیت مطلقہ اور فضل کلی پر منطبق کرنے چلے ہیں۔

اندھے کو اندھیرے میں بڑے دور کی سوجھی

کیا امام مالک سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی افضلیت کے قائل تھے؟

قارئین کرام صاحب زبدہ نے صفحہ نمبر ۲۰۹ پر یہ بھی لکھا کہ "امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے افضل کسی کو نہیں سمجھتے تھے"۔

جواب: موصوف یہاں بھی دھوکہ دہی سے کام لے رہے ہیں کیونکہ جو عبارت تکمیل الایمان کی نقل کی گئی ہے اس کے متعلق شیخ محقق نے خود وضاحت فرمائی ہے کہ ایسے اقوال میں جزوی فضیلت مراد ہے نہ کہ مطلقاً افضلیت ۔اور یہی نظریہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا بضعہ رسول کی بنا پر سب سے افضل سمجھتے تھے جو کہ جزوی فضیلت ہے۔اور کسی بھی سنی کو اس سے انکار نہیں۔البتہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو مطلقاً افضل کہنا اور آپ کے لیے افضلیت مطلقہ ثابت کرنا بھی کسی سنی کا نظریہ نہیں۔

ثانیاً امام ابو الولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی (متوفی ۵۲۰ھ) امام مالک کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"الذی علیه اهل الخیر والدین والفضل ان افضل الناس بعد النبی ﷺ ابوبکر الصدیق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان ثم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بدلیل اجتماع اهل الشوریٰ علی تقدیم عثمان علی علی فی الخلافة وهو مذهب مالك علی ماروی عنه فی ذلك ایضاً"۔[1]

وہ عقیدہ جس پر اہل خیر اور اہل دین وفضل ہیں وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے افضل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں،

---

(1) البیان والتحصیل والشرح والتوجیه والتعلیل، ج۱۸، ص۵۸۴ دار الغرب اسلامی بیروت

پھر عمر بن خطاب پھر عثمان بن عفام پھر علی ابن طالب رضی اللہ عنہم ہیں اہل شوریٰ کے اجماع کی دلیل کے ساتھ اور حضرت عثمان کی حضرت علی پر تقدیم خلافت میں بھی یہی امام مالک کا مذہب ہے جو ان سے روایت کیا گیا اس مسئلہ میں۔

سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو مطلقاً افضل کہنے والا کون؟

امام اہلسنت علامہ ابو شکور سالمی کشبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۰۰ھ) فرماتے ہیں:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ، عفیفہ، عتیقہ رضی اللہ عنہا تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں جو گزر چکی ہیں اور جو موجود اور آنے والی سب سے افضل ہیں اور جو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا سے علی الاطلاق افضل کہے تو یہ شیعہ وروافض کا مذہب ہے بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اگرچہ حضرت فاطمہ کا نسب افضل ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اگرچہ حضرت علی ہاشمی ہیں اور بنی ہاشم کا نسب بنی تمیم کے نسب سے افضل ہے۔(1)

ملک المدرسین، استاذ العلماء عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علمی شرافت کا رتبہ نسبی شرافت سے بڑھ کر اور زیادہ قوی ہے۔اس لیے کہا گیا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔اور اس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ ہے یہ مسئلہ احناف کا متفقہ ہے۔(2)

اکابر کی ان تصریحات کے بعد بھی کوئی سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو مطلقاً افضل کہے تو وہ اپنی راہ خود متعین کرے۔

---

(1) تمہید ابو شکور سالمی، صفحہ نمبر 367، مطبوعہ فرید سٹال لاہور

(2) سیف العطاء، صفحہ نمبر 90 مطبوعہ لاہور

باب ہشتم

زبدہ میں مذکور
احادیث واقوال کی حقیقت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجموعی عقیدہ افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حقیقت

مصنف زبدۃ التحقیق نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بخاری شریف والی روایت:

"عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما کنا نخیر بین الناس فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فنخیر ابابکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔"(1)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کے درمیان افضلیت بیان کرتے تھے پس ہم کہتے تھے کہ سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر بن خطاب پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔

موصوف نے اس کے معارض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث الاستذکار مصنفہ ابن عبدالبر کے حوالہ سے پیش کر کے اس کو ناقابل احتجاج بنانے کی سعی نامشکور فرمائی ہے اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی بھی کوشش فرمائی، لیکن حقیقت پھر حقیقت ہے آشکار ہو ہی جاتی ہے۔ آیئے صاحب زبدۃ التحقیق کا منقولہ حوالہ از ابن عبدالبر ملاحظہ ہو:

"وقد عورض حدیث ابن عمر ھذا بحدیث عبداللہ بن مسعود رواہ شعبۃ عن ابن اسحاق عن عبدالرحما ن بن یزید عن علقمۃ عن عبداللہ قال کنا نتحدث ان افضل اھل المدینۃ علی ابن ابی طالب۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی اس حدیث سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کا تعارض لازم آگیا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اہل مدینہ سے افضل ہیں۔(2)

---

(1) بخاری باب فضل ابی بکر بعد النبی رقم ۳۶۵۵

(2) زبدۃ التحقیق ص ۱۹۰،۱۸۹

حقیقت کیا ہے؟

صاحب زبدۃ التحقیق نے خیانت سے کام لیتے ہوئے ابن عبد البر کی مکمل عبارت نقل نہیں کی تاکہ میرے جھوٹ کا بھانڈا چورا ہے میں نہ پھوٹ جائے تو آیئے اگلی عبارت ملاحظہ ہو موصوف نے مذکورہ عبارت کتاب الاستذکار ۱۴۱۔۲۴۲ سے نقل کی ہے لیکن اس سے متصل بعد والی عبارت کھا گئے جبکہ علامہ ابن عبد البر اس کے بعد رقمطراز ہیں۔

"وهذا عندی حدیث فیه تضعیف ممن رواه عن شعبة هكذا وانما المحفوظ فيه عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه قال كنا نتحدث ان اقضى اهل المدينة على ابن ابی طالب هكذا من القضاء لا من الفضل۔"(1)

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس حدیث میں جو شعبہ سے اس طرح (ان افضل اهل المدینه) روایت کیا گیا ہے تضعیف ہے جزئی نیست اس حدیث میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو محفوظ الفاظ ہیں وہ یہ ہیں:

" انه قال كنا نتحدث ان اقضى اهل المدينة على ابن ابی طالب "۔(اس طرح یہ حدیث قضا کے بارے میں ہے نہ کہ فضل (افضلیت) کے بارے میں)۔

ابن عبد البر کے ان الفاظ کے ساتھ جو موصوف ہضم کر گئے تھے واضح ہو گیا اصل لفظ اقضیٰ ہے افضل نہیں۔ جب اقضیٰ کا لفظ ہے تو حضور مولیٰ کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا قاضی ہونا ہمارے ہاں بھی مسلم ہے اس میں اختلاف ہی نہیں۔ محل نزاع تو مطلقاً افضل ہونا ہے اور وہ اس روایت سے ثابت نہیں۔ لہٰذا اس روایت کو بنیاد بنا کر افضلیت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قطعی اور اجماعی عقیدہ پر اعتراض چنداں حیثیت نہیں رکھتا۔

---

(1) الاستذکار ج ۴، ص ۱۰۸، رقم ۲۰۲۰۳

اصل لفظ اقضیٰ ہے نہ کہ افضل:

آیئے اب اس کی مزید تفصیل ملاحظہ ہو کہ مذکورہ روایت میں اصل لفظ اقضیٰ ہے نہ کہ افضل:
اسی وجہ سے خود حافظ ابن عبد البر نے الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں ص ۳۳۹ پر اس حدیث کو کنا نتحدث ان اقضی کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ امام بوصیری نے بھی اس حدیث کو ان اقضیٰ کے الفاظ کے ساتھ اتحاف الخیرۃ المھرہ رقم ۶۶۴۳ میں نقل کیا ہے۔ محب الطبری نے بھی اس حدیث کو ان اقضی کے الفاظ کے ساتھ الریاض النضرۃ ج ۳ ص 167 دار الکتب العلمیہ بیروت میں نقل کیا ہے۔ ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو کنا نتحدث ان اقضی کے الفاظ کے ساتھ ہی تاریخ دمشق ج ۴۲ ص ۴۰۴ میں نقل کیا ہے۔ امام حاکم نے بھی مستدرک للحاکم جلد 4، صفحہ: 107، رقم: 4812 دار المعرفۃ بیروت میں یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ ابن سعد نے بھی ان اقضی کے الفاظ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۳۸ ہی ذکر کیے ہیں۔ امام بغوی نے بھی اقضی کے الفاظ کے ساتھ معجم الصحابہ رقم ۳۲ میں اس کو روایت کیا ہے۔ اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے مطالب العلیہ رقم ۳۹۲۴ ص ۷۵ مطبوع بیروت میں بھی اقضی کے الفاظ ہی نقل کئے ہیں۔

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ان افضل کے الفاظ جو صاحب زبدۃ نے ذکر کئے ہیں غیر محفوظ ہیں۔ اگر کسی اور کی بات نہ مانیں تو موصوف کو ابن عبد البر کی بات ضرور ماننی چاہیے کیونکہ آدھی کتاب میں تو انہی کے حوالہ جات سے صفحہ کالے کیے ہیں۔ بہر حال صحیح الفاظ جو کہ محفوظ ہیں ابن عبد البر اور تمام محدثین کے نزدیک وہ ان اقضیٰ کے ہیں (یعنی آپ رضی اللہ عنہ سب سے بڑی قاضی ہیں) اس سے افضلیت پر استدلال کرنا قطعا درست نہیں ہے اور اقضی الامۃ ہونے میں کسی سنی کو اختلاف نہیں۔ لہذا اس کو حدیث ابن عمر کے معارض قرار دینا ایک بھونڈی بات کے سوا کچھ بھی نہیں۔

بر سبیل تنزل بھی موصوف کا موقف ثابت نہیں ہوتا:

اس سے قبل اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ حدیث مبارکہ کا متن محفوظ نہیں ہے اگر بر سبیل تنزل اس متن کو محفوظ اور صحیح مان بھی لیں تو محدثین کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ حدیث مبارکہ اپنے عموم پر نہیں ہے۔

(۱) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

"وھو محمول علی ان ذلك قاله ابن مسعود بعد قتل عمر ۔"[1]

اور یہ حدیث مبارکہ اس پر محمول ہو گی کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ جو فرمایا: یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کی بات ہے۔

(۲) علامہ محب الطبری فرماتے ہیں:

"وھو محمول عند من یقول بالترتیب المتقدم علی انه کذلك بعدھم ۔"[2]

یہ حدیث انہی کے قول پر محمول ہے تو ترتیب متقدم کے قائل ہیں اسی طرح ان تین (شیخین اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم) کے بعد علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

ان محدثین کی تصریحات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اگر بر سبیل تنزل اس متن کو محفوظ اور صحیح مان بھی لیں تو موصوف کا استدلال درست نہیں کیونکہ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں۔

ابن عبد البر کی نقل کردہ عبارتوں کی اصل حقیقت:

اس کے علاوہ مصنف زبدۃ التحقیق نے صفحہ ۱۹۸ تک جو بھی رطب ویابس تھا اس کو اکٹھا کر دیا کہ ابن عبد البر یہ کہتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ تو ہم آئندہ سطور میں ابن عبد البر کا موقف ان کی

---

(1) فتح الباری ج ۷ ص ۵۸ مطبوعہ بیروت

(2) الریاض النضرۃ ۲۷۴/۱

کتاب سے پیش کیے دیتے ہیں تا کہ پتہ چل جائے کہ ص ۱۸۰ سے لے کر ص ۱۹۸ تک ابن عبدالبر کے حوالے سے نقل کردہ جملہ عبارات قابل احتجاج تو کجا قابل التفات بھی نہیں۔ کیونکہ ابن عبدالبر کا مسئلہ افضلیت میں موقف واضح ہے اور وہ بھی ان کی اپنی کتاب سے، یاد رہے کہ "الاستذکار" کے بعد یہ کتاب (جامع بیان العلم وفضلہ) لکھی گئی ہے۔ اور بعد والی کتاب سے تو ہر ذی شعور کو فیصلہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے۔

آیئے ابن عبدالبر کا موقف دیکھیے:

"قال ابو عمر (ابن عبدالبر) الخلفاء الراشدون المهديون ابوبكر وعمر وعثمان وعلي وهم افضل الناس بعد رسول الله ﷺ"۔(1)

ابو عمر (ابن عبدالبر) نے کہا کہ خلفاء راشدین مہدیین ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی اور علی المرتضی رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ (بالترتیب) رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

اپنی دوسری کتاب "الاستیعاب" میں فرماتے ہیں:

"واهل السنة اليوم على ما ذكرت لك في تقديم ابي بكر في الفضل على عمر و تقديم عمر على عثمان وتقديم عثمان على علي"۔(2)

اہل سنت آج بھی اسی عقیدہ پر ہیں کہ افضلیت میں ابو بکر عمر سے آگے ہیں۔ عمر عثمان سے آگے ہیں اور عثمان علی سے آگے ہیں

اعتراض: مصنف زبدۃ التحقیق نے ابن عبدالبر کے حوالہ سے لکھا

" صحابہ کرام میں حضرت سلیمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن الاسود، وخباب بن الارت وجابر بن عبداللہ انصاری وابوایوب انصاری

---

(1) جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۳۱۴ دار ابن الجوزی المملکۃ العربیہ السعودیہ الدمام

(2) الاستیعاب، صفحہ: ۱۸،۵۳۸۔۱۱۱۷، دار الجیل بیروت

وابو سعید خدری وزید بن ارقم (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا گیا ہے، کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جو مسلمان ہوئے۔اور یہ لوگ انہیں (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کو دوسرے سبھی صحابہ سے افضل سمجھتے تھے۔"(1)

جواب: علامہ ابن عبد البر کی مذکورہ روایات غیر مقبول اور مردود ہیں جیسا کہ اکابرین اہل سنت نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور خصوصاً ابن عبد البر کی کتاب "الاستیعاب" جس سے صاحب زبدۃ التحقیق نے حوالہ پیش کیا ہے اس پر محدثین نے سخت تنقید کی ہے۔دیکھئے

ابن عبد البر کی کتاب "الاستیعاب" غیر معتبر ہے

امام ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

"ومن اجلها واکثرها فوائد کتاب الاستیعاب لابن عبد البر لولا ماشانه به من ایراده کثیرا مما شجر بین الصحابة وحکایاته عن الاخباریین لا المحدثین وغالب علی الاخباریین الاکثار والتخلیط فیما یروونه"۔(2)

معرفۃ الصحابہ کے عنوان پر بہت سی کتابیں ہیں ان میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور کثیر فوائد کے اعتبار سے ابن عبد البر کی الاستیعاب ہے اگر اس میں صحابہ کرام کے مشاجرات اور ان کی حکایات کثرت سے نہ ہوتیں جن کو محدثین کی بجائے اخباریین نے بیان کیا ہے۔کیونکہ مؤرخین کا غالب رجحان بلا امتیاز کثیر واقعات اور خلط ملط جمع کرنا ہوتا ہے۔

یہی بات علامہ نووی نے "التقریب" اور اس کی شرح "تدریب الراوی" میں علامہ سیوطی نے کہی ہے۔تقریب کے علاوہ یہی بات علامہ نووی نے "ارشاد طلاب الحقائق" میں بھی فرمائی ہے اور علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں بھی اسی چیز کو بیان کیا ہے۔

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۲۱۰

(2) علوم الحدیث ص ۲۹۲، معرفۃ الصحابۃ نوع ۳۹ دار الفکر بیروت

ابن عبد البر کی منقولہ روایت مردود ہے:

اسی طرح علامہ ابن حجر نے الصواعق المحرقہ ص ۵۸ پر، شیخ محقق نے تکمیل الایمان ص ۵۷ پر اور علامہ پرہاروی نے مرام الکلام ص ۴۶ پر لکھا ہے کہ یہ روایت غیر معتبر ہے:

"قال الاول فھو شیء غریب انفرد عن غیرہ ممن ھو اجل منه حفظا واطلاعا فلایعول علیه۔ وقال الثانی ایں قول ابن عبد البر مقبول ومعتبر نیست زیرا که روایت شاذہ که مخالف قول جمهور افتد معتبر نباشد وجمهور ائمه دریں باب اجماع نقل می کنند وقال الثالث رحمۃ اللہ علیہ ھذا مما تفرد به ابن عبد البر"۔[1]

وہ فرماتے ہیں کہ ابن عبد البر کی یہ روایات غریب ہیں۔ اور وہ ان میں غیر سے منفرد ہے اور غیر بھی وہ جو اس سے حفظ و اطلاع میں اجل ہیں۔ لہذا اس کی نقل کردہ روایات قابل اعتناء نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ابن عبد البر کا یہ قول مقبول اور معتبر نہیں ہے اس لیے کہ جمہور کے مقابلے میں روایت شاذہ معتبر نہیں ہوتیں اور جمہور ائمہ نے اس باب میں اجماع نقل کیا ہے۔ اور فرمایا کہ یہ ابن عبد البر کا تفرد ہے۔

علامہ محب طبری فرماتے ہیں:

"وھم فی ذالك ابو عمر غلطا ظاھرا"۔[2]

ابن عبد البر سے یہ روایت نقل کرنے میں بڑی ظاہر غلطی ہوئی ہے۔

میر سید عبد الواحد بلگرامی فرماتے ہیں:

"روایاتی و مسائلی کہ مخالف و مزاحم اجماع اصحاب است سر بسر نا مسموع و نا مقبول و ناصواب است"۔[1]

([1]) تکمیل الایمان ص ۵۷ مطبوعہ انڈیا

([2]) الریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت

وہ روایتیں اور وہ مسئلے جو اجماع امت کے مخالف اور مناقض ہیں سراسر غیر مسموع، نا قابل قبول اور محض غلط ہیں۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے:

"انا للہ وانا الیہ راجعون" آدمی مطلب کی بات کو گو نہایت خفی و دور، اور راہ حق سے مہجور ہو، کس قدر جلد مرحبا کہہ کر لیتا ہے۔ اور خلاف مقصود کو اگرچہ کس قدر جلی و صریح و روشن اور دلائل ساطعہ کے جڑاؤ، گہنوں سے سر تا پا مزین ہو، ہرگز مسند قبول پر جگہ نہیں دیتا۔

عزیزو! اتنا تو خیال کر لیا ہوتا کہ ابو عمر بن عبد البر سے پہلے ہزار ہا ائمہ دین و علماء و محدثین گزرے، وہ ناقدین جن کی عمر عزیز تجسس اخبار و تفحص آثار میں گزری، منزلوں منزلوں جمع علوم متفرقہ کے لئے مسافرت کی، اسی تنقیح و تفتیش میں رات کے سونے، دن کے کھانے سے حظ نہ اٹھایا، اس تلاش و کنکاش میں اپنا چین و آرام یک لخت ترک فرمایا یہاں تک کہ ان کی کمر ہمت دین متین کی پشت پناہ ٹھہری، اور انہی کی بانٹی ہوئی دولت بقدر حصہ ابن عبد البر کو پہنچی ، اگر یہ روایت در حقیقت صحیح و معتبر ہوتی تو سخت تعجب کہ وہ اکابر دین اس سے محض غافل رہ جائیں، اور برابر بے ذکر خلاف اجماع صحابہ و تابعین کی تصریحیں فرمائیں، اور ساڑھے تین سو برس کے بعد ابن عبد البر اس پر آگاہی پائیں۔ مگر شیخ محقق کا ارشاد نہ سنا کہ

"جمہور آئمہ دریں باب اجماع نقل کنند"

یعنی جمہور ائمہ دین نے اس اہلبیت کے باب میں اجماع نقل کیا ہے

آخر متاخرین کو علوم روایات سے جو کچھ پہنچتا ہے متقدمین ہی کے واسطے سے ملتا ہے یا پچ میں چند صدی کا۔۔۔۔۔ رہ کر آتا ہے، اب دو حال سے خالی نہیں

یا تو یہ روایت ان اکابر کو جو ابن عبد البر کے بھی آئمہ مشائخ ہیں پہنچی، اور عیاذاً باللہ ان سب نے اس کو چھپانے پر اتفاق کر لیا، جب تو سخت مصیبت ہے، ایسا دعوی کرنے والا اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے، آخر تمام شرع شریف، قرآن و حدیث جو کچھ پہنچا انہیں حضرات کے

---

(1) سبع سنابل ص 18، مکتبہ قادریہ لاہور

واسطے سے پہنچا، جب یہاں انہوں نے ایک روایت کے کتمان پر اتفاق کر لیا تو امان اٹھ گئی، کیا معلوم ایسے ہی اور بہت آیات واحادیث چھپا ڈالی ہوں، وہی رافضیوں والا مذہب آگیا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید میں بہت تبدیل و تنقیص کر دی "اعوذ باللہ من وساوس الشیطن اللعین" یا یہ ہوا کہ انہوں نے اس پر اطلاع پائی اور اپنی بصیرت ناقدہ و تحقیق واقدہ سے اس کی بے اعتباری و ناسزاواری دریافت کر لی، لہٰذا اس کی جانب التفات نہ کیا اور اسے خلل انداز اجماع نہ سمجھا، تو اب ایک ابن عبد البر کے کہنے سے ان اکابر ائمہ کا نامعتبر سمجھنا کیونکر مدفوع ہو سکتا ہے، بڑی وجہ اس خدشہ واہیہ کے دفع کی تو یہ ہے۔

وجہ دوم:

اگر اس روایت کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو ممکن کہ شاید ان اکابر نے جنہوں نے اس پر التفات نہ فرمایا، اس خلاف کا وقوع بعد انعقاد اجماع سمجھا ہو، اور بے شک جو خلاف بعد تحقق اجماع واقع ہو، دافع اجماع اور قابل قبول نہیں ھکذا قالوا۔

اقول: وربی یغفر لی، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ممکن کہ اس خلاف کا تحقق قبل از انعقاد اجماع ہو، بعدہ ان صحابہ پر بھی دلائل افضلیت شیخین لائح ہو گئے اور اسی کی طرف رجوع فرمائے، اب اجماع کامل منعقد ہو گیا اور بے شک اہل خلاف جب رجوع کر کے شریک جمہور ہو جائیں تو خلاف سابق محض مضمحل ہو جاتا ہے

اور اس کے لئے نفس مسئلہ میں نظیر بھی موجود، حضرت ابو جحیفہ وہب الخیر رضی اللہ عنہ پہلے جناب مرتضوی کو افضل جانتے تھے، یہاں تک کہ حضرت مولیٰ نے انہیں تفہیم اور حق صریح کی تلقین فرمائی، اس روز سے وہ بھی تفضیل شیخین کی طرف لوٹ آئے۔

وجہ سوم:

مانا کہ ابتداء سے اختلاف تھا مگر ایسا خلاف، شاذ، نادر، مرجوع، ضعیف، انعقاد اجماع میں خلل انداز نہیں۔

اقول: وربی غفار الذنوب، کس قدر جوش بدیانتی ہے، بالفرض اگر اس خلاف کا تحقق اول سے آخر تک تسلیم کرلیا جائے تو اس طرف سواد اعظم کے ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں، کیا ارباب قلوب سلیمہ صرف اجماع کامل قطعی کی مخالفت سے بچتے ہیں اور سواد اعظم کے خلاف کو کوئی آفت نہیں سمجھتے۔ ذرا صبر کیجئے، ہم تنبیہ الختام میں جو حدیثیں ذکر کریں گے ان کا انتظار رکھئے، پھر یہ خوشی کس بات کی ہے اگر کوئی صوت تمہارے لئے جواز مخالفت کی مل جاتی تو البتہ فرح وسرور کی جگہ تھی۔

للہ انصاف! اگر یہ مقدمہ مان لیا جائے کہ اجماعی مسئلہ میں کوئی حکایت خلاف، اگرچہ روایت ودرایت اس کے مساعد نہ ہوں ہاتھ آجائے، اس میں ہر کسی کو قبول وعدم قبول کا اختیار رہتا ہے، گو اس طرف ان معدودین کے سوا کافہ ءاکابر وملت وصنادید امت ہوں، تو یقین جان لو کہ اسی وقت دو ثلث شریعت درہم وبرہم ہوئی جاتی ہے کہ وہ مسائل تو اقل قلیل ہیں جن میں کوئی قول شاذ خلاف پر نہ مل سکے۔ بہت مسائل مسلمہ مقبولہ جنہیں ہم اہل حق اپنا دین وایمان سمجھے ہوئے ہیں ان کے خلاف میں بھی ایسے اقوال مرجوحہ، مجروحہ، مہجورہ، مطروحہ بتلاش مل سکتے ہیں، کتابوں میں غث وسمین اور رطب ویابس کیا کچھ نہیں ہوتا، مگر خدا سلامت طبع دیتا ہے، تو صحیح وسقیم میں امتیاز میسر ہوتا ہے، ورنہ انسان ضلال بدعت، یا وبال حیرت میں سرگرداں رہ جاتا ہے۔ اگر شریر طبیعتوں، فاسق طینتوں کا خوف نہ ہوتا تو فقیر اپنی تصدیق دعوی کو چند مسائل اس قسم کے معرض تحریر میں لاتا، مگر کیا کیجئے کہ بعض طبائع اصل جبلت میں حساسہ جساسہ بنائے گئے ہیں کہ شب وروز تتبع اباطیل وتفحص قال وقیل میں رہتے ہیں: "کما قال ربنا تبارك وتعالی

"اما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله"۔[1]

یہ طبیعتیں جہاں اپنی شرارت سے ادنی موقع رخنہ اندازی کا پاتی ہیں ہدم بنیان اسلام کے لئے کمربستہ ہوجاتی ہیں۔ اعاذنا اللہ من شرھن امین

---

(1)

مگر گلے نمونہ از چمن، حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کی صحت مختلف فیہ ہے، جمہور ائمہ اسے صحیح جانتے، اور ابو داؤد صاحب سنن وابو حاتم رازی وغیرہم اجلہ اکابر محدثین جن کی نقادی وامامت ومبصری وجلالت آفتاب نیم روز سے اظہر، اس میں جرح وطعن رکھتے ہیں، آیا اگر کوئی شخص اس خلاف کے اعتبار سے حدیث کو صحیح نہ جانے، اور عیاذاً باللہ حضرت مولیٰ کا مولی المسلمین ہونا نہ مانے تو تم اسے معذور رکھو گے؟ اور اس کے اس انکار کو مکروہ نہ جانو گے؟

حاشا ہر گز ایسا نہ ہو گا، بلکہ اسے اس کے شنیع منکر کے مقتضی سے بدرجہا زائد تشنیع وملامت کا مستحق سمجھو گے حالانکہ یہ خلاف اس خلاف سے بمراتب محکم وثابت تر ہے جس کا دامن پکڑ کر تم نے تفضیل شیخین سے انکار اپنے حق میں روا ٹھہرالیا، بلکہ تمہارے سامنے تو اگر کوئی عارف بصیر حدیث لحمہ من لحمی ودمہ من دمی کی اسناد مظلم وشنیع کی خرابیاں ظاہر کرے گا، اس کے دشمن ہو جاؤ گے، اگرچہ در حقیقت وہ روایت ایسی ہی ہے جسے کوئی ماہر فن صالح قبول واعتبار نہیں کہہ سکتا۔

پھر اس تحکم وزبر دستی کا کیا علاج کہ جو تمہارے زعم میں تمہارے موافق ہو، اگرچہ مجروح ہو مقبول، اور جو تمہارے اوہام باطلہ کے قلع قمع پر ناطق ہو، اگرچہ منصور ہو مخذول، فالی اللہ الشکوی والیہ الرجعی

وجہ چہارم:

وہ چند صحابی جن سے ابن عبد البر نے تفضیل حضرت مرتضوی نقل کی، اس سے یہی معنی بالتعیین مفہوم نہیں ہوتے کہ وہ حضرت مولی کو شیخین پر فضل کلی مانتے ہوں، ممکن کہ تقدم اسلام وغیرہ فضائل خاصہ جزئیہ میں تفضیل دیتے ہوں، اور یہ معنی ہمارے منافی مقصود نہیں کہ ہم خود مولی علی کرم اللہ وجہہ کے لئے خصائص کثیرہ کا ثبوت تسلیم کرتے ہیں۔ کلام ہمارا افضلیت بمعنی کثرت ثواب وزیادت قرب ووجاہت میں ہے، جب تک ان روایات میں جناب مولی کی نسبت اس معنی کی تصریح نہ ہو، ہم پر وارد اور مزاج اجماع کی مفسد نہیں ہو سکتیں۔

اقول: وباللہ التوفیق بلکہ ظن غالب یہی ہے، اور فقیر اس پر چند شاہد عدل رکھتا ہے:

شاہد اول:

حفظ حرمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ اس قدر تو یقینا معلوم کہ ان چھ سات کے سوا تمام صحابہ تفضیل شیخین پر اتفاق کئے ہوئے تھے، اور احادیث اس بارے میں اس قدر بکثرت وارد جن کا اجلہ اصحاب پر پوشیدہ رہنا عقل گوارا نہیں کرتی، مخالفت سواد اعظم وخلاف احادیث سید اکرم ﷺ کیسی سخت شناعت ہے، اور اس کا صحابہ کی طرف بزور زبان نسبت کرنا کس درجہ گستاخی ووقاحت۔

شاہد ثانی:

خود وہ روایت جس میں ابو عمر نے ان صحابہ سے تفضیل حضرت مولیٰ نقل کی اس میں یہ الفاظ موجود کہ وہ حضرات فرماتے تھے "ان علیا اول من اسلم" "بے شک علی سب سے پہلے اسلام لائے" "کما فی الصواعق" تو واضح ہوا کہ وہ تاویل جو علماء نے پیدا کی تھی اس کا مؤید صریح خود نفس کلام میں موجود۔

شاہد ثالث:

ہم ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثانی کی فصل۔ میں ثابت کریں گے کہ خلافت صدیق بر بنائے تفضیل تھی۔ فاروق اعظم وغیرہ صحابہ نے ان کی افضلیت مطلقہ ثابت کی، اور اسی پر نزاع منقطع ہو کر بیعت واقع ہوگئی، اور پھر ظاہر کہ ان بیعت کرنے والوں میں وہ صحابہ بھی تھے جن سے ابن عبد البر نے یہ روایت شاذہ نقل کی، اگر انہیں تفضیل صدیق میں خلاف ہوتا تو یقینا ظاہر فرماتے کہ وہ اساطین دین اظہار حق میں ہرگز مداہنت نہ رکھتے، اور لومۃ لائم کو مطلق خیال میں نہ لاتے۔ تم نے بھی سنا ہوگا "الساکت عن الحق شیطان اخرس" حق بات کے اظہار سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔ حاشا کہ یہ شناعت فظیعہ ان کے دامن پاک کو لاحق ہو پس بالضرور اگر انہوں نے مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو افضل کہا تو اور ہی باتوں میں کہا، جو فضیلت متنازع فیہا سے مطلق علاقہ نہیں رکھتیں۔

شاہد رابع:

ہمارے مظنون پر ایک اعلیٰ شاہد واقوی مؤید خود ابو عمر ابن عبد البر کا کلام ہے، کہ انہوں نے جس طرح اس مسئلہ میں یہ روایت غیر یبہ لکھ دی، یونہی مسئلہ تفضیل صحابہ میں بھی جانب خلاف جھکے، اور جمہور سے کہ حضرات صحابہ کرام کو تمام لاحقین سے افضل مانتے آئے الگ راہ چلے، فرماتے ہیں: متاخرین میں بعض صالحین ایسے ہیں کہ اہل بدر و حدیبیہ کے سوا اور افراد صحابہ سے افضل ہیں، اور اس مدعا پر بعض ایسی دلیلیں پیش کیں جن میں افضلیت بمعنی متنازع فیہا کی بو نہیں۔ علماء نے ان دلائل کے جواب میں فرمایا: ان سے جو کچھ ثابت ہوا ہمارے مدعا سے مخالفت نہیں رکھتا، ان ہی میں سے ہے، حدیث

یأتی ایام للعامل فیھن الحدیث کہ معہ اپنے جواب کے تبصرہ ثامنہ میں گزری، اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے تمام تمسکات کا رد بلیغ رسالہ "اسد الغابہ" میں لکھیں گے جو ہنوز زیر تالیف ہے، اور خدا چاہے تو اس کی تبییض اس رسالہ کے تتمیم پر موقوف۔

اب دو باتیں ہیں

یا تو ابو عمر کا کلام معرکہ فضل کلی سے معزول، اور فضائل جزئیہ پر محمول مانا جائے، جب تو خرق اجماع و مخالفت سواد اعظم سے بچ جائیں گے،

اور معاندین کو بھی ان کے کلام سے محل احتجاج نہ رہے گا، اور اس پر ایک گواہ یہ بھی کہ خود ابو عمر کے کلام سے مفہوم کہ تفضیل شیخین پر اجماع مستقر کما فی الصواعق

یا راہ تاویل مسدود کر کے خوامخواہ فضل کلی پر ڈھالیے تو بالیقین فضل کلی کے جو معنی محققین کے نزدیک قرار پائے ہیں ابو عمر ان سے غافل تھے، کہ ان کے دلائل اس پر انطباق نہیں رکھتے کما مر۔ اور جب وہ خود فضل کلی و جزئی میں فرق نہ رکھتے تھے تو ان کا یہ کہہ دینا کہ وہ صحابہ معدودین تفضیل حضرت مولی کے قائل تھے، محض مہمل اور پایہء استناد سے ساقط رہ گیا۔ ممکن کہ ان اصحاب نے مولی علی کے لئے فضل جزئی مانا ہو، ابو عمر بوجہ عدم تفرقہ کے اس سے تفضیل متنازع فیہ سمجھ لئے۔

فائدہ ایمانیہ:

اور ایک فائدہ ایمانیہ ہمیشہ نصب العین رکھنا چاہئے کہ اگر دامن انصاف پکڑ کر اس پر عمل کیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت کام آئے گا، اور اکثر تسویلات ابلیس لعین سے بچائے گا۔ وہ یہ کہ علماء سب بشر تھے اور سہو وخطا سے غیر معصوم، ہر شخص کے کلام میں اگرچہ کیسے ہی درجہ علوشان ورفعت مکان میں ہو دو ایک لغزشیں ضرور ہوتی ہیں۔ وہاں معیار کامل ومحک حق وباطل کلمات اکابر سلف وجماہیر آئمہ ذی فضل وشرف ہیں، جو کچھ اس کے خلاف ہو مسند قبول پر ہرگز جگہ نہ دی جائے کہ سلامت اتباع سلف اکرم وسواد اعظم میں ہے، نہ یہ کہ کسی عالم سے جو لفظ بہ سبقت قلم نکل گیا اسے حرز جان کیجئے، اور کلمات جماہیر سلف وخلف طاق نسیان پر رکھ لیجئے۔ یہاں بھی ابو عمر کا تخطیہ کافہ سابقین ولاحقین کی تغلیط سے آسان تر، اور ان سب سے زیادہ دشوار بعض صحابہ کا مخالفت حدیث وسواد اعظم قدیم وحدیث کی طرف نسبت کرنا۔ اللہ توفیق ادب واستقامت بخشے۔ آمین۔

شاہد خامس:

واہ عجب لطف ہے:

"ما بایران می رویم ویار توران می رود"۔

جن چھ اصحاب سے ابو عمر نے تفضیل سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نقل کی ان میں سے دو سیدنا ابو سعید خدری وجابر بن عبد اللہ انصاری ہیں رضی اللہ عنہما۔ حالانکہ خود یہ حضرات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تفضیل صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں، آیا معقول کہ یہ سروران امت خود زبان حق ترجمان حضور سید الانس والجان علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان سے تفضیل صدیق وفاروق سنیں، اور نشر علم کے لئے ان احادیث کو تابعین کے سامنے روایت کریں، اور آپ اس کے خلاف تفضیل سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے قائل ہوں،

جابر وخدری رضی اللہ عنہما دونوں صاحبوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث روایت کی

"ابوبکر وعمر سیدا کهول اهل الجنة من الاولین والاخرین الا النبیین والمرسلین"۔

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا: ابو بکر و عمر سردار ہیں تمام مشائخ اہل بہشت کے اگلوں پچھلوں سے، سوا انبیاء و مرسلین کے۔

اور تنہا جابر نے حدیث نقل فرمائی

"ماطلعت الشمس علی احد منکم افضل من ابی بکر"۔

یعنی حضور سراپا نور ﷺ کا ارشاد ہے آفتاب نہ چمکا تم میں سے کسی پر جو ابو بکر سے افضل ہو۔

اور نیز جابر نے روایت کیا،

حضور ﷺ نے فرمایا "اس وقت وہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میرے اس سے بہتر کوئی نہ پیدا کیا اور اس کی شفاعت روز قیامت مثل میری شفاعت کے ہوگی"۔ جابر فرماتے ہیں" کچھ دیر نہ گزری تھی کہ صدیق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے حضور نے قیام فرمایا اور انہیں گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور دیر تک انس حاصل کیا"۔

اسی طرح ان کے سوا اور روایات ان حضرات سے ان شاء اللہ تعالیٰ فصول آتیہ میں آئیں گی۔ اب تو بالیقین واضح ہو گیا کہ اگر ان صحابہ نے حضرت مولی کو تفضیل دی تو لاجرم فضائل جزئیہ پر نظر کی، ورنہ صریح منکر و باطل اور حلیہ صحت سے عاطل، اور جب ان دو کے بارے میں یہ گل کھلا، تو باقی چار سے حکایت پر کیا اطمینان رہا۔

"سالے کہ نکوست از بہارش پیداست"۔[1]

اعلیٰ حضرت کا کلام ختم ہوا مزید چند شواہد راقم کے قلم سے ملاحظہ ہوں۔

شاہد سادس:

ابن عبد البر نے مذکورہ رطب و یابس نقل ضرور کیا ہے لیکن اس کو اہل سنت کا مؤقف قرار نہیں دیا بلکہ مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کا مؤقف واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

---

(1) مطلع القمرین، صفحہ: 149 تا 137، کتب خانہ امام احمد رضا لاہور

"واهل السنة اليوم على ما ذكرت لك في تقديم ابي بكر في الفضل على عمر وتقديم عمر على عثمان وتقديم عثمان على علي"۔[1]

اہل سنت آج بھی اسی عقیدہ پر ہیں کہ افضلیت میں ابو بکر عمر سے آگے ہیں عمر عثمان سے آگے ہیں اور عثمان علی سے آگے ہیں۔

شاہد سابع:

ابو عمر ابن عبد البر نے اپنا مؤقف بھی دربارۂ افضلیت سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلفائے اربعہ کی افضلیت بترتیب خلافت نقل کی ہے۔

"قال ابو عمر : الخلفاء الراشدون المهديون :ابو بكر و عمر و عثمان وعلي وهم افضل الناس بعد الرسول"۔[2]

شاہد ثامن:

ابن عبد البر نے اپنی اسی کتاب "الاستیعاب" میں سیدنا علی المرتضیٰ کا فرمان بھی نقل کیا ہے کہ مولائے کائنات نے فرمایا:

"لا اجد احدا فضلني على ابي بكر وعمر الاجلدته حد المفتري"۔[3]

ان شواہد مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابن عبد البر کی نقل کردہ چند صحابہ کرام کی فضیلت "جزوی فضیلت" ہے نہ کہ افضلیت مطلقہ۔ اور جزوی فضیلت محل نزاع ہی نہیں۔

امام اہلسنت رقمطراز ہیں:

بالجملہ ابو عمر کی یہ حکایت غریبہ روایتاً معلول اور درایتاً غیر مقبول، اور اس کی تسلیم میں حفظ حرمت صحابہ سے عدول۔ اور بر تقدیر ثبوت ظن غالب

---

(1) الاستیعاب، ج3، ص214 دار الکتب العلمیہ بیروت

(2) جامع بیان العلم وفضلہ، جلد2، صفحہ:314، مکتبہ دار ابن الجوزیہ

(3) الاستیعاب، رقم ۴۳۴

ملتحق بسر حد یقین کہ ان صحابہ کا کلام فضل جزئی پر محمول۔ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جیسے معنی غیر ثابت کا ثبوت یمکن ویحتمل کی توسیعوں سے غیر متصور، یوں ہی امر متحقق وثابت کا رفع بھی "کلّ ولعلّ" کی طول امل پر تجویز عقل سے باہر، جب کہ جماہیر ائمہ سلف تفضیل شیخین پر تصریح اجماع کرتے آئے، تو ایسی روایت سے نقض اجماع (جس میں صدہا احتمال پیدا، اور افادۂ مقصود میں تعین وکفایت سے محض جدا، بلکہ اطراف وجوانب کا ملاحظہ خلاف مراد کو صریح ترجیح دے رہا ہے) کیونکر معقول ہو سکتا ہے۔

ہاں اگر ہمت کر کے ہمارے تمام اعتراضات مذکورہ اٹھا دیجیے، اور روایت کی صحت، اور شذوذ ونکارت وقدح علت سے سلامت، اور ان کا مولی علی کو بمعنی فضل کلی تفضیل دینا، اور انعقاد اجماع سے بیشتر اس خلاف کا ظاہر ہونا، اور اخیر تک مستمر ومستقر رہنا بدلائل ساطعہ ثابت کر دو، تو البتہ اس ساری عرق ریزیوں کا اس قدر پھل تمہیں ملے گا یہ اجماع درجہ اول کا نہ رہے گا۔ مگر ہیہات ہیہات کہاں تم اور کہاں یہ اثبات۔ پھر ایسے خیالی شعبدوں پر ناز کرنا عاقل کا کام نہیں سوار پکڑے ڈوبنے سے بچنا معلوم، اللہ انصاف انصاف عطا فرمائے، آمین۔ (1)

اعتراض:

ابن عبد البر کی غیر مقبول اور نا معتبر روایات نقل کرنے کے بعد موصوف نے مزید ایک شخصیت کے حوالہ کو اپنی تائید میں پیش کیا لیکن "خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے" کے مصداق موصوف نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ جس شخصیت کو وہ بطور حجت پیش کر رہے ہیں ان کا اہلسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ موصوف نے ابن حزم اندلسی کا حوالہ پیش کیا جو کہ ظاہری المذہب تھا۔ موصوف نے ابن حزم کے حوالہ سے صفحہ نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳ پر یہ تحقیق

---

(1) مطلع القمرین، صفحہ: 150، مکتبہ امام احمد رضا لاہور

پیش کی کہ "کچھ صحابہ حضرت علی المرتضیٰ اور زبیر بن العوام کو تمام صحابہ سے افضل سمجھتے تھے"۔

جواب:

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تفضیل علی کا قائل ہونا غیر مقبول اور نامعتبر ہے کمامر۔ لہذا ابن حزم کے اس طرح کے حوالہ کی بجائے ہم ابن حزم کی خبر لیتے ہیں کیونکہ موصوف کی یہ بات بالکل قابل التفات ہی نہیں۔ جس ابن حزم کو موصوف بطور دلیل لا رہے ہیں وہ خود "نہ تین میں نہ تیرہ میں" ہے یا یوں کہہ لیں کہ "دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا"۔ اور موصوف کی بھی کوئی حالت نہیں ہے پہلے ابن عبد البر کا دامن تھاما اور جب مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا اب ابن حزم میں گھس گئے ہیں:

آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) رقمطراز ہیں

ابن حزم اندلسی ایک غیر معتبر شخص ہے اس کی تقریر، غیر معتبر ہے کیونکہ یہ شرع کی چوتھی دلیل قیاس کا منکر تھا، فروعات کو برا جانتا، اصولیات میں من گھڑت تاویلیں کرتا، صفات باری تعالیٰ پر مشتمل آیات اور احادیث کی غیر منطقی تفسیر کرتا، ہر شرعی حکم کو منطقی اصولوں پر پرکھتا، اور یہ پہلا شخص تھا جس نے دینیات کو منطق کی نظر سے دیکھا، وقت کے علماء نے اس کی ان حرکات کو دیکھ کر مسترد کر دیا تھا۔ ظاہری فرقہ کا پیروکار تھا۔"[1]

نائب مفتی اعظم ہند، مولانا منظور احمد فیضی رقمطراز ہیں:

مفتی الحجاز شہاب الدین ابوالفضل ابوالعباس احمد بن محمد شمس الدین بن علی نورالدین ابن حجر الہیتمی المکی متولد ۹۰۹ھ متوفی ۹۷۳ھ یا ۹۷۴ھ یا ۹۷۵ھ ابن حزم کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

"قال الائمة فی الحط علیه ان له مجازفات کثیرة امورا شنیعة نشأت من غلطه وجموده علی تلك الظواهر ومن ثم قال

(1) البدایہ والنہایہ، ج ۱، ص ۹۸

المحققون انه لایقام له وزن ولا ینظر لکلامه ولا یعول علی خلافه"۔ (1)

"یعنی ائمہ نے ابن حزم کی تذلیل کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن حزم کی بہت سی بے تکی باتیں ہیں اور امور قبیحہ ہیں۔ جو ان کی سختی (طبیعت) اور ظواہر پر جمود کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ اسی لئے محققین نے فرمایا: ابن حزم کا کوئی وزن نہیں اور نہ اس کے کلام کی طرف نظر کی جائے گی اور نہ اس کے خلاف پر (جو اہل سنت سے کیا) کوئی اعتبار و اعتماد کیا جائے گا۔"

نیز وہی حافظ ابن حجر ہیتمی مکی (م ۹۷۴ھ) کی ابن حزم، ابن طاہر کے متعلق رقمطراز ہیں:

"ان کلا منهما مبتدع ضال اما ابن حزم فالعلماء لایقیمون له وزنا کما نقله عنهم المحققون کالتاج السبکی وغیره لانهم اصحاب ظاهرية محضة تکاد عقولهم ان تکون مسخت ومن وصل الی انه یقول ان بال الشخص فی الماء تنجس او فی اناء ثم صبه فی الماء لم یتنجس کیف یقام له وزن ویعد عن العقلاء فضلا عن العلماء"۔ (2)

"بے شک ابن حزم اور ابن طاہر دونوں بدعتی گمراہ ہیں۔ بہر حال ابن حزم، تو علماء کے نزدیک اس کا کوئی وزن نہیں جیسا کہ تاج سبکی وغیرہ محققین نے ان سے یہ نقل کیا ہے اس لئے کہ یہ محض ظاہری وغیر مقلد ہیں۔ ان کے عقول قریب مسخ ہیں۔ جو یہاں تک پہنچ چکا کہ کہتا ہے: اگر کسی شخص نے پانی میں پیشاب کیا تو پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر برتن میں پیشاب کیا پھر اس کو پانی میں ڈال دیا تو پانی ناپاک نہ ہو گا۔ ایسے قائل، مفتی کا کیسے وزن ہو اور کیسے اس کو علماء عاقلوں سے شمار کیا جائے۔"

---

(1) کف الرعاع، ص ۱۴۵، ج اول، ص ۱۴۵، طبع مصر علی ھامش الزواجر

(2) کف الرعاع ھامش الزواجر، ج ۱، ص ۱۳۴

نیز اسی میں ہے:

"واعلم ان الائمۃ صرحوا بان الظاھریۃ لا یعتد بخلافھم ولا یجوز تقلید احد منھم لانھم سلبوا العقول حتی انکروا القیاس الجلی وابن حزم من اقبحھم فی ذالك ان العلماء لا یقیمون لابن حزم واصحابہ وزنا وانہ لا یجوز لاحد تقلید ولا الاصغاء لما یقولہ اصلاً ورأساً"۔[1]

"اور جان لے کہ بے شک ائمہ کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ظاہر یہ (غیر مقلدین) کا خلاف (جو اہل سنت سے ہو) ناقابل اعتبار ہے۔ ان میں سے کسی کی تقلید جائز نہیں۔ اس لئے کہ ان ظاہریوں کی عقلیں سلب ہو چکی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ قیاس جلی کے منکر ہیں اور ابن حزم تو اس بارہ میں ان سب ظاہریوں سے زیادہ قبیح ہے۔ بے شک علماء کے نزدیک ابن حزم اور اس کے اصحاب کا کوئی وزن نہیں اور کسی کے لئے ابن حزم کی تقلید جائز نہیں اور اس کی بات کی طرف کان لگانا ناجائز ہے۔"

مؤرخ اندلس ابو مروان بن حیان کا بیان ابن حزم کے متعلق:

"وکان لا یخلو فی فنون من غلط بجرأتہ فی السوال علی کل فن ومال اولا الی قول الشافعی۔۔۔ثم عدل الی الظاھر فجادل عنہ۔۔۔فتمال علیہ فقھاء عصرہ واجمعوا علی تضلیلہ وشنعوا علیہ وحذروا اکابرھم من قبیلہ ونھوا عوامھم عن الاقتراب منہ فطفقوا یعصونہ،وھو مصر علی طریقہ حتی کمل لہ من تصانیفہ وقر بعیر لم یتجاوزا کثرھا عتبۃ بابہ لزھد العلماء فیھا حتی لقد احرق بعضھا باشبیلیۃ ومزقت علانیۃ ولم یکن مع ذالك سالما من اضطراب رأیہ۔۔۔۔۔مما

(1) کف الرعاع، ص ۱۶۳، ۱۶۲

یزید فی بعض الناس له تعصبه لبنی امیة ماضیهم وباقیهم واعتقاده بصحة امامتهم حتی نسب الی النصب۔"۔[1]

(ابن حزم) کسی فن میں غلطی سے خالی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس نے اپنی بے باکی کی وجہ سے ہر فن میں سوال اٹھائے ہیں۔ پہلے اس کا میلان شافعی کے اقوال کی طرف ہوا۔۔۔ پھر ظاہر کی طرف مائل ہوا، اس کی حمایت میں لڑا۔۔۔ اس وجہ سے اس کے زمانہ کے فقہاء اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کی گمراہی پر اتفاق کر لیا اور اس کو بہت برا بھلا کہا اور اپنے اکابر کو اس کی طاعت سے ڈرایا اور عوام کو اس کے پاس جانے سے روکا چنانچہ وہ برابر اس کی مخالفت کرتے رہے۔ اور وہ اپنے طریقے پر اٹل ہو گیا یہاں تک کہ اس کی تصانیف ایک اونٹ کے برابر ہو گئیں اور بیشتر اس کے دروازے سے بھی باہر نہ نکل سکیں۔ کیونکہ علماء کو ان کتابوں سے بیزاری تھی حتی کہ ان میں سے کچھ اشبیلیہ میں نذر آتش کر دی گئیں اور بر سر عام ان کو چاک کیا گیا اور اس کے باوجود اس کی رائے اضطراب سے خالی نہیں۔۔۔ لوگوں میں اس کے متعلق بغض کی زیادتی کا سبب اس کا سلف وخلف بنی امیہ کی بے جا حمایت کرنا ہے اور اس کا ان کی امامت کی صحت پر اعتماد رکھنا اسی وجہ سے اس کو ناصبی تک کہا گیا ہے۔"

ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) نے لکھا ہے:

"وکان ابن حزم کثیر الوقیعة فی العلماء بلسانه وقلمه فاورثه ذالك حقدا فی قوب اهل زمانه۔۔۔والعجب کل العجب منه انه کان ظاهریا حائرا بالفروع لا یقول بشیء من القیاس الجلی ولا غیره وهذا الذی وضعه عند العلماء وادخل علیه خطأ کبیرا فی نظره وتصرفه۔"۔[2]

---

(1) فوائد ص ۲۶۲

(2) البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۹۲

"اور ابن حزم زبان و قلم دونوں سے علماء کی شان میں بہت بڑا گستاخ تھا۔اسی بات نے ان کے ہم عصر (علماء) کے دل میں ان کی طرف سے کینہ پیدا کر دیا تھا۔اور اس بات پر سخت تعجب ہے کہ وہ ظاہری تھا۔اور فروع میں بھی ان کی روش یہی تھی وہ قیاس جلی اور خفی سے بھی کوئی بات نہیں کہتا تھا۔یہی وہ بات ہے جس نے علماء کی نظر میں اس کا رتبہ گھٹا دیا تھا۔اور اسی چیز نے ان کی فکر و نظر کو بڑی بڑی غلطیوں میں ڈالا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ رقمطراز ہیں:

"انتقل الی مذهب الظاهر وتعصب له وصنف فيه ورد علی مخالفيه۔۔۔انه لثقة حافظته كأن يهجم كالقول فی التعديل والتجريح وتبين اسماء الرواة فيقع له من ذالك اوهام شنيعة وقد تتبع كثيرا منها الحافظ قطب الدين الحلبی۔۔۔ومما يعاب به ابن حزم وقوعه فی الائمة الكبار باقبح عبارة واشنع رد وقد وقعت بينه وبين ابی الوليد الباجی مناظرات ومنافرات قال ابو العباس بن العريف الصالح الزاهد لسان ان حزم وسيف الحجاج شقيقان۔"[1]

(ابن حزم) نے ظاہری مذہب اختیار کیا اور سخت ظاہری (غیر مقلد) بن گیا۔اس میں اس نے کتابیں لکھیں۔اور اس کی مخالفت کرنے والوں کی تردید کی۔وہ اپنے حافظہ کے بل بوتے پر بہت سی باتیں کہہ گزرتا تھا۔مثلاً جرح و تعدیل میں کلام کرنے اور راویوں کے ناموں کے بیان کرنے میں اس سے بڑے اوہام ہوئے ہیں اور انہی سے بیشتر اوہام کو حافظ قطب الدین حلبی نے تتبع اور تلاش کے بعد بتا دیا ہے۔۔۔اور وہ باتیں جن کی وجہ سے ابن حزم پر نکتہ چینی ہوئی ہے اس کا بڑے بڑے آئمہ کی شان میں برے

(1) لسان المیزان ج ۴، ص ۱۹۸

الفاظ لکھنا اور غیر شائستہ طریقہ پر تردید کرنا ہے۔ اس کے اور ابو ولید باجی کے درمیان مناظرے اور مباحثے ہوئے ہیں۔ ابو العباس بن عریف صالح زاہد کا بیان ہے ابن حزم کی زبان اور حجاج (ظالم) کی تلوار (جرم میں) ایک جیسی ہے۔"

مؤرخ جمال الدین ابن تغری بردی (م ۸۷۴ھ) لکھتے ہیں:

"انه كان صاحب لسان خبيث ويقع في حق العلماء الاعلام حتى صار مثلا فيقال نعوذ بالله من سيف الحجاج ولسان ابن حزم۔"[1]

"بے شک (ابن حزم) بڑا بد زبان تھا۔ نامور علماء کی شان میں اس نے زبان طعن دراز کی یہاں تک کہ وہ اس میں ضرب المثل ہو گیا، چنانچہ کہا جاتا ہے: "ہم خدا سے حجاج کی تلوار اور ابن حزم کی زبان سے پناہ مانگتے ہیں۔"

قطب ربانی امام عبد الوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ (متوفی ۹۷۳ھ) رقمطراز ہیں:

"وليحذر كل الحذر من مطالعة كتب (ابی) محمد بن حزم الظاهري الا بعد التضلع من علوم الشريعة لا سيما فيما مما يتعلق باصول الدين وقواعد العقائد والمعاني والحقائق لانه رحمة الله عليه تعالى لم تكن له يد في هذه العلوم وانما اخذها بالفهم فلم يحسن كلامه فيها۔"[2]

"ابن حزم ظاہری (غیر مقلد) کی کتابوں کے مطالعہ سے پوری طرح احتراز کرنا چاہئے۔ البتہ جب علوم شریعت میں کمال حاصل ہو جائے خاص طور پر علوم شریعت کی ان باتوں میں جن کا تعلق اصول دین، عقائد، معانی اور حقائق سے ہے۔ کیونکہ اس کو ان علوم میں پوری دستگاہ حاصل نہ تھی۔ ان

---

(1) النجوم الزاهرة فی ملوک مصر و قاهرة، ج ۵ ص ۷۵

(2) لطائف المنن، ج ۲ ص ۲۹ مطبوعہ مصر باب ۱۰

کو اس نے محض اپنی سمجھ سے نکالا ہے اسی وجہ سے ان (علوم) میں اس سے اچھا کلام نہیں ہوا۔"

عبد الحی کتانی لکھتے ہیں:

عبد الحی کتانی، حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ کی کتاب "سیر النبلاء" سے ان کا کلام نقل کرتے ہیں:

"لا اوافقه فی کثیر مما یقوله فی الرجال والعلل والمسائل المشبعة فی الاصول والفروع واقطع بخطاه فی غیر مسائلة۔"(1)

"میں بہت سی ان باتوں میں جو اس نے رجال، علل اور اصول وفروع میں منتشر ومتفرق مسائل کے متعلق کہی ہیں، موافقت نہیں کرتا۔ میں اس کو بہت مسائل میں یقینی طور پر خطاکار سمجھتا ہوں۔"

سیدنا اعلیٰ حضرت اما احمد رضا رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

"وہابیہ کا ایک پرانا امام ابن حزم غیر مقلد ظاہر المذہب مدعی عمل بالحدیث منہ بھر کر بک گیا کہ خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ ملل ونحل میں کہتا ہے:

انه تعالیٰ قادر علی ان یتخذ ولدا اذلو لم یقدر لکان عاجزا۔"(2)

دوسرے مقام پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارقام فرمایا:

"حضرت مبتدعین کے معلم شفیق ابلیس خبیث علیہ اللعن نے یہ عجز وقدرت کا نیا شگوفہ ان دہلوی بہادر سے پہلے ان کے مقتدیٰ ابن حزم فاسد العزم فاقد الجزم ظاہر المذہب ردی المشرب کو بھی سکھایا تھا۔ کہ اپنے رب کا ادب واجلال یکسر پس پشت ڈال کر کتاب الملل والنحل میں بک گیا کہ (انه تعالیٰ قدر الخ) اللہ اپنے لئے بیٹا بنانے پر قادر ہے۔ کہ قدرت نہ مانو تو عاجز

---

(1) فہرس الفہارس والاثبات ج ۱ ص ۲۶۶

(2) دامان باغ سبحان السبوح ص ۱۳۳

ہو گا۔"تعالی عما یقولون علوا کبیرا۔ تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا۔ان دعوا للرحمن ولدا۔وما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولدا۔"(1)

اعلیٰ حضرت "علامہ نابلسی" سے ناقل:

"وقع لابن حزم هذیان بین البطلان لیس له قدوة ورئیس الا شیخ الضلالة ابلیس"۔(2)

مسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات کھلی باطل واقع ہوئی جس میں اس کا کوئی پیشوا نہ رئیس مگر سردار گمراہی ابلیس۔

مولوی عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے لکھا ہے:

"ووقع لابن حزم ما هو بین البطلان قال انه تعالی قادر علی ان یتخذ ولدا اذلو لم یقدر علیه لکان عاجزا وقد نقله بعض الاغنیاء من المبتدعة فانظر الی اختلال هذا المبتدع الخ۔"(3)

ابن حزم سے ایسی باتیں واقع ہوئیں ہیں کہ جو ظاہر البطلان ہیں جیسے اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اس کا بیٹا ہو اس لیے کہ اگر وہ قادر نہ ہو تو اس کا عاجز ہونا لازم آتا ہے اور اس سے یہی بات مبتدعین کے بعض آئمہ نے نقل کی ہے۔ پس تو اس بدعت کی خرابی کا خود اندازہ کر لے۔(4)

---

(1) سبحان السبوح ص ۳۸

(2) سبحان السبوح ص ۳۸

(3) فتاوی عبدالحی کتاب العقائد ج ۱ ص ۴، سبحان السبوح ص ۳۸

(4) تعارف چند مفسرین محدثین مؤرخین کا، صفحہ نمبر 8 تا 15، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

اعتراض:

"صاحب زبدۃ التحقیق" اور ان کے "برادر اصغر" کے شوشلے:

صاحب زبدۃ نے ایک یہ بھی شوشلہ متعدد بار چھوڑا ہے کہ "جو علی المرتضی کو افضل سمجھتے ہیں ان کو کسی نے شیعہ نہیں کہا کیونکہ شیعہ ہونے کا دارومدار عداوت شیخین پر ہے۔[1]

اور ابتداء میں موصوف کے برادر اصغر نے یہ لکھا "کہ کسی صحابی کو افضل سمجھنے کی بنیاد پر کسی مسلمان کو رافضی یا خارجی نہیں کہا جا سکتا۔[2]

اور مزید لکھا" چنانچہ مسئلہ تفضیل پر ایسا پر تشدد دعویٰ کر دیا کہ اختلافی رائے رکھنے والوں کو خارج از اہلسنت اور گمراہ قرار دیا"۔[3]

برادر اکبر کو جواب:

موصوف نے مذکورہ حوالہ جات میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جو علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر تفضیل دے وہ شیعہ نہیں ہے۔ جب کہ علماء خواص تو ایک طرف، عوام بھی جانتی ہے کہ سیدنا علی المرتضی کو تمام صحابہ سے افضل ماننے والا تفضیلی ہے اور تفضیلی بالاتفاق اور بلاچوں چراں شیعہ کی قسم ہے۔ اور موصوف کی جہالت کی تو انتہا ہو گئی کہ شیعیت کی تعریف تک کی آگاہی نہ ہو سکی کیونکہ متقدمین اور متاخرین کے نزدیک تو شیعہ کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو مولی علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام سے افضل جانے وہ شیعہ ہے۔ اور اس سے مقصود موصوف کا تفضیل شیخین کا انکار کرنے کے بعد بھی اہل سنت میں اپنی پوزیشن برقرار رکھنا ہے۔ دیکھئے:

ا۔ امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳۳۰ھ) فرماتے ہیں:

> کہ شیعہ وہ ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف داری کی اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل جانا۔[1]

---

(1) زبدۃ التحقیق، ص ۲۱۲

(2) زبدۃ التحقیق، ص ۱۲

(3) زبدۃ التحقیق، ص ۱۲

۲۔ موصوف کے ممدوح اور ان کے نزدیک قابل حجت شخصیت:

ابن حزم کہتا ہے کہ شیعہ وہ ہے جو شیعوں کے ساتھ اس بات میں متفق ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں۔ اگرچہ وہ شیعوں کے دوسرے عقائد سے اختلاف رکھتا ہو جو عام مسلمانوں کے عقائد سے مختلف ہیں۔ لیکن اگر وہ پہلے عقیدہ میں ان سے مخالف ہے تو وہ شیعہ نہیں ہے۔[2]

۳۔ علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

"التشیع محبة علی وتقدیمه علی الصحابة فمن قدمه علی ابی بکر وعمر فهو غال فی تشیعه ویطلق علیه رافضی والا فشیعی فان انضاف الی ذالك السب او التصریح بالبغض فغال فی الرفض"۔[3]

کہ شیعیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ان کو فوقیت دینے کا نام ہے۔لہذا جس نے ان کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر فوقیت دی وہ شیعیت میں غالی ہے اور اسے رافضی بھی کہا جاتا ہے اور اگر ایسا نہیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان پر فوقیت نہیں دیتا تو وہ شیعہ ہے۔ لیکن اگر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے ساتھ دوسروں پر سب وشتم کرتا ہے یا کھل کر بغض کا اظہار کرتا ہے تو وہ رفض میں غالی ہے اور اگر اس کے ساتھ دنیا میں ان کی رجعت کا بھی قائل ہے تو یہ غلو میں اور زیادہ سخت ہے۔

---

(1) الصلة بین التصوف والتشیع صفحہ ۲۰ ڈاکٹر کامل مصطفیٰ الشیبی

(2) الملل والنحل صفحہ ۱۰ جلد ۲

(3) مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۵۹، ج ۱ ص ۲۳۱

۴۔ غوث پاک (م ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

محبوب سبحانی شہباز لامکانی، امام ربانی، قندیل نورانی، سید عبد القادر جیلانی صدیقی غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ومن ذلك تفضيلهم عليا على جميع الصحابة ۔"(1)

رافضیوں کے عقائد میں سے ہے ان کا سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر تفضیل دینا۔

تبصرہ: موصوف اگر دیگر حوالہ جات کو نہ بھی مانیں تو چونکہ ان پر "شہزادہ غوث الوریٰ" کہلوانے کا بھوت سوار ہے تو غوث الوری رضی اللہ عنہ کا حوالہ ضرور ماننا چاہئے اور آپ سے بغاوت کرکے نمک۔۔۔۔۔کا ثبوت نہیں دینا چاہئے۔

۵۔ امام عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

"الكلام فى فضيلة ابى بكر انكرا شيعة وفضلو عليه علياً ۔"(2)

کلام افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں: شیعہ نے افضلیت صدیق کا انکار کیا ہے اور سیدنا علی المرتضی کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی ہے۔

تفضیل شیخین اور امام احمد بن حنبل:

موصوف تو شیخین پر تفضیل کو شیعیت ماننے کے لئے تیار نہیں جبکہ امام احمد بن حنبل کے حوالے سے منقول ہے:

"من قال ابوبكر وعمر وعلى وعثمان فهو رافضى او قال مبتدع"۔(3)

جو افضلیت کی ترتیب میں یوں کہے ابو بکر عمر علی اور عثمان تو وہ رافضی ہے یا آپ نے فرمایا کہ وہ بدعتی ہے۔

---

(1) غنیۃ الطالبین فصل فی بیان فرق الضالۃ عن طریق الہدی فصل فی الرافضیۃ ص ۱۸۰

(2) مرام الکلام ص ۴۶ مکتبہ سلفیہ ملتان

(3) السنۃ ابن خلال ج ۱ ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الرایہ ریاض

قارئین کرام! یہ چند حوالہ جات تو ہم نے صاحب زبدۃ التحقیق کے اس قول کے جواب میں پیش کیے جو انہوں نے کہا کہ "جو علی المرتضی کو افضل سمجھتے ہیں ان کو کسی نے شیعہ نہیں کہا"۔ تو حقیقت حال واضح ہو گئی کہ شیعہ ہے ہی وہ جو حضرت علی کو افضل سمجھے، باقی سارے مسائل بعد کے ہیں۔

برادر اصغر کو جواب:

اب آیئے سر سری طور پر صاحب زبدۃ التحقیق کے برادر اصغر (چھوٹے بھائی) کی بھی تشفی مزید کرواتے جائیں جو وہ کہتے ہیں کہ "تفضیل پر اجماع امت کا دعوی اور اس کے منکر کو اہلسنت سے خارج قرار دینے کا دعوی پر تشدد ہے اور کوئی بھی مسلمان کسی صحابی کو افضل سمجھنے کی بنیاد پر رافضی یا خارجی ہر گز نہیں ہوتا"۔ (زبدۃ التحقیق)

۱۔ امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

امام ابو عبد اللہ ذہبی امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے تفضیل شیخین کا بتواتر منقول ہونا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

قبح الله الرافضة ما أجهلهم"۔[1]

خدا رافضیوں کا برا کرے کس قدر جاہل ہیں، یعنی حضرت مولی کی محبت کا دعوی پھر ان کا ایسا صریح خلاف۔

۲۔ امام نووی شارح صحیح مسلم (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

"ثم اختلفوا فقال اهل السنة افضلهم ابوبكر الصديق وقال الخطابية عمر بن الخطاب وقالت الراوندية افضلهم العباس وقالت الشيعة علی"۔[2]

---

(1) تاریخ الاسلام للذہبی، باب عہد الخلفاء، جلد ۳ صفحہ ۱۱۵

(2) شرح صحیح مسلم

"اہل تفضیل کے نزدیک صحابہ کی افضلیت میں اختلاف ہے۔ اہل سنت وجماعت کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے افضل ہیں اور خطابیہ کہتے ہیں حضرت عمر سب صحابہ سے افضل ہیں اور راوندیہ حضرت عباس کو افضل کہتے ہیں اور شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل کہتے ہیں "۔ (امام نووی کی وضاحت سے ثابت ہوا کہ شیعہ وہ ہے جو حضرت علی کو صحابہ پر تفضیل دے)۔

۳۔ **علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:**

"ما تثبت به الروافض فی تقدیمهم علیا رضی اللہ عنہ علی ابی بکر رضی اللہ عنہ"۔(1)

روافض سے جو عقائد ثابت ہیں ان میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تقدیم یعنی افضلیت دینا ہے۔

۴۔ **مقبول بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:**

صدیق اکبر کو افضل نہ ماننے والا رافضی ہے اور اس کا عقیدہ خبیث ہے۔(2)

---

(1) الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۴۳۷

(2) الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۸

حدیث طیر پر تبصرہ

موصوف نے حدیث طیر پیش کر کے بھی افضلیت سیدنا صدیق اکبر پر حملہ کرنے کی سعی نامشکور فرمائی، لیکن ناکامی حضرت کا مقدر تھی سو ان کو وہی ملی۔ تو آیئے حدیث طیر کے متعلق محدث کبیر، امام علامہ محمد ہاشم ٹھٹھوی صاحب کے دیے گئے نو جواب نقل کرتے ہیں جس سے حقیقت آشکار ہو جائے گی۔

مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۴ھ) رقمطراز ہیں:

"قلت الجواب عنه من وجوه تسعة الاول ان هذا الحديث موضوع كذا قال الحافظ ابن الجوزى فى كتاب الموضوعات له والحافظ ابو العباس الحرانى فى كتابه منهاج الاستقامة"۔(1)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں اس کے نو جواب ہیں:

جواب اول:

محدث حافظ ابن جوزی نے اپنی کتاب "موضوعات" میں اور حافظ ابو العباس حرانی نے اپنی کتاب "منہاج الاستقامۃ" میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

محدث ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) کا فرمان:

ابن مردویہ نے اس حدیث کو تقریباً بیس (۲۰) سندوں سے نقل کیا ہے لیکن سب تاریکی میں ہیں اور سب متکلم فیہ ہیں۔ اس لیے میں نے اس پر زیادہ طویل بحث نہیں کی۔(2)

عارف باللہ، امام علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"ومما تثبت به الروافض فى تقديمهم عليا رضی اللہ عنہ على ابى بكر رضی اللہ عنہ لحديث انه صلی اللہ علیہ وسلم اتى بطير شوى فقال اللهم ائتنى

---

(1) الطریقۃ المحمدیہ فی حقیقیۃ القطع بافضلیۃ، صفحہ: 582، پروگریسو بکس لاہور

(2) العلل المتناھیہ ج ۱ ص ۲۲۴، ۲۲۵

باحب خلقك اليك ياكل معي من هذا الطير فاتاه علی رضی اللہ عنہ وهذا الحديث ذكره ابن الجوزی فی الموضوعات وافرد له الحافظ الذهبی وقال ان طرقه كلها باطلة واعتراض الناس علی الحاكم حيث ادخله فی المستدرك"۔ (1)

اور وہ دلیل جس کی بنا پر روافض سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک بھنا ہوا پرندہ لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی، اے اللہ میرے پاس ایسے شخص کو بھیج جو تیری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے پیارا ہو وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے۔ محدث ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے جبکہ حافظ ذھبی نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی اور فرمایا ہے کہ اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں۔ اور محدثین نے حاکم پر اعتراض کیا ہے کہ اس نے اس موضوع حدیث کو المستدرک میں کیوں نقل کیا ہے۔

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تو امام ذہبی اور محدث ابن جوزی کے حدیث مذکور پر حکم وضع کی توثیق فرمادی اور یہ بھی واضح کر دیا کہ "حدیث طیر" سے افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دلیل پکڑنا "روافض" کا طریقہ ہے۔ لہذا صاحب زبدۃ التحقیق غور فرمائیں کہ وہ کس ڈگر پر چل رہے ہیں؟؟

حدیث طیر کے رد میں مکمل کتاب:

آیئے یہاں ہم ایک نہایت ہی اہم حوالہ موصوف کی تشفی قلب کے لئے ذکر کرتے ہیں اور وہ ہے قاضی امام ابو بکر باقلانی کا۔ جو صرف موصوف کے ممدوح ہی نہیں بلکہ ان کی کتاب کی بنیاد اور مسئلہ افضلیت کی ظنیت کا مؤقف انہی کے مرہون منت ہے۔ سب سے پہلے ظنیت کا قول قاضی ابو بکر باقلانی نے ہی کیا ہے۔

---

(1) الیواقیت والجواہر ص ۳۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت

اور اگرچہ قاضی ابو بکر باقلانی کے حوالہ جات موصوف نے قطع وبرید کے ساتھ پیش کئے لیکن زبدۃ التحقیق میں قاضی صاحب کے حوالہ جات بکثرت موجود ہیں۔ بلکہ ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر موصوف کی زبدۃ التحقیق سے قاضی ابو بکر باقلانی کے حوالہ جات نکال دیئے جائیں تو شاید "زبدۃ التحقیق" نصف ہی رہ جائے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حدیث طیر کی تحقیق و جستجو کے دوران میں قاضی باقلانی کی ایک ضخیم مجلد کتاب سے واقف ہوا جو حدیث طیر کی سنداً واقعتاً تضعیف پر مشتمل اور وہ کتاب قابل مطالعہ ہے۔[1]

مصنف زبدۃ التحقیق کے ممدوح ابن تیمیہ کا حوالہ:

حضرت نے کتابچہ "نعرہ حیدری" میں بد مذاہب کے امام اور ضال و مضل ابن تیمیہ کو اپنی تحقیق کے ماخذ کے طور پر پیش کیا تو ابن تیمیہ صاحب زبدۃ التحقیق کا ماخذ بھی ہیں اور ممدوح بھی۔ تو دیکھئے یہ کیا کہتا ہے۔

ابن تیمیہ کہتا ہے کہ "حدیث طیر محققین علماء اور اہل فن محدثین کے نزدیک من گھڑت اور جھوٹی ہے۔"[2]

جواب ثانی:

"انا لو تنزلنا وفرضنا ان هذا الحديث ليس بموضوع فلاشك فی ضعفه كما صرح به العلامة محمد بن طاهر الفتنی فی كتاب الموضوعات له والحديث الضعيف لا يكون حجة فی الاحكام لاسيما فی هذا المقام لكونه مما لا يدرك بالرأی واجتهاد العلماء"۔[3]

(1) البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۵۴

(2) منہاج السنۃ ج ۴ ص ۹۹

(3) الطریقۃ المحمدیہ فی حقیقۃ القطع بالافضلیہ، صفحہ: 581، پر گریسو لاہور

دوسرا جواب:

اگر بر سبیل تنزل ہم فرض کرلیں کہ یہ حدیث موضوع نہیں ہے تو پھر بھی اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔

جیسا کہ علامہ محمد طاہر پٹنی نے اپنی کتاب "موضوعات" میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور ضعیف حدیث احکام میں حجت نہیں بن سکتی خصوصاً اس مقام میں کہ جہاں رائے اور اجتہاد علماء سے مذکورہ مسئلہ معلوم نہیں کیا جاسکتا۔

جواب ثالث:

"انا لو تنزلنا وفرضنا عدم ضعفه ظاهرا فلا شك فی ضعفه باطنا لوجود علة قادحة خفية فيه موجبة لضعفه وذلك لان لفظ خلقك عم يشتمل الانبياء والمرسلين ولم يرونص خاص فی هذا الحديث يخص به هذا العموم كا ورد النص الخاص فی احاديث افضلية ابی بكر رضی اللہ عنہ من قوله الا النبيين والمرسلين وما فی معناه وقد قام الاجماع علی افضليته الانبياء والمرسلين علی غيرهم فكان هذا ای مخالفة هذا الحديث للاجماع مع عدم ورود النص المخصص فيه مما يوجب وهنا وقدما باطنا فی ثبوته"۔[1]

تیسرا جواب:

بر سبیل تنزل چلو ہم نے یہ فرض کرلیا کہ ظاہراً یہ حدیث ضعیف نہیں لیکن باطناً اس حدیث کے ضعیف ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ اس میں ایک ممنوع اور پوشیدہ علت ہے جو اس کے ضعف کو ثابت کررہی ہے وہ یہ کہ (اے اللہ) تیری مخلوق کے الفاظ عام ہیں انبیاء و مرسلین کو بھی شامل ہیں۔

---

(1) حوالہ مذکور

اور اس حدیث میں ایسا کوئی خاص لفظ بھی نہیں جس کے سبب یہ عمومیت خاص ہو سکے جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہونے والی احادیث میں الا النبیین والمرسلین اوراس طرح کی دیگر الفاظ وارد ہیں۔ اور تحقیق اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام اپنے علاوہ سب سے افضل ہیں۔ لہذا یہ حدیث اجماع کے مخالف ہے مزید یہ کہ اس میں کسی لفظ مخصص کے نہ ہونے نے اس کی کمزوری کو ثابت کر دیا ہے جو اس حدیث کے باطنی ضعف کے ثبوت پر دلیل قوی ہے۔

جواب رابع:

"انا لو تنزلنا وفرضنا عدم ضعف هذا الحديث ظاهرا وباطنا فلا نسلم ان الاحب مرادف الافضل يدل عليه قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الذكر لااله الاالله احب الكلام الى الله تعالىٰ سبحان الله وبحمده روى شطر الاول منه الترمذى والنسائى وصحح الحاكم وابن حبان عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ وروى شطر الثانى منه مسلم فى صحيحه عن ابى ذر رضی اللہ عنہ ولهذا قال العلامة السيوطى النووى فى شرحه على مسلم فى تفسير قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما سئل عن الناس اى الناس احب اليك قال عائشة قلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من قال عمر الحديث اخرجه البخارى ومسلم كلهما عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ما حاصله انه لا يلزم من كون عائشة رضی اللہ عنہا احب اليه ان تكون افضل وكذالك لا يلزم من كون ابيها رضی اللہ عنہ احب اليه ان يكون افضل من عمر رضی اللہ عنہ وانما ثبت كونه افضل بدلائل اخرى مما ورد فيه لفظ الافضل والخير صريحا ما انتهى وقال العلامة شيخ عبد الحق الدهلوى فى شرحه على المشكوة ما لفظه ان الكلام فى الصحابة انما هو الافضلية

بمعنى كثرت الثواب عندالله تعالىٰ والا حبية غيرها كما هوالقول المشهور عن العلماء فى الفرق بين الاحبية والافضلية انتهى"۔[1]

چوتھاجواب:

اگر ہم یہ بھی فرض کرلیں کہ یہ حدیث ظاہراً وباطناً دونوں طرح ضعیف نہیں ہے تب بھی ہم یہ نہیں مانتے کہ لفظ (احب) لفظ افضل کے مترادف اور قائم مقام ہے اس پر دلیل ترمذی، نسائی، حاکم بافادہ صحیح اور ابن حبان کی روایت ہے جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا"افضل ذکر لاالہ الا اللہ"ہے اور مسلم کی روایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب سے احب (پسند بات) سبحان اللہ وبحمدہ کہنا ہے۔ (یہاں افضل اوراحب کا فرق سمجھیے)۔ اسی وجہ سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح مسلم میں بخاری ومسلم شریف میں عمرو بن عاص کی اس حدیث کے تحت(کہ جب حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے فرمایا عائشہ عرض کی گئی مردوں میں سے فرمایا انکے باپ عرض کی گئی پھر کون فرمایا حضرت عمر) فرمایا کہ حضرت عائشہ کے حضور علیہ السلام کو زیادہ محبوب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ افضل بھی ہوں۔ اسی طرح ان کے باپ (حضرت ابو بکر) کا حضور علیہ السلام کو زیادہ محبوب ہونا حضرت عمر سے افضل ہونے کو لازم نہیں بلکہ آپ کی افضلیت دوسرے دلائل سے ثابت ہے جن میں دولفظ" افضل" اور لفظ "خیر" صراحۃً وارد ہوئے ہیں انتھی۔ اور علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے اپنی شرح مشکوۃ میں فرمایا کہ صحابہ میں گفتگو افضلیت کے حوالے

---

(1) حوالہ مذکور ص582

سے ہے اور افضلیت کا معنی اللہ کے ہاں زیادہ ثواب والا ہونا ہے۔ اور احبیت (زیادہ پسندیدہ ہونا) افضلیت کا غیر ہے۔ جیسا کہ افضلیت اور احبیت کے درمیان فرق کا قول علماء کی طرف سے مشہور و معروف ہے۔

جواب خامس:

"انا لو سلمنا مرادفتهما فقد عارضه ما هو اقوى منه وهو قوله ﷺ احب الرجال الى ابوبكر ثم عمر كما قدمنا انفا عن صحيح البخاری و مسلم ولاخفاء ان الاحب الى رسول الله ﷺ هو الأحب الى الله سبحانه وتعالى"۔[1]

پانچواں جواب:

پھر اگر ہم ان کی مرادفت و مطابقت مان بھی لیں تب بھی اس سے قوی دلیل اس کے معارض ہے اور وہ بخاری و مسلم میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے مردوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ابو بکر ہیں پھر عمر ہیں رضی اللہ عنہما اور اس میں کوئی خفاء نہیں کہ جو رسول اللہ کو زیادہ محبوب ہو گا وہی اللہ کو بھی زیادہ محبوب ہو گا۔

اعتراض:

"فإن قيل قد نفيت المعارضة سابقا بين هذه الأحاديث والاحاديث الواردة في شان علي رضی اللہ عنہ وقد اثبتها ههنا فكيف هذا الجمع"۔[2]

پھر اگر کہا جائے کہ آپ نے ابھی تو پیچھے دونوں صاحبوں کی شان میں وارد ہونے والی روایات کے درمیان معارضہ ہونے کی نفی کی تھی اور یہاں آپ نے معارضہ ثابت کر دیا ہے تو یہ دونوں باتیں کیونکر جمع ہو سکتی ہیں؟

---

(1) حوالہ مذکورہ، صفحہ:582

(2) کتاب مذکور، صفحہ:584

جواب:

"قلت: قد نفيناها هناك بمعنى المساواة الموجبة لساقط الحكمي واثبتناها ههنا بمعنى كون احد جانبيها وهو الحكم بأفضل سيدنا ابی بکر رضی اللہ عنہ ارجح واقوى من الجانب لآخر فلا منافاة فتدبر"۔

ہم کہتے ہیں وہاں جو ہم نے نفی کی دو معنی مساوات کے اعتبار سے کی تھی کہ جو مساوات تساقط حکمی کو ثابت کرنے والی تھی اور یہاں ہم نے جو اثبات کیا ہے وہ جانبین میں سے ایک کے ثابت ہونے کے متعلق ہے اور وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حکم دوسری جانب سے زیادہ راجح اورزیادہ قوی ہے۔

جواب سادس:

"انه لو سلم مرادفة الاحب و الافضل فقد قال التفتازانی فی شرح المقاصد أن قوله أحب خلقك اليك يحتمل تخصيص ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما منه عملا بادلة افضليتهما انتهى"۔[1]

چھٹا جواب:

احب وافضل کی مرادفت کو تسلیم کرنے کا ایک جواب علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مقاصد میں یہ دیا ہے کہ اس صورت میں حضور علیہ السلام کا فرمانا (احب خلقك) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شیخین رضی اللہ عنہما کی تخصیص کا احتمال رکھے گا ان دلائل کی بناء پر جو شیخین رضی اللہ عنہم کی افضلیت کے حوالے سے وارد ہوئے ہیں۔

(1) کتاب مذکور صفحہ، 584

"قلت : ویؤیدہ ما تقدم من حدیث الصحیحین ان احب الرجال الی ابوبکر ثم عمر رضی اللہ عنہما و یؤیدہ ایضاً ما روی عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ انہ قال قال صلی اللہ علیہ وسلم احب الناس الی ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی اخرجہ الدیلمی فی الفردوس الاعلی"۔(1)

مصنف فرماتے ہیں میں کہتا ہوں اس کی تائید صحیحین کی مذکورہ حدیث سے ہوتی ہے کہ مردوں میں مجھے سب سے محبوب ابو بکر پھر عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ مزید اس کی تائید حضرت عبادہ وبن صامت رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے دیلمی نے فردوس اعلی میں روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے لوگوں میں سب سے محبوب ابو بکر ہیں اور ان کے بعد عمران کے بعد عثمان اور ان کے بعد علی ہیں رضی اللہ عنہم۔

جواب سابع:

"ان بعد تسلیم المرادفة جمیع الاحادیث الواردة فی افضلیة ابی بکر وعمر و عثمان رضی اللہ عنہم المتقدم ذکرھا یکون تفسیرا لهذه الأخبیة لاتحاد معنی اللفظین بعد تسلیم المرادفة فیثبت من الاحادیثالکثیرة غایة الکثرة ان احبیة علی رضی الله تعالی عنه متأخرة عن احبیة خلفاء الثلاثة رضی اللہ عنہ کمالایخفی"۔(2)

ساتواں جواب

تسلیم مرادفت کے بعد وہ تمام احادیث جو خلفائے ثلاثہ کی افضلیت میں وارد پہلے گزر چکی ہیں وہ اس حدیث میں وارد احبیت کی تفسیر ہو جائیں گی

---

(1) حوالہ مذکور

(2) حوالہ مذکور

کیونکہ جب مراد احب مان لیں گے تو دونوں لفظوں کا معنی متحد ہو جائے گا لہذا ان کثیر احادیث سے ثابت ہو گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی احبیت خلفائے ثلثہ کی احبیت کے بعد ہے (کیونکہ وہ اس کی تفسیر کر دیں گی) کما لایخفی

جواب ثامن:

" ماقال الفضیل فی المواقف والسید لشریف فی شرحه ما یحصله ان هذا اللفظ لایفید کونه احب الیه فی کل شیء لصحة التقسیم وادخال لفظ الکل والبعض الابری انه یصح ان یقسم ویقال احب خلقة الیه مافی کونه اقضی الخلق او فی کونه اصلتهم او فی کونه اجملهم مواد فی کونه اشجعهم وادفعهم للکفار او فی کذا او فی کذا او کذالك یصح أن یتفسر ویقال احب خلفه الیه فی کل شیء اوفی بعض الاشیاء و کجازان یکون اکثر ثوابا فی شیءدون شیء الاخر فلایدل علی الافضلیة مطلقا انتهی"۔[1]

آٹھواں جواب:

جو شیخ عضد الدین نے مواقف اور سید شریف رحمہما اللہ نے اس کی شرح میں بیان فرمایا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ لفظ (احب) جناب امیر کے ہر ہر شے میں محبوب اکبر ہونے کو مفید نہیں کہ اس کو تقسیم بھی کیا جا سکتا ہے اور لفظ کل اور بعض سے اس کی تفسیر بھی کی جا سکتی ہے (کیا دیکھتا نہیں) کہ اس کو تقسیم کر کے یوں کہنا صحیح ہے کہ وہ سب سے زیادہ محبوب مخلوق میں سب سے اچھے فیصل ہونے میں ہیں یا صادق ہونے میں ہیں یا خوبصورت ہونے میں ہیں یا بہادر ہونے میں ہیں یا کفار پر غالب آنے میں ہیں یا اس

(1) کتاب مذکور، صفحہ 586

اس چیز میں ہیں وغیر ذلک۔ اسی طرح کل اور بعض سے اس کی تفسیر کرتے ہوئے یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ وہ مخلوق میں ہر شے میں زیادہ محبوب ہیں یا بعض اشیاء میں زیادہ محبوب ہیں۔ اسی طرح یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ وہ ایک شے میں زیادہ ثواب والے ہوں لیکن دوسری میں نہ ہوں۔ لہذا یہ علی الاطلاق افضلیت پر دلیل نہیں۔ انتھی۔

جواب تاسع:

"انه یحتمل احب خلقك الیك فی ان یاکل معی هذا الطیر قاله العلامة المحقق التفتازانی فی شرح المقاصد"۔

نواں جواب:

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مقاصد میں فرمایا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اے اللہ اس بندے کو بھیج جو اس پرندہ کو میرے ساتھ کھانے میں تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

اس کے علاوہ متعدد اکابر ائمہ اہل سنت نے اس کے متعدد جوابات دے کر یہ واضح فرمایا کہ حدیث طیر سے کسی صورت میں افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔

اول من اشفع له یوم القیامة سے تعارض کی حقیقت:

مصنف زبدۃ التحقیق نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ابو بکر سیدنا خیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرنے کے بعد اس پر اپنی ذاتی رائے کی بھونڈی توجیہ کر کے شب خون مارنے کی کوشش کی مگر اس میں بھی وہ بری طرح ناکام اور فیل ہوئے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور دوسرا دھوکہ اور فریب موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ "اس (فرمان عمر رضی اللہ عنہ) کے بالمقابل حدیث مرفوع ہے جو یہ کہتی ہے:

اول من اشفع له یوم القیامة"۔

لہذا فرمان عمر سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔(1)

---

(1) زبدۃ التحقیق ص ۱۱۰،۱۰۹

آیئے محقق بےنظیر کی تحقیق کا حقیقی طور پر تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تاکہ حقائق مسخ نہ ہونے پائیں۔

جواب اول:

سب سے پہلے تو گزارش یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ ”طبرانی کبیر ج ۱۲ ص۲۵۵ رقم ۱۳۵۵۰“ پر پوری سند کے ساتھ موجود ہے(جیسا کہ ہم ذکر کرتے ہیں)اس میں "اولاافضل" کے الفاظ کی بجائے "اولوالفضل" کے الفاظ ہیں۔مصنف زبدۃ التحقیق نے ”اولاافضل“ کے الفاظ نقل کر کے افضلیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ سند کے ساتھ اصل متن حدیث میں "اولوالفضل" کے الفاظ ہیں۔لہذا صاحب زبدۃ التحقیق نے یہ جو تحریر فرمایاہے

”امام طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر“۲۔۳۲۱/ ۱۲ پر یہی حدیث انہی الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے“۔(1)

سفید جھوٹ ہے جو کہ موصوف کو زیب نہیں دیتا۔لیکن اس کے باوجود اس پر مزید تبصرہ نہیں کرتے کیونکہ یہ گروہ تفضیلیہ کی مجبوری ہے اگر وہ اس طرح جھوٹ نہ بولیں تو ان کا موقف ثابت نہیں ہو سکتا۔

اولوالفضل کے الفاظ پر موصوف کا تبصرہ:

حضرت نے اپنی بے ہنگم و گمراہ کن تصنیف بے لطیف کے آخر میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دال آیات مقدسہ پر تبصرہ کرتے ہوئے دوسری آیت مقدسہ **ولایاتل اولوالفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا** کے متعلق یوں گل فشانی فرمائی

> ”شاہکار صحابیت کے قربان جاؤں،انہیں **اولوالفضل** کہا گیا،ان کے **اولوالفضل** ہونے میں کیا شک ہے مگر اس سے فضیلت ثابت ہوتی ہے ،افضلیت ثابت نہیں ہوتی"۔(1)

---

(1) زبدۃ ص ۱۱۰

صاحب زبدۃ التحقیق نے اہل بیت کی افضلیت "اولوالفضل" کے الفاظ سے ثابت کی ہے تو آپ ملاحظہ کر چکے کہ خود موصوف نے فرما دیا کہ قرآن کریم میں موجود ان الفاظ سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔ تو پھر یہی الفاظ حدیث میں آجائیں تو موصوف کیوں افضلیت ثابت کرتے ہیں؟؟ لہذا اس حدیث کو فرمان عمر پر پیش کرنا محض تحکم ہے حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

جواب دوم:

بر سبیل تنزل بالفرض محال اگر حدیث مبارکہ میں "اوالافضل" کے الفاظ مان کر اہل بیت کی افضلیت ثابت کر بھی لی جائے تو یہ درست نہیں۔ کیونکہ اس طرح جملہ اہل بیت کا خلفاء ثلثہ سے افضل ہونا لازم آئے گا جو کہ شیخ التفضیلیہ اور ان کے چیلوں کو بھی کسی صورت میں تسلیم نہیں۔

جواب سوم:

مزید تفصیل میں جانے سے قبل یہ بھی دیکھتے جایئے کہ یہ حدیث مذکور میزان جرح وتعدیل پر یعنی روایتاً کہاں تک پورا اترتی ہے ملاحظہ ہو۔

سند حدیث: اس حدیث کی سند طبرانی میں کچھ اس طرح ہے:

"حدثنا الحسین بن اسحاق التستری ثنا ابوبکر الربیع ثنا حفص بن ابی داؤد عن لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن عمر قال"۔ (2)

راویوں پر جرح:

حدیث مبارکہ کی سند کے دو راویوں پر سخت ترین جرح ہے:

(۱) حفص بن ابی داؤد (۲) لیث بن ابی سلیم

---

(1) زبدۃ التحقیق ص۳۹۸

(2) طبرانی کبیر حدیث نمبر ۱۳۵۵۰

حفص بن ابی داؤد پر جرح:

- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق لکھا ہے "منکر الحدیث" ہے۔[1]
- ابن جنید نے بھی اس کو "منکر الحدیث" کہا ہے۔[2]
- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں 'متروك الحدیث" ہے۔[3]
- امام یحی بن معین رقمطراز ہیں۔"لیس بثقة"۔[4]
- امام ابو حاتم لکھتے ہیں "ضعیف الحدیث" ہے۔[5]
- امام ابو زرعہ رازی فرماتے ہیں "متروك الحدیث" ہے۔[6]
- علامہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے "متروك الحدیث" ہے۔[7]
- محدث ابن عدی نے لکھا ہے "عامة احادیث غیر محفوظة"۔[8]
- محدث ابن جوزی رقمطراز ہیں "ضعیف" ہے۔[9]
- امام نسائی لکھتے ہیں "متروك الحدیث" ہے۔[10]
- امام علامہ ذہبی فرماتے ہیں "واهی الحدیث" ہے۔[11]

---

(1) تاریخ الاوسط ج ۲ ص ۲۳۳
(2) الجرح والتعدیل رقم ۱۴۱ ۵۷
(3) العلل والمعرفۃ الرجال ج ۲ ص ۳۸۰ رقم ۲۶۹۸
(4) تاریخ الدارمی رقم ۲۶۹
(5) الجرح وتعدیل رقم ۷۴۴
(6) الضعفاء لابی الزرعۃ ج ۲ ص ۵۰۲
(7) تقریب التہذیب رقم ۱۴۰۵
(8) الکامل ابن عدی رقم ۵۰۵
(9) الضعفاء والمتروکین ج ۱ ص ۲۲۱
(10) الضعفاء والمتروکین رقم ۱۳۴
(11) الکاشف رقم ۱۴۶

- امام الدولابی لکھتے ہیں "متروك" ہے۔[1]
- حافظ ابن حبان نے لکھا ہے: "کان یقلب الاسانید ویرفع المراسیل"۔[2]
- ابن العماد نے لکھا ہے "متروك الحدیث"۔[3]
- امام دار قطنی نے اس کو ضعفاء میں لکھا ہے۔[4]

لیث بن ابی سلیم پر جرح:

محدثین کرام کی لیث بن ابی داؤد پر جرح درج ہے:

- امام یحی بن معین فرماتے ہیں: "لیس بذالك القوی ضعیف"۔[5]
- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لیس ھو بذالك مضطرب الحدیث"۔[6]
- امام ابوزرعۃ الرازی لکھتے ہیں: "لین الحدیث لا تقوم به الحجة عند اهل العلم بحدیثه"۔[7]
- امام دار قطنی فرماتے ہیں "ضعیف" ہے۔[8]
- محدث جوزجانی کہتے ہیں: "یضعف حدیثه لیس بثبت"۔[9]

---

(1) الکنی والاسماء ج ۲ ص ۷۶۸

(2) المجروحین ج ۱ ص ۲۵۵

(3) شذرات الذھب ج ۱ ص ۲۸۶

(4) ضعفاء والمتروکین رقم ۴۷۰

(5) سوالات الجنید رقم ۵۵۳، سوالات الدارمی ۵۶۰

(6) علل احمد روایۃ المروزی رقم ۱۳۷، العلل رقم ۳۷۷

(7) الضعفاء لابی الزرعۃ رقم ۱۹۱

(8) السنن الدار قطنی ج ۱ ص ۳۳۱، ج ۳ ص ۲۶۹

(9) احوال الرجال رقم ۱۳۲

- محدث ابن جوزی نے بھی اس کو ضعفا میں لکھا ہے۔[1]
- امام نسائی نے فرمایا: "ضعیف"۔[2]
- علامہ ذھبی نے لکھا: "فیہ ضعیف یسیر من سوء حفظہ"۔[3]
- ابن حبان نے فرمایا: "فکان یقلب الاسانید ویرفع المراسیل ولکن اختلط فی آخر عمرہ حتی کان لایدری مایحدث بہ"۔[4]
- ابن ابی حاتم نے کہا: "یحدث فیہ مضطرب"۔[5]

اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس روایت کے دوراوی حفص بن ابی داؤد اور لیس بن ابی سلیم ضعیف راوی ہیں اور ان پر سخت قسم کی جرح محدثین نے کی ہے لہذا ایسے مسئلہ میں کہ جہاں دلیل قطعی کی ضرورت ہو ان کی روایت کردہ حدیث نا قابل احتجاج ٹھہرے گی۔

متن پر محدثین کرام کی رائے:

اب دیکھتے ہیں کہ اس کے متن (اول من اشفع یوم القیامۃ) کے متعلق محدثین کی کیا رائے ہے؟؟۔

اس حدیث پر مندرجہ ذیل محدثین کرام نے وضع یا ضعف کا حکم لگایا ہے:

(۱) امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔[6]

امام سیوطی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ: "لیث ضعیف وحفص کذاب وھو متھم بہ"۔[7]

---

(1) الضعفاء والمتروکین رقم ۲۸۱۵
(2) الضعفاء والمتروکین رقم ۵۱۱
(3) الکاشف رقم ۴۶۹۲
(4) المجروحین ج ۲ ص ۲۳۱
(5) علل الحدیث ابن ابی حاتم 1/56
(6) الجامع الصغیر رقم ۲۸۳۰
(7) اللآلی لمصنوعہ ج ۲ ص ۳۷۴

(۲) محدث ابن جوزی نے اس حدیث کے بارے میں وضع کا حکم لگایا ہے۔[1]

(۳) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث پر موضوع اور ضعف کا حکم برقرار رکھا ہے۔[2]

(۴) ابن العراق الکتانی لکھتے ہیں: "وفیه حفص بن ابی داؤود تفرد واتهم به"۔[3]

(۵) حافظ محمد بن طاہر المقدسی نے بھی اس حدیث کے راوی حفص کو متروک الحدیث لکھا ہے۔[4]

(۶) حافظ ہیثمی نے لکھا: "رواه الطبرانی وفیه من لم أعرفهم"۔[5]

(۷) خطیب بغدادی نے فرمایا: "قال ابوالحسن غریب من حدیث لیث عن مجاهد"۔[6]

(۸) ابن عدی نے بھی اس کو ضعیف احادیث میں درج کیا ہے۔[7]

لہذا معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کرام کے نزدیک اس حدیث سے استدلال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ اگر بہت زیادہ نرمی اور تساہل سے کام لیا جائے تو یہ حدیث وضع سے ضعف تک آئے گی اور ایسی حدیث کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر وارد صحیح حدیث کے مقابل پیش کرنا اصول وضوابط کے خلاف ہے کیونکہ تعارض تو اس وقت ہوتا ہے جب دو احادیث ہم پلہ ہوں۔ لہذا موصوف کا اس حدیث سے استدلال کرنا مناسب نہیں ہے۔

([1]) الموضوعات ج۳ ص ۲۵۰

([2]) تلخیص کتاب الموضوعات رقم ۹۵۶

([3]) تنزیۃ الشریعۃ ج ۲ ص ۹۶۳

([4]) ذخیرۃ الحفاظ رقم ۲۱۶۴

([5]) مجمع الزوائد رقم ۱۸۵۳۸

([6]) موضع اوھام الجمع والتفریق ج ۲ ص ۱۴

([7]) الکامل ج ۲، ص ۳۸۲

تفضیل شفاعت میں ہے:

مزید یہ کہ اس حدیث میں پہلے شفاعت کا ذکر ہے یعنی معلوم ہوا کہ اس حدیث میں تفضیل جزوی ہے جو کہ افضلیت کو مستلزم نہیں ہے۔

بالفرض یہ حدیث مبارکہ اگر روایۃ و درایۃ صحیح بھی تسلیم کرلی جائے تو مسئلہ افضلیت میں دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ جناب نے خود صفحہ نمبر ۴۰۰ پر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "مگر افضلیت تو باب عقائد کی چیز ہے جس میں قطعیات کا ہونا ضروری ہے" اور موصوف کی معارض پیش کردہ حدیث تو خبر واحد ہے جو مسئلہ افضلیت میں کسی صورت میں بھی قابل احتجاج نہیں ہو سکتی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حدیث مذکورہ پر صاحب زبدہ کے مزید تبصرے اور ان کا جواب:

پہلا تبصرہ:

موصوف نے اہلسنت کی پیش کردہ دلیل کو توڑنے کے لیے طبع آزمائی فرماتے ہوئے یہ اغلوطہ بھی چھوڑا کہ "یہاں چونکہ قول صحابی میں قیاس صحابی کو دخل ہے اس لیے اس حدیث کو مرفوع حکمی کا درجہ نہیں دیا جائے گا چونکہ شیخین میں دوستانہ ہے لہذا اسطرح کے الفاظ دوستی پر بھی مبنی ہو سکتے ہیں۔ اس کے مقابل حدیث مرفوع ہے۔ جو یہ کہتی ہے۔"(1)

جواب:

صاحب زبدۃ التحقیق کا یہ کہنا کہ "حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان شیخین میں دوستانہ کی وجہ سے دوستی پر مبنی تھا۔ ایسی لایعنی اور نامعقول تاویل ہے کہ کسی ایک سے بھی منقول نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر اس طرح بے جا تاویلات کا باب کھول دیا جائے تو کوئی مسئلہ ثابت ہی نہ ہو۔

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۱۰۹

تیسرا یہ کہ اگر حضرت فاروق اعظم کا یہ فرمان دوستی پر مبنی ہوتا تو آپ یہ قطعاً نہ فرماتے کہ "جو مجھے یا کسی کو بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے گا میں اس پر مفتری کی حد جاری کروں گا۔ اور اسی (۸۰) کوڑے لگاؤں گا"۔

چوتھا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری حیات سے پردہ فرما گئے ابھی تک آپ کی تدفین بھی نہیں ہوئی جبکہ دوسری جانب صحابہ کرام امر خلافت جیسے اہم معاملہ کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے اور بحث و تمحیص ہو رہی تھی تو ایسے حالات میں حضرت فاروق اعظم بجائے دلیل دینے کے دوستی پر مبنی الفاظ ارشاد فرما رہے ہوں یہ قطعاً آپ کی شان کے لائق نہیں اور نہ ہی کوئی ذی شعور آدمی اس بات کی تائید کرے گا۔ بلکہ آپ نے بطور دلیل یہ الفاظ (ابو بکر سیدنا وخیرنا نا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرمائے جن سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ثبوت ظاہر و باہر ہے۔

صاحب زبدۃ التحقیق کا دوسرا تبصرہ:

موصوف دوسرا تبصرہ یہ فرماتے ہیں۔ "اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ذاتی رائے کی حیثیت رکھتا ہے اگر اس حدیث سے متعارض نہ ہوتا تو اس میں بھی حجت شرعیہ تھی"۔[1]

جواب:

موصوف کا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کو آپ رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے قرار دینا اور حجت شرعیہ تسلیم نہ کرنا سورج کو انگلی کے پیچھے چھپانے کے مترادف ہے کیونکہ صرف حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہی یہ الفاظ (ابو بکر سیدنا وخیرنا نا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد نہیں فرمائے بلکہ حضرت ابو عبیدہ نے بھی " انت سیدنا وخیرنا واحبنا کے الفاظ بولے اور اسی پر اجماع بھی ہوا۔ علاوہ ازیں بیعت کرنے سے قبل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا نبایعک انت فانت سیدنا و خیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "یعنی بیعت کرنے کی وجہ آپ کی افضلیت، سرداری اور

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۱۱۱

احبیت کو قرار دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو تسلیم بھی کیا۔ صحابہ کا تسلیم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ فرمان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حجت شرعی ہے۔

صاحب زبدہ کی پیش کردہ حدیث کی حقیقت:

موصوف نے جو حدیث پیش کی وہ خبر واحد ہے اور ضعیف بھی ہے کما مر۔ جبکہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دال احادیث تواتر معنوی کو پہنچی ہوئی ہیں لہذا خبر واحد کو متواتر کے مقابلہ میں لانا درست نہیں۔

تقریب تام نہیں ہے:

موصوف ثابت تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو کرنا چاہتے تھے لیکن جو دلیل پیش کی وہ اہلبیت کی افضلیت پر ہے کیونکہ اہلبیت کا لفظ تو عام ہے۔

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ اہلبیت کے چند معانی ہیں:

۱۔ وہ حضرات جنہیں زکوٰۃ لینا حرام ہے اور وہ بنو ہاشم ہیں ان میں آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل حارث رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل و عیال اس میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہلبیت سے خارج کرنا سینہ زوری اور آیت کریمہ کی روش کے خلاف ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا"۔

"اللہ تعالیٰ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے نجاست دور رکھے اور تم کو خوب خوب پاک فرمائے"۔

اس آیت کی ابتداء اور انتہا میں امھات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے خطاب ہے۔ درمیانے حصے سے انہیں خارج کرنے سے کلام کا نظم و نسق بر قرار نہیں رہتا۔۔۔۔۔۔۔

علمائے کرام نے ان اقوال کے درمیان تطبیق اور ان کے استعمالات کی توجیہ اس طرح کی ہے کہ بیت تین ہیں:

۱۔ بیت نسبت (خاندان)

۲۔ بیت سکنیٰ (کاشانہ مبارکہ کے رہنے والے)

۳۔ بیت ولادت (اولادِ امجاد)

پس عبد المطلب کی اولاد میں سے بنو ہاشم نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت ہیں نسب کے اعتبار سے قریبی دادا کی اولاد کو بیت کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ فلاں بزرگ کا بیت (خاندان) ہے۔ ازواج مطہرات رہائش کے اعتبار سے نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت ہیں، کسی شخص کی بیویوں پر اہل بیت کا اطلاق عرف اور عادت کے اعتبار سے خاص طور پر معروف ہے۔ آپ کی اولاد امجاد ولادت کے اعتبار سے اہل بیت ہے، اہل بیت اگرچہ نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد کو شامل ہے تاہم ان میں سے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسین و حسین رضی اللہ عنہم زیادہ عزت و فضیلت کے ساتھ ممتاز ہیں۔(1)

حدیث مبارکہ میں لفظ اہل بیت استعمال ہوا ہے اور اہلبیت کا لفظ مذکورہ معانی میں استعمال ہوتا ہے جسکی وجہ سے یہ دلیل (صاحب زبدہ کی بیان کردہ حدیث) عام ہوئی جبکہ موصوف کا دعویٰ افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے جو کہ خاص ہے۔ لہذا جب دعویٰ خاص اور دلیل عام ہے تو یہ تقریب تام نہ ہوئی جس کی بنا پر موصوف کا دعویٰ ثابت نہ ہوا۔

اعتراض:

صاحب زبدۃ التحقیق نے ص (۱۷،۱۶،۱۵،۲۱۴) (۲۸۴) (۸۳،۸۲،۸۱،۸۰،۷۹،۲۷۸، ۸۶،۸۵،۸۴) پر ایک تو یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ امام زید رضی اللہ عنہ سنی متکلم ہیں اور دوسرا وہ تفضیل علی کا عقیدہ رکھتے تھے اور تیسرا امام اعظم ابو حنیفہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لہذا امام اعظم بھی تفضیلی تھے۔

(1) اشعۃ اللمعات، جلد:۷، صفحہ:۴۸۷، فرید بک سٹال لاہور

جواب: جواباً عرض یہ ہے کہ موصوف کا امام زید کے متعلق یہ کہنا کہ امام زید بن علی کا عقیدہ تفضیل علی کا تھا یہ بالکل قابل التفات نہیں کیونکہ اس پر موصوف نے عبدالکریم شہرستانی کی "الملل والنحل" کا حوالہ دیا جو کہ غالی شیعہ ہے۔ ہاں البتہ ایک حوالہ موصوف نے امام ابوالحسن اشعری کا بھی ذکر کیا ہے جس کا جواب آئندہ سطور میں آرہا ہے۔ اور رہی بات امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو وہ بھی شیعہ کتاب کا حوالہ ہے جو اہلسنت کے نزدیک قابل احتجاج تو کجا قابل مسموع ہی نہیں اور پھر سفید جھوٹ کہ امام اعظم کو بھی تفضیلی قرار دیا گیا جب کہ امام اعظم کا عقیدہ "فقہ اکبر" اور "شرح وصیہ الامام اعظم ابی حنیفہ" میں واضح طور پر موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔۔۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ (م ۱۵۰ھ) کے نزدیک افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

کشف الغمہ، سراج الامہ، امام الائمہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"وافضل الناس بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر ن الصدیق رضی اللہ عنہ ثم عمر ابن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علی ابن ابی طالب رضوان الله علیهم اجمعین"۔ (1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر بن خطاب پھر عثمان بن عفان پھر علی ابن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہم۔

اور ایک دوسرے مقام پر امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نقربان افضل هذه الامة بعد نبینا محمد ابو بکر الصدیق ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضوان الله علیهم اجمعین"۔ (2)

ہم اقرار کرتے ہیں کہ اس امت میں ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

---

(1) شرح فقہ اکبر، صفحہ: 61-62، قدیمی کتب خانہ کراچی

(2) شرح وصیۃ الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ، صفحہ: 108، دار الفتح اردن

مقالات الاسلامیین میں کسی قول کا آنا "حجت" نہیں:

امام زید کے قول کی سند کسی کتاب میں موجود نہیں ہے، تو عرض یہ ہے کہ بغیر سند کے اقوال ہر گز مسئلہ تفضیل میں قابل حجت نہیں کیونکہ کتابوں میں کسی قول کا بغیر سند کے آجانا اس قول کو صحیح نہیں بنا سکتا، یہاں تک کہ اصح الکتب بخاری میں جو اقوال بے سند ہیں محدثین کرام کے نزدیک وہ بھی قابل احتجاج اور قابل استدلال نہیں جب تک ان کی سند نہ مل جائے۔ ہاں اگر فضائل کی بات ہوتی تو پھر بھی مشہور ہونے کی بناء پر اس کو قبول کر لیا جاتا لیکن وہ بھی اس وقت جب اس کے خلاف کوئی صحیح روایت موجود نہ ہوتی۔ مگر مسئلہ افضلیت میں تو صحیح روایات ہی قابل قبول ہیں نہ کہ بے سند اور ایسے اقوال جن کا کوئی سر پاؤں ہی نہیں اگر کوئی یہ کہے کہ امام اشعری بہت بڑے امام ہیں وہ ایسی بات کیسے نقل کر سکتے ہیں، تو ادباً گذارش ہے کہ اگر آپ امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے علم کے قائل ہیں تو پھر تو امام اشعری نے مسئلہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قطعی لکھا ہے۔ اول تو آپ کو امام اشعری کی یہ بات ماننا پڑے گی اور مزید یہ کہ اجماع اور قطعی کے مد مقابل خبر احاد اور اقوال کی حیثیت "شاذ" کی ہو گی اور شاذ قول پر عمل کرنا بالکل صحیح نہ ہو گا۔

نیز عقائد کا اثبات محض امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کے قول سے نہیں ہوتا عقائد کے ماخذ قرآن، سنت، سواد اعظم اور عقل سلیمہ ہیں۔(1)

دوسری بات یہ ہے کہ حق کی پہچان فرد سے نہیں بلکہ فرد کی پہچان حق سے ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ بڑے سے بڑے عالم کی خطاء قابل قبول اور حجت نہیں ہوتی۔ اور یہ کہ فتویٰ ہمیشہ جاننے والے پر لگتا ہے نہ جاننے والے پر فتویٰ کیسے لگ سکتا ہے۔

امام زید بن علی کے نظریہ کی حقیقت:

صاحب زبدہ کو اگر شہرستانی کی بات پر اتنا ہی اعتماد ہے تو موصوف نے "الملل والنحل" سے جہاں امام زید بن علی کا نظریہ تفضیل علی بر شیخین نقل کیا ہے ساتھ ہی امام زید بن علی کے

---

(1) فتاوی رضویہ جلد ۲۹، ص ۲۱۵

متعلق یہ عبارت بھی نقل کی ہے تو عوام کو یہ سمجھنے میں آسانی ہونی چاہئے کہ یہ نظریہ امام زید بن علی کا ہے بھی یا نہیں۔ اگر ہے تو کیوں؟

عبدالکریم شہرستانی نے لکھا:

"وزید بن علی لما کان مذھبه ھذا المذھب اراد ان یحصل الاصول والفروع حتیٰ یتحلی بالعلم فتلمذ فی الاصول لواصل بن عطاء الغزال الا الثغ راس المعتزلة ورئیسھم مع اعتقاد واصل ان جده علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی حروبه التی جرت بینه وبین اصحاب الجمل واھل الشام ما کان علی یقین من الصواب وان احد الفریقین منھا کان علی الخطاء لابعینه فاقتبس منه الاعتزال وصارت اصحابه کلھم معتزلة"۔[1]

زید بن علی (بن حسین بن علی بن ابی طالب) کا مذہب یہی (زیدیہ) ہے۔ سو انہوں نے چاہا کہ اصول و فروع کی تحصیل کر کے اس کی مذہبی بنیاد فراہم کر دیں۔ اس مقصد سے انہوں نے اصول کی تعلیم معتزلہ کے سرگروہ واصل بن عطا الغزال الا (توتلے، ہکلے) سے حاصل کی، حالانکہ واصل ان کے جد امجد حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہ ان جنگوں جو ان کے اور اصحاب جمل اور اہل شام کے مابین ہوئیں یقینی طور پر برسر حق نہ تھے اور ان جنگوں میں سے ایک فریق غلطی پر تھا مگر کون فریق غلطی پر تھا اس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ زید نے واصل سے اعتزال کی تحصیل کی اور ان کے تمام اصحاب (متبعین) معتزلی ہو گئے۔

عبدالکریم شہرستانی نے مزید یہ بھی لکھا:

"وجرت بینه وبین اخیه الباقر محمد بن علی مناظرات لامن ھذا الوجه بل من حیث کان یتلمذ لواصل بن عطاء یقتبس

(1) الملل والنحل، جلد:۱ صفحہ ۱۸۰، دارالمعرفہ بیروت

العلم ممن يجوز الخطاء على جده فی قتال الناكثين والقاسطين والمارقين ومن حيث يتكلم فی القدر على غيرما ذهب اليه اهل البيت ومن حيث انه كان يشترط الخروج شرطا فی كون الامام اماما حتىٰ قال له يوماً: على مقتضى مذهبك والدك ليس بامام فانه لم يخرج قط ولا تعرض للخروج"۔(1)

زید اور ان کے بڑے بھائی حضرت محمد الباقر بن علی کے مابین کئی مناظرے ہوئے مگر اس لیے نہیں کہ (وہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے قائل تھے اور حضرات شیخین سے اظہار برات نہیں کرتے تھے) بلکہ اس بنا پر (یہ مناظرے ہوئے) کہ انہوں نے واصل کی شاگردگی اختیار کر لی تھی اور وہ ایسے شخص سے علم حاصل کر رہے تھے جو ناکثین، قاسطین، اور مارقین کے خلاف جنگ کرنے میں ان کے جد امجد (حضرت علی) کو بر سر خطا سمجھتا تھا اور یہ کہ قدر کے مسئلہ میں وہ اہل بیت کے مسلک کے خلاف باتیں کرتا تھا اور یہ کہ وہ کسی امام کے امام ہونے کے لیے خروج (حکومت وقت کے خلاف اعلان بغاوت) کی شرط عائد کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن (امام محمد باقر نے زید سے) کہا "تمہارے مذہب کے مطابق تو تمہارے والد (امام علی السجاد) بھی امام نہیں تھے کیونکہ انہوں نے بھی کبھی خروج نہیں کیا اور نہ خروج کی کوشش ہی کی"

اعتراض: صاحب زبدۃ التحقیق نے ص ۲۴۴ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ لکھا ہے کہ " ان کے نزدیک سب سے افضل حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں "۔ اس پر یہ حدیث بطور دلیل پیش کی۔

(1) الملل والنحل، جلد ا، صفحہ:۱۸۱ دار المعرفۃ بیروت

"عن ابی هريرة:قال ما احتذی النعال ولا انتحل ولا ركب المطايا ولا ركب الكور بعد رسول الله ﷺ افضل من جعفر"۔[1]

کسی نے جوتا نہیں، نہ ہی کوئی اونٹیوں پر سوار ہوا اور نہ ہی کوئی اونٹ کے کجاوے میں سوار ہوا، رسول اللہ ﷺ کے بعد جو جعفر طیار سے افضل ہو۔

جواب:

صاحب زبدۃ التحقیق کے نزدیک عکرمہ مجروح ہیں:

ا۔ عرض یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی عکرمہ ہے جو کہ صاحب زبدۃ کے نزدیک ضعیف ہے۔ موصوف نے "نعرہ تحقیق" کے موضوع پر مناظرہ میں عکرمہ راوی پر سخت جرح کی ہے۔ موصوف کی متعدد تقاریر میں عکرمہ کی جرح پر کافی مواد موجود ہے۔ لہٰذا موصوف کا استدلال ہی صحیح نہ رہا کیوں کہ انہیں خود اس راوی عکرمہ پر اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا ناقابل اعتماد راوی سے مروی حدیث باب افضلیت میں کیسے دلیل بن سکتی ہے؟

حضرت جعفر طیار جود و کرم میں افضل تھے:

۲۔ یہ پہلے بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ایک حدیث کا مفہوم دوسری حدیث سے ہی سمجھ میں آتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب مسند احمد رقم:۹۳۵۳ میں کچھ یوں نقل کیا ہے:

"افضل من جعفر بن ابی طالب یعنی فی الجود والکرم"۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ صرف اور صرف جود و کرم میں ہی افضل ہیں نہ کہ مطلقاً۔ اور نہ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

---

(1) الترمذی ۳۷۶۴ ۔ ا

۳۔ **یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے:**

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"كان جعفر خير الناس للمساكين"۔[1]

یعنی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ مساکین کے لیے سب سے بہتر تھے۔

۴۔ **علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:**

"ولا ينبغي أن يزعم زاعم أن مذهبه: أن جعفر أهل افضل من ابى بكر وعمر فان هذا الاطلاق ليس هو على عمومه بل يخرج منه الانبياء والمرسلون. فالظاهر أن أباهريرة لم يقصد أن يدخل أبابكر وعمر رضی اللہ عنہم"۔[2]

کسی گمان کرنے والے کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں۔ پس بے شک یہ اطلاق اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ انبیاء و مرسلین اس سے مستثنیٰ ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فرمان سے یہ ارادہ نہیں کیا کہ یہ افضلیت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بھی شامل ہو گی۔

۵۔ **حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:**

"وكأنه انما يفضله فى الكرم. فاما فى الفضيلة الدينية فمعلوم أن الصديق والفاروق بل وعثمان بن عفان أفضل منه وأما أخوه على رضی اللہ عنہم. فالظاهر أنهما متكافئان أو على أفضل منه. وانما أبوهريرة تفضيلة فى الكرام"۔[3]

---

(1) الاصابۃ ۱۔۴۸۶

(2) سیر اعلام النبلاء ۱۔۵۰۶۔۱۴ رقم: ۲۸۳

(3) البدایۃ والنہایۃ ۴۔۲۹۲

اور گویا آپ کو سخاوت میں فضیلت دی ہے۔ رہی بات فضیلت دینی کی تو یہ بات ثابت ہے کہ بے شک صدیق و فاروق بلکہ عثمان بن عفان بھی ان (جعفر طیار) سے افضل ہیں۔ اور ان کے بھائی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ظاہر یہ ہے کہ دونوں بھائی برابر ہیں یا حضرت علی المرتضیٰ ان (جعفر طیار) سے افضل ہیں۔ اور جزئی نیست حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان (جعفر طیار) کی فضیلت سخاوت میں بیان فرمائی ہے۔

قارئین کرام! اس مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی فضیلت "جود و کرم" میں ہے۔ لہذا یہ روایت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہونے پر دال نہیں ہے۔ مزید یہ کہ محدثین کرام نے اس حدیث کو عموم پر لاگو نہیں کیا بلکہ اسے "فیاضی اور کرم" کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اس لیئے موصوف کا اس قول کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے معارض پیش کرنا صحیح نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ افضلیت شیخین کے قائل:

خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ افضلیت شیخین کریمین کی افضلیت کے قائل ہیں جیسا کہ آپ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ

"کنا معشر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن متوافرون نقول افضل ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت"۔[1]

ہم لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گروہ تھے ہم لوگ کثیر تعداد میں تھے ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ اس امت میں سے افضل بعد از نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ہیں پھر ہم چپ کر جاتے تھے۔

---

(1) مسند الحارث، باب فیما اشترک فیہ ابو بکر وغیرہ من الفضل جلد ۲ ص ۸۸۸ رقم ۹۵۹

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا تحقیقی جائزہ

صاحب زبدۃ نے ص ۱۹۴، ۱۹۳ پر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی افضلیت اس طرح نقل کی ہے:

"حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محفوظ لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قیامت کے میدان میں اللہ کی بارگاہ میں سب سے قریبی ذریعہ نجات ہیں۔ یعنی بارگاہ خداوندی میں قیامت کے دن (نجات کا) سب سے قریبی وسیلہ جانتے تھے"۔(1)

صاحب زبدۃ ص ۱۴۴ پر مزید گل فشانی فرمائی:

"امام شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں:

"كان تلامذته لا يفضلون عليه احدا من الصحابة"۔(2)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سارے شاگرد کسی بھی صحابی کو آپ سے افضل نہیں سمجھتے تھے"۔

جواب:

افضلیت کا دارومدار قریبی وسیلہ ہونے پر نہیں:

۱۔ صاحب زبدۃ کا یہ کہنا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی روایت سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا ثابت ہوتا ہے درست نہیں کیوں کہ اس سے ابن عبدالبر کے علاوہ کسی نے بھی استدلال نہیں پکڑا۔ اور یہ روایت تو خود صاحب زبدۃ کو بھی قبول نہ ہوگی کیوں کہ کسی نے بھی وسیلہ کی وجہ سے کسی بھی شخص کو افضل نہیں سمجھا۔ افضلیت کا دارومدار قریبی وسیلہ پر رکھنا صحیح نہیں ہے۔

---

(1) بہ حوالہ الاستذکار ۱۶۔ ۲۴۲

(2) تذکرۃ الحفاظ ۱۔ ۱۷

قریبی وسیلہ ہونا فضل جزئی ہے:

۲۔ مزید یہ کہ اس سے فضل جزئی تو ثابت ہو سکتی ہے مگر فضل کلی ثابت نہیں ہوتی۔جب کہ موصوف اس کو فضل کلی کی دلیل بنا رہے ہیں۔جو کہ درست ہے

حضرت عبد اللہ بن مسعود فقہ اور تفقہ میں افضل تھے:

۳۔ یہ بات علمائے کرام پر ظاہر ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت ان کے فقیہ ہونے میں ہے۔رہی یہ بات حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد انہیں تمام صحابہ پر فضیلت دیتے تھے تو عرض یہ ہے کہ یہ بات بھی اپنے عموم پر نہیں کیوں کہ ان کے شاگرد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو سب سے بڑا فقیہ سمجھتے تھے۔اس کی مثال کچھ یوں سمجھئے کہ ایک طرف امام اعظم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا دیدار کیا اور دوسری طرف امام اعظم کا قول کتاب العلل ترمذی میں موجود ہے کہ میں نے عطا بن اَبی رباح سے افضل آدمی نہیں دیکھا۔تو جناب! حضرت عطا بن اَبی رباح تو تابعی ہیں تو تابعی کا مرتبہ صحابی سے کیسے بڑھ گیا؟

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں۔ملاحظہ کریں: شرح اصول الاعتقاد للکلائی ص۲۲۸ ج۲

موصوف کے استدال سے خرابی لازم آتی ہے:

موصوف کے اصول کے مطابق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو حضرت علی المرتضی، حضرت فاطمۃ الزہرا سے بھی افضل ہوئے۔یہ نتیجہ تو کسی کو بھی قبول نہیں ہو گا۔اور نہ ہی کسی معتبر عالم نے ایسا عقیدہ رکھا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ افضلیت ابو بکر کے قائل ہیں:

نیز خود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قائل تھے جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ

"اجعلوا امامکم خیرکم فان رسول اللہ ﷺ جعل امامنا خیرنا بعدہ"۔[1]

"اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے جس کو اپنے بعد بہتر پایا ہمارا امام مقرر فرمادیا۔"

نیز اس حدیث موقوف سے خود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نظریہ ظاہر ہے کہ وہ آقا کریم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل اور بہتر جانتے تھے۔

یعنی صاحب زبدہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اثبات پر دلیل یہ دی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں سب سے قریبی ذریعہ نجات ہیں۔ جس کی بناپر آپ رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔[2]

وسیلہ مدار افضلیت نہیں:

پہلے ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں پھر حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔ عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

"قال بینا رجل یضرب غلاما له وهو یقول اعوذ اذبصر رسول الله ﷺ فقال اعوذ برسول الله فألقى ما كان بيده وخلى عن العبد"۔[3]

یعنی ایک صاحب اپنے کسی غلام کو مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کی دوھائی اتنے میں غلام نے حضور سید عالم ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا۔ اب کہا رسول اللہ کی دوھائی فوراً ان صاحب نے کوڑا ہاتھ سے ڈال دیا اور غلام کو چھوڑ دیا۔

تبصرہ: حدیث مذکور میں رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ پیش کرنے پر صحابی رسول نے غلام کو مارنا چھوڑ دیا تو موصوف کی طرح اگر وسیلہ مدار افضلیت ہے تو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ رسول اللہ

---

(1) الاستیعاب لابن عبد البر، جلد ۱ ص ۲۹۷ ترجمہ ابو بکر صدیق

(2) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۱۹۳

(3) مصنف عبد الرزاق، جلد 9، صفحہ 445، رقم 17952۔ کنز العمال جلد 9، صفحہ 203

ﷺ سے افضل ٹھہریں گے جو کہ ایک کفریہ عقیدہ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ وسیلہ کسی صورت میں بھی مدار افضلیت نہیں۔

بچہ والدین کے لیے وسیلہ ہونے کے باوجود افضل نہیں:

حدیث مبارکہ ہے کہ جو بچہ مردہ پیدا ہو یا نابالغ فوت ہو جائے تو والدین کی شفاعت کرے گا۔ لیکن شفاعت کرنے کے باوجود کوئی بھی صاحب عقل آدمی بچے کو والدین سے افضل قرار نہیں دیتا۔ وسیلہ ہونے کے باوجود جب والدین سے افضل نہیں جن کی وہ شفاعت کر رہا ہے۔ چہ جائیکہ دوسرے لوگوں سے افضل ہو۔

مزید یہ کہ اہل سنت و جماعت تمام اولیائے کاملین اور خصوصاً حضور غوث الاغیاث قطب الاقطاب، غوث الجن والانس، غوث الارض والسماء سید شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رحمۃ اللہ علیہ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں لیکن کوئی بھی ان کو صحابہ کرام سے افضل نہیں سمجھتا۔ لہذا موصوف کو یہاں بھی کامیابی میسر نہ آئی۔

اللہ کی بارگاہ میں قریبی ذریعہ نجات:

حضرت حذیفہ بن یمان کے فرمان کو اول نظر سے دیکھتے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے لیے یہ قول مطلق نہیں بلکہ مقید ہے۔ کیونکہ بالاتفاق اللہ کی بارگاہ میں سب سے قریبی ذریعہ نجات حضور نبی کریم ﷺ ہیں اور پھر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، جس کی بنا پر یہ ذوات قدسیہ اس سے مستثنیٰ ہوں گی۔ جب یہ ذوات قدسیہ مستثنیٰ ہو سکتی ہیں تو افضلیت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی قطعی اور اجماعی ہونے کی بنا پر لازمی طور پر اس سے مستثنیٰ ہو گی۔

حذیفہ بن یمان کے فرمان کا صحیح مفہوم:

یہی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قریبی ذریعہ نجات بہت سی ذوات ہیں جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام، شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ختنین رضی اللہ عنہما وغیر ذالک، انہی میں سے ایک قریبی ذریعہ نجات سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ آپ کی وجہ فضیلت ہے نہ کہ افضلیت۔

فصل یازدہم

قارئین کرام! صاحب زبدہ نے افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انکار اور افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اثبات میں چند احادیث بھی پیش کی ہیں لیکن موصوف نے نظریہ ہی ایسا اپنایا کہ جس پر ایک بھی صحیح دلیل موجود نہیں۔اس بنا پر آنے والے صفحات میں ہم ان احادیث کا جائزہ بھی پیش کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔

اعتراض: موصوف نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضلیت میں وارد ایک اور حدیث کو بھی افضلیت کی دلیل بنا کر پیش کرنے کی سعی نا مشکور فرمائی ہے۔ موصوف اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت مانگی تو انہوں نے جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونچی اونچی آواز سے باتیں کرتے ہوئے پایا جبکہ آپ کہہ رہی تھیں خدا کی قسم مجھے پتہ ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے اور میرے والد (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے دوگنا یا تین گنا پیارے لگتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے انکی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے۔ اے فلاں کی بیٹی (یعنی اپنا نام لیا) میں نے تجھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر آواز اونچی کرتے ہوئے پایا۔

اس موقعہ پر جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مجھ سے اور میرے والد گرامی سے دوگنا یا تین گنا زیادہ پیار کرتے ہیں"۔(1)

جواب: یعنی موصوف اس حدیث سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی احبیت اور احبیت سے افضلیت ثابت کر رہے ہیں جو کہ قطعاً درست نہیں کیونکہ اگر احبیت سے افضلیت ثابت

(1) زبدۃ التحقیق۔ صفحہ: ۱۱۲

ہوتی تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل ہوتے جبکہ ایسا نہیں۔

"اخبرنا احمد بن الحسن ناموسی بن اسمعیل نا ابو عوانة قال حدث عمر بن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن عن ابیه قال اخبرنی اسامه بن زید قال کنت جالسا (عند النبی ﷺ) اذجاء علی والعباس یستاذنان فقالا یا اسامة استاذن لنا علی رسول الله ﷺ فقلت یا رسول الله ﷺ علی والعباس یستاذنان فقالا یارسول الله جئناك نسألك ای اهلك احب الیك قال فاطمة بنت محمد فقال اتدری ماجاء بهما؟ قلت لاادری فقال النبی لکنی ادری ائذن لهما فدخلا فقالا ما جئناك نسألك عن اهلك قال احب اهلی الی من قد انعم الله علیه وانعمت علیه اسامة بن زید قالا ثم من قال ثم علی بن ابی طالب قال العباس یارسول الله جعلت عمك آخرهم قال ان علیا قد سبقك بالهجرة"۔[1]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور کہا کہ اسامہ ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اجازت مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جانتے ہو وہ کیوں آئے ہیں؟" میں نے عرض کیا، نہیں۔ فرمایا: میں جانتا ہوں انہیں آنے دو۔ چنانچہ دونوں حضرات اندر تشریف لائے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! ہم یہ بات پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں کہ اہل بیت میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

---

(1) جامع ترمذی ص:۸۶۵، دارالسلام الریاض

آپ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد ﷺ۔ انہوں نے عرض کی ہم صرف گھر والوں کی بابت پوچھنے نہیں آئے، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اہل بیت میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اور میں نے انعام کیا اور وہ اسامہ بن زید ہیں۔ انہوں نے عرض کی پھر کون؟ آپ نے فرمایا: علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے اپنے چچا کو آخر میں رکھا آپ ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ آپ سے ہجرت میں سابق ہیں۔

تبصرہ: حدیث مذکور جس کو امام ترمذی نے حدیث حسن قرار دیا ہے سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو اگر مطلقاً احبیت سے افضلیت ثابت ہوتی تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل ٹھہرے جو کہ کسی کا بھی نظریہ نہیں ہے اور یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ لہٰذا صاحب زبدہ یہاں بھی دھوکہ دینے میں بری طرح ناکام ہوئے۔

احبیت سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی:

امام نووی شارح صحیح مسلم (م ۶۷۶ھ) رقمطراز ہیں:

بخاری و مسلم میں یہ حدیث مبارکہ ہے کہ عمرو بن عاص کی اس حدیث کے تحت کہ جب حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے فرمایا عائشہ عرض کی گئی مردوں میں سے فرمایا ان کے باپ عرض کی گئی پھر کون فرمایا حضرت عمر فرمایا کہ حضرت عائشہ کا حضور علیہ السلام کو زیادہ محبوب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ افضل بھی ہوں۔ اسی طرح ان کے باپ حضرت ابوبکر کا حضور علیہ السلام کو زیادہ محبوب ہونا حضرت عمر سے افضل ہونے کو لازم نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت دوسرے دلائل سے ثابت ہے جن میں لفظ افضل اور خیر صراحتاً وارد ہوئے ہیں۔ (1)

(1) الطریقۃ المحمدیہ ص ۵۸۳ مطبوعہ لاہور

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:
صحابہ میں گفتگو افضلیت کے حوالے سے ہے اور افضلیت کا معنیٰ اللہ کے ہاں زیادہ ثواب والا ہونا ہے اور احبیت افضلیت کا غیر ہے جیسا کہ افضلیت اور احبیت کے درمیان فرق کا قول علماء کے درمیان مشہور ہے۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا:

صاحب زبدۃ التحقیق نے افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قطعی دلائل کے مقابلے میں بطور معارضہ یہ حدیث بھی پیش کی ہے کہ

"ماطلعت الشمس علی خیر من عمر"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

جس کا معنیٰ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہیں"۔[2]

اور ایک دوسری حدیث میں ہے: "ارفع درجۃ فی الجنۃ عمر"۔

جنت میں سب سے بلند مرتبہ انسان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں گے"۔[3]

موصوف یہ دونوں احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "ان دونوں احادیث میں نہ ہی جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور نہ ہی انبیاء و مرسلین کو مستثنیٰ کیا گیا تو اس جگہ علما اہل سنت و جماعت میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ نہ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر برتری ثابت ہونے پر آزردہ ہو کر ان احادیث کو موضوع یا ضعیف کہا ہے۔ جس سے صاف طور پر یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ صرف نام علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کد ہونے کی وجہ سے اس طرح کی دور از کار باتیں کی گئی ہیں۔[4]

---

(1) الطریقۃ المحمدیہ ص ۵۸۳۔ ۵۸۴، مطبوعہ لاہور

(2) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۱۲۰۔ ۱۱۹

(3) زبدہ، صفحہ: ۱۲۰

(4) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۱۲۰

جواب:

جنگ عورتوں کا کام نہیں ہے:

قارئین کرام موصوف کی حالت پر ترس آتا ہے کہ کیسے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور ساتھ ساتھ رو بھی رہے ہیں لیکن ہاتھ کچھ نہیں آرہا۔ جس پر مجھے ایک بات یاد آرہی ہے کہ:

لطیفہ: بچپن میں جب کرکٹ کھیلتے تھے تو کوئی اناڑی کھیلنے آجائے تو وہ اکثر پہلی گیند پر آؤٹ ہو جاتا اور باؤلنگ کے وقت اس کی ہر بال نو بال ہوتی تو وہ رونا شروع کر دیتا تھا کہ مجھے پہلی بال پر آؤٹ کر دیتے ہیں اور میری ہر بال کو نو بال قرار دے دیتے ہیں، حالانکہ وہاں حقیقت حال یہی ہوتی جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ تو اگر آپ غور کریں تو موصوف کی بھی یہی حالت ہے رو رہے ہیں کہ حدیث کو موضوع اور ضعیف قرار دے دیتے ہیں۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں۔

"جنگ کھیڈ نہیں جنانیاں دی"

کیونکہ جب آپ حدیث لائیں گے ہی ضعیف یا موضوع تو اس پر حکم بھی تو وہی لگنا ہے نہ کہ صحت کا۔

علماء اہلسنت پر الزام:

موصوف چونکہ خود سنی ہیں نہیں، اس لیے علمائے اہل سنت کے متعلق لکھا کہ "ان دونوں احادیث میں نہ ہی جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نہ ہی انبیاء و مرسلین کو مستثنیٰ کیا گیا تو اس جگہ علمائے اہلسنت و جماعت میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا"

تو جواباً عرض ہے کہ علمائے اہلسنت اعتراض تب کرتے جب تطبیق و تاویل ممکن نہ ہوتی جبکہ وہ ممکن تھی تو علمائے اہلسنت نے تطبیق دی ہے کما سیجئی۔ باقی اگر آپ نے اکابر کی کتب کو دیکھا ہوتا تو یہ بھونڈی بات کبھی نہ کرتے کہ انبیاء و مرسلین اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا کیونکہ علمائے اہلسنت نے اس حدیث کو انبیاء و مرسلین اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد پر ہی محمول کیا ہے۔

مکمل حدیث مبارکہ دیکھیے:

آیئے ہم اس حدیث مبارکہ کو جامع ترمذی سے مکمل نقل کرتے ہیں:

"حدثنا محمد بن المثنی حدثنا عبداللہ ابن داؤد الواسطی ابو محمد حدثنی عبدالرحمٰن ابن اخی محمد بن المنکدر عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبداللہ قال قال عمر لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ ﷺ فقال ابو بکر اما انك ان قلت ذاك فلقد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر۔ قال ابو عیسیٰ هذا حدیث غریب لا نعرفه الا من هذا الوجه ولیس اسناده بذاك"۔[1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے رسول اللہ کے بعد سب سے افضل، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس طرح کہہ رہے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا" عمر سے افضل کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا۔"

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور اس کی یہ سند قوی نہیں ہے۔

موصوف امام ترمذی کی رائے ہضم کر گئے:

موصوف نے پوری حدیث مبارکہ ذکر ہی نہیں کی اور ساتھ امام ترمذی کی رائے اس کے متعلق ذکر فرما دیتے تو اصلیت کھل جاتی۔ کیونکہ امام ترمذی کی تصریح سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے یعنی ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ اور ظن کب قطع کا معارض ہو سکتا ہے؟؟؟

(1) جامع ترمذی، صفحہ: ۸۳۸، دارالسلام الریاض

خبر واحد ظنی ہے:

اصول الشاشی کے حاشیہ میں ہے:

"وھما ظنیان لان فی الخبر الواحد شبھۃ الانقطاع عنہ علیہ السلام"۔[1]

"اور وہ دونوں (خبر واحد اور قیاس) ظنی ہیں خبر واحد تو اسلیے ظنی ہے کہ اس میں شبہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے متصلاً ثابت ہے یا منقطع ہے"۔

ظن قطع کا معارض نہیں ہو سکتا:

اور یہ بھی مسلمہ اصول میں سے ہے ظن قطعی کا معارض نہیں ہو سکتا۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں:

"وھذا قطعی فلا یعارض ظنی"۔[2]

افضلیت قطعی ہے ظن اس کا معارض نہیں ہو سکتا۔

نتیجہ: جب حدیث مذکور خبر واحد ہے اور خبر واحد ظن کا فائدہ دیتی ہے اور افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دلائل قطعی ہیں نصوص صریحہ، خبر متواتر اور اجماع نصی تام۔ اس لیئے حدیث مذکور ظنی ہونے کی بنا پر قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی۔ لہذا صاحب زبدہ کا اسکو پیش کرنا کتاب میں چند صفحات کے اضافے کے سوا کوئی معنٰی نہیں رکھتا۔

حدیث مبارکہ ظاہر پر محمول نہیں:

آیئے جناب ہم آپکو دکھائیں علمائے اہلسنت نے اس حدیث کو باوجود کہ خبر واحد ہے اور ضعیف (جیسا کہ محدثین نے تصریح فرمائی ہے) پھر بھی اس کو ظاہر پر محمول نہیں کیا اور نہ ہی تاویل کے بغیر چھوڑا جیسا کہ موصوف یہ مفروضہ قائم کر کے علمائے اہلسنت کو مبغض علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ٹھہرا رہے ہیں۔

---

(1) حاشیہ اصول الشاشی، صفحہ: ۲، مکتبہ رحمانیہ لاہور

(2) ارشاد الساری، جلد ۱ صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ بیروت

حب علی ہمارا ایمان ہے:

قارئین کرام! ہم اہلسنت ہیں اور حب علی رضی اللہ عنہ ہماری جان ہے ہمارا ایمان ہے، کائنات کا کوئی شخص اس وقت تک مومن ہی نہیں ہو سکتا جب تک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت نہ کرے اور اگر کسی کے دل کے گوشے میں ایک ذرہ برابر بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بغض ہو وہ باقی سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن مومن نہیں ہو سکتا۔ البتہ صاحب زبدہ کی طرح اگر تمغے تھما دیئے جائیں تو پھر اللہ ہی حافظ ہے اور شاید ہی کوئی ان کے فتاویٰ سے بچ پائے اور مصنف کو یہ ڈیوٹی سرانجام دینی بھی چاہیے اس لیے کہ جب تک یہ لوگ اہلسنت کے علماء کو ناصبی اور خارجی نہیں کہیں گے تو ان کے تفضیلی ہونے کا یقین کیسے ہو گا۔

ادھر آؤ ستم گر ہنر آزمائیں
تم تیر آزماؤ ہم جگر آزمائیں

اور ہم تو اس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کر رہے جن کا فرمان ہے: "ارکبوا محمدا فی اهل بیته"۔ (بخاری شریف)

محب الدین طبری کے نزدیک مفہوم حدیث:

"هذا محمول علی انه كذلك بعد ابی بكر جمعاً بين هذا وبين الاحاديث المتقدمة فی ابی بكر"۔(1)

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد یہ حدیث مبارکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد پر محمول ہو گی کیونکہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والی احادیث مبارکہ اور اس حدیث میں تطبیق کی یہی صورت ہے۔

محدث شہیر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

"ولا شك ان المراد بعده صلی اللہ علیہ وسلم للاجماع وبعد ابی بكر لما تقدم والله اعلم"۔(1)

---

(1) الریاض النضرہ، جلد:۱صفحہ:۱۳۸، مطبوعہ بیروت

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے بہتر انسان ہیں اجماع سے یہ بات ثابت ہے اور دیگر دلائل پہلے گزر گئے ہیں۔ واللہ اعلم

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۱ھ) فرماتے ہیں:

اس حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ مستثنیٰ ہیں اور پھر امت میں آپ کا سب سے افضل ہونا آپ کے زمانہ کے اعتبار سے ہے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد، یا یہ مطلب ہے کہ عدالت میں یا سیاست میں حضرت عمر سب سے افضل ہیں ان جیسا دنیا میں کوئی سیاست دان عادل نہ ہوا۔ لہذا یہ فرمان اس کے خلاف نہیں کہ حضرت صدیق اکبر بعد انبیاء سب سے افضل ہیں۔ (2)

محدث یوسف بن عبد الہادی رقمطراز ہیں:

"وھذا الحدیث لیس علی ظاھرہ فانہ یوجب ان یکون افضل من ابی بکر ومن الانبیاء فان قال قائل ھذا یدل علی انہ افضل من ابی بکر والمراد ماطلعت علی احد من ھذا الامۃ مخرج الانبیاء قیل ھذا الحدیث یحمل علی غیر ابی بکر و غیر الانبیاء جمعاً بینہ وبین سائر الاحادیث الواردۃ فان جمیع ویحتمل ان یکون ذلک الخطاب من النبی ﷺ ورد فی حق جماعۃ رأی معھم عمر عند طلوع الشمس فقال ماطلعت الشمس علی رجل خیر من عمر و ابو بکر لم یکن فیھم واللہ اعلم"۔ (3)

---

(1) مرقاۃ المفاتیح، جلد:۱۱ صفحہ ۱۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت

(2) مراۃ المناجیح، جلد:۸، صفحہ:۳۲۰، حسن پبلیشرز لاہور

(3) محض الصواب، جلد:۳، صفحہ:۷۸۶

اور یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہو گی کیونکہ اگر ظاہر پر محمول کریں تو لازم آئے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انبیاء اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہوں۔ پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی افضل ہیں اور ماطلعت سے مراد یہ ہے کہ اس امت میں سے کسی ایک پر سورج طلوع نہیں ہوا تو انبیاء امت مراد نہ ہونے کی وجہ سے نکل گئے۔ تو اس قائل کو جواب دیا گیا ہے کہ یہ حدیث انبیاء اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غیر پر محمول ہے اس حدیث اور افضلیت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد تمام احادیث کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطاب صحابہ کی اس جماعت کے حق میں وارد ہو جو طلوع الشمس کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سورج طلوع نہیں ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص پر اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان میں نہیں تھے۔ واللہ اعلم

خلاصہ کلام:

موصوف نے دیکھ لیا کہ اس حدیث میں انبیاء کرام اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مستثنیٰ ہیں اور اس استثناء پر اکابر نے اپنے اپنے مقام پر کلام کیا ہے کمامر۔ لہذا موصوف نے جو جھوٹ بولا ہے اس کے واضح ہونے میں کوئی شک نہیں۔

جنت میں سب سے بلند مرتبہ:

صاحب زبدہ نے مذکورہ حدیث میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

"ارفع درجة فى الجنة عمر"۔

جنت میں سب سے بلند مرتبہ انسان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔[1]

---

(1) زبدۃ التحقیق صفحہ: ۱۲۰

جواب: حدیث مذکور میں عربی عبارت کے اندر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک نہیں ہے بلکہ یہ حضرت ابو سعید خدری کی رائے ہے اور یہ کلام مبہم ہے۔ شارحین حدیث نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ لہذا جب کلام میں ابہام ہے تو احتمال پایا گیا اور جاء الاحتمال بطل الاستدلال کے تحت اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر استدلال کرنا باطل ہو گا۔

عطاءِ رسول شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ):

اس حدیث مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح مبہم طور پر ذکر فرمایا معین نہیں فرمایا کہ وہ کون سا شخص ہے۔ مقصد یہ تھا کہ صحابہ کرام جدوجہد اور کوشش کریں کہ اس مرتبہ کو پالیں اور وہ مرتبہ طاعتوں، عبادتوں اور اخلاق و کمالات سے موصوف ہو کر ہی حاصل کیا جاسکے گا یا کسی صحابی کا ذکر ہوا ہو گا جو ان صفات سے متصف ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ جو شخص ان صفات سے موصوف ہو گا ان کا مرتبہ بلند ترین ہو گا بہر صورت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنا تاثر بیان فرمادیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اللہ کی قسم ہم یہی گمان کرتے تھے وہ شخص عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ ہی ہیں اس لیے کہ ہم ان کی نیکیوں اور بھلائیوں کے چشم دید گواہ تھے"۔ یہ ان کی شان اور رفعت مرتبہ کے بیان میں مبالغہ ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان صفات و کمالات میں سب سے یقینی اور قطعی طور پر افضل ہوں لہذا ان کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا بھی لازم نہیں آئے گا۔ شارحین نے اسی طرح اس حدیث کا مطلب بیان کیا ہے۔[1]

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی (م ۱۳۹۱ھ):

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس فرمان عالی کے بہت مطلب بیان کیے گئے قوی یہ ہے کہ ذاك الرجل سے اشارہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرف ہے کیونکہ حضور انور

---

(1) اشعۃ اللمعات اردو، جلد ۷ صفحہ: ۴۲۱ فرید بک سٹال لاہور

ﷺ نے اس سے پہلے دجال کا ذکر فرماتے ہوئے کہا: کہ ایک شخص اس (دجال) سے کہے گا کہ تو کافر ہے تو وہی ہے جس کی خبر ہم کو رسول اللہ ﷺ نے دی تھی وہ دجال ان بزرگ کو آرے سے چِروا کر دو ٹکڑے کر دے گا۔ پھر زندہ کرے گا۔ وہ زندہ ہو کر فرمائیں گے اب تو مجھے تیرے کافر ہونے کا اور بھی زیادہ یقین ہو گیا۔ اس کے بعد حضور انور ﷺ نے یہ فرمایا کہ یہ شخص میری امت میں بڑے درجے والا جنتی ہو گا یعنی اس زمانہ کے لوگوں میں افضل ہو گا۔

یعنی ہمارا خیال یہ تھا کہ دجال سے مقابلہ والے وہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے آپ کے زمانہ میں دجال نکلے گا اور آپ اس کا مقابلہ کریں گے مگر جب آپ شہید کر دیئے گئے تب ہم سمجھے کہ کوئی اور صاحب ہیں لہذا حدیث واضح ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی بڑے درجے والے ہیں۔ اس عبارت کے اور مطلب بھی بیان کیے گئے ہیں مگر یہ مطلب آسان بھی ہے اور واضح بھی اور قوی بھی۔(1)

محدث شہیر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

"فعلی هذا قوله والله ما كنا الخ معناه انا كنا نظن ان ذلك الرجل الذی يقتل علی يد الدجال هو عمر حتیٰ مات تبين انه غيره لكن يشكل افضلية ذلك الرجل ويدفع بان معناه فی زمانه وقد تقدم عن الجزری فی باب العلامات بين يدی الساعة ان ذلك الرجل المقتول علی يد الرجال هذا الخضر علیہ السلام فلا اشكال بناء علی انه نبی كما هو اصح الاقوال والله اعلم بالحال"۔(2)

مذکورہ بحث کی روشنی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے اس قول واللہ ما کنا کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا گمان یہی تھا کہ دجال کے ہاتھوں شہید

(1) مراۃ المناجیح، جلد ۸، صفحہ ۳۲۶-۳۲۷ حسن پبلشرز لاہور

(2) مرقاۃ المفاتیح جلد: ۱۱ صفحہ: ۲۰۲، دار الکتب العلمیہ بیروت

ہونے والے شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے لیکن جب آپ کی شہادت ہوئی تو یہ واضح ہو گیا کہ وہ مقتول کوئی اور شخص ہو گا۔ لیکن اس شخص کی افضلیت پر اشکال لازم آتا ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ شخص اپنے زمانے میں سب سے افضل ہو گا۔

باب العلامات بین یدی الساعۃ میں جزری کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ دجال کے ہاتھوں شہید ہونے والے شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ لہذا اس پر کوئی اشکال ہی لازم نہیں آتا اس لیے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں جیسا کہ صحیح ترین قول یہی ہے۔

امام قسطلانی (م ۹۲۳ھ) کی فیصلہ کن بات:

"لئن سلمنا التخصیص به (ای بالفاروق رضی اللہ عنہ) فهو معارض بالاحادیث الکثیرة البالغة درجة التواتر المعنوی الدالة علی افضلیة الصدیق رضی اللہ عنہ فلا تعارضها الاحاد ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اهل السنة والجماعة علی افضلیة وهو قطعی فلا یعارضه ظنی"۔ (1)

اگر ہم یہ تخصیص ان (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تسلیم کرلیں تو یہ ان اکثر احادیث کے خلاف ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ عنہ پر دال ہیں اور ان کا احاد کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں۔ اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان برابری تسلیم کر بھی لیں تو اجماع اہلسنت وجماعت افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دال ہے اور وہ قطعی ہے۔ تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے۔؟؟

---

(1) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد:۱، صفحہ:106، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت

امام اہلسنت نے تفضیلیت کی جڑ کاٹ دی:

آپ فرماتے ہیں "جس طرح آج کل کے جہال، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر تفضیل حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں یہ تصریح مضادت شریعت و معاندت سنت ہے۔ ولہذا آئمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا کما بیناہ فی کتابنا المبارک مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین۔ بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور اور متواتر و اجماع کے مقابل احاد ہر گز نہ سنے جائیں گے۔۔۔۔الخ

۔۔۔۔۔ امام اہلسنت مزید فرماتے ہیں بالجملہ مسئلہ افضلیت ہر گز باب فضائل سے نہیں جسمیں ضعاف سن سکیں بلکہ مواقف و شرح مواقف میں تو تصریح کی ہے کہ باب عقائد سے ہے اور اسمیں احاد صحاح بھی نامسموع۔[1]

لہذا اکابر کی ان واضح تصریحات کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد حدیث کو افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے معارض لانا موصوف کو چنداں مفید نہیں۔

اہل مدینہ حضرت علی کو سب سے افضل سمجھتے ہیں:

ایک تو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مذکورہ حدیث میں مطلق افضلیت کی بات نہیں بلکہ قضا میں افضل مراد ہے اور یہ باعث نزاع نہیں۔ اس کے باوجود بالفرض محال حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہو بھی تو آپ اہل کوفہ سے ہیں اور اہل کوفہ تفضیل علی بر عثمان کے قائل ہیں لہذا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان میں بھی تفضیل علی بر عثمان مراد ہے جبکہ فی الحال یہاں باعث نزاع تفضیل علی بر شیخین ہے جو کہ کسی صورت میں بھی ثابت نہیں۔

---

(1) فتاویٰ رضویہ، جلد:۵، صفحہ:۵۸۰-۵۸۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اہل کوفہ سے:

"حدثنا الجراح بن مخلد البصری نا معاذ بن هشام ثنی ابی عن قتادة عن خيثمة بن ابی سبرة قال اتيت المدينة فسالت الله ان ييسر لی جليسا صالحا فيسر لی ابا هريرة فجلست اليه فقلت له انی سالت الله ان ييسر لی جليسا صالحا فوفقت لی فقال من اين انت قلت من اهل الكوفة جئت التمس الخير واطلبه فقال اليس فيكم سعد بن مالك مستجاب الدعوة وابن مسعود صاحب طهور رسول الله ﷺ ونعليه وحذيفة صاحب سر رسول الله ﷺ وعمار الذی اجاره الله من الشيطان علی لسان نبيه وسلمان صاحب الكتابين قال القتادة والكتابان الانجيل والقرآن هذا حديث حسن غريب صحيح وخيثمة هو ابن عبدالرحمٰن بن ابی سبرة نسب الی جده"۔ (1)

حضرت خیثمہ بن ابی سبرہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کوئی نیک دوست عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو ہریرہ سے ملوا دیا میں ان کے پاس بیٹھا اور اپنی دعا کے متعلق بتایا۔ انہوں نے پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے عرض کی کوفہ کا رہنے والا ہوں اور خیر کی طلب مجھے یہاں لائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہارے پاس سعد بن مالک نہیں جنکی دعا قبول ہوتی ہے؟ کیا نبی اکرم ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھنے اور جوتیاں سیدھی کرنے والے ابن مسعود نہیں ہیں؟ کیا نبی کریم ﷺ کے راز دار حذیفہ نہیں ہیں؟ کیا عمار نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی دعا کے مطابق شیطان سے دور کر دیا ہے؟ اور کیا دو

---

(1) جامع الترمذی، صفحہ: ۸۶۴، دارالسلام ریاض

کتابوں والے سلمان نہیں ہیں؟ قتادہ کہتے ہیں کہ دو کتابوں سے مراد انجیل اور قرآن ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ اور خیثمہ عبدالرحمٰن بن سبرہ کے بیٹے ہیں سند میں وہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری حیات سے پردہ فرمانے کے بعد کوفہ تشرف لے گئے تھے اور پھر وہیں پر قیام فرمایا۔

اہل کوفہ تقدیم علی بر عثمان کے قائل ہیں:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

"وحكى الخطابي عن اهل السنة من الكوفة تقديم علي على عثمان"۔[1]

خطابی نے نقل کیا ہے کہ کوفہ کے اہلسنت تقدیم علی رضی اللہ عنہ بر عثمان رضی اللہ عنہ کے قائل تھے"

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کوفہ تشریف لے گئے تھے اور کوفہ والے تقدیم علی بر عثمان کے قائل تھے لہذا اس قول کو اگر صحیح مان بھی لیا جائے تو اس میں افضلیت علی بر عثمان رضی اللہ عنہما مراد ہو گی نہ کہ افضلیت علی رضی اللہ عنہ بر شیخین رضی اللہ عنہما۔

---

(1) تدریب الراوی، صفحہ:۴۹۸، قدیمی کتب خانہ کراچی

حضرت عباس کے نظریہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ کی حقیقت

صاحب زبدہ نے یہ بھی لکھا کہ "حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے قائل تھے"۔

"قال فاما العباس فمات وعلی عندہ افضل"۔

رہی بات عباس رضی اللہ عنہ کی سو وہ وفات پاگئے جبکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک سب صحابہ سے افضل تھے۔(1)

منقطع روایت سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کی سند منقطع ہے۔ اور موصوف تو خود فرماتے ہیں کہ "افضلیت تو باب عقائد کی چیز ہے جس میں قطعیات کا ہونا ضروری ہے" جبکہ مذکورہ روایت سے منقطع ہونے کے باوجود افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

دوہرا معیار: قارئین! موصوف کی پوری کتاب میں یہ ملاحظہ فرماسکتے ہیں کہ جب افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات آئے تو موصوف دلیل قطعی مانگتے ہیں (جو الحمد للہ ہم نے پیش کر دیں)۔ لیکن جب کسی دوسری ہستی کی افضلیت ثابت کرنا چاہتے ہیں تو منقطع، ضعیف بلکہ موضوع روایات بھی لے آتے ہیں۔

کچھ طرز ستم بھی ہیں کچھ انداز وفا بھی
کھلتا نہیں حال ان کی طبیعت کا ذرا بھی

حضرت عباس کا قول شیخین کے بعد پر محمول ہے:

قارئین کرام! حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وصال مدینہ طیبہ میں ۳۲ ہجری میں ہوا جبکہ شیخین کریمین اس سے پہلے ظاہری حیات سے پردہ فرماچکے تھے لہذا اگر یہ قول ثابت ہو بھی جائے تو شیخین کے بعد پر محمول ہوگا کہ حضرت عباس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما کے بعد سب سے افضل سمجھتے تھے۔

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۲۵۲

حضرت عباس قضاء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتے تھے:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول میں واضح احتمال موجود ہے جس کی تائید دیگر احادیث و آثار سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عباس سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قاضی ہونے میں سب سے افضل سمجھتے تھے اور آپ کا ا ی الامہ ہونا باعث نزاع نہیں بالاتفاق مسئلہ ہے۔

علی منی کمنزلتی من ربی کی حقیقت

صاحب زبدہ نے ریاض النضرہ کے حوالہ سے یہ حدیث مبارکہ نقل کر کے بھی افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"اور اسی حدیث کو قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ کتاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد :۴، صفحہ: ۱۱۹ پر روایت کیا گیا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۹۔۱۱۸ پر محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا:

"قال جاء ابو بکر و علی یزوران قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد وفاته ستة ایام قال علی لابی بکر تقدم یا خلیفة رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ابو بکر ما کنت لا تقدم رجلا سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول علی منی کمنزلتی من ربی"۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال پاک کے چھ دن بعد، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ آگے ہوں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایسے آدمی سے آگے بڑھنے کا نہیں ہوں (جس کے بارے میں) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ میرے سامنے ویسے ہی ہے جیسا کہ میرا مرتبہ پروردگار کے سامنے ہے۔

ظاہر ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ بزم انبیاء میں یکتا و بے ہمتا ہے۔ تو اس تشبیہ کا مقصد یہ ہو گا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ صفوف صحابہ رضی اللہ عنہم میں یکتا و بے ہمتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد غالب حاجت نہیں رہتی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اظہار فرما کر یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھنا یہ عقیدہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے"۔[1]

اونچی دوکان پھیکا پکوان:

قارئین کرام! موصوف کی حالت یہ ہے کہ جب دعویٰ کرتے ہیں تو عرش معلی پہ پہنچ جاتے ہیں اور جب اس پر دلیل دینے کا وقت آتا ہے تو تحت الثریٰ میں اتر جاتے ہیں۔ اس بات کو آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ "دعویٰ کے وقت مینار پہ چڑھ جانا اور دلیل کے وقت کنوئیں میں اتر جانا"۔۔۔۔۔ یعنی صاحب زبدہ فرماتے ہیں کہ "افضلیت تو باب عقائد کی چیز ہے جس میں قطعیات کا ہونا ضروری ہے"۔

حدیث مذکور بے سند ہے:

جبکہ موصوف نے جو حدیث مبارکہ پیش کی ہے اسکی سند ہی نہیں۔ لہذا اگر موضوع نہ بھی ہو تو بہر صورت قطعی طور پر ضعیف ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ضعیف حدیث سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی:

اور ضعیف حدیث سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی وہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے مقابلے میں، جو کہ قطعی بھی ہے اور دلائل قطعیہ سے ثابت بھی۔

صاحب زبدہ کی منقولہ حدیث کی سند مذکور نہیں:

صاحب زبدہ نے "علی منی کمنزلتی من ربی" جو حدیث مبارکہ نقل کی ہے اس کی سند تو کتب حدیث میں کہیں دستیاب نہ ہو سکی۔ البتہ اس حدیث کے ہم معنیٰ ایک اور حدیث سند کے ساتھ موجود ہے اور وہ ہے:

"محمد بن داود الرملی عن هودة بن خلیفة عن سلیمان التیمی عن ابی مجلز عن ابن مسعود قلت یارسول الله ما منزلة علی منك قال منزلتی من الله عزوجل"۔[2]

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۲۵۹

(2) میزان الاعتدال، رقم: ۷۵۰۷، جلد: ۶، صفحہ: ۱۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ کے ہاں حضرت علی کا مقام کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو مقام میرا رب کے ہاں ہیں۔

یہ حدیث موضوع ہے:

ہم نے جو حدیث "میزان الاعتدال" سے نقل کی ہے یہ صاحب زبدہ کی نقل کردہ حدیث کے ہم معنیٰ ہے اور اس حدیث کی اگرچہ سند معلوم نہیں لیکن یہ حدیث جو بعینہ اسی مفہوم کی ہے موضوع ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فھذا من وضع ھذا الجاھل"۔

(یہ حدیث اس جاہل کی وضع ہے یعنی موضوع ہے)

اور مزید لکھتے ہیں:

"وقیل بل ھو من وضع محمد بن داؤد بن دینار"۔

اور کہا گیا ہے کہ اس حدیث کو وضع کرنے والا محمد بن داؤد بن دینار ہے۔

صاحب زبدہ کی بیان کردہ حدیث پر ضعف کا حکم کیوں؟

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے موصوف کی نقل کردہ روایت کے ہم معنیٰ روایت کو موضوع قرار دیا جس سے دونوں کی استنادی حیثیت واضح ہے۔ لیکن ہم نے تحقیق کے نام پر حقائق کا خون نہیں کیا اسی لیے حدیث کی سند نہ ہونے کی بناء پر احتیاط کی وجہ سے اس کو ضعیف ہی قرار دیا نہ کہ موضوع۔

منزلۃ ابی بکر عندی کمنزلتی عند ربی:

صاحب زبدہ اگر حقائق مسخ کرتے ہوئے اپنی بیان کردہ حدیث سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اثبات پر مصر ہی ہوں، تو لیجئے انھی الفاظ اور اسی مفہوم کی حدیث ہم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں پیش کیے دیتے ہیں، اور کتاب بھی وہی جس سے صاحب زبدہ حدیث لائے ہیں یعنی "ایسے کو تیسا"

ابو بکر کا مقام رسول اللہ ﷺ کے ہاں:

"عن ابن عباس قال رایت رسول الله ﷺ واقفا مع علی اذا قبل ابو بکر فصافحه النبی ﷺ وعانقه وقبل فاه ابی بکر فقال ﷺ (یا ابا الحسن منزلة ابی بکر عندی کمنزلتی عند ربی)"۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے تھے۔ اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان سے مصافحہ کیا اور معانقہ کیا اور ان کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔ اور آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابو الحسن! ابو بکر کا مرتبہ اور مقام میرے نزدیک ویسے ہی ہے جیسا کہ میرا مرتبہ رب کے نزدیک ہے۔

آپ کی آپ کے منہ پر:

ظاہر ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا مرتبہ بزم انبیاء میں یکتا و بے ہمتا ہے تو اس تشبیہ کا مقصد یہ ہو گا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ صفوف صحابہ رضی اللہ عنہم میں یکتا و بے ہمتا ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد غالب حاجت نہیں رہتی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اظہار فرما کر یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھنا حضور نبی کریم ﷺ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے۔

کل یہاں حجام سب کا مونڈتے پھرتے تھے سر
آج اس کوچہ میں ان کی بھی حجامت ہو گئی

(1) ریاض النضرہ، جلد: ۱، صفحہ: ۱۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا اور مسئلہ افضلیت :

صاحب زبدہ نے تو ہر ایک کو تفضیلی ثابت کرنے کی ٹھان لی تھی اور پھر اس کی کوشش کرتے رہے لیکن ناکامی نے ہر مقام پر بڑھ کر ان کے قدم چومے اور یہ کامیاب نہ ہو سکے۔ موصوف ام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق کے متعلق لکھتے ہیں۔

"عن عائشه رضی اللہ عنہا قالت ثلاثة من الانصار لم یکن احد منهم یلحق فی الفضل کلهم من بنی عبد الاشهل سعد بن معاذ اسید بن حفیر و عباد بن بشر"۔

تین انصاری تھے جن کو مرتبے میں کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہ سارے بنی عبدا شھل میں سے تھے

۱۔ سعد بن معاذ ۲۔ اسید بن حفیر ۳۔ عباد بن بشر۔

جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ درباره سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بطور افضلیت مطلقہ لکھا جا چکا ہے باستثنائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (جو بداہتہ عقلیہ سے مستثنیٰ ہیں) تین انصار تھے جن کا مرتبے میں کوئی شریک نہیں تھا۔ اس جگہ جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع مبین میں جناب عائشہ رضی اللہ عنہا شریک نہیں جبکہ آپ مجتہدہ ہیں اگر اس پر اجماع ہوا ہوتا تو جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ضرور پتہ ہوتا جبکہ آپ کا وصال 58 / 57ھ میں ہوا اور آپ کا جنازہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھایا"۔[1]

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ:

قارئین کرام! موصوف ہیرا پھیری سے باز آجائیں یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ان دونوں میں نسبت تساوی کی ہے۔ اور اس بات کا اندازہ آپ موصوف کے مذکورہ تبصرہ اور اسکے تقریباً ایک صفحہ بعد کئے گئے تبصرہ سے لگا سکتے ہیں یعنی کذب و افتریٰ پر مبنی جو تبصرہ موصوف نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد حدیث پر کیا وہی یہاں پر بھی فرمایا۔ لیکن اس پر کچھ مزید لکھنے سے قبل ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں۔

---

(1) زبدة التحقیق۔ صفحہ ۲۶۰

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک سب سے افضل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا نے عقیدہ افضلیت پر دال حدیث مبارکہ جو کہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے کو روایت کیا ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری ایام میں مجھے ارشاد فرمایا:

"مروا ابابکر فلیصل بالناس"۔(1)

یعنی ابو بکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اسی حدیث مبارکہ کو صحابہ نے افضلیت کی دلیل ٹھہرایا اور آپ رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دے کر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۴ھ) رقمطراز ہیں:

"واعلم ان هذا الحديث متواتر فانه ورد من حديث عائشه وابن مسعود وابن عباس و ابن عمرو عبدالله بن زمعة وابي سعيد وعلى ابن ابي طالب وحفصة وفي بعض طرقه عن عائشة"۔(2)

جان لو کہ یہ حدیث "مروا ابابکر فلیصل بالناس" متواتر ہے کیونکہ اس کا ورود حضرت عائشہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن زمعۃ ،ابی سعید، علی بن ابی طالب، حفصہ رضی اللہ عنہم سے ہوا ہے۔

قارئین کرام! یہ حدیث مبارکہ جو کہ متواتر ہے اور افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دال ہے اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی بھی ہے اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ آپ کے نزدیک سب سے افضل صدیق اکبر ہیں۔

---

(1) بخاری شریف، جلد:۱، صفحہ:۹۱، مکتبہ الحسن لاہور

(2) الصواعق المحرقہ، صفحہ:۲۳، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دلالت کرنے والی حدیث:

ام المومنین سے افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر دلالت کرنے والی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:

"عن سعید بن المسیب قال قالت عائشة رضی اللہ عنہا رأیت کان ثلاثة أقمار سقطت فی حجرتی فسألت ابا بکر رضی اللہ عنہ فقال یا عائشة ان تصدق رؤیاك یدفن فی بیتك خیر اهل الارض ثلاثة . فلما قبض رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ودفن قال لی ابو بکر یا عائشة هذا خیر اقمارك وهو احدها ۔هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه"۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں تین چاند دیکھے جو کہ میرے حجرے میں اتر آئے ہیں۔ میں نے اس خواب کی تعبیر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمائی۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا کہ اگر یہ خواب سچ ہے تو اے عائشہ! آپ کے حجرے میں اہل الارض میں تین سب سے بہترین اشخاص مدفون ہوں گے۔ چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال باکمال ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ ان تین چاندوں میں سے ایک ہیں۔

ام المومنین کا نظریہ واضح ہو گیا:

کہ آپ رضی اللہ عنہا بھی وہی نظریہ رکھتی ہیں جو پوری امت کا اجماعی نظریہ ہے یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء ورسل کے بعد سب سے افضل ہیں۔ رہی صاحب زبدہ کی پیش کردہ عبارت تو اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی محمد بن اسحٰق طبقہ ثالثہ کے مدلسین میں سے ہے اور یہ بات اصول حدیث کا ہر طالبعلم جانتا ہے کہ

(1) المستدرک علی الصحیحین، جلد:۳، صفحہ:۹۔۶۰۸ دار المعرفہ بیروت

طبقہ ثالثہ کے مدلس کی وہ روایت جو وہ لفظ ''عن'' سے روایت کرے ضعیف ہوتی ہے۔ اس کی تصریح امام ہیثمی نے فرمائی ہے۔

''ورجالہ ثقات الا ابن اسحٰق عنعن''۔[1]

یعنی اس کے تمام رجال ثقہ ہیں مگر ابن اسحٰق نے اس کو لفظ ''عن'' سے روایت کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ صاحب زبدہ کی پیش کردہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف اقوال سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔

صاحب زبدہ کی روایت سے فضلیت ثابت ہوتی ہے افضلیت نہیں:

قارئین کرام! جب ام المؤمنین کا نظریہ دو روایتوں سے واضح ہو گیا تو یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ آپ رضی اللہ عنہا ان تین صحابہ کی افضلیت جزوی طور پر بیان کر رہی ہیں۔ یعنی یہ حضرات کسی خاص وصف میں افضل ہیں تو یہ فضل جزئی ہوا جو کہ محل نزاع نہیں، نہ کہ فضل مطلق جو کہ محل نزاع ہے۔

بداہۃ عقلیہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مستثنٰی کیوں نہیں؟

صاحب زبدہ نے ام المؤمنین کا یہ قول پیش فرما کر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ ''سیدہ خاتون جنت بداہۃ عقلیہ سے مستثنٰی ہیں''۔

تو ہمارا سوال یہ ہے کہ جب سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا بداہۃ عقلیہ سے مستثنٰی ہیں تو ام المؤمنین کا نظریہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بطور افضلیت مطلقہ لکھا جا چکا۔ لہذا آپ رضی اللہ عنہ بداہۃ عقلیہ کے ساتھ مستثنٰی کیوں نہیں ہیں؟

---

(1) مجمع الزوائد، رقم ۱۴۹۳۴

حضرت حذیفہ بن یمان کا قول" انہ لخیر من مضیٰ بعد نبیکم" کی حقیقت

موصوف نے حضرت حذیفہ بن یمان کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کی جسمیں الفاظ ہیں "وانہ لخیر من مضیٰ بعد نبیکم" اور حوالہ مروج الذہب کا دیا۔[1]

اور حضرت عبداللہ ابن عباس کا فرمان"لم ترعینی مثلہ ولا تری" کی حقیقت

موصوف کے پاس اس عبارت کا بھی حوالہ مروج الذہب کے سوا کوئی نہیں۔[2]

شیعہ کی نقل کردہ روایت پر قطعاً اعتبار نہیں:

صاحب زبدہ نے دونوں اقوال کا حوالہ "مروج الذہب" کا پیش کیا۔ مروج الذہب کا مصنف علی بن حسین مسعودی ہے جو کہ پکا امامی شیعہ ہے۔ جیسا کہ خود شیعہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

مروج الذہب کا مصنف شیعہ ہے:

شیعہ مصنف لکھتا ہے "مسعودی ہذلی جس کا نام ابوالحسن علی بن حسین بن علی ہے۔ بہت بڑا شیخ اور مؤرخین میں سے بزرگ اور مستند ہونے کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم تھا۔ علامہ نے اسے "خلاصۃ الرجالش" کی قسم اول میں ذکر کیا اور کہا کہ اس کی ایک کتاب امامت وغیرہ کے مسئلہ پر ہے جس میں اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے اثبات پر بہت کچھ لکھا ہے۔

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ:۳۱۰

(2) زبدۃ التحقیق، صفحہ:۳۱۰

مروج الذہب بھی اسی کی تصنیف ہے۔ علامہ مجلسی نے مقدمہ میں اور بحارالانوار کی عبارت شروع کرنے سے قبل اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اور نجاشی نے اسی مسعودی کو اپنی فہرست میں ان راویوں میں شمار کیا ہے جو شیعہ مسلک رکھتے ہیں اور کہا کہ اس کی ایک کتاب کا موضوع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت کا اثبات بھی ہے۔ کتاب مروج الذہب اسی کی تصنیف ہے۔ ۳۳۳ھ یا ۳۴۵ھ میں مر گیا تھا۔[1]

سید ہاشم شیعی کا بیان:

"باآنکہ مسعودی مردے شیعی فامامی بود"۔[2]

حالانکہ مسعودی امامی شیعہ ہے۔

صاحب تنقیح المقال (شیعہ مصنف) نے بھی لکھا

"انہ امامی ثقۃ وھو الحق الحقیق بالاتباع"۔[3]

یقیناوہ امامی شیعہ تھااور یہی قول حق ہے اور اسے ہی حق سمجھنا چاہیے

شیعہ کا حوالہ صاحب زبدہ کو مبارک:

قارئین کرام! ہم نے یہ بات شیعہ کے حوالے سے ثابت کر دی کہ صاحب زبدۃ التحقیق کا پیش کردہ کتاب مروج الذہب کا مصنف شیعہ ہے اور اس پر مزید یہ کہ ان روایات کی کوئی سند بھی معلوم نہیں ہے لہذا شیعہ کی منقولہ بے سند روایات سے عقیدہ بنانا صاحب زبدہ کو مبارک۔ اہل سنت یہ جسارت کبھی نہیں کر سکتے۔

صاحب زبدۃ التحقیق سے استفسار:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا صاحب زبدۃ التحقیق نے اعلیحضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تابڑ توڑ حملے کیے لیکن چونکہ ناکامی موصوف کا مقدر تھی سو انہیں یہی نصیب ہوئی۔ اس لیے

---

(1) الکنیٰ والالقاب فارسی، جلد:۴، صفحہ ۱۲۲۱ از شیخ عباس قمی

(2) مقدمہ منتخب التواریخ، مطبوعہ تہران

(3) تنقیح المقال، جلد ۲، صفحہ:۲۸۳۔۲۸۲، مطبوعہ تہران

کہ اہل سنت کی کتب سے جب اپنے مقصود میں ناکامی نظر آئی تو کتب شیعہ کا سہارا لینے نکل پڑے۔ فیاللعجب

موصوف سے استفسار یہ ہے کہ آپ شیعہ ہیں یا سنی؟؟

اگر سنی ہیں تو کتب شیعہ بطور حوالہ پیش کرنا چہ معنیٰ دارد؟؟

اور اگر شیعہ ہیں تو سنیت کا لبادہ اوڑھنا چیست؟؟

حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ:

صاحب زبدۃ التحقیق رقمطراز ہیں

"قال صالح ابن احمد بن حنبل عن ابیہ ابی الطفیل مکی ثقۃ، قال البخاری فی التاریخ الصغیر عن ابی الطفیل قال ادرکت ثمان سنین عن حیاۃ النبی ﷺ قال ابو عمر کان یعترف بفضل ابی بکر و عمر لکنہ یقدم علیاً"۔

صالح بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے روایت کیا: ابو الطفیل مکی ثقہ ہیں اور بخاری نے تاریخ صغیر میں لکھا ہے ابو الطفیل کے حوالے سے، انہوں نے کہا میں نے سرکار دو عالم ﷺ کی (ظاہری) زندگی کے آٹھ سال پائے، ابو عمر نے کہا (ابو الطفیل) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضل و شرف کے قائل تھے۔ مگر وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان سے افضل سمجھتے"۔(1)

جواب:

موصوف نے حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ کے متعلق لکھا کہ وہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل سمجھتے تھے جو کہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ صاحب زبدہ نے عبارت کا ترجمہ غلط کیا

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۲۶۲

صاحب زبدۃ التحقیق نے "کان یعترف بفضل ابی بکر و عمر لکنہ یقدم علیا" کا ترجمہ یہ کیا کہ "ابو الطفیل، ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فضل و شرف کے قائل تھے مگر وہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان سے افضل سمجھتے تھے"

جبکہ ترجمہ یہ بنتا ہے کہ "حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو افضل سمجھتے تھے لیکن وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقدیم کے قائل تھے" (یعنی اسلام لانے میں یا دیگر جزوی فضائل میں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقدیم کا مطلب:

یعنی جیسا کہ ظاہر و باہر ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعدد جزوی فضائل کے حامل تھے تو حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان فضائل میں مقدم سمجھتے تھے نہ کہ افضلیت مطلقہ کے قائل تھے۔

صاحب زبدہ نے بھی فضل کا ترجمہ افضل کیا ہے:

موصوف نے صرف ایک صفحہ کے فاصلہ پر جہاں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نظریہ بیان کر کے دھوکہ دینے کی سعی فرمائی ہے وہاں "لم یکن احد منھم یلحق فی الفضل کلھم" عبارت میں فضل کا ترجمہ "افضل کیا ہے"۔ دیکھیے زبدۃ التحقیق صفحہ: ۲۶۰

تقدیم کا دوسرا مطلب:

حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ شیخین کی افضلیت اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تقدیم کے قائل تھے یعنی عامر بن واثلہ شیخین کی افضلیت کے بعد ختنین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے۔ جسکی تصریح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وانما ذھب بعض الخلف الی تفضیل علی رضی اللہ عنہ علی عثمان رضی اللہ عنہ ومنھم ابو الطفیل من الصحابۃ رضی اللہ عنہ"۔ (1)

---

(1) شرح فقہ اکبر، صفحہ: ۶۴، قدیمی کتب خانہ کراچی

بعض خلف تفضیل علی رضی اللہ عنہ بر عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف گئے ہیں ان میں سے
حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ صحابی رسول ﷺ بھی ہیں۔

عامر بن واثلہ کے قائل تفضیل علی بر عثمان رضی اللہ عنہما ہونے پر تائید مزید:

اگرچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے بعد ضرورت نہیں رہتی لیکن پھر بھی مزید وضاحت صاحب زبدہ کے لیے پیش کیے دیتے ہیں۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ کا تعلق کوفہ سے ہے جیسا کہ "اُسد الغابہ" جلد: ۲، صفحہ ۱۶۸، رقم ۲۷۴۵ پر موجود ہے۔ اور کوفہ کے اہلسنت کی اکثریت تفضیل علی بر عثمان رضی اللہ عنہما کی قائل تھی۔ جیسا کہ تدریب الراوی، صفحہ: ۴۹۸، پر موجود ہے۔ بنابراین آپ رضی اللہ عنہ بھی کوفہ سے تھے اور تفضیل علی بر عثمان رضی اللہ عنہما کے قائل تھے۔

افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کی حقیقت

صاحب زبدہ یہ عنوان "افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام" قائم کر کے لکھتے ہیں:

"عن ابی بریدۃ عن ابیہ قال خدیجۃ اول من اسلم مع رسول اللہ ﷺ ثم علی وقال ابو ذر والمقداد خباب و جابر و ابو سعید الخدری وغیرھم ان علیاً اول من اسلم بعد خدیجۃ وفضلہ ھولاء علی غیرہ"۔[1]

ابی بریدہ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائیں پھر علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ اور ابو ذر اور مقداد اور خباب اور جابر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم نے کہا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد۔ اور ان لوگوں نے انہیں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ کرام اور افراد امت سے افضل سمجھا"۔

جواب: قارئین کرام! حدیث مبارکہ میں بالکل واضح ہے کہ یہاں پر اول اسلام لانے کی بات ہو رہی ہے نہ کہ مطلق افضلیت کی اور اول اسلام لانا کس کے حق میں ثابت ہے؟ یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے مگر باوجود اس کے، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جزوی فضلیت ثابت ہو رہی ہے۔ جو کہ محل نزاع نہیں۔

صاحب زبدۃ التحقیق کا دفاعی پوزیشن لینا:

موصوف لکھتے ہیں "اس روایت کے بارے میں یہ کہنا کہ اس روایت میں ابن عبد البر تنہا اور متفرد ہیں غلط ہے۔ اس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ لہٰذا اس میں تفرد ابن عبد البر کی تاویل رکیک ہے"۔[2]

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ:۳۶۶

(2) زبدۃ التحقیق صفحہ:۲۶۶

جواب: چونکہ حدیث مبارکہ میں "**وفضله هولاء علی غیره**" کے الفاظ غیر محفوظ ہیں۔ ابن عبد البر کے علاوہ یہ الفاظ کسی نے بھی نقل نہیں کیے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ابن عبد البر کی طرف سے اضافہ ہے۔ اصل روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ صاحب زبدہ پہلے ہی پوزیشن سنبھال کے کھڑے ہو گئے کہ یہ نہیں کہنا کہ یہ ابن عبد البر کے الفاظ ہیں:

چور کی داڑھی میں تنکا

اس پر موصوف کا مزید یہ کہنا کہ اسکو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ دعویٰ بلا دلیل ہے اور دعویٰ بلا دلیل قابل قبول نہیں۔ ویسے بھی دعویٰ کے وقت مینار پر چڑھ جانا اور دلیل کے وقت کنوئیں میں اتر جانا موصوف کی عادت مبارکہ ہے۔ بہر حال موصوف اس دھوکہ دہی سے بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

خطابی کے قول کی حقیقت:

صاحب زبدۃ التحقیق شیخ محقق کی ایک نامکمل عبارت نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ "جیسا کہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی قادری نے تکمیل الایمان صفحہ ۵۷ پر لکھا ہے:

"گفتہ است کہ ابو بکر خیر من علی و علی افضل من ابی بکر، اگر مراد خیریت ابو بکر از وجھے است و افضلیت علی از وجھے پس این سخنے است بیرون از دائرہ اختلاف و خارج از محل نزاع"۔

خطابی نے کہا ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے اچھے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اگر ان کی مراد یہ ہو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اچھائی کسی اور وجہ سے ہے اور افضلیت علی رضی اللہ عنہ کسی اور وجہ سے، تو یہ مسئلہ دائرہ اختلاف سے باہر ہے اور محل نزاع سے خارج ہے"۔[1]

جواب: صاحب زبدۃ التحقیق اس عبارت کو ماقبل سے بھی ذکر کر دیتے تو بات واضح ہو جاتی کہ شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اس عبارت کو رد کرنے کیلیے ذکر کیا ہے اور اس کو اقوال شاذہ میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ شیخ محقق رقمطراز ہیں:

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۲۱۹

"بر تقدیر تسلیم ایں روایت وے ازاں جماعت صحابہ کہ تفضیل علی مرتضیٰ نقل کردہ وامثال آں روایات چنانچہ خطابی از بعضے مشائخ حدیث نقل می کند کہ می گفتند ابو بکر خیر من علی وعلی افضل من ابو بکر"۔(1)

بر تقدیر تسلیم صحابہ سے یہ روایت شاذہ جو کہ تفضیل علی المرتضیٰ میں منقول ہے اور اس کے سوا دیگر روائتیں جیسا کہ خطابی نے بعض مشائخ حدیث سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ ابو بکر علی سے بہتر اور علی ابو بکر سے افضل ہیں۔

صاحب زبدہ کا نقل کردہ قول بکواس ہے:

قارئین کرام! جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ شیخ محقق نے اس قول کو تردید کے لیے ذکر کیا لیکن صاحب زبدۃ نے خیانت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے تردیدی جملے کو چھوڑ کر صرف اصل عبارت نقل کر کے استدلال کر لیا۔ حالانکہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قول کو نقل کیا اور اس کی تردید کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ قول بکواس ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رقمطراز ہیں:

"ویؤیدہ ایضا ما حکاہ الخطابی عن بعض مشائخہ انہ کان یقول: ابو بکر خیر وعلی افضل لکن قال بعضھم ان ھذا تھافت من القول ای انہ لا معنی الخیریۃ الا الافضلیۃ فان ارید ان خیریۃ ابی بکر من بعض الوجوہ وافضلیۃ علی من وجہ آخر لم یکن ذٰلک من محل الخلاف ولم یکن الامر فی ذلک خاصا بابی بکر وعلی بل ابو بکر وابو عبیدۃ مثلاً یقال فیھما ذلک فان الامامۃ التی فی ابی عبیدۃ وخصہ بھا ﷺ لم یخص ابا بکر بمثلھا فکان خیرا من ابی بکر من ھذا الوجہ والحاصل ان المفضول قد توجد فیہ مزیۃ بل مزایا لا توجد فی الفاضل فان اراد شیخ الخطابی ذلک وان ابا بکر افضل مطلقاً الا ان علیا وجدت فیہ مزایا لا توجد فی ابی بکر فکلامہ صحیح والا

(1) تکمیل الایمان، صفحہ: 148-149، الرحیم اکیڈمی کراچی

فکلامہ فی غایت التھافت خلافا لمن انتصر لہ ووجہ بمالا یجدی بل لا یفھم"۔[1]

"جسے خطابی نے اپنے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر بہتر ہیں اور حضرت علی افضل۔ لیکن ان میں سے بعض نے کہا ہے یہ تو بکواس قول ہے کیونکہ بہتر ہونے کے معنیٰ افضلیت کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن اگر حضرت ابو بکر کے بہتر ہونے سے یہ مراد ہو کہ آپ بعض پہلوؤں سے افضل ہیں تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ بات کوئی حضرت ابو بکر اور حضرت علی سے ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ بات حضرت ابو بکر اور حضرت ابو عبیدہ کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے۔ بطور مثال یہ کہ آنحضرت ﷺ نے امانت میں جسطرح حضرت ابو عبیدہ کو مخصوص فرمایا ہے اس طرح حضرت ابو بکر کو نہیں فرمایا اس لحاظ سے حضرت ابو عبیدہ حضرت ابو بکر سے بہتر ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ بعض دفعہ مفضول میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں جو فاضل میں موجود نہیں ہوتیں۔ اگر شیخ خطابی کا مطلب یہ ہو کہ حضرت ابو بکر تو علی الاطلاق افضل ہیں مگر حضرت علی میں بھی ایسی خوبیاں موجود ہیں جو حضرت ابو بکر میں نہیں پائی جاتیں تو ان کی بات درست ہے اور اگر یہ مفہوم مراد نہیں تو ان کا کلام بکواس اور اس شخص کے بھی خلاف ہے جس کی اس نے مدد کی بلکہ یہ ایک بے فائدہ اور نا قابل فہم بات ہے"

تبصرہ: قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور علامہ ابن حجر مکی نے خطابی کا قول رد کرنے کے لیے اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا۔ اور صاحب زبدۃ التحقیق نے اس قول مردود کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل بنا لیا۔

خوف خدا۔۔۔۔ شرم نبی
یہ بھی نہیں۔۔۔۔ وہ بھی نہیں

---

(1) الصواعق المحرقہ، صفحہ: ۵۸، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

علی امام المتقین کی حقیقت:

صاحب زبدۃ التحقیق نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر یہ حدیث بھی پیش کی ہے:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا بسید المسلمین وامام المتقین"۔

تمہارا آنا مبارک! اے سارے مسلمانوں کے سردار اور سارے متقیوں کے امام۔

یہ حدیث مرفوع ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام مسلمانوں کا سردار فرمانا جملہ امت محمدیہ میں افضلیت کی کافی دلیل نہیں ہے کیا؟؟ سب اتقیاء کا سردار فرمانا سب سے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے کیا؟؟"[1]

جواب: حدیث کی سند میں کذاب راوی:

قارئین کرام! صاحب زبدۃ التحقیق نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر جتنی بھی احادیث پیش کی ہیں وہ یا تو موضوع ہیں یا پھر ضعیف ہیں۔ اور یہی حال اس حدیث (سید المسلمین وامام المتقین) کا بھی ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی "مجاشع بن عمرو" ہے جس کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال ابن حبان یضع الحدیث"۔[2]

ابن حبان کہتے ہیں کہ "مجاشع بن عمرو" حدیثیں گھڑتا ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی نے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے۔

اس حدیث (سید المسلمین وامام المتقین) کو علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ نے موضوع قرار دیا۔ دیکھیے۔ "کتاب الموضوعات نی" صفحہ:۹۸

یونہی اس حدیث کی سند کے راوی "حسن بن حسین" پر بھی سخت جرح موجود ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ موصوف خود فرماتے ہیں "یہ باب عقائد کی چیز ہے جسمیں قطعیات کا ہونا ضروری ہے"۔

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۲۶۳

(2) المغنی فی الضعفاء جلد: ۲، صفحہ: ۲۴۶، دار الکتب العلمیہ بیروت

نحن اهل بیت لا یقاس کی حقیقت:

موصوف نے اس حدیث کو بھی افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دلائل میں پیش کیا۔ موصوف رقمطراز ہیں

"عن انس نحن اهل بيت لا يقاس بنا احد"۔
ہم اہل بیت ہیں ہمارے برابر کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ (1)

جواب:

یہ حدیث مبارکہ مکمل سند کے ساتھ یوں ہے:

"اخبرنا بها ابو القاسم بن السمرقندی انا ابو محمد الصريفينی نا ابو حفص عمر بن ابراهيم المقرئ ثنا ابو اسحاق ابراهيم بن جيش بن دينار المعدل نا محمد بن السری بن سهل القنطری نا يحيٰ بن شبيب نا حميد و دينار قالا ثنا انس قال جاء رجل الی علی بن ابی طالب فقال خير الناس بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال له رأيت ابا بكر و عمر قال لا قال لو قلت انی رأيتهما لحددتك ثم قال خير هذا الامة بعد نبيها ابو بكر و عمر نحن اهل بيت لا يقاس بنا احد"۔ (2)

نحن اهل بیت لا یقاس کے الفاظ غیر محفوظ ہیں:

قارئین کرام! صاحب زبدہ نے مکمل حدیث میں جو الفاظ غیر محفوظ تھے وہ نقل کر دیئے اور اس سے ماقبل الفاظ (جو اصل حدیث تھی) کو ہضم کر گئے۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ "قال خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر و عمر" تک ہیں۔ اس سے آگے راوی کا اضافہ ہے لہذا صاحب زبدہ کے نقل کردہ الفاظ ثابت نہیں۔

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ:۲۹۹
(2) تاریخ دمشق، جلد ۳۰، صفحہ:۳۶۱

سند میں راوی مجروح ہیں:

مذکورہ روایت کی سند میں ایک راوی "محمد بن السری" ہے جس کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لایعرف والخبر موضوع"۔[1]

یعنی یہ جاہل شخص تھا اور موضوع روایتیں نقل کرتا تھا۔

اس کے علاوہ یحییٰ بن شبیب پر بھی کذب کی جرح موجود ہے۔ لہٰذا اس روایت سے بھی موصوف کے ہاتھ ناکامی کے سوا کچھ نہ آیا۔

ادعوا الی سید العرب کی حقیقت:

صاحب زبدۃ التحقیق رقمطراز ہیں:

"عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادعوا الی سید العرب یعنی علی بن ابی طالب ادعوا الی سید العرب قالوا الست سید العرب قال انا سید ولد آدم وعلی سید العرب"۔

"حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس عرب کے سردار یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلاؤ"۔ "میرے پاس عرب کے سردار کو بلاؤ۔ صحابہ کرام نے عرض کی کیا آپ عرب کے سردار نہیں؟ فرمایا: میں اولاد آدم کا سردار ہوں، علی عرب کا سردار ہے"۔[2]

---

(1) المغنی، جلد:۲، صفحہ:۰۷، رقم:۵۵۴۶، دارالکتب العلمیہ بیروت

(2) زبدۃ التحقیق، صفحہ:۳۱۸

جواب:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مستثنیٰ ہیں:

قارئین کرام! حدیث مذکور میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو "سید عرب" فرمایا گیا۔ جبکہ حضور نبی کریم ﷺ بھی عرب ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بھی کچھ انبیاء کرام علیہم السلام عربی ہیں جو کہ لازمی طور پر اس روایت سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اس روایت سے مستثنیٰ ہوں گے اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی افضلیت اجماع، احادیث متواترہ اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور اس کے خلاف صحیح حدیث بھی آجائے تو وہ واجب التاویل ہے (کما مر)

لہٰذا ہماری تاویل مذکور عین اصول کے مطابق ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس روایت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ثابت نہیں ہوتی۔

صرف سیادت سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی:

یہ بات محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی شرح میں رقم فرمائی ہے۔ دیکھیے:۔

"وعن جابر قال کان عمر یقول ابو بکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی بلالا رواہ للبخاری"۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا"

محقق علی الاطلاق رقمطراز ہیں:

"شارحین فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات بطور تواضع کہی ورنہ وہ حضرت بلال سے افضل ہیں رضی اللہ عنہ۔ بعض علماء نے فرمایا سردار ہونے کو افضل ہونا لازم نہیں۔ اسی طرح اہل علم نے فرمایا ہے۔ میں

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ ضمیر متکلم مع الغیر (جو سیدنا میں ہے) ضروری نہیں کہ سب کو شامل ہو اکثر افراد کے اعتبار سے بھی اس کا استعمال درست ہے۔ اس ضمیر سے مراد صحابہ کرام ہیں پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو "سیدنا" کہا ہے تو یہ تمام صحابہ کو شامل ہے اور حضرت بلال کے لیے جو یہی لفظ استعمال کیا ہے تو اس سے مراد اکثر صحابہ ہیں۔ اس فقرے میں اضافت تخصیص کیلیے ہے یعنی ہمارے درمیان سید ہیں"۔(1)

صاحب زبدہ چونکہ صرف "سیادت" سے افضلیت ثابت کرنے چلے تھے تو شیخ محقق نے اس کا بھی رد فرمادیا کہ ان الفاظ سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔

صدیق اکبر عرب بوڑھوں کے سردار ہیں:

قارئین کرام! جیسا کہ قرآن کریم کی بعض آیات دوسری بعض کی تفسیر ہیں یونہی احادیث میں بھی بعض بعض کے لیے موضح ہیں اور حدیث مذکور کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہو جاتی ہے۔

"عن اسماعیل بن ابی خالد قال بلغنی ان عائشة نظرت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا سید العرب فقال صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم وابوك سید كهول العرب وعلی سید شباب العرب۔"(2)

اسماعیل بن خالد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ بے شک ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر کہا "یا سید العرب" تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور اے عائشہ تیرا باپ (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) عربی بوڑھوں کے سردار ہیں اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عربی جوانوں کے سردار ہیں۔

---

(1) اشعۃ اللمعات اردو، جلد ۷، صفحہ: ۵۶۷، فرید بک سٹال لاہور

(2) الریاض النضرہ، جلد: ۱، صفحہ: ۱۳۸، دار الکتب العلمیہ بیروت

تبصرہ: یعنی صاحب زبدۃ التحقیق کی پیش کردہ روایت سے کسی صورت میں بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ ثابت نہیں ہوتی۔ شیخین قطعی طور پر ان سے افضل ہیں اور اگر ان کی سیادت سے افضلیت ثابت بھی کی جائے تو عرب نوجوانوں پر ثابت ہو گی نہ کہ تمام پر۔ جیسا کہ صاحب زبدہ کی نقل کردہ روایت "ادعوا الی سید العرب" کے تحت امام عجلونی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

"وبهذا يعلم ان سيادة بالنسبة للشباب لا مطلقا"۔[1]

اس سے معلوم ہو گیا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیادت نوجوانوں کے اعتبار سے ہے مطلقاً نہیں۔

سند پر ضعف اور وضع کی جرح:

مذکورہ تمام بحث کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ روایت مذکور کی تمام اسناد پر ضعف اور وضع کی شدید ترین جرح موجود ہے لہذا موصوف کے ہاتھ مایوسی کے سوا کچھ نہیں

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان "لا یسبقه الاولون بعمل" کی حقیقت:

صاحب زبدۃ التحقیق رقمطراز ہیں:

"خطب الحسن ابن علی الناس حین قتل علی فحمد الله واثنی علیه ثم قال لقد قبض فی هذه اللیلة رجل لا یسبقه الاولون بعمل ولا یدرکه الآخرون"۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطاب کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو انہوں نے فرمایا: اس رات کو ایک ایسا شخص واصل باللہ ہوا جس سے پہلے لوگ کسی بھی عمل کے ذریعے سبقت نہ لے جا سکے اور نہ ہی آئندہ لوگ اس کو پہنچ پائیں گے۔"[2]

---

(1) کشف الخفاء، رقم ۱۵۱۳

(2) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۳۲۶

جواب:

حدیث مبارکہ میں "بعمل" کی جگہ "بعلم" ہے۔ صاحب زبدۃ التحقیق کی پیش کردہ روایت میں "بعمل" کا لفظ خطا ہے جبکہ صحیح لفظ "علم" ہے جیساکہ السنہ ابن خلال رقم: ۴۷۱ اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے۔ لہذا اس سے بھی استدلال صاحب زبدہ کے لیے چنداں مفید نہیں۔

امام حسن کا قول عموم پر نہیں:

ہر ذی شعور یہ بات جانتا ہے کہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تقریباً نو سال تھی تو اس وقت یہ قول کرنا بعید از قیاس ہے۔ البتہ حضور مولائے کائنات اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جب قصاص عثمان پر اختلاف ہوا تو اکثر صحابہ کے ایسے اقوال دربارہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ اسی طرح امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلفاء ثلاثہ کے بعد پر محمول ہے۔

ایسے اقوال سے افضلیت ثابت نہیں ہوتی:

صاحب زبدہ کی طرح اگر ایسے اقوال سے افضلیت ثابت ہو جائے تو پھر ہر دوسرا شخص اقوال پیش کر کے افضلیت کا اثبات کرتا نظر آئے گا۔ مثال کے طور پر۔

فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دربارہ سلیمان فارسی:

"حدثنا عن سلمان قال من لكم بمثل لقمان الحكيم ذاك امرؤ منا والينا اهل البيت ادرك العلم الاول والعلم الآخر وقرأ الكتاب الاول والكتاب الآخر بحر لاينزف (حلية الاولياء)"۔

"جب کچھ حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ حضرت سلیمان کے بارے میں بتائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے لقمان حکیم کی طرح کون ہے

؟پھر خود ہی جواب دیا: ہم میں سے وہ شخص جو ہماری اہلبیت سے بھی ہے پہلے اور بعد والے علوم کا ادراک کرنے والا ہے جس نے کتاب اول اور کتاب آخر کو پڑھا۔ علم کا ایسا سمندر ہے جس کا پانی ختم ہونے والا نہیں"۔

اب کوئی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو لے کر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کرنے کے درپے ہو جائے جس طرح صاحب زبدۃ التحقیق کی عادت مبارکہ ہے۔ تو ہمارے پاس ایسے شخص کی عقل ناقص پر افسوس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ حدیث مذکور سے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ تو دور کی بات ہے۔ خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر بھی افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔

قول مذکور کی سند پر کلام:

قارئین کرام! صاحب زبدہ کی ذکر کردہ دیگر روایات اور اقوال کی طرح قول مذکور کی سند پر بھی کلام موجود ہے یعنی اگر تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہو بھی جائے تو ضعیف ہے جس کی بناء پر اثبات افضلیت کے لیئے ناکافی ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول کی حقیقت:

صاحب زبدۃ التحقیق رقمطراز ہیں:

"قال معاویة خیر من من واقع سید تقمص وارتدی وافضل من حج وسعی زوج خیر النساء ابو سبطین لم ترعینی مثله ولا تری حتی القیامة واللقاء لمن لعنه فعلیه لعنة الله والعباد الی یوم القیامة"۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ سب ایمان والوں اور متقیوں سے افضل، قمیص پہننے والوں اور چادر اوڑھنے والوں سے افضل، جنہوں نے حج کیا اور سعی کی ان سے اعلیٰ اور برتر۔۔۔ وہ ملکہ جنت کے خاوند، سبطین کریمین کے باپ، میری آنکھ نے ان کی مثل نہیں دیکھا اور نہ تم قیامت تک دیکھو گے۔ جو شخص ان کو لعنت کرے اس پر خدا تعالیٰ اور بندوں کی قیامت تک لعنت ہے"۔(1)

---

(1) زبدۃ التحقیق صفحہ: ۳۲۵۔۳۲۶

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا ہے اور یہ آپ نے اس لیے فرمایا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ میرا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اختلاف ذاتی نہیں بلکہ قصاص عثمان پر ہے لہذا ذات کے اعتبار سے انہیں اپنے آپ سے افضل اور اعلیٰ بلکہ اس دور میں انہیں اعلیٰ و افضل سمجھتا ہوں۔ (حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پوری روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو آپ رضی اللہ عنہ سے افضل ہو) اس لیے اس قول کو خلفاء ثلاثہ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت پر محمول کیا جائے گا۔

اس پر مزید یہ کہ سند پر کلام والی بات تو آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔ چونکہ ایسا ممکن نہیں کہ صاحب زبدۃ التحقیق افضلیت ثابت کریں اور روایت ایسی پیش کریں کہ جسکی سند پر کلام نہ ہو محال ہے۔

علی خیر البریہ کی حقیقت:

صاحب زبدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر ایک دلیل یہ لائے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال علی خیر البریة"۔

ابو سعید خدری جو کہ افاضل صحابہ میں سے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ علی سب مخلوق سے باستثنائے انبیاء افضل ہیں۔ (1)

موصوف نے اس حدیث کے مرفوع ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے دیکھیے صفحہ: ۲۵۷-۲۶۴

جواب: علی خیر البریہ موضوع ہے:

موصوف ویسے تو افضلیت پر دلیل قطعی مانگتے ہیں لیکن یہاں ایک موضوع روایت پیش کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کرنے چلے ہیں۔ موصوف کی نقل کردہ روایت موضوع ہے۔

---

(1) زبدۃ التحقیق، صفحہ ۲۶۵

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:
هذا كذب (یہ جھوٹ ہے)۔[1]
علامہ ذہبی فرماتے ہیں: منکر[2]
بن القیرانی نے فرمایا: "احمد هذا كذاب"۔[3]
ابن عدی نے کہا: "احادیث المناکیر"۔[4]
ابن حبان لکھتے ہیں: "لا یحل الاحتجاج بہ بحال"۔[5]

صاحب زبدہ کو بھی حدیث مذکور پر کلام مسلم ہے:

قارئین کرام! صرف یہی نہیں کہ مذکورہ محدثین نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ اسکے علاوہ اور محدثین نے بھی اس کی سند پر کلام کیا ہے بلکہ خود صاحب زبدۃ التحقیق نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ اس روایت پر کلام ہے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"مندرجہ بالا روایات پر بعض اہل علم نے کلام کیا ہے تاہم ہمارے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان راویوں اور اپنی کتب میں درج کرنے والے محدثین کو کسی نے خارج از اہلسنت یا خارج از اسلام قرار نہیں دیا"۔[6]

استفسار:

ہم صاحب زبدۃ التحقیق سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ افضلیت کے باب میں ایک ایسی روایت بطور دلیل پیش کرنا جس پر کلام ہو۔ کفایت کرے گا؟؟

---

(1) لسان المیزان، رقم ۵۶۲
(2) میزان الاعتدال، رقم: ۳۸۵
(3) تذکرۃ الحفاظ، رقم: ۵۲۸
(4) الکامل ابن عدی، جلد: ۱، صفحہ: ۱۶۹
(5) المجروحین، جلد: ۱ صفحہ: ۱۴۰
(6) زبدۃ التحقیق، صفحہ: ۲۶۵

حالانکہ آپ نے خود اپنی کتاب زبدۃ التحقیق میں افضلیت کے قطعی ہونے کا وظیفہ بہت سی جگہوں پر لکھا۔

باقی صاحب زبدۃ التحقیق کا یہ کہنا کہ "اس پر بعض اہل علم کا کلام ہے" حقائق مسخ کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس روایت پر اکثر اہل علم کو کلام ہے۔

رہی یہ بات کہ راویوں اور نقل کرنے والے محدثین کو خارج از اہلسنت یا خارج از اسلام کہنا ؛تو گذارش یہ ہے کہ آپ اگر روایت مذکور پر کلام ہونے کے باوجود اس روایت کو تسلیم کرنے پر مصر ہیں تو کیا اصول حدیث میں کسی راوی کی روایت کو قبول کرنے کا صرف یہی معیار ہے کہ وہ خارج از اہلسنت یا خارج از اسلام نہ ہو تو اسکی روایت کو قبول کر لیا جائے گا۔ یا محدثین نے مزید کچھ اور شرائط بھی بیان فرمائی ہیں؟؟

اور جہاں تک بات ہے اس روایت کو اپنی کتب میں نقل کرنے والے مصنفین کی تو آپ نے ابن عساکر کا حوالہ دیا ہے۔ حدیث سے شغف رکھنے والا ادنیٰ سا طالبعلم بھی اس بات سے آگاہ ہے کہ محدثین اپنے اپنے انداز اور طریقہ سے احادیث کو جمع کرتے ہیں اور ابن عساکر کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک موضوع اور کسی بھی شخصیت کے متعلق وارد احادیث جتنی بھی ان کو میسر آسکیں نقل کر دیتے ہیں قطع نظر اس کے کہ ان کی اسنادی حیثیت کیا ہے یہ بات ابن عساکر قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ خود اصول حدیث کی روشنی میں احادیث میں تمیز کریں ۔(ابن عساکر کو کیا پتہ تھا کہ اس زمانہ نے بھی آنا ہے کہ موضوع اور ضعیف احادیث سے عقائد میں استدلال کیا جائے گا۔)

صاحب زبدہ جواب دیں:

اور موصوف یہ بھی بتائیں کہ اگر کتب میں نقل کرنے پر اتنا ہی اعتماد ہے تو نقل کر کے کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس روایت کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر افضلیت کی دلیل بنایا ہے؟؟ جیسا کہ آپ نے موضوع حدیث کو افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دلیل بنایا ہے۔ تو جواب یقینا نفی میں ہو گا لہذا ہماری گزارش یہی ہے کہ جو کام چودہ صدیوں میں کسی نے نہیں کیا آپ کیوں کر رہے ہیں۔

اعتراض:

صاحب زبدۃ التحقیق نے "نعرہ تحقیق"۔۔۔ حق چاریار" پر بھی اعتراض کیا اور لکھا کہ یہ نعرہ ۱۹۵۳ یا اس کے بعد جہلم سے شروع ہوا ہے۔ اور موجودہ نعرہ (حق چاریار) میں بغض اہلبیت کی بو آتی ہے یا بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی۔(1)

جواب:

نعرہ تحقیق پر مکمل بحث اور موصوف کی طرف سے قائم کردہ جملہ اعتراضات کے جوابات ہم اپنی کتاب "نعرہ تحقیق حق چاریار" میں دے چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

البتہ اختصاراً ہم صرف دو اکابر کے حوالہ جات پیش کر دیتے ہیں۔

چشت اہل بہشت کا نعرہ "حق چاریار":

فاتح قادیاں، قطب عالم، پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ہر سال پاک پتن شریف میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پاک پر حاضر ہوتے تھے قصور اور ریاست بہاولپور کے غیر مقلد علماء متواتر کئی سال وہاں پہنچ کر آپ سے سوال کرتے رہے کہ کیا آپ عالم ہو کر اس بات کو درست مانتے ہیں کہ جو شخص بابا صاحب کے روضے کے بہشتی دروازے سے گزر جائے وہ جنت کا سزاوار ہو جاتا ہے؟

پیر سید مہر علی شاہ صاحب ہر سال نیا استدلال پیش فرماتے۔ مولوی غلام قادر جو کہ تحصیل منچن آباد نے یہی سوال کیا تب آپ نے فرمایا: کیا یہ حدیث صحیح نہیں کہ مومن کی قبر روضۃ من ریاض الجنۃ ہوتی ہے؟ اس نے کہا صحیح ہے فرمایا: جب لفظ جنت کا اطلاق مومن کی قبر پر صحیح ٹھہرا تو اس کے دروازے کو بہشتی دروازہ کہنے پر کیا اعتراض ہے؟ مولوی صاحب نے کہا اس لفظ کا جواب تو صحیح ہوا۔ مگر یہ فرمایئے کے حضرت بابا صاحب کے مقبرہ کے اسی ایک دروازے میں کیا خصوصیت ہے کہ اسے بہشتی دروازہ کہا جائے؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا: حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے بچشم سر

(1) ملخص زبدۃ التحقیق، ص ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷

عالم ظاہر میں حضور سرور کائنات ﷺ کو بجسم اطہر بمعہ "چہار یار کبار" کے، ۶ محرم کی درمیانی رات کو اس دروازہ سے گزر کر مقبرہ کے اندر تشریف لے جاتے دیکھا ہے اور حضور کا یہ ارشاد سنا ہے کہ "من دخل هذا الباب فقد امن" (جو اس دروازے میں داخل ہوا وہ امن میں آگیا اور مامون ہوا) مشائخ عظام کا بھی اس پر اتفاق رہے ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب نے اعتراض کیا کہ زائرین فرید فرید کیوں پکارتے ہیں۔ اللہ اللہ کیوں نہیں کہتے؟ حضرت نے فرمایا کہ عرس کے موقع پر زائرین کا پورا نعرہ یہ ہوتا ہے۔

اللہ محمد چار یار

حاجی خواجہ قطب فرید[1]

حق چار یار کے منکر کا باطن "رافضی" ہے:

ملک المدرسین، استاذ العلما، عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ابھی نام نہاد مفتی کے اجداد بھی پیدا نہیں ہوئے ہوں گے کہ اہل سنت یہ نعرہ لگاتے تھے، نعرہ تحقیق۔۔۔۔ حق چار یار

اور یہ نعرہ اہلسنت کی علامت تھی لیکن مفتی مذکور یہ نعرے لگانے سے منع کرتا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کے یہ باطن رافضی ہے اور تقیہ کے طور پر بظاہر اہلسنت کہلاتا ہے، مفتی مذکور کی منع نعرہ پر دلیل یہ ہے کہ اس نعرے سے یہ لازم آتا ہے کہ چار یار کے سوا کوئی صحابی حق پر نہیں، اس جاہل مفتی کو یہ معلوم نہیں کہ یہ تب لازم آتا جب اس نعرہ میں حصر کا کلمہ ہوتا مثلاً یوں ہوتا کہ نہیں حق مگر چار یار یا یہ ہوتا کہ حق پر صرف چار یار ہیں حالانکہ اس نعرہ میں حصر کا ایسا کوئی کلمہ نہیں علم اصول میں ہے کہ محض کسی کے ذکر سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی، اس نعرہ کا تو یہ معنی ہے کے چار یار حق پر ہیں، دوسرے اصحاب کے حق ہونے کی نفی نہیں ہے، اگر اس جاہل مفتی کی منطق تسلیم کرلی جائے تو مفتی جب یہ کلمہ پڑھتا ہے (محمد رسول اللہ) تو لازم آئے گا کہ محمد ﷺ کے سوا کوئی رسول اللہ نہیں ہے، تو اب مفتی اپنی اس منطق کے لحاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا، ان سب خرابیوں کا سبب جہالت ہے، لہذا

---

(1) مہر منیر، ص ۴۳۰، ۴۳۱، گولڑہ شریف

نعرہ تحقیق حق چار یار سے کوئی منافق رافضی ہی منع کرے گا، بلکہ اس نعرہ کا مرتبہ نعرہ حیدری اور نعرہ غوثیہ سے بھی مقدم تر اور بلند تر ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتومی گویم
توخواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال (1)

قارئین کرام! اب ہمارا سلسلہ کلام یہاں ختم ہوا ہم نے دیانت داری کے ساتھ معروضات زینت قرطاس کر دیں اور اب اس سے اہل سنت کے نفع کی دعا کرتے ہیں۔

امین بجاہ النبی الکریم
والحمد للہ رب العالمین

(1) سیف العطا، ص ۱۴۲، ۱۴۱، مطبوعہ لاہور